تجلیاتِ صفدر

چہارم

مناظرِ اسلام ترجمانِ اہلسنت وکیلِ احناف

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب تسہیل وتصحیح

مولانا نعیم احمد

مدرس: جامعہ خیر المدارس ملتان شہر

مکتبہ امدادیہ

ملتان - پاکستان۔ فون: ۵۴۴۹۶۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تجلیات صفدر

جلد چہارم

مناظر اسلام، ترجمان اہل سنت، وکیل احناف

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

ترتیب، تسہیل و تصحیح

مولانا نعیم احمد

مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

مکتبہ امدادیہ ملتان، پاکستان

نام کتاب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تجلیات صفدر (جلد چہارم)

مصنف ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

ترتیب، تسہیل و تصحیح ۔ ۔ ۔ مولانا نعیم احمد، مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

کمپوزنگ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حافظ محمد نعمان حامد

باہتمام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مکتبہ امدادیہ، ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

ملنے کے پتے

مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی

مکتبہ العلم، اُردو بازار لاہور

فہرس

(۱)..... اصول حدیث ۵

(۲)..... نماز میں ہاتھ باندھنا ۵۰

(۳)..... مسئلہ قراءت خلف الامام ۶۹

(۴)..... تحقیق حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ۸۶

(۵)..... رفع یدین کی چار روایات کی تحقیق ۱۰۹

(۶)..... ایک حدیث کی تحقیق (رفع یدین کے متعلق) ۱۳۶

(۷)..... جدید حاشیہ قرآن پر ایک تحقیقی نظر ۱۴۶

(۸)..... ایک قادیانی کے خط کا جواب ۱۶۷

(۹)..... نماز تراویح کا تحقیقی جائزہ ۱۹۰

(۱۰)..... ایک خط کا جواب (تراویح سے متعلق) ۲۱۰

(۱۱)..... صلوٰۃ الرسول ﷺ پر ایک تحقیقی نظر (۱) ۲۵۰

(۱۲)..... صلوٰۃ الرسول ﷺ پر ایک تحقیقی نظر (۲) ۲۹۱

(۱۳)..... الرسائل فی تحقیق المسائل کا مختصر علمی جائزہ ۳۶۳

(۱۴)..... غیر مقلدین کے رسالہ مکتوب مفتوح پر ایک نظر ۳۷۵

(۱۵)..... کیا بسم اللہ فاتحہ کا حصہ ہے؟ ۴۱۴

(۱۶)..... تعویذات کے متعلق مولانا نخی داد کی کتاب پر ایک نظر ۴۳۶

(۱۷)..... صلوٰۃ الرسول ﷺ (عبدالرحمٰن رحمانی کی نماز) پر ایک نظر ۴۷۸

(۱۸)......منکر حدیث محمد ایوب صابر کے ایک مضمون پر نظر......................۴۸۵
(۱۹)......انعامی چیلنج کی قانونی اور شرعی حیثیت......................۴۹۰
(۲۰)......کیا نیت کرنا بدعت ہے؟......................۵۰۳
(۲۱)......متفق علیہ احادیث پر عمل کیوں نہیں؟......................۵۰۵
(۲۲)......کھلا خط بنام طالب الرحمٰن......................۵۰۸
(۲۳)......کھلا خط (۱) بنام عبدالرحمٰن شاہین......................۵۱۲
(۲۴)......کھلا خط (۲) بنام عبدالرحمٰن شاہین......................۵۱۵
(۲۵)......نماز سے متعلق چند سوالات......................۵۲۴
(۲۶)......اہل سنت والجماعت حنفی و غیر مقلدین کے درمیان شرائط بحث (۱)......۵۲۹
(۲۷)......اہل سنت والجماعت حنفی و غیر مقلدین کے درمیان شرائط بحث (۲)......۵۳۱
(۲۸)......اہل سنت والجماعت کی طرف سے مناظرہ کے لئے تحریر......................۵۳۵
(۲۹)......مناظرے کا چیلنج قبول کرنے کے لئے تحریر......................۵۳۸
(۳۰)......غیر مقلدین سے مکمل نماز سیکھنے کی درخواست......................۵۴۰
(۳۱)......مکمل نماز کے موضوع پر تحریر......................۵۴۴
(۳۲)......اہل سنت والجماعت کی طرف سے قراءت خلف الامام پر تحریر......................۵۴۶
(۳۳)......اہل سنت والجماعت کی طرف سے مسئلہ آمین پر تحریر......................۵۴۹
(۳۴)......اہل سنت والجماعت کی طرف سے مسئلہ رفع یدین پر تحریر......................۵۵۱
(۳۵)......مسئلہ رفع یدین پر اہل سنت والجماعت کا مناظر دوسرے مناظر سے کیا لکھوائے......۵۵۳
(۳۶)......اہل سنت والجماعت کی طرف سے مسئلہ تراویح پر تحریر......................۵۵۵
(۳۷)......تاریخ طلاق ثلاثہ......................۵۵۷
(۳۸)......تین طلاقیں اور حلالہ......................۵۸۹

اصول حدیث کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔ امابعد !

اہل سنت والجماعت بالترتیب چار دلائل شرعیہ کے قائل ہیں :
۱۔ کتاب اللہ '۲۔ سنت رسول اللہ ﷺ '۳۔ اجماع '۴۔ قیاس۔ یعنی ان چاروں دلیلوں میں سے بھی کوئی مسئلہ ثابت ہو جائے تو اس کو شرعی مسئلہ تسلیم کرتے ہیں اور اگر کوئی مسئلہ ان چاروں دلیلوں میں سے کسی دلیل سے بھی ثابت نہ ہو تو اس کو شرعی مسئلہ نہیں مانتے بلکہ اگر کوئی شخص ایسے مسئلہ کو جو ان چاروں دلیلوں میں سے کسی دلیل سے بھی ثابت نہ ہو پھر بھی اس کو دین کا مسئلہ قرار دے تو اس مسئلہ کو "بدعت" کہا جاتا ہے۔ جس طرح بدعت سنت سے بغاوت کا نام ہے۔ اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اہل الرائے یعنی بدعتی سنتوں کے دشمن ہیں۔ ان سے بچنا ضروری ہے۔

رائے :

آج کل جہالت کا دور دورہ ہے۔ اس لئے دینی الفاظ کا غلط استعمال عام ہو رہا ہے۔ ان میں سے رائے اور اہل الرائے کا لفظ بھی ہے۔ رائے کی تین قسمیں ہیں :
(۱) وہ رائے جو کتاب و سنت کی تردید کے لئے ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام فرمایا لیکن کافر کہتے تھے اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰو کہ جس طرح تجارت میں

نفع لینا جائز ہے سود میں بھی زائد رقم لی جاتی ہے وہ بھی نفع ہی ہے اس لئے جائز ہے۔ کافروں کی یہ رائے خدا کے حرام کو حلال کرنے والی تھی اور اس رائے کا مقصد کتاب و سنت کی تردید ہے۔ ایسی رائے کو اصلاح میں "الحاد" کہتے ہیں۔ محدث زہیر بن معاویہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کی مجلس میں حاضر تھا اور اجتہادی مسائل کا حل قیاس سے ہو رہا تھا۔ مسجد کے ایک کونہ سے ایک آدمی نے پکارا ان قیاسات کو چھوڑو سب سے پہلے قیاس شیطان نے کیا تھا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فوراً اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے شخص! تو نے یہ جملہ بالکل بے موقع استعمال کیا ہے۔ شیطان نے خداوند قدوس کے حکم کو رد کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "ہم نے جب فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ وہ جنوں میں سے تھا' اس نے خدا کا حکم توڑ دیا اور ہم کتاب و سنت کی تشریح کے لئے قیاس کرتے ہیں کہ مسئلے کو کتاب و سنت کے اصول کی طرف لوٹاتے ہیں اور اجماع کی طرف لوٹاتے ہیں اور ہمارا مقصد خدا و رسول کے حکم کو دریافت کرکے خدا و رسول کی اتباع ہے۔ تو خدا کے حکم کو توڑنا اور خدا کے حکم پر عمل کرنا دونوں کا حکم ایک کیسے ہو سکتا ہے"۔ یہ سن کر وہ شخص پکار اٹھا میں نے اپنی بات سے توبہ کی۔ اے ابو حنیفہ! اللہ تعالیٰ تیرے دل کو نور سے منور فرمائے۔ جس طرح حق بات سمجھا کر تو نے میرے دل کو روشن کر دیا (مناقب موفق ج ا' ص ۸۱) اللہ تعالیٰ سب غلط کاروں کو ایسی غلط باتوں سے توبہ کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

(۲) دوسری رائے قرآن و سنت کی تعبیر و تشریح کے لئے ہوتی ہے جیسا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ حضرت اگر مسئلہ (صراحتاً) کتاب و سنت سے نہ ملا تو اَجْتَہِدُ بِرَاْیِیْ۔ تو میں اپنی رائے سے پوری کوشش کروں گا۔ آنحضرت ﷺ نے اس بات پر خدا کا شکریہ

ادا فرمایا کہ جس نے معاذ رضی اللہ عنہ کو ایسی بات کی توفیق دی جس سے رسول پاک راضی ہو گئے (ابو داؤد ص۱۱۹' ج۲) اس رائے سے اللہ و رسول راضی ہیں اور سب اہل سنت بھی راضی ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اہل الرائے کی ایک کمیٹی بنا رکھی تھی' ان کے مشورہ سے مسائل حل فرماتے تھے (دارمی ج۱' ص ۵۴) حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نے بھی اسی سنت صدیقی پر عمل فرمایا اور باقاعدہ فقہاء کرام کی ایک مجلس ترتیب دی اور شورائی انداز میں فقہ حنفی کی تدوین فرمائی اور یہ بھی خداوند قدوس کا خاص احسان تھا کہ جس طرح فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس فقہی مجلس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے بڑے فقیہ' سب سے بڑے زاہد' سب سے زیادہ متقی' سب سے بڑے عابد اور سب سے زیادہ صاحب ورع تھے۔ اسی طرح اس خیرالقرون کے فقہاء کی مجلس میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سب سے بڑے فقیہ' سب سے بڑے زاہد' سب سے زیادہ متقی' سب سے بڑے عابد اور سب سے زیادہ صاحب ورع تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدینہ منورہ میں کپڑے کی دکان تھی اور امام صاحب کا بھی کپڑے کا کاروبار تھا۔ آخر وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے تو یہ امام اعظم تھے (خلاصہ مناقب کردری ص ۱۵۴' ج۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی مجتہد قضاۃ کو سرکلر جاری فرمایا تھا کہ اگر مسئلہ کتاب و سنت سے نہ ملے تو ان شئت تجتهد برایك (دارمی ص۵۵' ج۱) کہ تو اپنی رائے سے اجتہاد کر اگر تو چاہے' فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہزارہا فتاویٰ کتب حدیث مثل مصنف عبدالرزاق' مصنف ابن ابی شیبہ۔ کتاب الآثار وغیرہ میں موجود ہیں جو اس رائے پر مبنی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک بھی اس رائے کا منکر نہیں تھا۔ اسی رائے کا نام کتاب و سنت میں فقہ ہے۔ فقہ کتاب و سنت کی صحیح تعبیر و تشریح کو کہتے ہیں۔ اس فقہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر فرمایا اور ان فقہاء کرام کو خیار فرمایا (متفق علیہ) ہاں اگر کوئی نااہل کتاب و سنت کی تشریح

کرنے بیٹھ جائے تو یہ رائے مردود ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جس (نااہل) نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی وہ خطاکار ہے بلکہ ایک حدیث میں تو کفر تک کی دھمکی ہے (مشکوۃ) ایسے نااہل کو دور حاضر کی اصلاح میں غیر مقلد کہا جاتا ہے۔ جو شخص اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو اور پھر کتاب و سنت سے مسائل نکالے اس کو مجتہد کہتے ہیں اور ان مسائل کے مجموعہ کو فقہ کہتے ہیں اور جو اجتہاد کی اہلیت نہ رکھتا ہو پھر کتاب و سنت سے مسائل نکالنے لگے اس کو غیر مقلد کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ (بخاری) کہ جو معاملہ نااہل کے سپرد کر دیا جائے وہ اس پر قیامت ڈھادے گا۔ آج کل جو غیر مقلدین اپنی کم فہمی اور کج فہمی بلکہ بد فہمی کے باوجود کتاب و سنت کی تشریح اپنی رائے سے کرنے بیٹھ جاتے ہیں ان لوگوں نے واقعی کتاب و سنت پر قیامت ڈھا رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کتاب و سنت کی ان نااہلوں سے حفاظت فرمائیں اور سب مسلمانوں کو ان مجتہدین کی رہنمائی میں کتاب و سنت پر عمل کی توفیق دیں جن کے مجتہد ہونے پر امت کا اجماع ہے اور ان کا مذہب اصول فروع کے اعتبار سے مدون ہے اور درساً اور عملاً متواتر ہے۔

بدعت :

رائے کی تیسری قسم کو بدعت کہتے ہیں کہ ایسی رائے سے دین کے مسئلے گھڑنا جس کی بنیاد نہ کتاب ہو نہ سنت نہ اجماع۔ ایسے اہل الرائے کو اہل بدعت اور اہل اہواء کہا جاتا ہے۔ آج کل کے لامذہب فقہاء اور مجتہدین کو بھی پہلی یا تیسری قسم میں شامل کرتے ہیں یہ یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ کی بدترین مثال ہے اور لفظ رائے کا بے موقع استعمال ہے اور کہتے ہیں کہ وہ بھی رائے ہے' یہ بھی رائے ہے۔ لیکن یہ ایک بہت بڑا دھوکا ہے۔ دیکھو دودھ کا لفظ گائے کے حلال دودھ پر بھی بولا جاتا ہے اور خنزیرنی کے حرام دودھ پر بھی۔ اب اس

لئے کہ دونوں پر دودھ کا لفظ بولا جاتا ہے حلال دودھ کو بھی حرام کہے یا حرام دودھ کو حلال کہے اور گائے کے دودھ کو بھی خنزیرنی کا دودھ قرار دے تو اسے اپنے دماغ کا علاج کرانا چاہئے۔

مکہ مکرمہ کے خیرالقرون کے عظیم فقیہ اور محدث امام عبدالعزیز بن ابی داؤد (۱۵۹ھ) جو حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شیوخ حدیث میں ہیں اور امام اعظم نے اپنی مسند میں ان سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں فرمایا کرتے تھے: اصحاب الرأی اعداء السنة قال وھم الحروریة واھل الاھواء۔ کہ اصحاب الرائے سنت کے دشمن ہیں اور وہ خارجی اور اہل اہواء ہیں (موفق مکی ص۸۶، ج۲) اور محدث کبیر امام یاسین بن معاذ الزیات جو حضرت امام اعظم کے ہم عصر ہیں فرمایا کرتے تھے: اصحاب الرأی اعداء السنة اصحاب الرائے اھل الاھواء فاما ابوحنیفہ و اصحابه فانھم قاسوا علی السنة۔ کہ اصحاب الرائے سنت کے دشمن ہیں اور وہ خواہش پرست لوگ ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے ساتھیوں نے "قیاس" سنت کی بنیادوں پر کیا ہے (موفق مکی ص۸۶، ج۲) دیکھئے جس بات کی وضاحت دور تابعین اور خیرالقرون میں ہی ہو چکی کہ فقہی قیاس کا مقصد صرف سنت کی تشریح اور اشاعت ہے۔ آج کے شرالقرون کے بعض لوگ اس فقہ کو بدعت میں شامل کر کے اسلامی اصطلاحات کا بے موقع استعمال کرتے ہیں مگر اس طرح خاک اڑانے سے سورج تو گدلا نہیں ہو سکتا۔ حضرات ائمہ مجتہدین جو اپنی اجتہادی رائے سے کتاب و سنت سمجھاتے ہیں۔ ان کو شیطان اور ان کافروں پر قیاس کرنا جو اللہ رسول کے راستے سے بھٹکاتے ہیں یہی قیاس دراصل شیطانی قیاس ہے۔

سنت :

قرآن پاک کے بعد اسلامی احکام کا دوسرا ماخذ سنت ہے جس میں سنت

نبوی ﷺ، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم (جیسے جمعہ کی اذان اول۔ پورا ماہ تراویح کی جماعت وغیرہ کو بھی) شامل ہیں۔ قرآن پاک کا ایک ایک لفظ متواتر ہے لیکن سنت کی تین مشہور اقسام ہیں : (۱) متواتر، (۲) مشہور، (۳) اخبار احاد۔

متواتر :

وہ احادیث ہیں جو بغیر کسی شک و شبہ کے ہم تک پہنچ گئیں۔ شروع ہی سے اس کو بیان کرنے والے اتنے ہوں کہ ان کے جھوٹ پر اتفاق کرنے کا وہم و گمان تک نہ ہو اس کو سنداً متواتر کہتے ہیں یا ہر زمانہ میں اس پر عمل کرنے والے اتنے ہوں کہ ان کے جھوٹ پر اتفاق کرنے کا وہم و گمان بھی نہ ہو سکے اس کو عملی تواتر کہتے ہیں جیسے ترک رفع یدین کی حدیث عملاً متواتر ہے۔ اس سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے جیسے مکہ شریف اور مدینہ منورہ، اگر کسی نے زیارت نہ کی ہو تو اتنا ہی یقین ہے جتنا خود زیارت کرنے والوں کا۔ اس سے علم ضروری حاصل ہوتا ہے۔ جیسے آفتاب کا علم۔ متواتر حدیث کے انکار سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

حدیث مشہور :

حضور اکرم ﷺ نے تین زمانوں کو بہترین زمانہ قرار دیا ہے : (۱) اپنا اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ جنہوں نے ایمان کی حالت میں نبی پاک ﷺ کی زیارت کی اور ایمان پر ان کا وصال ہوا۔ (۲) تابعین کا زمانہ جنہوں نے اچھے طریقے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تابعداری کی۔ واتبعوھم باحسان (۳) تبع تابعین کا زمانہ، جن لوگوں نے تابعین کی تابعداری میں پوری کوشش کی۔ صحیح بخاری ص ۳۶۲، ج ا پر خیر القرون والی حدیث ہے اور اس کے حاشیہ پر ان تینوں زمانوں کی تعیین اس طرح کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ ۱۱۰ھ تک، تابعین کا زمانہ ۱۷۰ھ تک اور تبع تابعین کا زمانہ ۲۲۰ھ تک ہے۔

متواتر حدیث تو وہ ہے کہ پہلے، درمیانی اور آخری تینوں زمانوں میں اس ۔

کے روایت کرنے والے اتنے ہوں کہ ان کے، جھوٹ پر اتفاق کرنے کا وہم بھی نہ ہو سکے۔ لیکن اگر کوئی ایسی حدیث ہو کہ پہلے زمانے میں اس کے روایت کرنے والے اتنے نہ ہوں کہ درجہ تواتر تک پہنچ سکیں۔ مگر تابعین اور تبع تابعین کے زمانوں میں اس کے روایت کرنے والے اتنے ہوں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق کرنا محال ہو۔ ایسی حدیث کو حدیث مشہور کہتے ہیں۔. اس کی مثال بدر کامل یعنی چودھویں رات کے چاند کی سی ہے کہ اگرچہ پہلی رات کو وہ سب کو نظر نہ آیا اور گواہوں کے ذریعے اس کا ثبوت ہوا' مگر بدر کامل کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں رہتی۔ وہ سب کے سامنے عیاں ہے۔ ایسی احادیث سے علم طمانیت حاصل ہوتا ہے اور ایسی حدیث کا منکر اہل بدعت اور گمراہ کہلاتا ہے۔ یہ اچھی طرح یاد رہے کہ حدیث کی شہرت کے لئے تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں شہرت ہو جانا شرط ہے۔ اگر خیرالقرون میں وہ مشہور نہیں ہوئی اور خیرالقرون کے بعد مشہور ہوئی تو اس کو اصطلاحی مشہور بالکل نہیں کہتے۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ یہ دونوں قسم کی احادیث اصول حدیث کے مطابق جانچ پرکھ کی محتاج نہیں ہوتیں' نہ ہی ان کی سندوں اور راویوں پر بحث کی ضرورت ہوتی ہے۔ ضروریات دین تقریباً پہلی قسم کی احادیث سے اور ضروریات اہل سنت تقریباً دوسری قسم کی احادیث سے ثابت ہیں جن میں ہم اسانید کی بحثوں کے ہرگز محتاج نہیں۔ یہ بحثیں صرف اخبار احاد کے لئے ہیں۔

خبرواحد :

وہ احادیث جو ان تینوں زمانوں میں حد شہرت کو نہ پہنچ سکیں ان کو اخبار احاد کہتے ہیں۔ ان احادیث میں سے بہت سی احادیث ایسی ہیں جو روزمرہ کے اعمال سے متعلق تھیں چونکہ امت نے ان کو پوری خوش دلی سے قبول کرلیا اس لئے اس قبولیت عامہ (تلقی بالقبول) کی وجہ سے یہ بھی مشہور کے درجہ میں

ہو گئی ہیں۔ ان کی مثال اس پہلی رات کے چاند کی ہے کہ مطلع صاف ہونے کی وجہ سے اکثر لوگوں نے خود دیکھ لیا اور اس کے ثبوت کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں پڑی۔ ایسی احادیث بھی سندوں کی تحقیق کی محتاج نہیں ہوتیں۔ ہمارے روزمرہ کے اعمال شرعیہ تقریباً ایسی ہی احادیث سے ثابت ہیں جن میں ہم راویوں کے بالکل محتاج نہیں۔ دوسری قسم کی وہ اخبار احاد ہیں جن کو قبولیت عامہ کا شرف نصیب نہیں ہوا۔ ان کی مثال پہلی رات کے اس چاند کی ہے کہ پورے علاقے میں صرف ایک دو کو نظر آیا۔ ایسے چاند کے ثبوت کے لئے اب ان گواہوں کی جانچ پرکھ ضروری ہے۔ اگر وہ عادل ثابت ہو گئے تو چاند ثابت ہو جائے گا اگر ان کی عدالت ثابت نہ ہوئی تو چاند بھی ثابت نہ ہوگا۔ اسی طرح ایسی احادیث کی اسانید کی تحقیق کر کے اگر محققین فقہاء محدثین نے ان کو قابل عمل قرار دیا تو ان پر عمل کیا جائے گا اور اگر فقہاء محدثین نے ان کو رد کر دیا تو وہ ناقابل عمل قرار پائیں گی۔ یاد رہے ایسی احادیث کی ضرورت ہمیں کبھی کبھار پیش آنے والے اعمال میں پیش آتی ہے۔ ایسی روایات کے قبول کی شرائط آگے آئیں گی۔

خیرالقرون :

حافظ ابن حجر مقلد امام شافعی ۷۷۳۔۸۵۲ھ نے تقریب التہذیب میں صحاح ستہ کے راویوں کو ۱۲ طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔ ان میں سے ۹ طبقے خیرالقرون کے ہیں جن میں امام زھری، امام قتادہ، امام اعمش، امام ابوحنیفہ، امام ابن جریج، امام مالک، امام سفیان ثوری، امام ابن عیینہ، امام ابن عُلیَّہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام یزید بن ھارون، امام شافعی، امام ابوداؤد طیالسی اور امام عبد الرزاق وغیرہ آتے ہیں۔ یہ سب خیرالقرون کے بزرگ ہیں۔ ان کی حدیث اور فقہ کی کتابیں خیرالقرون میں ہی مرتب ہوئیں۔ حدیث خیرالقرون کے موافق ان کا

مقام بعد والوں سے یقیناً بہت بلند ہے۔ فقہ حنفی خیرالقرون میں ہی مرتب ہوئی اور خیرالقرون میں ہی اس کو قبولیت عامہ کا شرف نصیب ہو گیا۔ فقہ مالکی اور فقہ شافعی بھی اگرچہ خیرالقرون کے ہی آخر میں مرتب ہوئیں مگر خیرالقرون میں ان کو قبولیت عامہ کا شرف نصیب نہ ہو سکا۔ فقہ حنبلی اور صحاح ستہ خیرالقرون کے بعد مرتب ہوئیں اور خیرالقرون کے بعد بھی ہمیشہ دو تہائی اہل سنت فقہ حنفی پر عامل رہے۔ ذالك فضل اللّٰه یوتیه من یشاء۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ فقہ حنفی کتاب و سنت کی وہ پہلی جامع اور کامل تعبیر و تشریح ہے جو خیرالقرون میں ہی مرتب ہوئی اور خیرالقرون سے آج تک جو شرف قبولیت اس فقہ کو نصیب ہوا اور کوئی فقہ اس کی گرد بھی نہ پہنچ سکی۔

ایک واقعہ :

ایک دن ایک صاحب تشریف لائے جو ایک ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب تھے۔ وہ فرمانے لگے کہ غیر مقلدین پہلے تو کہتے رہتے ہیں کہ احناف کے پاس کوئی حدیث نہیں اور اگر کوئی حدیث ہم پیش کریں تو وہ فوراً شور مچا دیتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے، من گھڑت ہے تو احادیث کے صحیح اور ضعیف ہونے کا پتہ کیسے چلتا ہے اور کس دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ فلاں حدیث صحیح ہے اور فلاں غلط۔ میں نے کہا کہ غیر مقلدوں کو سرے سے اس بات کا حق ہی نہیں پہنچتا کہ وہ کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہیں۔ تو فرمانے لگے وہ کیوں؟ میں نے کہا ان کا دعویٰ ہے کہ ہم صرف اللہ اور رسول ﷺ کی بات کو دلیل مانتے ہیں کسی امتی کی بات بالکل دلیل نہیں ہوتی۔ تو فرمانے لگے بالکل صحیح، یہی ان کا دعویٰ ہے۔ وہ تقریروں میں بھی یہی کہتے ہیں اور دیواروں پر بھی یہی لکھتے ہیں۔ اہل حدیث کے دو اصول: فرمان خدا، فرمان رسول۔ میں نے کہا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی امتی کی بات ماننا شرک ہے۔ وہ فرمانے لگے بالکل۔ میں نے کہا پھر آپ انہیں ان کے دعویٰ کے پابند کیوں نہیں

کرتے؟ فرمانے لگے وہ کیسے؟ میں نے کہا کہ وہ جس حدیث کو صحیح کہیں اس کا صحیح ہونا اللہ اور رسول کے فرمان سے ثابت کریں اور جس حدیث کو ضعیف کہیں اللہ اور رسول کے فرمان سے اس کا ضعیف ہونا ثابت کریں۔ وہ فرمانے لگے کہ اللہ اور رسول نے تو نہ کسی حدیث کو صحیح فرمایا ہے نہ ضعیف۔ میں نے کہا پھر ان کو بھی نہ کسی حدیث کو صحیح کہنا چاہئے نہ ضعیف۔ وہ فرمانے لگے کہ یہ تو بالکل ان کے اصول کے مطابق ہے اور اگر وہ اپنے اس اصول سے ہٹ جائیں تو وہ اہل حدیث ہی نہ رہے۔ وہ فرمانے لگے کہ ان کی تو بات ہی ختم ہو گئی۔ اب وہ ہمارے سامنے نہ کسی حدیث کو صحیح کہہ سکیں گے اور نہ ضعیف۔ آخر ہم کیسے جانیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف؟ میں نے کہا ہم جب حدیث پیش کریں گے تو صاف صاف کہہ دیں گے کہ بھائی اس حدیث کو اللہ اور رسول ﷺ نے صحیح فرمایا ہے اور نہ ضعیف۔ ہاں! یہاں اللہ اور رسول سے کچھ نہ ملے تو حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کے مطابق مجتہد کو اجتہاد کا حق ہوتا ہے۔ اب دیکھا جائے گا کہ اگر اس حدیث پر چاروں اماموں نے عمل کیا ہے تو اس حدیث کو ہم "دلیل اجماع" سے صحیح اور قابل عمل قرار دیں گے اور اگر اس حدیث پر چاروں اماموں میں سے کسی نے بھی عمل نہیں کیا تو ہم بہ دلیل اجماع اس کو متروک العمل قرار دیں گے اور اگر اس حدیث کے موافق عمل کرنے اور نہ کرنے میں چاروں اماموں میں اختلاف ہو تو ہم اب فیصلہ اپنے امام سے لیں گے کیونکہ ہمارے امام کا یہ اعلان موافق مخالف سب جانتے ہیں کہ اذا صح الحدیث فھو مذھبی۔ کہ جب میرے نزدیک دلیل سے حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو میں اس کو اپنا مذہب قرار دیتا ہوں تو جب میرے امام کا عمل اس حدیث کے موافق ہے تو میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے اور اگر کسی حدیث پر میرے امام کا عمل نہیں تو انہوں نے یقیناً کسی دلیل سے اس پر عمل ترک فرمایا ہے اس لئے میرے نزدیک یہ حدیث اسی دلیل سے متروک

العمل ہے جو میرے امام کے سامنے ہے۔ اور غیرمقلد کے ساتھ تو صاف بات کریں کہ تیرا کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنا جس طرح تیرے اصول پر غلط ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اسی طرح میرے اصول پر بھی غلط ہے کیونکہ اگرچہ میں چار دلائل کو مانتا ہوں مگر نہ تو تو خدا ہے نہ رسول کہ میں تیری بات مانوں اور نہ ہی اجماع ہے اور نہ ہی تو مجتہد۔ تو میں آخر خیرالقرون کے مجتہد اعظم کی تقلید چھوڑ کر تیری بات کیوں مانوں اور میں خیرالقرون کا من و سلوی چھوڑ کر پندرہویں صدی کا گلا سڑا لہسن اور پیاز کیوں قبول کروں۔ انہوں نے فرمایا آپ کی یہ بات بالکل اصولی بات ہے۔ اب انشاء اللہ العزیز کسی بے اصولے کی بات ہم چلنے نہیں دیں گے۔

خبرواحد پر عمل کی شرائط :

جس طرح مطلع صاف نہ ہو تو گواہوں کی جانچ پرکھ ضروری ہے۔ اسی طرح خبرواحد کے راوی میں چار شرائط ضروری ہیں : (۱) عقل، (۲) ضبط، (۳) عدالت، (۴) اسلام۔

(۱) عقل :

بدن انسانی کی اس قوت نورانی کا نام ہے کہ جہاں سے حواس خمسہ کا ادراک ختم ہوتا ہے وہاں سے آگے جو نور رہنمائی کرتا ہے وہ عقل ہے اور عقل سے عقل کامل مراد ہے۔ اس لئے کم عقل بچے، مدہوش، دیوانے اور ماؤف العقل کی روایت قبول نہیں۔

(۲) ضبط :

ضبط کے معنی ہیں کلام کو کماحقہ سمجھنا۔ پھر اس کی صحیح مراد کو سمجھنا اور پھر اس کو بار بار یاد کرتے رہنا تاکہ محفوظ رہے۔

(۳) عدالت :

عدالت کے معنی دین پر استقامت کے ہیں کہ دین کو عقل، خواہش اور غضب و شہوت کی راہ و رسم پر غالب رکھے۔ چنانچہ جب کوئی کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو یا کسی صغیرہ گناہ پر اصرار کرے تو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی۔

کبیرہ گناہ :

جن سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے۔ (۱) کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا۔ (۲) کسی مسلمان کو قتل کرنا۔ (۳) کسی پاکدامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا۔ (۴) جہاد سے بھاگنا۔ (۵) یتیم کا مال کھانا۔ (۶) مسلمان ماں باپ کی نافرمانی کرنا (ایسے کام میں جو گناہ کا نہ ہو) (۷) حرم شریف میں بے دینی کی طرف مائل ہونا۔ (۸) سود خوری۔ (۹) چوری کرنا۔ (۱۰) شراب پینا۔ (۱۱) زنا۔ (۱۲) لواطت۔ (۱۳) جادو کرانا۔ (۱۴) جھوٹی گواہی دینا۔ (۱۵) جھوٹی قسم کھانا۔ (۱۶) راستوں میں لوٹ مار کرنا۔ (۱۷) غیبت۔ (۱۸) جوا بازی۔ (۱۹) فرائض نمازوں، روزوں وغیرہ کا ترک کرنا...... خداوند قدوس ہمارے سب صغیرہ کبیرہ گناہوں کو معاف فرمائیں اور آئندہ کبیرہ صغیرہ گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ وما ذالك علی اللّٰہ بعزیز۔

(۴) اسلام :

اور اسلام (مسلمان ہونے) کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو دل سے ماننا اور زبان سے اقرار کرنا جس طرح کہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ہے اور اس کے احکام اور شرائع کو قبول کرنا۔ پس راوی میں یہ چار شرطیں ضروری ہیں۔ اسی لئے کافر فاسق، کم عقل بچے، مدہوش اور وہ شخص جس کی غفلت شدید ہو اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی۔

قبول روایت کی شرائط :

راوی میں ان چار شرطوں کے پائے جانے کے بعد روایت میں بھی چار شرطیں ضروری ہیں۔ (۱) وہ خبرواحد حدیث کتاب اللہ کے خلاف نہ ہو۔ (۲) وہ سنت متواتر و مشہور کے خلاف نہ ہو۔ (۳) ایسے مسئلہ سے متعلق نہ ہو جس کی ہر خاص و عام کو ضرورت ہو اور پھر وہ عام امت کے تعامل کے خلاف ہو کیونکہ ایسی روایت شاذ ہوتی ہے اور عام امت کے فقہاء و علماء کو بدعمل قرار دینا گویا ان کی عدالت اور شہادت سے امان اٹھانا ہے۔ امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب مطلع بالکل صاف ہو تو ایک دو آدمیوں کی گواہی سے چاند کا ثبوت نہیں ہوگا' بلکہ اتنی بڑی جماعت ضروری ہے کہ غلطی کا احتمال نہ رہے۔ ایسے موقع پر ایک دو آدمیوں پر اعتماد کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ گویا ہم نے اس علاقہ کے ہزارہا انسانوں کو اندھا فرض کرلیا۔ (۴) وہ حدیث ایسے مسئلہ کے متعلق نہ ہو کہ جس کے بارہ میں خیرالقرون کے فقہاء میں اختلاف ہوا ،اگر اس حدیث سے سب نے منہ پھیر لیا ہو تو ایسی حدیث قابل قبول نہیں ہوتی۔ الغرض خبر واحد کے قبول کی یہ آٹھ شرطیں ہیں۔ چار راوی میں اور چار روایت میں۔

تقریب التہذیب :

ایک دن ایک صاحب فرمانے لگے کہ غیرمقلدین کے پاس ایک کتاب ہے جس میں راویوں کا ذکر ہے وہ اس کتاب سے دیکھ کر بتادیتے ہیں کہ یہ راوی ثقہ ہے یہ راوی ضعیف ہے اور جو راوی اس کتاب میں نہ ملے اس کو مجہول قرار دیتے ہیں۔ اس کتاب کے بارہ میں کچھ بتائیں۔ میں نے کہا کہ یہ کتاب حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعی کی ہے۔ ان کی پیدائش ۷۷۳ھ میں ہوئی اور وفات ۸۵۲ھ میں۔ اس کتاب میں سب راویوں کا ذکر نہیں ہے صرف صحاح ستہ کے راوی مذکور ہیں اس لئے یہ کہنا کہ جس راوی کا اس کتاب میں ذکر نہ ہو وہ مجہول ہے۔ یہ

خود ایک جہالت ہے اور اس کتاب میں پہلی تین صدیوں کے راوی مذکور ہیں جبکہ مولف نویں صدی کا ہے گویا کسی راوی اور مولف کے درمیان چھ سو سال کا فاصلہ، کہیں سات سو سال کا، کہیں آٹھ سو سال کا اور درمیان میں کوئی سند نہیں چہ جائیکہ سند کی صحت بیان کی ہو محض مولف پر بلا دلیل اعتماد ہے جو ابن حجر کی تقلید شخصی ہے۔ اس تقلید شخصی کے واجب ہونے کی کیا دلیل ہے جبکہ ابن حجر کے امام امام شافعی کی تقلید شخصی شرک اور حرام ہے۔ ابن حجر کی تقلید شخصی کا التزام، اس کی دلیل ان کے ذمہ واجب ہے جو پیش نہیں کر سکتے پھر اس کتاب میں جو جرحیں ہیں وہ مبہم ہیں حالانکہ نہ کسی دنیوی عدالت میں مبہم اور بے دلیل جرح قابل قبول ہے نہ دین میں۔

اصول جرح :

علامہ نسفی ۷۱۰ھ فرماتے ہیں "ہمارے ہاں ائمہ حدیث کا طعن مبہم راوی کو مجروح نہیں کرتا" (مثلاً یہ کہ یہ حدیث مجروح ہے یہ حدیث منکر ہے یا اس قسم کے دوسرے الفاظ ہوں) ہاں جرح اس وقت قبول کی جائے گی جب کہ جرح مفسر ہو کہ اس کا سبب بیان کیا جائے اور سبب بھی ایسا ہو جس کا جرح ہونا متفق علیہ ہو اور جرح کرنے والا ایسا شخص ہو جو دین کی خیر خواہی میں مشہور ہو اور وہ متعصب (یا متعنت) نہ ہو۔ المنار ص۲۷۶۔ اس سے ثابت ہوا کہ جرح کے مقبول ہونے کی تین شرطیں ہیں کہ جرح کا باقاعدہ سبب بیان کیا اور ثابت کیا جائے اور وہ سبب جرح بھی ایسا ہو کہ اس کے جرح ہونے پر سب کا اتفاق ہو اور جرح کرنے والا نہ ہی متعصب ہو نہ ہی متعنت کہ معمولی معمولی باتوں پر جرح کر دے اور تقریب التہذیب میں یہ تینوں باتیں مفقود ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہاں تین شخصوں کی تحقیق کرنا ہوگی۔ (۱) مجروح راوی جس پر جرح کی گئی اس کا زمانہ کون سا ہے، علاقہ کون سا ہے اور مذہب کیا ہے؟ (۲) جس نے جرح کی

یعنی جارح وہ کس زمانہ کا ہے' کس علاقہ کا ہے' اس کا مذہب کیا ہے' اس نے سبب جرح کون سا بیان کیا ہے اور کیا وہ سبب متفق علیہ ہے اور اس نے صرف دعویٰ کیا اور الزام ہی لگایا ہے یا اس الزام کو دلیل سے ثابت بھی کر دیا ہے۔

(۳) "ناقل" اس جرح کو نقل کرنے والا کون ہے کس زمانہ اور کس علاقہ اور کس مذہب کا ہے اور نقل باسند ہے اور صحت سند بھی ثابت کی ہے یا محض بے سند نقل کر دیا ہے۔ جب تک یہ سب امور طے نہ ہوں جرح ثابت نہیں ہو گی۔

بارہ طبقات :

حافظ ابن حجر مقلد امام شافعی نے جرح کے اعتبار سے راویوں کو بارہ طبقوں میں تقسیم کیا ہے :

(۱) پہلا طبقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے (یہ سب کے سب روایت میں عادل ہیں)۔

(۲) دوسرا طبقہ وہ راوی ہیں جن کی تعدیل اوثق الناس سے کی گئی ہو یا ڈبل تعدیل ہو جیسے ثقہ ثقہ۔ ثقہ حافظ۔

(۳) تیسرا طبقہ وہ راوی ہیں جن کے لئے کلمہ تعدیل ایک دفعہ استعمال ہوا ہو جیسے راوی ثقہ ہے یا یہ متقن ہے یا یہ ثبت ہے یا عدل ہے۔

(۴) چوتھا طبقہ وہ راوی ہیں جو تیسرے سے کم درجہ ہوں ان کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ یہ راوی صدوق ہے یا کہا جاتا ہے لا بائس بہ باس یعنی راویت لینے میں کوئی حرج نہیں (ان طبقات کی احادیث صحیح کہلائیں گی)

(۵) پانچواں طبقہ ان راویوں کا ہے جو چوتھے سے کچھ کم درجہ کے ہوں کہ یہ صدوق یعنی سچا ہے مگر سئی الحفظ لیکن حافظہ برا ہے یا سچا تو ہے مگر اسے وہم ہو جاتا ہے یا اس کے کئی اوہام ہیں اور بدعتی راوی بھی اس طبقہ میں شامل ہیں جیسے کہا جائے کہ یہ شیعہ ہے' یہ قدری ہے' یہ ناصبی ہے' یہ مرجئی ہے' یہ جھمی

ہے' اور یہ اپنی بدعت کی طرف دعوت دیتا ہے یا نہیں وغیرہ (اس طبقہ کی احادیث حسن لذاتہ کہلائیں گی)

(۶) چھٹا طبقہ وہ راوی ہیں جن کی حدیثیں کم ہیں اور ان پر کوئی جرح بھی ثابت نہیں ہوئی اگر اس راوی کا اس روایت میں کوئی متابع ہو تو اس راوی کو مقبول کہا جائے گا ورنہ اس کو لین الحدیث کہا جائے گا (یعنی متابعت کی صورت میں اس کی حدیث حسن لغیرہ ہوگی ورنہ اس سے کم مگر ضعیف بھی نہیں ہوگی۔

(۷) ساتویں طبقے میں وہ راوی آئیں گے جن کے شاگرد ایک سے زیادہ ہوں اور اس کو ثقہ بھی نہیں کہا گیا اسے مستور یا مجہول کہا جائے گا (ہمارے ہاں خیرالقرون میں جہالت مضر نہیں اور پہلے ۹ طبقے خیرالقرون کے ہیں اس لئے ہمارے ہاں وہ حدیث درجہ حسن میں ہوگی)

(۸) آٹھویں طبقہ میں وہ راوی آئیں گے جن کی کسی معتبر نے توثیق نہیں کی اور اسے ضعیف کہا اگرچہ ضعف کی وجہ بیان نہیں کی تو اسے ضعیف کہا جائے گا (مگر ہمارے ہاں چونکہ جرح غیر مفسر مقبول نہیں اس لئے ہم اسے ضعیف نہیں کہیں گے اگرچہ تقریب میں بلاوجہ اسے ضعیف لکھا ہو)

(۹) نویں طبقہ میں وہ راوی آئیں گے جن کا ایک ہی شاگرد ہو اور کسی نے اس کی توثیق نہیں کی اس کو مجہول کہا جاتا ہے۔ (ہمارے ہاں خیرالقرون کی جہالت کوئی جرح نہیں اور خیرالقرون نویں طبقے تک ہے ان ۹ طبقات کی احادیث ہمارے ہاں احکام میں مقبول ہوں گی)

بخاری شریف میں بھی ایسے راوی ہیں جن کی توثیق نہیں کی گئی مثلاً امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ اسباط ابوالیسع کو ابو حاتم نے مجہول کیا ہے اور بخاری نے اس سے روایت لی ہے۔ اسی طرح بیان بن عمرو کو ابو حاتم نے مجہول قرار دیا ہے اور بخاری نے اس سے حدیث لی ہے (تدریب الراوی ص ۲۱۳) اور مسلم

الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے ولا جرح ایضا بان له راویا واحد فقط دون غیرہ (ص۱۴۹، ج۲) اور یہ کوئی جرح کی بات نہیں کہ اس راوی سے روایت کرنے والا صرف ایک ہی راوی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ عادل وہ راوی ہے جس پر کوئی جرح ثابت نہ ہو جو مفسر اور متفق علیہ ہو اور جارح متعصب نہ ہو۔

(۱۰) دسواں طبقہ وہ راوی ہیں کہ جن کی کسی نے توثیق نہیں کی اور اس پر جرح مفسر ثابت ہو گئی ایسے راوی کو متروک یا متروک الحدیث یا واھی الحدیث یا ساقط کہتے ہیں۔ یعنی حافظ صاحب تقریب التہذیب میں متروک، واہیات اور ساقط قرار دیں گے اس راوی پر جرح مفسر ہو گی لیکن جرح کا صرف مفسر ہونا کافی نہیں یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ جرح کا جو سبب بیان کیا گیا ہے وہ واقعی ایسا سبب ہے جس پر اتفاق ہے کہ یہ جرح ہے مثلاً ہمارے ہاں یہ جرح مقبول نہیں کہ یہ راوی تدلیس کرتا ہے یعنی سند میں سے کسی راوی کا نام چھپا جاتا ہے۔ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ شبہ ہو گا کہ یہ سند مرسل ہے اور خیر القرون کا ارسال اور تدلیس ہمارے ہاں کوئی جرح ہی نہیں یا کسی راوی پر جرح کا یہ سبب بیان کرے کہ وہ تلبیس کرتا ہے۔ تلبیس ان کی اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں کہ راوی کے مشہور نام کی بجائے اس کی غیر مشہور کنیت بیان کر دی یا کوئی راوی کنیت سے مشہور تھا تو سند میں کنیت کی بجائے اس کا نام بیان کر دیا۔ مثلاً سفیان ثوری مشہور محدث ہیں، ان کے نام سے روایت ہو۔ حدثنا سفیان الثوری۔ تو اس میں کوئی اشتباہ نہیں اگر سفیان ثوری کے نام کی بجائے یوں سند بیان کرے حدثنا ابو سعید۔ کیونکہ ابو سعید سفیان ثوری کی کنیت ہے مگر یہی کنیت حسن بصری اور کلبی کی بھی ہے تو اس میں اشتباہ ہو سکتا ہے مگر یہ اشتباہ اس سند کی حد تک ہو گا۔ اس سے اس راوی کو مطلقاً مجروح قرار نہیں دیا جا سکتا اسی طرح کسی راوی پر جرح کی

جائے کہ یہ مرسل روایات بیان کرتا ہے اسے ارسال کی عادت ہے تو خیرالقرون میں ارسال ہمارے ہاں سرے سے جرح ہی نہیں۔ تو اس سبب جرح کے بیان کرنے کی وجہ سے وہ راوی مجروح نہیں ہو گا یا بعض لوگوں نے امام محمد پر یہ جرح کی ہے کہ وہ گھوڑا دوڑاتے تھے حالانکہ یہ مجاہدین کے لئے ایک جائز کام ہے اس لئے اس سبب سے راوی مجروح نہ ہو گا یا یوں کوئی جرح کرے کہ فلاں راوی ضعیف ہے کہ وہ مزاح کرتا تھا تو یہ بھی کوئی سبب جرح نہیں چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی۔ ایک بڑھیا روتی ہوئی چل دی تو آپ نے فرمایا کہ بوڑھی عورتیں جنت میں جوان ہو کر جائیں گی۔ اسی طرح بعض محدثین کہتے ہیں کہ فلاں راوی کم عمر ہے اس لئے ضعیف ہے حالانکہ جب بچہ سن تمیز کو پہنچ جائے تو اس کی روایت درست ہے اس لئے یہ جرح کا کوئی سبب نہیں۔ بعض محدثین بعض راویوں پر یہ جرح کر دیتے ہیں وہ راویت کرنے کا عادی نہیں حالانکہ یہ کوئی سبب جرح نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روایات بہت کم ہیں حالانکہ ضبط اور اتقان میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا کوئی ہم سر نہیں تھا۔ امام بخاری نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے چالیس احادیث بھی نہیں لیں جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ۱۰۸۵، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ۷۹۴، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ۲۹۶ اور حضرت ابو سعید خدری سے ۱۹۱ احادیث روایت کی ہیں۔ اسی طرح بعض محدثین یہ بھی جرح کرتے ہیں کہ فلاں راوی ضعیف ہے اور سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ فقہ کے مسائل بہت بیان کرتا تھا حالانکہ یہ جرح کا سبب ہی نہیں بلکہ قابل وصف ہے اور فقیہ ہونا ذہن کی تیزی اور اس کی عمدگی کی روشن دلیل ہے۔ الغرض جن راویوں پر محدثین نے ایسے اسباب سے جرح کر دی حافظ ابن حجر اس کو تقریب و تہذیب میں متروک، واہی اور ساقط لکھیں گے۔ کیونکہ اس پر جرح مفسر پائی گئی لیکن سبب جرح کو دیکھنے سے

جس کا ذکر ابن حجر نے تقریب میں کیا ہی نہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ راوی سرے سے ضعیف ہے ہی نہیں۔ ہاں اگر واقعتہ کسی راوی پر ایسی مفسر جرح ثابت ہو جائے جس کا سبب بالاتفاق جرح ہو اور جرح کرنے والا متعصب نہ ہو بلکہ ناصح ہو تو ایسے راوی کی حدیث احکام شرعیہ میں مقبول نہیں۔ ہاں ترغیب و ترہیب اور فضائل اعمال میں قبول کر لی جائے گی کیونکہ راوی فاسق ہی تو ہے اور ترغیب و ترہیب کے واقعات تو کافروں سے بھی روایت کرنے جائز ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج۔ کہ بنی اسرائیل سے واقعات بیان کرو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین جو تبلیغی نصاب پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں ضعیف روایات ہیں یہ اعتراض باطل ہے کیونکہ باتفاق محدثین فضائل میں ضعیف روایات کا بیان کرنا جائز ہے (دیکھو نووی شرح صحیح مسلم ص۲۱، ج۱)

(۱۱) گیارھواں طبقہ ایسے راویوں کا ہے جن پر جھوٹے ہونے کا الزام ہے۔ اگرچہ جھوٹ بھی دوسرے کبیرہ گناہوں کی طرح ایک کبیرہ گناہ ہے مگر روایت کے بارہ میں یہ دوسرے گناہوں سے زیادہ موثر ہے۔ اس لئے اس کو الگ ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ ایسا آدمی ہے جو دنیوی امور میں جھوٹ بولتا ہے مگر دین میں اس کا جھوٹ بولنا ثابت نہیں ہوا البتہ اس پر دین میں بھی جھوٹ بولنے کا الزام لگ سکتا ہے لیکن کسی راوی کو صرف متہم بالکذب کہنے سے اس کا حقیقتاً جھوٹا ثابت نہیں ہو جاتا جب تک کہ ثبوت پیش نہ کیا جائے کہ اس نے فلاں جھوٹ بولا۔ دعویٰ بے دلیل ثابت نہیں ہوتا۔

(۱۲) بارہواں طبقہ ان راویوں کا ہے جن کا دین میں جھوٹ بولنا بلکہ جھوٹی حدیثیں گھڑ کر ان من گھڑت احادیث کو نبی اقدس ﷺ کے ذمہ لگانا ثابت ہو جائے ایسے شخص کے لئے رسول اقدس ﷺ نے سخت وعید ارشاد فرمائی کہ جو

شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے لیکن کسی پر اتنا بڑا الزام لگانے کے لئے کہ وہ نبی ﷺ کا کلمہ پڑھ کر بھی اپنے نبی کے ذمہ جھوٹ باندھتا تھا ثبوت مکمل چاہئے صرف اتنا کہہ دینا کہ فلاں من گھڑت حدیثیں بناتا ہے یہ ایک دعویٰ ہے یہ ثابت نہ ہوگا جب تک کہ اس حدیث کی نشاندہی نہ کی جائے کہ فلاں حدیث اس نے جھوٹی بنائی ہے اور یہ بھی ثابت ہو کہ اس حدیث کے گھڑنے کا مجرم یہی ہے سند کا کوئی دوسرا راوی مجرم نہیں۔ (قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۵۴)

بے اصولی :

فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت چار ہی مذاہب میں منحصر ہے۔ مذہب حنفی، مذہب مالکی، مذہب شافعی، مذہب حنبلی۔ ان چاروں مذاہب کے اصول کی کتابیں بھی ہیں جو ان کے مدارس میں داخل نصاب ہیں۔ اور متون مسائل بھی ہیں لیکن جتنے فرقے دور برطانیہ میں پیدا ہوئے ان کے نام کچھ بھی کیوں نہ ہوں خواہ وہ اہل قرآن کہلائیں یا اہل حدیث، احمدی کہلائیں یا محمدی، اسدی نام رکھیں، جماعت المسلمین نام رکھیں یا جماعت اسلامی ان سب میں قدر مشترک دو ہی چیزیں ہیں ایک تو یہ ہے کہ یہ سب فرقے بے اصول ہیں ان میں سے کسی فرقے کی کوئی مسلمہ اصول کی کتاب نہیں جو ان کے مدارس میں داخل نصاب ہو۔ دوسرے اسلاف اہل اسلام کے خلاف بدگمانی پھیلانا اور ان پر بدزبانی کرنا بھی ان سب فرقوں کا مشترکہ مشغلہ ہے۔ علمائے حق سے متنفر کرنا ان سب فرقوں کی متفقہ کوشش ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلاف اہل اسلام اور ان کے وارث علماء دین اسلام کے پہریدار ہیں اور چور جس نام سے بھی آئے پہریدار اس کو ایک نظر نہیں بھاتا اس لئے وہ جہاں بیٹھے گا پہریدار کے خلاف نفرت انگیز گفتگو کرے گا اس لئے دانش ور اور سنجیدہ لوگ تو جب کسی کا کردار دیکھتے ہیں کہ یہ علماء کے

خلاف پروپیگنڈا کر رہا ہے تو یقین کر لیتے ہیں کہ یہ یقیناً دین کا چور ہے اس کو یہ خطرہ لگا ہوا ہے کہ اگر یہ لوگ علماء دین کے پاس جا کر میری باتیں بتائیں گے تو وہ فوراً ان کو بتائیں گے کہ اس سے بچ جانا ایسا نہ ہو کہ تمہارے ایمان پر ڈاکہ ڈال لے اس لئے وہ کوشش کرتے ہیں کہ نہ عوام مفتی صاحبان اور علماء کے پاس جائیں اور نہ یہ ہمارے غلط مسائل سے آگاہ ہوں۔

ایک واقعہ :

ایک نوجوان کو اس کے والد صاحب اور چچا جان میرے پاس لائے اور بتایا کہ یہ بی-اے کا طالب علم ہے اس نے تبلیغی جماعت میں بھی وقت لگایا اور الحمد للہ بہت محنتی ہے اس نے ۱۵' ۲۰ کالج کے ساتھیوں کو نمازی بنایا اب دو ماہ سے غیر مقلد ہو گیا ہے۔ تبلیغی جماعت کو بھی بہت برا بھلا کہتا ہے۔ ماں باپ کو بھی مشرک کہتا ہے چھوٹے بہن بھائی نماز پڑھ رہے ہوں تو دوران نماز ان کو پیٹنا شروع کر دیتا ہے کہ یہ ساری نماز غلط ہے۔ مسجد میں نمازیوں سے لڑتا ہے اور محلے کے گلی کوچوں میں لوگوں سے لڑتا پھرتا ہے اس نے نہ صرف گھر والوں کو بلکہ تمام اہل مسجد اور اہل محلّہ کو پریشان کر رکھا ہے۔ کسی کی بات سنتا ہی نہیں اپنا شور مچاتا چلا جاتا ہے کسی کے سوال کا جواب نہیں دیتا خود ہی انٹ شنٹ سوالات کرتا چلا جاتا ہے خدارا اس کو سمجھائیں۔ اس نوجوان کے والد صاحب تو اس کی کارکردگی سنا رہے تھے اور وہ منہ پھیلائے تیوری چڑھائے ایک عجیب موڈ میں بیٹھا ہے میں نے پوچھا بیٹا کیا بات ہے؟ بولا کوئی بات میں سننے کو تیار نہیں آپ ایک حدیث سنائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے زندگی بھر میں ایک نماز بھی رکوع رکوع کی رفع یدین کے بغیر پڑھی ہے۔ میں اللہ اور رسول کے سوا کسی کی بات نہیں مانتا میں نے کسی امتی کا کلمہ نہیں پڑھا۔ میں نے کہا بیٹا میں ایک نہیں دس حدیثیں سناؤں گا مگر تو مانے گا نہیں۔ بولا صحیح حدیث سنانا میں صرف صحیح حدیث کو مانوں گا۔ میں نے کہا کہ اسی

بات پر میرا اور آپ کا اختلاف ہو گا میں کہوں گا کہ میں نے جو حدیث سنائی ہے یہ صحیح ہے اور تو کہے گا یہ صحیح نہیں ہے۔ اس بات کا فیصلہ کون کرے گا تم صحیح سنانا ضعیف نہ سنانا۔ میں نے کہا کہ تو نے کہا ہے کہ میں اللہ اور رسول کے علاوہ کسی کی بات نہیں مانتا اور اللہ اور رسول نے نہ ہی کسی حدیث کو صحیح فرمایا ہے اور نہ ہی ضعیف۔ اس لئے تمہیں نہ تو کسی حدیث کو صحیح کہنے کا حق اور نہ ضعیف کہنے کا۔ پھر یہی کہے کہ بس تم صحیح حدیث سناؤ۔ میں پوچھوں کہ مجھے یہ تو بتاؤ کہ تمہارے ذہن میں صحیح اور ضعیف کا کوئی پیمانہ بھی ہے اس وقت تو تیرے ذہن میں ایک ہی پیمانہ ہے کہ جو حدیث غیر مقلد مولوی سنائے گا وہ صحیح ہے اور حنفی سنائے گا وہ ضعیف ہے اور حدیث کا معنی غیر مقلد مولوی کرے گا وہ صحیح ہے اور جو معنی حنفی عالم کرے گا وہ غلط ہے۔ اب مجھے یہ سمجھا دے کہ جب تو غیر مقلد مولوی کی یہ بات مانتا کہ فلاں حدیث صحیح ہے فلاں ضعیف اور یہ معنی صحیح ہے اور وہ غلط تو اس کو خدا سمجھ کر اس کی بات مانتا ہے یا رسول سمجھ کر۔ تیرے خدا کتنے ہیں اور رسول کتنے؟ وہ کہنے لگا اہل حدیث عالم اپنی بات تو کہتا ہی نہیں وہ تو صرف اللہ رسول کی بات بتاتا ہے۔ میں نے کہا اس نے تجھے جو یہ کہا کہ یہ خدا کی بات تو نہیں۔ میں نے کہا اگر یہ بات رسول اکرم ﷺ کی ہے تو حدیث سے دکھا دیں۔ کہنے لگا کہ یہ بات رسول پاک کی بھی نہیں۔ میں نے کہا پھر کس کی بات ہے۔ کہنے لگا مولوی صاحب کی۔ میں نے کہا کہ کوئی آیت یا حدیث ایسی سنائیں کہ خیرالقرون کے مجتہد اعظم حضرت امام ابو حنیفہ کی تقلید تو شرک اور حرام ہو اور پندرھویں صدی کے غیر مقلد مولوی کی تقلید ایسی فرض ہو کہ اس کی بات کا رد کرنا گویا اللہ رسول کی بات کو رد کرنا ہو۔ کیا یہ فیصلہ حدیث خیرالقرون کے خلاف نہیں۔ تو حدیث کی مخالفت کرنے والا اہل حدیث ہوتا ہے یا منکر حدیث۔ میں نے کہا کہ پندرھویں صدی کے مولوی کی بات حدیث ہے کہ اس کی بات ماننے والا تو اہل حدیث ہو

اور اس کی بات نہ ماننے والا منکر حدیث کہلائے۔ اس پر وہ بہت پریشان ہوا اور کہنے لگا کہ وہ اپنی تو نہیں کہتے وہ محدثین کے فیصلے سناتے ہیں۔

محدثین کے فیصلے :

میں نے کہا کہ گویا وہ محدثین کے مقلد ہوئے تو اب بھی کوئی آیت یا حدیث پیش فرمائیں کہ خیرالقرون کے فقیہ اعظم کی تقلید تو شرک اور حرام ہے اور خیرالقرون کے بعد کسی محدث کی تقلید فرض ہو۔ جبکہ فقہاء کی طرف رجوع کرنے کا حکم قرآن پاک اور احادیث متواترہ میں ہے۔ اسی لئے تمام اہل سنت مسائل ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اسی لئے وہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی ہی کہلاتے آرہے ہیں۔ نہ کوئی محدثی کہلایا نہ ابن حجری۔ کہنے لگا کہ آپ محدثین کی بات نہیں مانتے! میں نے کہا کہ ان کو کیسے مانا جائے؟ اگر کسی محدث کا مجتہد ہونا ثابت ہو بھی جائے، نہ اس کے اصول مدون اور متواتر ہیں، نہ فروع مدون و متواتر ہیں۔ تو آپ ہی کسی محدث مجتہد کے اصول و فروع کی کتاب لا دیں جو تواتر سے پڑھی پڑھائی جا رہی ہو اور اگر وہ محدث مقلد ہو تو وہ خود اپنے امام کا مقلد ہے اور ہم اپنے امام کے۔ جبکہ ہم اپنے امام کے مقابلہ میں اس محدث کے امام کی تقلید نہیں کرتے تو اس مقلد کی تقلید کیوں کرنے لگے۔ کہنے لگا کہ آپ محدثین کے قول کو نہیں مانتے؟ میں نے پوچھا کہ محدثین کا صرف قول ہی ماننا چاہئے یا عمل بھی؟ میں نے کہا ائمہ اربعہ کے بعد حنفی ہمیشہ دو تہائی سے زائد رہے ہیں اور ان کے ساتھ جب مالکی بھی ملا لئے جائیں تو ایک اور پانچ کی نسبت بن جاتی ہے۔ تو یہ ہزاروں حنفی اور مالکی محدثین جو ہر زمانہ میں ترک رفع یدین کی احادیث پر عمل کرتے آرہے ہیں یہ گنتی میں شافعی اور حنبلی محدثین سے پانچ گنا سے بھی زائد بن جائیں گے۔ تو ووٹوں کی دنیا میں بھی جیت رفع یدین نہ کرنے والوں کی ہوگی۔

اس پر وہ کہنے لگا کہ آپ باتیں بہت کر سکتے ہیں لیکن نبی پاک ﷺ کی حدیث نہیں سنائیں گے۔ میں نے کہا جب آپ کے ذہن میں صحیح اور ضعیف کی جانچ کا کوئی پیمانہ ہی نہیں تو حدیث سنانے کا فائدہ؟ کہنے لگا آپ حدیث نہیں سناتے تو میں جاتا ہوں میں نے کہا تو نے ان کی یک طرفہ باتیں دو ماہ تک سنیں مجھے دو گھنٹے تو وقت دو اور پہلے تم رفع یدین کی صحیح حدیث سناؤ جس میں تمہارا مکمل رفع یدین کا مسئلہ ہو آپ جتنی جگہ کرتے ہیں ان کا اثبات، پھر اس کا دوام اور جو ان جگہوں میں رفع یدین نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی اور جتنی جگہ آپ نہیں کرتے اتنی جگہ منع کی صراحت ہو اس نے کہا ہاں میں حدیث سناتا ہوں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ۹ھ میں ایمان لائے اور انہوں نے حضور ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھا میں نے کہا کتنی جگہ کہا اس نے کہا کہ رکوع جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے اور تیسری رکعت کے شروع میں۔ میں نے پوچھا دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں اور سجدوں سے پہلے اور سجدوں سے اٹھ کر، اس نے کہا یہاں یہی دیکھا کہ حضرت ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے پھر اس نے بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ دوبارہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ۱۰ھ کے آخر میں تشریف لائے تو پھر بھی اسی طرح رفع یدین کرتے دیکھا۔ اس نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ دیکھو ۱۰ھ کے آخر تک میں نے رفع یدین ثابت کر دی ہے۔ ۱۱ھ میں آپ ﷺ صرف دو ماہ گیارہ دن دنیا میں حیات رہے۔ آپ اس مدت میں رفع یدین کا منسوخ ہونا ثابت کر دیں۔ میں نے سوچا کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی دوبارہ آمد کا قصہ ابوداؤد میں ہے۔ اس لئے میں نے بھی ابوداؤد سے ہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سنائی کہ "حضرت علقمہ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں۔ حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور ایک مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) کے

علاوہ رفع یدین نہیں کیا (ابوداؤد ص۱۰۹ ج۱) جب میں نے یہ حدیث سنائی تو اس نے زور سے قہقہہ لگایا اور کہا کہ بس یہی حدیث آپ کے پاس ہے یہ تو بالکل ضعیف ہے۔ کوئی صحیح حدیث ہے تو سناؤ ورنہ میرا وقت ضائع نہ کرو۔ میں نے کہا کہ جناب نے جو دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیا میں بلا مطالبہ آپ کی یہ بات مان کر آپ کی تقلید شخصی کر کے مشرک بن جاؤں اور آپ کو خدا اور رسول کی طرح مفترض الطاعۃ مان لوں یا آپ سے دلیل کا مطالبہ کر سکتا ہوں؟ اس نے کہا کہ یہ بات بے دلیل نہیں بلکہ بادلیل ہے۔ امام ابوداؤد نے خود اس کو ضعیف کہا ہے میں نے کہا کہ دکھایئے تو وہ ابوداؤد شریف کو دیکھتا رہا اور کہنے لگا کہ ہمارے پاس جو ابوداؤد ہے اس میں صاف لکھا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے میں نے کہا کہ یہ غیر مقلدین کے اردو ترجمے والی ابوداؤد ہے اس میں وہ عربی عبارت دکھاؤ کیونکہ ابوداؤد تو عربی زبان کی ہے اب وہ دیکھتا رہا لیکن عربی میں وہ عبارت نہ ملی۔ اب جھنجلا کر کہنے لگا کہ آپ لوگوں کو اسماء الرجال سے ذرہ بھر مس نہیں اس کی سند دیکھیں اس میں عاصم بن کلیب نامی ایک راوی ہے اور وہ جھوٹی احادیث بنایا کرتا تھا اس لئے یہ حدیث بالکل جھوٹی ہے۔ میں نے کہا کہ یہ بات ہی جھوٹ ہے کہ عاصم بن کلیب جھوٹی احادیث بنایا کرتا تھا یہ تو کوفہ کا رہنے والا تھا اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا استاذ حدیث تھا۔ مسند امام اعظم میں امام اعظم نے ان کی سند سے احادیث لیں۔ قاضی ابو یوسف اور امام محمد نے بھی کتاب الآثار میں عاصم بن کلیب کی احادیث درج فرمائیں اور لکھا "وبہ ناخذ" کہ ہم اس پر عمل کرتے ہیں تو جب ہمارے تینوں امام بالاتفاق اس کی احادیث پر عمل کرتے ہیں تو ہم بھی عمل کریں گے۔ وہ کہنے لگا امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو ضعیف کہا ہے میں نے کہا کہ یہ بھی جھوٹ ہے بخاری ص ۸۶۸ ج ۲ پر اس کی تعلیق موجود ہے اس نے کہا مجھے دکھاؤ میں نے دکھا دیا اب وہ بڑا حیران سا ہو گیا۔ کہنے لگا کہ

امام مسلم نے تو ضعیف کہا ہے میں نے کہا کہ بالکل غلط۔ امام مسلم نے اس سے احادیث روایت کی ہیں دیکھو مسلم شریف ص۱۵۷ ج۲' ص۳۵۰' ج۲' ص۴۱۳' ج۲۔ کہنے لگا کہ ترمذی نے اس کو ضعیف کہا ہے میں نے کہا کہ جھوٹ ہے۔ ترمذی نے اس کی حدیث کو حسن صحیح کہا ہے دیکھو ص۶۵' ج۱۔ کہنے لگا ابوداؤد نے تو ضعیف کہا ہے' میں نے کہا کہ یہ بھی جھوٹ ہے امام ابوداؤد تو فرماتے ہیں کہ وہ افضل اہل کوفہ ہے (ص۵۶' ج۵' تہذیب) اس پر اس کا باپ اور چچا بول اٹھے کہ اس نے سارے جھوٹ ہی یاد کر رکھے ہیں۔ میں نے کہا سب کچھ آپ کے سامنے ہے۔ پھر میں نے کہا سب سے عجیب بات تو یہ ہے کہ اس نے جو حضرت وائل کی دو دفعہ آنے والی رفع یدین کی حدیث سنائی اس کی سند میں بھی یہی عاصم بن کلیب ہے اور میں نے ابوداؤد شریف کھول کر سامنے رکھ دی۔ اس نے جب دیکھا کہ اس کی سند میں بھی عاصم بن کلیب ہے تو اس کے اسماء الرجال کے دعویٰ کا سارا غرور خاک میں مل گیا۔ بار بار پوچھے جی یہ وہی عاصم بن کلیب ہے میں نے کہا وہی ہے۔ کہنے لگا بالکل وہی ہے۔ میں نے کہا بالکل وہی ہے کہ جی اب کیا ہو گا میں نے کہا کہ ہمیں تو کچھ بھی نہیں ہو گا کیونکہ ہمارا مذہب تو الحمدللہ اتنا مضبوط ہے کہ اگر عاصم بن کلیب کو جھوٹا مانو تو بھی ہمارا مذہب ثابت ہو جائے گا اور اگر سچا مانو تو بھی ہمارا مذہب ثابت ہو جائے گا۔ وہ اور سب حاضرین اس بات پر حیران ہوئے کہ یہ کیسے؟ میں نے کہا اگر یہ جھوٹا ہے تو رفع یدین کرنے کی حدیث بھی جھوٹی ہو گئی اور نہ کرنے کی بھی جب دونوں حدیثیں کالعدم ہو گئیں تو اصل تو نہ کرنا ہی ہے۔ سب کہنے لگے یہ تو بالکل ٹھیک ہے۔ میں نے کہا اگر یہ سچا ہے تو اس نے دونوں سچی باتیں بتا دیں کہ آپ نے رفع یدین کی۔ ابوداؤد ص۱۰۶ اور یہ بھی بتا دیا کہ چھوڑ دی تھی (ابوداؤد ص۱۰۹ ج۱) جب حضرت نے چھوڑ دی تو ہم نے بھی چھوڑ دی۔ ہاں یہ ناانصافی ہم نہیں مانتے کہ یہی عاصم بن

کلیب ابوداؤد ص۱۰٦ ج ا پر جب رفع یدین کرنے کی حدیث بیان کرے تو یہ تابعی ولی کامل نیک اور پاک ہو اور جب ص ۱۰۹ ج ا پر یہی رفع یدین کے چھوڑنے کی حدیث بیان کرے تو یہی تابعی بے چارہ جھوٹا بلکہ نبی پاک پر جھوٹ بولنے والا قرار پائے۔ اس پر سب نے استغفار پڑھا کہ ایک عام آدمی کے بارہ میں یہ بہت بڑی زیادتی ہے کہ اسے جب چاہا سچا کہہ دیا اور جب چاہا جھوٹا کہہ دیا اور ایک تابعی جو والذین اتبوھم باحسان رضی اللّٰہ عنھم ورضوا عنہ میں شامل اس کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھا جائے اب تو وہ بولا کہ مجھے بہت بڑے دھوکے میں رکھا گیا میں نے کہا صرف یہی نہیں بلکہ تمہیں جھوٹ بولنے کا دو ہی ماہ میں ایسا عادی بنا دیا کہ اب جھوٹ بولنے میں تجھے ذرہ بھر عار نہیں رہی۔ وہ بولا وہ کیسے؟ میں نے کہا آپ نے جو حدیث سنائی اس میں ابتداء ہی اس جھوٹ سے کی کہ حضرت وائل ۹ھ میں تشریف لائے پھر ۱۰ھ کے آخر میں تشریف لائے' یہ کسی حدیث میں نہیں۔ اس نے کہا کہ ہمارے استاد پروفیسر حافظ عبداللہ نے ابوداؤد اور جزء بخاری کا حوالہ دیا ہے۔ میں نے کہا یہ بالکل جھوٹ ہے' نہ ہی ابوداؤد میں ہے نہ جزء بخاری میں۔ کہنے لگا شاید کسی تاریخ میں ہو۔ میں نے کہا آپ نے حدیث سنائی تھی یا تاریخ' اور آپ اہل حدیث ہیں یا اہل تاریخ۔ پھر تاریخ میں بھی اس کی کوئی صحیح سند نہیں۔ پھر آپ نے یہ بھی جھوٹ بولا کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ وہ سجدوں کے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ ابوداؤد ص۱۰٦ ج ا پر ہے کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضور اقدس ﷺ سجدوں کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ سب نے یہ بات ابوداؤد شریف میں دیکھی اور سر پیٹ کر بیٹھ گئے کہ یا اللہ ایسے جھوٹ! میں نے اس نوجوان سے کہا کہ بقول آپ کے تو ۱۰ھ کے آخر تک سجدوں کی رفع یدین ثابت ہو گئی۔ اب آپ ہی ۱۱ھ کے دو ماہ بارہ دن میں سجدوں کی رفع یدین کا منسوخ ہونا

ثابت کر دیں۔ میں نے کہا میرا چیلنج ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کسی ضعیف سے ضعیف سند سے بھی مذکور نہیں کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہو کہ میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ سجدوں سے پہلے اور اٹھ کر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ پھر میں نے کہا کہ تیسرا جھوٹ آپ نے یہ بولا کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ دو رکعتوں کے بعد اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے۔ حالانکہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث کی کسی ضعیف سے ضعیف سند سے بھی ثابت نہیں کہ حضرت وائل نے فرمایا ہو کہ میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ دو رکعت کے بعد اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے۔ بقول آپ کے ثابت ہوا کہ ۱۰ھ کے آخر تک دو رکعت سے اٹھ کر رفع یدین کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اب آپ ثابت کریں کہ ۱۱ھ میں دو ماہ بارہ دن میں رسول اقدس ﷺ نے تیسری رکعت میں کھڑے ہو کر رفع یدین کا کب حکم دیا اور کب خود شروع فرمائی؟ لیکن وہ نوجوان حیران و پریشان بیٹھا تھا، کوئی جواب نہ تھا۔ میں نے بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ چوتھا جھوٹ آپ نے یہ بولا کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی بقول آپ کے دوسری آمد ۱۰ھ کے آخر تک میں رکوع اور تیسری رکعت کے شروع کی رفع یدین کر دی۔ حالانکہ دوسری آمد کے وقت حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے صرف تکبیر تحریمہ کی رفع یدین کا ذکر فرمایا ہے۔ اور بلا استثناء سب صحابہ کو یہی رفع یدین کرتے دیکھا۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی دوسری آمد کے وقت کسی ضعیف سے ضعیف حدیث میں بھی تحریمہ کے علاوہ کسی رفع یدین کا ذکر نہیں ملتا۔ تو ساری حدیث وائل رضی اللہ عنہ کا یہی خلاصہ نکلا کہ حضور ﷺ تحریمہ، رکوع اور سجدوں کی رفع یدین کرتے تھے۔ پھر تحریمہ اور رکوع کی رہ گئی اور آخر میں صرف تحریمہ کی رہ گئی۔ وہ جھٹ بولا۔ پھر حضرت وائل رضی اللہ عنہ اور ان کا سارا خاندان کیوں ہمیشہ رفع یدین کرتے رہے؟

تعامل اہل کوفہ :

میں نے کہا کہ آپ کی یہ بات بھی غلط ہے۔ حضرت وائل اگرچہ یمن کے باسی تھے مگر جب کوفہ آباد ہوا تو وہ یمن کو چھوڑ کر کوفہ مقیم ہو گئے۔ اور یہ رفع یدین کی حدیث انہوں نے کوفہ میں ہی بیان فرمائی۔ چنانچہ محمد بن حجادہ کوفی نے عبدالجبار بن وائل کوفی سے' اس نے علقمہ بن وائل کوفی سے' اس نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کوفی سے' جس میں سجدوں کی رفع یدین کا بھی ذکر ہے (ابوداؤد ص۱۰۶' ج۱)

دوسرا طریق :

عمرو بن مرہ کوفی نے علقمہ بن وائل بن حجر سے' انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی تو یہ حدیث سنتے ہی امام ابراہیم نخعی نے فرمایا "شاید وائل بن حجر نے کسی ایک دن حضور ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھا۔ اور اس کو یاد رکھا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ (جو حاضرباش صحابہ تھے) نے اس کو یاد نہ رکھا۔ چنانچہ میں نے ان میں سے کسی ایک سے بھی رفع یدین کی حدیث نہیں سنی اور آنکھوں سے یہی دیکھا کہ وہ سب صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے' اس کے بعد نہیں کرتے تھے (موطا امام محمد ص۹۳) دیکھئے امام ابراہیم نخعی تابعی نے رفع یدین کی حدیث کو تواتر اسنادی اور تواتر عملی کے خلاف قرار دیا۔ امام ابراہیم نخعی کی پیدائش تقریباً ۴۵ھ میں ہے اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی وفات تقریباً ۵۹ھ میں کوفہ میں ہی ہوئی۔ ان کی اولاد ساری کوفہ میں ہی آباد تھی۔ مگر کسی نے امام ابراہیم نخعی کی تردید نہ کی کہ ہمارے ابا جی اسی کوفہ میں رفع یدین کرتے تھے۔ آپ کیسے فرماتے ہیں کہ کسی کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا' نہ ہی حضرت وائل کے دونوں بیٹوں حضرت علقمہ اور حضرت عبدالجبار نے جو دونوں کوفہ کے مستقل رہائشی تھے انہوں نے کہا کہ ہم تو

رفع یدین کرتے ہیں۔اور حضرت وائل بن حجر کے پوتے حضرت حجر بن عبد الجبار بن وائل بن حجر تو فرمایا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ کی مجلس سے زیادہ باوقار مجلس کسی نے کہیں نہیں دیکھی۔ اور نہ ہی اصحاب ابی حنیفہ سے زیادہ باعزت کسی کو دیکھا (ابن ابی العوام ص ۳' موفق مکی ص ۱۸۳' ج ۱) کوئی شخص کسی ضعیف سند سے بھی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان میں سے کوئی ایک فرد بھی کوفہ میں رفع یدین کرتا ہو۔ اور یہ بات خوب یاد رکھنی چاہئے کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی رفع یدین کی حدیث بھی کوئی سند سے ہے۔ لیکن اس پر نہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ کا عمل ثابت نہ ان کے خاندان کے کسی فرد کا اور نہ ہی اہل کوفہ میں سے کسی صحابی' کسی تابعی اور کسی تبع تابعی کا۔ اور جو حدیث ترک رفع یدین کی میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیان کی ہے اس کی سند بھی کوئی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خصوصی طور پر اہل کوفہ کو دین سکھانے بھیجا تھا۔ انہوں نے تحریمہ کے بعد رفع یدین نہ کرنے کی حدیث کوفہ میں ہی سنائی اور خود بھی اسی پر عمل کرتے رہے۔ چنانچہ ان کا تحریمہ کے بعد رفع یدین نہ کرنا نہایت صحیح سندوں کے ساتھ موطا امام محمد ص ۹۴' عبد الرزاق ص ۷۱ ج ۲' ابن ابی شیبہ ص ۲۳۶ ج ا طحاوی ص ۱۵۶ ج ۱ میں موجود ہے۔ بلکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام اصحاب کا یہی طریقہ تھا چنانچہ امام ابو اسحاق اپنا مشاہدہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ "حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور شاگرد صرف تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ حضرت وکیع فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد کسی مقام پر رفع یدین نہیں کرتے تھے (ابن ابی شیبہ ص ۲۳۶' ج ۱)

یہ کس مقام کے بزرگ تھے۔ باب مدینۃ العلم حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ تشریف لائے تو دیکھا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب لوگوں کو فقہ پڑھا اور

لکھوا رہے ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسجد میں تقریباً چار سو دواتیں تھیں جن سے علم لکھا جا رہا تھا۔ تو باب مدینۃ العلم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے یہ اصحاب اس بستی کے چراغ ہیں۔ (موفق مکی ص۱۴۰ ج۲)۔ امام ترمذی ۲۷۹ھ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں "بے شمار صحابہ کرام اور تابعین عظام اسی حدیث کے قائل تھے۔ اور یہی سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا قول ہے (ترمذی ص۵۹ ج۱) امام محمد بن نصر مروزی ۲۹۶ھ فرماتے ہیں "ہم اسلامی شہروں میں سے کسی شہر کو نہیں جانتے جنہوں نے بالاجماع سر جھکانے اور سر اٹھانے والا رفع یدین چھوڑ دیا ہو سوائے اہل کوفہ کے (التعلیق الممجد ص۹۱) یعنی کوفہ میں تو سب کے سب رفع یدین کے تارک تھے۔ باقی شہروں میں سب تارک نہیں تھے۔ بلکہ اکا دکا رفع یدین کرنے والا بھی مل جاتا تھا۔ اب انصاف فرمائیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی دونوں حدیثیں کوفی ہیں۔ حضرت وائل نے بھی دوسری آمد میں صرف تحریمہ کی رفع یدین کا ذکر کیا ہے۔ اور اہل کوفہ کا اجماع بھی ترک رفع یدین پر رہا۔ معلوم ہوا کہ ترک رفع یدین کی حدیث عملاً متواتر اور رفع یدین کی کوفہ میں بالاتفاق متروک العمل اور باقی شہروں میں شاذ تھی۔

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے پوتے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے حضرت قاسم بن معن بھی کوفہ میں رہتے تھے اور حضرت وائل بن حجر کے پوتے حجر بن عبدالجبار بھی کوفہ میں رہتے تھے۔ حجر بن عبدالجبار روایت کرتے ہیں کہ قاسم بن معن سے کسی نے کہا کیا تیرا دل چاہتا ہے کہ تو ابو حنیفہ کے غلاموں (بچوں) میں شامل ہو جائے۔ تو قاسم نے فرمایا کہ لوگوں کے لئے امام ابو حنیفہ کی مجلس سے زیادہ نفع مند مجلس کسی کی نہیں۔ پھر قاسم نے اس شخص سے کہا آ میرے ساتھ، وہاں چلیں۔ جب وہ آدمی

امام صاحب کی مجلس میں گیا تو وہیں کا ہو کر رہ گیا۔ اور کہتا تھا کہ میں نے ایسی مجلس کبھی نہیں دیکھی (موفق مکی ص ۱۹۲ ج ۱) یہ قاسم بن معن ثقہ اور فاضل تھے اور قاضی تھے۔ ان کا وصال ۱۷۵ھ میں ہوا۔ دیکھو صحابہ کرام کی اولاد امام صاحب کی مجلس اور ان کے علم کا کتنا احترام کرتی تھی۔

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں : یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

بہرحال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر جب عملی تواتر موجود ہے تو سند کی بحث کی ضرورت ہی نہیں، تاہم عاصم بن کلیب کی وفات ۱۳۰ھ کے بعد ہے۔ وہ کوفہ میں رہتے تھے۔ امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد جتنا اسے جان سکتے دور کے زمانے اور دور کے علاقے والے اتنا کیسے جان سکتے۔ جب ان تینوں اماموں نے اس کی احادیث کو قبول کیا ہے تو کسی بعد والے کی بے دلیل بات ان کے مشاہداتی علم کو غلط نہیں کر سکتی۔ اب تو وہ نوجوان بالکل تائب ہو گیا اور شکریہ ادا کرنے لگا کہ میں بہت بڑے دھوکے میں پڑ گیا تھا، آپ نے بچا لیا۔

تواتر عملی :

ایک صاحب بہت ہی پریشان حال تشریف لائے اور تعارف کرایا کہ میں گریجویٹ ہوں۔ کچھ دین کا شوق ہوا۔ حدیث کی کتابوں کے ترجمے خریدے۔ ان کا مطالعہ کیا۔ اب میں بہت پریشان ہوں۔ بہت سی اختلافی احادیث ہیں۔ محدثین میں بھی اختلاف۔ ایک محدث ایک حدیث کو صحیح کہتا ہے تو دوسرا ضعیف اور فقہاء میں بھی اختلاف ہے۔ حنفی فقہاء ایک حدیث پر عمل کرتے ہیں تو شافعی فقہاء دوسری حدیث پر عمل کر رہے ہیں۔ اب ہم کدھر جائیں؟ میں نے کہا کہ کچھ پریشانیاں تو بلا اختیار پیش آجاتی ہیں، لیکن کچھ پریشانیاں انسان خود اپنے آپ کو لگا لیتا ہے۔ یہ پریشانی بھی دوسری قسم کی ہے جو آپ نے خود اپنے آپ کو لگالی ہے۔ کہنے لگا وہ کیسے؟ میں نے کہا اگر آپ قرات کی بڑی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیں

کہ ایک امام ایک آیت کو اور طرح پڑھتا ہے اور دوسرا دوسری طرح۔ اسی طرح سات بلکہ دس قراتیں ہیں۔ تو اب آپ پریشان ہو جائیں گے۔ اس کا حل آپ کے پاس کیا ہے کہ سرے سے قرآن پاک کی تلاوت ہی چھوڑ دو گے یا ہر آیت جس میں اختلاف قرات ہے سات دفعہ یا دس دفعہ پڑھو گے۔ وہ کچھ سوچ میں ڈوب گیا۔ آخر سوچ بچار کے بعد کہنے لگا کہ اس پریشانی کا ایک ہی حل سمجھ میں آرہا ہے کہ ان مختلف قراتوں میں سے جو قرات ہمارے ہاں متواتر پڑھی جارہی ہے اسی پر تلاوت کی جائے تو قرآن پاک کی تلاوت بھی ہو جائے گی۔ انسان خود بھی پریشانی سے بچے گا اور دوسروں کو بھی پریشان نہ کرے گا۔ یہی اس کا فطری حل ہے۔ میں نے کہا بالکل درست ہے۔ جس طرح قرآن پاک کی تلاوت کے سات طریقے ہیں اسی طرح سنت نبوی پر عمل کرنے کے چار طریقے ہیں جن کو "چار مذاہب" کہا جاتا ہے۔ ان میں سے جو مذہب یہاں عملاً متواتر ہے اس پر عمل کرو گے تو خود بھی پریشانی سے محفوظ رہو گے لوگوں کو بھی پریشان نہ کرو گے اور سنت پر بھی عمل مکمل ہو جائے گا۔ اس لئے اختلافی احادیث میں سے جن احادیث پر اس مذہب کا عمل ہے جو آپ کے ہاں رائج ہیں ان پر عمل کریں۔ اب یہ انتخاب آپ کا نہیں ہو گا مجتہد کا ہو گا جس کے صحیح ہونے پر دو اجر اور خطا پر بھی ایک اجر ملے گا اور عمل بالکل قبول ہو گا۔

تعامل اور سند :

مسائل کی دو قسمیں ہیں۔ ایک روزمرہ پیش آنے والے، ان میں اصل مدار تعامل پر ہوتا ہے۔ دوسرے کبھی کبھار پیش آنے والے، چونکہ ان میں عام تعامل سامنے نہیں ہوتا اس لئے سند کی ضرورت ہوتی ہے۔ گویا جس طرح پانی کی موجودگی میں تیمم نہیں۔ تواتر کے لئے سند کی کوئی ضرورت نہیں۔ دیکھئے ہمیں سب سے پہلے لغت کی ضرورت پڑتی ہے۔ عینک کا لفظ سب سے پہلے کس نے وضع

کیا' اس تک سند کیا ہے؟ گلاس 'کتاب' قلم' دوات' یہ الفاظ سب سے پہلے کس نے وضع کئے اور ان تک سند کیا ہے؟ اسی سند کی تلاش میں آپ ساری عمر بھی سرگرداں رہیں تو نہیں ملے گی۔ مگر ان الفاظ کا استعمال آپ پورے یقین سے کرتے ہیں۔ اسی طرح "قرآن پاک" تلاوت کے اعتبار سے متواتر' آپ قرآن پاک کی ہر آیت اور اس کی ترتیب کہ یہ آیت فلاں آیت کے بعد ہے اور فلاں سے پہلے کی سند تلاش کرنا چاہیں تو ایں خیال ست و محال ست و جنوں۔ اسی طرح متون فقہ مذاہب اربعہ' اصول فقہ مذاہب اربعہ' اصول حدیث' اصول و قواعد صرف و نحو' منطق' قواعد ریاضی و الجبراء وغیرہ اہل فن میں متواتر ہیں۔ ان کی سندوں کی تلاش وہی کرے گا جو بے چارہ عقل و دانش کے جو ہر لطیف سے محروم ہو گا۔ متواتر تعامل کی مثال سورج کی سی ہے اور سند کی مثال دیئے کی سی۔ سورج تیل اور بتی کا محتاج نہیں' مگر دیئے کے لئے تیل اور بتی کی ضرورت ہے۔ اسی طرح تواتر و تعامل اسماء الرجال اور روات کی بحث کا محتاج نہیں ہوتا۔ اور احاد جو ایسے مسائل سے تعلق رکھتی ہیں جو کبھی کبھار پیش آنے والے ہوں ان کی جانچ پڑتال اہل فن کو کرنا پڑتی ہے۔

ایک مثال :

قرآن پاک میں آیت کریمہ یوں ہے: وانذر عشیرتك الاقربین۔ یہ تلاوت میں متواتر ہے' مگر بخاری ص ۷۴۳ ج ۲' مسلم ص ۱۱۴' ج ا کی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ آیت یوں نازل ہوئی وانذر عشیرتك الاقربین ورھطك منھم المخلصین۔ جب کہ خط کشیدہ الفاظ قرآن پاک میں نہیں۔ اب کوئی شخص یوں شور مچائے کہ یہ الفاظ اعلیٰ ترین متفق علیہ سند سے ثابت ہیں اور قرآن پاک میں درج آیت معاذاللہ بے سند ہے۔ اس لئے اس باسند آیت کا اعتبار ہو گا نہ کہ اس بے سند کا۔ تو یہی کہا جائے گا کہ وہ آیت متواتر

اور سند سے بے نیاز اور یہ کتنی ہی اعلیٰ ترین سند ہو مگر تواتر عملی کے خلاف یقیناً شاذ ہے۔ اس لئے تعامل ہی قبول ہو گا نہ کہ سند۔

صراط مستقیم :

اسلام ایک سیدھی شاہراہ ہے۔ اس کی پہچان یہی ہے کہ اس شاہراہ پر وہ لوگ رہبری کرتے ہیں جن پر خداوند قدوس کا انعام ہوا اور وہ چار جماعتیں ہیں : (۱) حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوت والتسلیمات۔ جن میں ہمارے پیغمبر آخری نبی ہیں' اب کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہو گا۔ (۲) صدیقین' جو علم میں نبی پاک کے وارث اور یہ فقہاء کرام ہیں۔ کیونکہ قرآن پاک نے انبیاء علیہم السلام کی صفت نذیر میں ان کو وارث قرار دیا ہے۔ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔ (۳) شہداء کرام جو دین اسلام کی سربلندی کے لئے ہمیشہ کفن بردوش رہے اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک اسلام کے لئے پیش کر دیا۔ (۴) صالحین صوفیاء کرام جو صفت بشیر میں نبی پاک کے وارث ہیں (لھم البشری)۔ اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی وضاحت کرتے ہوئے کتاب اللہ شریف کے نقوش اور احادیث کے الفاظ کا ذکر نہیں فرمایا۔ نہ ہی ہر شخص ان دونوں میں مہارت تامہ حاصل کر سکتا ہے۔ ہاں کتاب و سنت کے وہ عملی نمونے جن کو "رجال اللہ" کہنا چاہئے' جن کا تعامل ہی کتاب و سنت کی صحیح تفسیر ہے۔ اور ان کا یہ تعامل سورج کی طرح لوگوں کے سامنے کھلا ہے' ہر آدمی ان کی مکمل نماز کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ ان کا حج مکمل سب کے سامنے ہے' اور یہی لوگ کتاب و سنت کے کامل نمونے ہیں' ان کا علم و تقویٰ سب کے سامنے ہے۔ ان ہی کی تقلید میں انسان صراط مستقیم پر چل سکتا ہے۔ ہاں جس طرح راستے دو قسم کے ہیں ایک جی ٹی روڈ' ایک لوکل روٹ' اسی طرح منزل محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اجماع تو جی ٹی روڈ ہے اور حنفی مالکی شافعی حنبلی' یہ چاروں لوکل

روٹ ہیں۔ انسان ان لوکل روٹوں کے ذریعہ جی ٹی روڈ پر پہنچتا ہے۔ اور پھر منزل محمدی تک پہنچ جاتا ہے۔ ان چار مذاہب کے علاوہ کوئی راستہ منزل محمدی تک نہیں پہنچتا۔ اس لئے اختلافی احادیث کے لئے یہی قاعدہ یاد رکھیں کہ جس حدیث پر آپ کے علاقہ کے فقہاء اور صوفیاء کرام عمل کرتے آ رہے ہیں انہیں کے تعامل کو اپنے لئے سنگ میل بنائیں تو سنت پر عمل بھی ہو گا اور کوئی پریشانی بھی نہیں ہو گی۔

حدیث کے رد و قبول کا معیار :

ایک صاحب پوچھنے لگے کہ کیا احادیث کے رد اور قبول کا کوئی معیار خود نبی اقدس ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔ میں نے کہا کہ بالکل ارشاد فرمایا ہے۔ مگر غیر مقلدین امتیوں کی باتیں مانتے ہیں نبی پاک ﷺ کی بات بالکل نہیں مانتے۔

عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سیاتیکم عنی احادیث مختلفہ فما جاء کم موافقا لکتاب اللہ و سنتی فھو منی و ما جاء کم مخالفا لکتاب اللہ و سنتی فلیس منی (الکفایہ فی علوم الروایہ للخطیب ص۴۳۰) "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اقدس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ میری طرف سے کچھ اختلافی حدیثیں آئیں گی۔ ان میں سے جو کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق ہوں گی وہ میری طرف سے ہوں گی۔ جو کتاب اللہ اور میری سنت کے خلاف ہوں گی وہ میری طرف سے نہیں ہوں گی۔" اسی کے ہم معنیٰ حدیث امام الفقہاء والمحدثین حضرت امام ابو یوسف نے الرد علی سیر الاوزاعی ص۲۵ پر نقل فرما کر اس سے استدلال فرمایا ہے۔ اور مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہوتا ہے (قواعد فی علوم الحدیث ص۵۷) سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق حضرت امام اعظمؒ نے اختلافی احادیث میں سے ان احادیث کو قبول فرمایا جو کتاب اللہ کے موافق تھیں یا سنت رسول اللہ ﷺ

کے موافق تھیں۔ جس طرح قرآن پاک آپ ﷺ سے آج تک تلاوتاً متواتر ہے' اسی طرح آپ ﷺ کی سنت عملاً متواتر ہے۔ اس کے برعکس جب انگریز اس ملک پر قابض ہوا' اس نے یہ ملک حنفیوں سے چھینا' احناف نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کو بہت نقصان پہنچایا لیکن بعض غداروں کی وجہ سے وہ کامیاب ہوگیا۔ لیکن اس کے باوجود کہ اس نے احناف پر ظلم و ستم کی انتہا کردی۔ وہ پھر بھی احناف سے بہت خائف تھا کہ ان کی مساجد میں درس جہاد ہوتا ہے۔ غیر مقلدین نے جہاد کے رد میں رسالے لکھے اور مساجد میں فساد کرنے کا پروگرام بنایا۔ حنفی اختلافی حدیثوں میں ان احادیث پر عمل کرتے تھے جو کتاب اللہ اور سنت یعنی عملی تواتر کے موافق تھیں۔ ان لوگوں نے کتب حدیث کا مطالعہ کیا اور ایسی احادیث تلاش کیں جو کتاب اللہ یا سنت و عملی متواتر کے خلاف تھیں' اور مساجد میں فساد شروع کردیا۔ مثلاً حنفی امام کے پیچھے قرات نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ حدیث واذا قرا فانصتوا قرآن کی آیت فاستمعوا له وانصتوا کے عین مطابق تھی۔ انہوں نے قرآن پاک کی آیت کے نزول سے پہلے کی حدیث تلاش کی اور سب حنفیوں کو بے نماز کہہ کر مسجد کو میدان جنگ بنادیا اور یہ نہیں بتایا کہ جس حدیث کی بنیاد پر ہم نے مسجد کو میدان جنگ بنایا ہے وہ قرآن پاک اور ان احادیث کے خلاف ہے جو قرآن کے موافق ہیں۔ بلکہ یہ جھوٹ بولا کہ یہ حدیث فقہ حنفی کے خلاف ہے۔ اور مسلمانوں کو اس طرح لڑا کر انگریز کے ہاتھ مضبوط کئے۔ اسی طرح جب سے یہاں اسلام آیا یہ لوگ نہ سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے اور نہ ہی اونچی آمین کہتے تھے' نہ ہی رکوع کی رفع یدین کرتے تھے۔ یہ احادیث یہاں کے عملی تواتر اور سنت قائمہ کے خلاف تھیں۔ ان لوگوں نے ایسی احادیث تلاش کیں جو یہاں کے عملی تواتر کے خلاف تھیں اور ان مجاہدین اسلام کو جو انگریز سے برسرپیکار تھے بے نماز' بے دین' مشرک اور نہ جانے کیا کیا نہ کہا۔

اور انگریز کے جہاد سے ہٹا کر اس نئے کام پر لگا دیا کہ تم جہاد کیا کرو گے۔ پہلے اپنا مسلمان ہونا تو ثابت کرو۔ تم جہاد کیا کرو گے' پہلے یہ تو ثابت کرو کہ تمہاری نماز صحیح ہے۔ غیر مقلد رات دن احادیث صحیحہ کو یہ کہہ کر رد کرتا کہ میں ان احادیث کو نہیں مانتا یہ بخاری کے خلاف ہیں۔ لیکن اگر ان کو کہا جائے کہ فلاں حدیث قرآن کے خلاف یا سنت متواترہ کے خلاف ہے تو اس کے دل میں نہ قرآن پاک کی عظمت آتی ہے نہ سنت متواترہ کی۔ بلکہ پوری ضد اور ڈھٹائی کے ساتھ ان ہی احادیث پر عمل کرتا ہے جو قرآن پاک کے خلاف ہوں یا سنت متواترہ کے خلاف ہوں۔ آپ لاکھ سر پیٹ لیں کہ آؤ اس حدیث پر عمل کرلو جو قرآن کے موافق یا سنت متواترہ کے موافق ہے۔ لیکن وہ کبھی ان احادیث پر عمل نہیں کرے گا' کیونکہ ان پر عمل کرنے میں مسلمانوں میں اتفاق ہو جائے گا۔ اور انگریز بہادر ناراض ہو جائے گا۔

علم اصول :

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ غیر مقلد بے اصول فرقہ ہے۔ جبکہ حنفی ایک با اصول جماعت ہے ان کی اصول کی بہت سی کتابیں ہیں: (۱) اصول الشاشی از امام اسحاق بن ا۔ ابیم الشاشی ۳۲۵ھ (الاعلام زرکلی ص ۲۸۴ ج ۱)' (۲) اصول کرخی ۳۴۰ھ' (۳) از جصاص رازی ۳۷۰ھ' (۴) قاضی الدبوسی تاسیس النظر ۴۳۰ھ' (۵) اصول بزدوی ۴۸۲ھ' (۶) اصول سرخسی ۴۸۳ھ' (۷) الحسامی ۶۴۲ھ' (۸) المغنی فی اصول الفقہ ۶۹۱ھ' (۹) المنار ابوالبرکات نسفی ۷۱۰ھ' (۱۰) التنقیح مع التوضیح صدر الشریعہ ۷۴۷ھ' (۱۱) تحریر الاصول لابن الہمام ۸۶۱ھ' (۱۲) مسلم الثبوت ۱۱۱۹ھ' (۱۳) نور الانوار ۱۱۳۰ھ۔ یہ چند کتابوں کے نام سن وار دیئے ہیں۔ اگر غیر مقلدین کا فرقہ بھی کہیں تھا تو ان کی اصول کی کتابیں بھی اسی طرح سن وار ہونی چاہئیں۔ مگر وہ قیامت تک اپنی اصول

کی مشہور کتابوں کی فہرست نہیں دے سکتے۔ جس سے ماہ نیم ماہ اور آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہے کہ یہ ایک بے اصول فرقہ ہے۔ یہ فرقہ خود تو بے اصول ہے ہی۔ با اصول احناف کے ساتھ بھی بے اصولی کرتا ہے۔ اس کا فرض ہے کہ جب بھی احناف کے دلائل پر بحث کرے تو احناف کے اصول کو مد نظر رکھے۔ لیکن یہ فرقہ احناف کے دلائل کو شافعی اصولوں پر جانچنا شروع کر دیتا ہے' اور یہ اصول کبھی تو براہ راست شوافع کی کتابوں سے نقل کرتا ہے' کبھی نصب الرایہ وغیرہ سے۔ جن کتابوں میں شافعی اصولوں سے شوافع پر الزام قائم کیا ہے۔ لیکن یہ لوگ ان کو حنفی اصول بنا کر پیش کرتے ہیں۔ غرضیکہ دھوکا اور فریب اس فرقے کا اوڑھنا اور بچھونا ہے۔ اس دھوکے سے بچنے کے لئے خوب نگاہ رکھیں کہ انہوں نے اصول ہماری مذکورہ بالا مسلمہ کتابوں سے پیش کیا ہے یا ادھر ادھر سے۔ اور جب شوافع کا اصول نقل کریں تو صاف کہہ دیں کہ تم اہل حدیث مذہب چھوڑ کر امام شافعی کے مقلدین کی تقلید شخصی کر کے مشرک بن ہی گئے' ہمیں ان کے اصولوں سے کیوں الزام دیتے ہو۔ ہم نے کب ان اصولوں کو ماننے کا التزام کیا ہے۔ ہم خود با اصول ہیں۔ ہمارے اپنے اصول ہیں۔ ان کے موافق بات کرو۔

محدثین کی آراء :

محدثین کا تذکرہ چار ہی قسم کی کتابوں میں ملتا ہے: طبقات حنفیہ' طبقات مالکیہ' طبقات شافعیہ' طبقات حنابلہ۔ ظاہر ہے کہ ان محدثین نے اختلافی احادیث کے بارہ میں جو رائے دی ہے کہ فلاں حدیث صحیح ہے' فلاں ضعیف ہے وغیرہ۔ اس میں اپنے اپنے امام کے اصولوں کو سامنے رکھا ہے۔ ان میں جو اصول اجماعی ہیں وہ تو سب کے لئے ماننے لازم ہیں۔ لیکن جن اصولوں میں اختلاف ہے ان میں ہم حنفی اصولوں کے پابند ہیں نہ کہ غیر حنفی اصولوں کے۔ اس لئے غیر حنفی محدثین کی وہ آراء جو حنفی اصولوں کے خلاف شافعی اصولوں پر مبنی ہوں ہم نے ان کو

تسلیم کرنے کا کبھی التزام نہیں کیا۔ ایک اور اہم بات ہے کہ جن مسائل میں شوافع محدثین فریق مخالف ہیں ان کی آراء کو فیصلے قرار دینا اور احناف پر بطور حجت پیش کرنا عقل کا جنازہ نکالنے کے مترادف ہے۔ اور جاہل غیر مقلدین تو اس سے آگے بڑھ کر یوں دھوکا دیتے ہیں کہ ایک شافعی محدث کی رائے نقل کی۔ پہلے اس کا نام فیصلہ رکھا، پھر اس رائے کو بعد میں جتنے لوگوں نے نقل کیا ان ناقلین کو بھی فیصل قرار دے کر ان پڑھ عوام پر رعب ڈالا کہ اتنے محدثین کا فیصلہ اس حدیث کے بارہ میں یہ ہے۔ دیکھو ایک چیف جسٹس اگر فیصلہ دیں اور ان کا فیصلہ ملک کے سو اخبارات میں چھپے تو کوئی جاہل یہ نہیں کہتا کہ فلاں شخص کے حق میں یا خلاف سو فیصلے ہوئے۔ لیکن غیر مقلدین کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ یہ فریق کی رائے کو پہلے فیصلہ قرار دیتے ہیں پھر سب ناقلین کو بھی جج بنا ڈالتے ہیں۔ اور اس طرح ان پڑھ عوام کو دھوکہ میں ڈال دیتے ہیں۔

اسماء الرجال :

اسماء الرجال کے بارہ میں اپنے مضمون جرح و تعدیل میں بقدر ضرورت لکھ چکا ہوں۔ ہمارے ائمہ ثلاثہ نے جن اساتذہ سے روایات لی ہیں وہ ان کو خوب جانتے تھے۔ وہ سب راوی خیرالقرون کے ہیں۔ اور ان خیرالقرون کے ائمہ کرام نے ان کی روایات سے استدلال فرمایا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ تابعی ہیں اور قاضی ابویوسف، امام محمد تبع تابعی ہیں۔ ان کو یا ان کے اساتذہ اور اصحاب کو خیرالقرون کے بعد کا کوئی آدمی بلا دلیل ضعیف کہے یا کسی مختلف فیہ اصول کی بناء پر جو خیرالقرون کے بعد بنایا گیا ان کو ضعیف کہے یا محض تعصب سے ان کو کذاب کہے تو وہ ہمارے ہاں قطعی طور پر قابل التفات نہیں۔ اور یہ بھی ایک مسلمہ اصول ہے کہ ہر مذہب والا اپنے مذہب کے بزرگوں کو خوب جانتا ہے، لیکن مخالف مذہب اگر کوئی رائے دے تو دیکھا جاتا ہے کہ وہ رائے مخالف

کی تائید میں ہے یا تردید میں۔ اگر تائید میں ہوگی تو اس کو قبول کیا جاتا ہے اور بہت وقیع سمجھا جاتا ہے کہ الفضل ما شہدت بہ الاعدا مسلمہ حقیقت ہے۔ اور اگر وہ رائے تردید میں ہے تو دیکھا جاتا ہے کہ اس شخص کے اصحاب مذہب نے بھی اس کے بارہ میں یہی رائے دی ہے یا نہیں۔ اگر اس کے ہم مذہبوں نے کبھی ایسی رائے نہیں دی تو اس کو خالص دشمن کا بے دلیل الزام قرار دیا جائے گا۔ جو کسی عدالت میں قابل سماعت نہیں۔ اور اگر اس الزام میں اس شخص کے ہم مذہب بھی شریک ہیں تو دیکھا جاتا ہے کہ اگر وہ جرح مفسر ہے اور سبب جرح متفق علیہ ہے تو تقلیداً قبول کرلی جائے گی۔

یاد رہے کہ کسی محدث کی یہ رائے کہ فلاں حدیث صحیح ہے فلاں ضعیف' کو قبول کرنا خالص تقلید ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ حدیث کی کوئی کتاب اور اصول حدیث کی کوئی کتاب اور اسماء الرجال کی کوئی کتاب کسی غیر مقلد کی لکھی ہوئی نہیں۔ جس طرح ان کے بڑے بھائیوں نے "اہل قرآن" نام رکھ کر قرآن پر غاصبانہ قبضہ جمانے کی کوشش کی' لیکن اہل اسلام نے ان کے اس قبضہ کو کبھی تسلیم نہیں کیا۔ اسی طرح ان چھٹ بھیوں نے صرف نام اہل حدیث رکھ کر کتب حدیث و اصول حدیث و اسماء الرجال پر قبضہ کرنے کی ناپاک جسارت کی ہے۔ جو ہرگز قابل تسلیم نہیں۔ صرف حنفی' شافعی اختلافات کو بنیاد بنا کر فتنہ کھڑا کر لیتے ہیں۔ اس لئے جب بھی وہ کسی حنفی پر الزام قائم کریں تو ان سے پوچھیں کیا الزام کسی حنفی کتاب میں بھی ثابت ہے۔ اگر نہیں تو تم شافعیوں کے مقلد بن کر مشرک بنتے رہو' ہم تو ان بے دلیل الزامات میں ان کے مقلد نہیں ہیں۔ ہم تو کسی حنفی کی بھی وہ بات نہیں مانتے جو مفتی بہ مذہب حنفی سے ٹکرائے۔ چہ جائیکہ کسی مخالف مذہب کی تقلید کریں۔

احادیث میں ٹکراؤ :

غیر مقلدین کی یہ عادت ہے کہ پہلے تو یہ غلط بیانی کرتے ہیں کہ ہمارے پاس حدیث ہے۔ اور حنفیوں کے پاس صرف ان کے امام کا قول ہے۔ جب ان کے سامنے احادیث پیش کی جاتی ہیں کہ اس مسئلہ میں تو احناف کے پاس تو کئی احادیث ہیں۔ اور تم رات دن جھوٹ بولتے رہتے ہو کہ ان کے پاس کوئی حدیث نہیں۔ تو فوراً ان احادیث کا انکار کر دیتے ہیں کہ یہ احادیث ضعیف ہیں' جھوٹی ہیں' من گھڑت ہیں۔ جب کہا جاتا ہے کہ ان احادیث کو جب خدا و رسول نے ضعیف' جھوٹی اور من گھڑت قرار نہیں دیا تو تم کون ہو ان احادیث کو جھوٹی قرار دینے والے۔ اور اگر کسی امتی کی تقلید یا اپنے نفس کی تقلید میں جرح کرتے ہو تو جرح مفسر کرو۔ اور بتاؤ کہ مجروح راوی کا زمانہ' علاقہ اور مذہب کیا ہے؟ جارح کا زمانہ' علاقہ اور مذہب کیا ہے؟ جارح ناصح ہے یا متعصب یا متعنت؟ سبب جرح متفق علیہ ہے یا مختلف فیہ؟ سبب جرح کا ثبوت کیسے ہوا؟ ناقل کا زمانہ' علاقہ اور مذہب کیا ہے؟ ناقل نے براہ راست جارح کی مشہور و مستند کتاب سے نقل کیا ہے تو تصحیح نقل اور اگر اس کتاب سے نہیں لیا تو ناقل سے جارح تک سند اور اس کی تصحیح درکار ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ غیر مقلد کسی ایک راوی کے بارہ میں بھی مندرجہ بالا تفصیلات نہیں بتا سکتے۔ ہم نے بارہا اس کا تجربہ کیا' لیکن غیر مقلد اور یہ علمی تحقیق!۔ یہ ان ہے۔ چاروں کے بس کی بات کہاں۔ آپ بھی کسی راوی کا نام لکھ کر نیچے مندرجہ بالا سوالات لکھ کر ان کے بڑے سے بڑے (بقلم خود) محقق کے پاس بھیج کر تجربہ کرلیں۔ سوائے محرومی کے کچھ نہیں ملے گا۔ جب وہ اس سے عاجز آجاتے ہیں تو ان احادیث کے انکار کا دوسرا بہانہ یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث بخاری یا مسلم کی فلاں حدیث کے خلاف ہے۔ اب جب پوچھا جاتا ہے کہ آپ نے ان احادیث میں تضاد کا جو دعویٰ کیا ہے تو تضاد کے لئے تو آٹھ وحدتیں شرط ہیں۔ وہ

بیان کرو۔ اور اپنا دعویٰ تضاد ثابت کرو تو اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے ہیں۔ ائمہ مجتہدین کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ احادیث رسول میں تطبیق دی جائے۔ مگر غیر مقلدین کی سرتوڑ کوشش ہوتی ہے کہ احادیث رسول میں تضاد ہی تضاد ثابت کیا جائے۔ آپ یقین کریں کہ کسی نبی کے امتیوں میں آپ یہ مثال پیش نہیں کر سکیں گے کہ انہوں نے اپنے نبی کی اتنی باتوں کو جھٹلایا ہو جتنی احادیث کو غیر مقلد جھٹلاتے ہیں۔ اور نہ ہی کسی نبی کے امتیوں نے اپنے نبی کے احکام میں اتنے تضادات ثابت کئے ہوں گے جتنے تضادات غیر مقلدین ثابت کرتے ہیں۔ دیکھئے اگر کوئی کہے کہ آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور پھر کہے کہ آپ ﷺ بیت اللہ شریف کی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور پھر کہے کہ دیکھو نبی پاک ﷺ کے عمل میں تضاد ہے۔ تو کہا جائے گا کہ ان میں تضاد نہیں۔ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا زمانہ اور ہے اور بیت اللہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا زمانہ اور ہے۔ جیسے زید لاہور تھا (کل) زید ملتان تھا (پرسوں)' اس میں کوئی تضاد نہیں۔ تضاد تو جب ہو کہ یا تو مانا جائے کہ رسول اقدس ﷺ نے زندگی بھر میں صرف ایک ہی نماز ادا فرمائی ہے۔ اسی ایک ہی نماز کے بارہ میں ایک حدیث میں ہے کہ وہ نماز بیت المقدس کی طرف منہ کرکے پڑھی تھی' اور دوسری حدیث میں ہو کہ وہی نماز جو ایک ہی مرتبہ پڑھی تھی وہ بیت اللہ کی طرف منہ کرکے پڑھی تھی۔ اسی طرح اگر غیر مقلدین یہ دعویٰ کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی صرف ایک ہی ایک دفعہ پڑھی ہے' اسی ایک نماز کے بارے میں کوئی کہتا ہے کہ آپ ﷺ نے کانوں تک ہاتھ اٹھائے' کوئی کہتا ہے کہ کندھوں تک۔ کوئی کہتا ہے رکوع سجود کے وقت رفع یدین کی' کوئی کہتا ہے نہیں کی۔ تو پھر تو واقعی اختلاف ہوگا۔ یا تضاد کی صورت یہ ہوگی کہ ایک طرف قضیہ کلیہ ہو کہ آپ ہمیشہ آخری نماز تک بیت

المقدس کی طرف منہ کرکے نمازیں پڑھتے رہے۔ تو پھر بیت اللہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے والی حدیث اس سے ٹکرا جائے گی۔ اختلافی احادیث میں یہ بات بھی نہیں، اس لئے وہ الگ الگ زمانہ کے افعال ہیں۔ اب ان میں حقیقی تضاد پیدا کرنے کے لئے غیر مقلدین جھوٹ بول کر ایک پہلو کو قضیہ کلیہ بناتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے پہلی نماز سے لے کر آخری نماز تک کندھوں تک ہاتھ اٹھائے۔ ہر نماز میں اونچی آمین کہی۔ رکوع کے وقت رفع یدین کی۔ سجدوں میں کبھی بھی رفع یدین نہ کی۔ تیسری رکعت کے شروع میں ہمیشہ رفع یدین کی، دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں کبھی رفع یدین نہیں کی۔ ہر نماز میں ہمیشہ قیام میں سینے پر ہاتھ باندھے۔ حالانکہ یہ سب باتیں بالکل جھوٹ ہیں۔ اور ایسا جھوٹ ہیں کہ جیسے یہ بات تو سچی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی تھے مگر یہ بالکل جھوٹ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آخری نبی تھے۔ لیکن انہوں نے اپنے جھوٹ کو نہیں چھوڑا۔ اور خدا تعالیٰ کے دونوں سچے نبیوں کو جھوٹا قرار دے دیا۔ اسی طرح غیر مقلدین جب یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ نے زندگی کی پہلی نماز سے لے کر آخری نماز تک رکوع کی رفع یدین کے ساتھ پڑھی۔ تو ان کو ان تمام احادیث کو جھوٹا کہنا پڑتا ہے جن میں تکبیر تحریمہ کے بعد ترک رفع یدین کا ذکر ہے۔ اور جب یہ کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے اپنی پہلی نماز سے آخری نماز تک کبھی سجدوں کے وقت رفع یدین نہیں کی۔ تو اپنے اس جھوٹ کو پالنے کے لئے ان تمام احادیث کو جھوٹا کہنا پڑتا ہے جن میں سجدوں کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔ جب تک یہ لوگ جھوٹ نہ چھوڑیں گے یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی احادیث کو جھوٹا کہتے رہیں گے۔ لیکن اگر یہ لوگ جھوٹ بولنا چھوڑ دیں تو اسی دن ان کا فرقہ صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔ کیونکہ جس فرقہ کی بنیاد جھوٹ بولنے پر ہی ہو، وہ جھوٹ چھوڑ کر اپنا وجود باقی نہیں رکھ سکتا۔ اور اگر غیر مقلدین سچی بات مان

پس کہ یہ اختلافی احادیث الگ الگ زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں' پھر ان میں تطبیق کے لئے علم و اجتہاد کی ضرورت ہے' جس کا ان کے ہاں قحط ہے۔ اور اہل علم کی تقلید کے لئے یہ تیار نہیں۔

بہرحال ان بے چاروں کے دو ہی تو مشغلے ہیں' یا بغیر کسی مفسر اور متفق علیہ جرح کے اور مندرجہ سوالات کا جواب دیئے بغیر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو جھوٹا کہتے رہنا' یا جھوٹ بول بول کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں تضاد اور ٹکراؤ پیدا کرتے رہنا' اور ان کے نتیجہ میں اہل سنت کو بے دین اور بے نماز کہتے رہنا۔ اعاذنا اللّٰہ منھم۔

نماز میں ہاتھ باندھنا

ایک تحریری مناظرے کا خلاصہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد!

پاک و ہند میں سب سے پہلے اسلام سندھ میں آیا۔ محمد بن قاسم اور ان کے ساتھی یہاں اسلام لائے۔ یہ حضرات عراق سے تشریف لائے۔ اور عراقی فقہ کے ہی پابند تھے۔ اس لئے سندھ ہمیشہ عراقی مدرسہ فکر اور فقہ حنفی کا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں تک کہ بارھویں صدی ہجری میں سندھ کے مرکز علم "ٹھٹھہ" میں ایک شخص محمد بن عبدالہادی نامی پیدا ہوئے۔ جو بعد میں شیخ ابوالحسن سندھی کبیر کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ سندھ سے ترک وطن کرکے حجاز میں مقیم ہو گئے۔ ذہن میں آزادی اور خود اجتہادی پیدا ہو گئی۔ اس لئے مدینہ منورہ کے قیام میں نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے لگے اور رفع یدین کرنے لگے (فقہائے ہند ص ۱۷۴، ج ۵) ان کے معاصر اور ہم وطن شیخ ابوالطیب سندھی کو شیخ کی اس خود اجتہادی سے سخت اختلاف تھا۔ چنانچہ انہوں نے شیخ کو اس آزادی اور خود مختاری سے روکا۔ مگر وہ نہ مانے تو معاملہ قاضی مدینہ منورہ تک پہنچ گیا۔ قاضی صاحب نے بھی شیخ کو فہمائش کی، مگر وہ نہ مانے تو قاضی صاحب نے شیخ ابوالحسن کو سینے پر ہاتھ باندھنے اور رکوع کی رفع یدین کرنے کے جرم میں تنگ و تاریک

کوٹھڑی میں قید کردیا۔ شیخ چھ دن اس کوٹھڑی میں قید رہے۔ اہل مدینہ کبھی شیخ سے عرض کرتے کہ آپ یہ دونوں کام چھوڑ دیں۔ مگر وہ نہ مانتے۔ کبھی قاضی صاحب سے درخواست کرتے کہ آپ ہی شیخ کو اس کی اجازت دے دیں، لیکن وہ بھی نہ مانتے۔ آخر یہ طے پایا کہ شیخ اپنے کندھوں پر ایک بڑی چادر ڈال لیا کریں۔ اور چادر کے نیچے ہی ہاتھ سینے پر باندھ لیا کریں، اور چادر کے نیچے ہی رفع یدین کرلیا کریں۔ چنانچہ شیخ اس پر راضی ہو گئے اور اسی طرح عمل کرتے رہے۔ لیکن جب قاضی صاحب کا وصال ہو گیا تو شیخ نے وہ چادر اتار ڈالی، اور پھر کھلے بندوں نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے لگے اور اختلافی رفع یدین کرنے لگے (فقہائے ہند ص۱۷۵-۱۷۶، ج۵ مولفہ محمد اسحاق بھٹی غیر مقلد) شیخ ابوالحسن سندھی کبیر کی تاریخ وفات میں مختلف اقوال ہیں: ۱۱۴۱ھ، ۱۱۳۹ھ، ۱۱۳۸ھ، ۱۱۳۶ھ، (فقہائے ہند ص۱۷۷، ج۵)

یہی آزادی اور خود اجتہادی شیخ کے دوسرے ہم عصر شیخ محمد معین ٹھٹھوی ۱۱۶۲ھ میں پیدا ہو گئی، کیونکہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ انہوں نے رفع یدین کے اثبات میں رسالہ لکھا، بلکہ کھل کر تقلید کے رد میں ایک کتاب "دراسات اللبیب" نامی لکھی۔ اور پھر خود اجتہادی میں وہ زیادہ ترقی کر گئے، پہلے حنفیت سے نکلے تھے، پھر اہل سنت سے بھی اختلاف پر اتر آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلفائے ثلاثہ سے افضل کہتے تھے۔ ابو طالب کے اسلام پر کتاب لکھی۔ ماتم حسین تک جائز کہتے تھے۔ وجد و سماع کے جواز پر کتاب لکھی۔ عمل اہل بیت کو عمل اہل مدینہ پر ترجیح دیتے تھے (فقہائے ہند ص۲۳۷، ج۵ تا ص۲۴۰)

ان ہی شیخ ابوالحسن کے شاگرد اور محمد معین ٹھٹھوی کے ہم عصر شیخ محمد حیات سندھی (۱۱۶۳ھ) تھے۔ وہ بھی تقلید کو خیرباد کہہ گئے اور تقلید کے خلاف ایک رسالہ "الایفاف علی سبب الاختلاف" لکھ دیا۔ اس رسالہ کا

اردو ترجمہ سب سے پہلے مولانا محمد حسین بٹالوی نے اپنے ماہوار رسالہ میں شائع کیا۔ پھر دوبارہ مولانا عطاء اللہ حنیف نے اس پر مقدمہ لکھا اور شائع کرایا۔ اسی طرح انہوں نے ایک رسالہ "تحفة الأنام في العمل بحديث النبي عليه الصلوة والسلام" لکھا۔ اس رسالہ میں گویا اجتہاد تام کی تقلید ترک کرکے خود رائی اور اجتہاد خام کی خوب حوصلہ افزائی کی گئی۔ یاد رہے علامہ صالح فلانی کی کتاب "ايقاظ همم اولى الابصار" بھی اسی رسالہ سے ماخوذ ہے اور دین میں خود رائی اور خود سری کی دعوت ہے۔

شیخ محمد ہاشم ٹھٹھوی :

اسی زمانہ میں جبکہ یہ تین چار آدمی خود رائی کے حامی اٹھے اور تقلید مذہب سے ان لوگوں نے آزادی کی راہ اختیار کی' اسی زمانہ میں سندھ کے مردم خیز اور دارالعلم ٹھٹھہ میں مخدوم مکرم شیخ محمد ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۷۴ھ) بھی تھے۔ علم فقہ و حدیث میں ایسی کامل مہارت رکھتے تھے کہ عرب و عجم میں اس وقت ان کا ثانی نہ تھا۔ آپ تقلید کے زبردست حامی تھے' اور خود رائی اور خام اجتہادی کے سخت مخالف تھے۔ شیخ محمد معین ٹھٹھوی نے اثبات رفع یدین پر کتاب لکھی تو مخدوم محترم نے اس کے جواب میں "كشف الرين في مسئله رفع اليدين" تحریر فرمائی۔ جس کے جواب سے مذکورہ تینوں حضرات لاجواب رہے۔ اور سندھ میں پھر رفع یدین کرنے والا کوئی نہ رہا۔ شیخ معین کی کتاب دراسات اللبیب کا رد مخدوم زادہ شیخ عبداللطیف نے "ذب ذبابات الدراسات" کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں تحریر فرمایا۔ جس کا جواب الجواب آج تک نہ ہوسکا۔ اسی طرح شیخ محمد حیات سندھی نے سینے پر ہاتھ باندھنے کے ثبوت میں مذاہب اربعہ کی مخالفت کرتے ہوئے ایک رسالہ لکھا' جس کا رد مخدوم محترم نے "درہم الصرہ" میں تحریر فرمایا۔ اس کے جواب الجواب کا سلسلہ بھی

جاری ہوا، مگر آخر فتح حق کی ہوئی اور شیخ محمد حیات لاجواب ہو کر رہ گئے۔ اس بحث میں حدیث کی مشہور کتاب "مصنف ابن ابی شیبہ" کے مختلف نسخے موضوع بحث بنے رہے۔ اس میں شیخ مخدوم اپنی وسعت علمی اور اصول پسندی کی بنا پر کیسے کامیاب رہے اور شیخ محمد حیات تمام اصولوں سے انحراف کر کے بھی لاجواب ہوئے۔ چونکہ آجکل غیر مقلدین بھی شیخ محمد حیات کی تقلید میں ایک ایسی حدیث کا انکار کر رہے ہیں جو سنداً صحیح اور عملاً متواتر ہے۔ اس لئے شیخ محمد حیات کو جو جوابات مخدوم مکرم نے دیئے ان کو مختصر الفاظ میں ذکر کر دیا گیا ہے :

جب ابوالحسن سندھی اور محمد حیات سندھی نے نماز میں ہاتھ سینے پر باندھنے شروع کر دیئے، اور ساتھ ساتھ یہ پروپیگنڈہ بھی شروع کر دیا کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث نہیں، تو مخدوم شیخ محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی قدس سرہ نے ان پر دو اعتراض کئے : (۱) کہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا ائمہ اربعہ میں سے کسی کا بھی مذہب نہیں، اور چاروں اماموں کے خلاف ایک نیا پانچواں مذہب گھڑنا بالاجماع باطل ہے۔ چنانچہ امام ترمذی نے جامع ترمذی شریف میں دو ہی مذہب نقل فرمائے ہیں کہ بعض کا مذہب ہے کہ نماز میں ہاتھ "فوق السرہ" ناف کے اوپر باندھے جائیں اور بعض کا مذہب ہے کہ نماز میں ہاتھ "تحت السرہ" ناف کے نیچے باندھے جائیں۔ گویا امام ترمذی کے زمانہ تک کسی مجتہد کا مذہب سینے پر ہاتھ باندھنا نہ تھا۔ اور امام ترمذی کی وفات ۲۷۹ھ میں ہے۔ بلکہ امام ترمذی کے چار سو سال بعد تک بھی یہی معلوم تھا کہ سینے پر ہاتھ باندھنا کسی امام کا مذہب نہیں۔ چنانچہ علامہ نووی ۶۷۹ھ نے بھی مذاہب اربعہ نقل فرمائے ہیں اور کسی امام سے بھی "علیٰ صدرہ" کی صراحت پیش نہ کر سکے۔ چنانچہ شیخ ابوالحسن علی سندھی اور شیخ محمد حیات سندھی بھی کسی مجتہد سے یا مذاہب اربعہ کے کسی متن سے علیٰ صدرہ کی صراحت نہ دکھا سکے۔ اور شیخ مخدوم محمد ہاشم

نور اللہ مرقدہ کا موقف نہایت مضبوط رہا کہ اب چار ہی مذاہب متواتر ہیں۔ اس لئے ان کا اتفاق اجماع ہے۔ الاشباہ والنظائر میں ہے کہ ائمہ اربعہ کی مخالفت اجماع کی مخالفت ہے۔ جب مخدوم نے دیکھا کہ یہ لوگ اجماع کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے تو ان سے پوچھا کہ تمہیں کونسی ایسی متواتر حدیث مل گئی ہے جس کے مقابلہ میں تم اجماع کی مخالفت بھی سر پر لے رہے ہو۔

ابن خزیمہ کی روایت :

اس پر ان حضرات نے ابن خزیمہ کا ذکر کیا کہ اس میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی نہایت صحیح السند حدیث موجود ہے۔ مخدوم نے سند کا مطالبہ کیا تو سند ان کے پاس موجود نہ تھی۔ کیونکہ صحیح ابن خزیمہ نہ ہی ان کے پاس تھی نہ ہی مخدوم کے پاس' نہ ہی اس کے نسخہ کا علم کسی کو تھا۔ اب سند کو دیکھے بغیر وہ دونوں اس پر بضد تھے کہ ابن خزیمہ کی تمام احادیث صحیح ہیں' اور مخدوم کا موقف تھا کہ ابن خزیمہ کی تمام احادیث صحیح نہیں۔ اس میں صحیح احادیث بھی ہیں' حسن بھی اور ضعیف بھی۔ چونکہ دلیل ان کی تھی' اس لئے اس کی سند کی صحت کا ثبوت ان کے ذمہ تھا۔ مگر وہ اس کے ثبوت سے عاجز رہے۔ البتہ بیہقی میں ایک اور حدیث تھی جس میں علیٰ صدرہ کے الفاظ تھے۔ لیکن اس کو وہ اپنی دلیل میں پیش نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی مؤمل بن اسماعیل تھا' جس کو مخدوم بھی ضعیف ثابت کرتے تھے' اور وہ دونوں بھی اس کو ضعیف مانتے تھے۔ اس لئے وہ بار بار ابن خزیمہ کا نام لیتے تھے کہ اس کی سند یقیناً صحیح ہے' کیونکہ امام ابن خزیمہ مؤمل بن اسماعیل جیسے ضعیف راوی سے روایت نہیں لے سکتے۔ ان کا یقین تھا کہ ابن خزیمہ کی سند میں مؤمل نہیں ہوگا۔

بات کھل گئی !

اگرچہ یہ تینوں حضرات ابن خزیمہ کو نہ دیکھ سکے' مگر اب ابن خزیمہ چھپ

کر آگئی ہے' اور اس میں سند یوں ہی ہے: مومل عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر (ابن خزیمہ ص ۲۴۳' ج ۱)

اب ذرا تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ سندیں یوں ہیں :

(۱) عبداللہ بن الولید عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر (مسند احمد ص ۳۱۸' ج ۴) اس میں علیٰ صدرہ نہیں۔

(۲) زائدہ عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل بن حجر (نسائی) اس میں علیٰ صدرہ نہیں ہے۔

(۳) بشر بن المفضل عن عاصم عن ابیہ عن وائل بن حجر (ابو داؤد ص ۱۱۲' ج ۱) اس میں علیٰ صدرہ نہیں ہے۔

(۴) عبداللہ بن ادریس وبشر بن المفضل عن عاصم عن ابیہ عن وائل (ابن ماجہ ص ۵۹) اس میں بھی علیٰ صدرہ نہیں ہے۔

(۵) عبدالواحد عن عاصم عن ابیہ عن وائل (احمد ص ۳۱۶' ج ۴) اس میں بھی علیٰ صدرہ نہیں

(۶) زہیر بن معاویہ عن عاصم عن ابیہ عن وائل (احمد ۳۱۸' ج ۴) اس میں بھی علیٰ صدرہ نہیں

(۷) شعبہ بن الحجاج عن عاصم عن ابیہ عن وائل (احمد ص ۳۱۹' ج ۴) اس میں بھی علیٰ صدرہ نہیں ہے۔

(۸) سلام بن سلیم عن عاصم عن ابیہ عن وائل (طیالسی) اس میں بھی علیٰ صدرہ نہیں ہے

(۹) خالد بن عبداللہ عن عاصم عن ابیہ عن وائل (بیہقی ص ۱۳۱' ج ۲) اس میں بھی علیٰ صدرہ نہیں ہے۔

میں نے اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے صرف ۹ سندیں بیان کی ہیں۔ ان میں

سرے سے علیٰ صدرہ کا لفظ ہی نہیں۔ اس کا ذکر صرف سفیان کے طریق میں ہے اور ان سے بھی مومل بن اسماعیل منفرد ہے۔ امام سفیان ثوری خود مجتہد ہیں، لیکن ان کا عمل اس حدیث پر نہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں: وقال ابوحنیفه و سفیان الثوری و اسحاق بن راهویه و ابواسحاق المروزی من اصحابنا یجعلهما تحت سرته (شرح مسلم ص۱۷۳، ج۱) کہ امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ اور ہمارے اصحاب میں سے ابو اسحاق مروزی فرماتے ہیں کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں۔

اور سفیان ثوری سے اس لفظ کو صرف مومل بن اسماعیل روایت کرتا ہے۔ امام بخاری اس کو منکرالحدیث فرماتے ہیں (تہذیب) اور خود امام بخاری فرماتے ہیں کہ ہر وہ راوی جس کو میں منکرالحدیث کہوں اس سے حدیث روایت کرنا جائز نہیں (میزان الاعتدال ص۵، ج۱) ابن سعد کہتے ہیں ثقہ کثیرالغلط۔ ابن قانع کہتے ہیں صالح مگر خطاکار۔ دارقطنی بھی ثقہ کثیرالخطاء کہتے ہیں (تہذیب) امام ابو حاتم اسے کثیرالخطاء کہتے ہیں۔ اور امام ابو زرعہ کہتے ہیں اس کی حدیث میں بہت سی غلطیاں ہیں (میزان الاعتدال) اور ابن حجر نے تو فیصلہ ہی فرما دیا مومل بن اسماعیل کی جو حدیث ثوری سے ہو اس میں ضعف ہوتا ہے (فتح الباری ص۲۰۶، ج۹)

نوٹ : احناف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی جو حدیث نسائی، ابوداؤد، ترمذی سے ترک رفع یدین پر پیش کرتے ہیں اس کی سند میں بھی سفیان عن عاصم بن کلیب ہے۔ اور آج کل کے غیر مقلد اس حدیث کے انکار کے لئے یہ بہانہ بناتے ہیں کہ سفیان ثوری مدلس ہے اور عن سے روایت کرتا ہے۔ اس لئے حدیث ضعیف ہے۔ تو انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ اس سند میں بھی سفیان عن سے روایت کر رہا ہے۔ تو اس کو جناب کیسے صحیح کہہ سکتے ہیں۔ ہاں ایک فرق ذہن نشین

رہے کہ ترک رفع یدین کی حدیث پر اہل کوفہ کا متواتر عمل ہے۔ مگر یہاں اہل کوفہ کا متواتر عمل اس حدیث کے خلاف ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر ہے۔ اسی طرح ترک رفع یدین کی حدیث کا انکار اس بہانے سے بھی کرتے ہیں کہ اس سند میں عاصم بن کلیب منفرد ہے اور عاصم بن کلیب جب منفرد ہو تو حجت نہیں ہوتا۔ تو انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ابن خزیمہ کی اس حدیث میں بھی عاصم بن کلیب منفرد ہے۔ ہاں یہ فرق یہاں بھی ملحوظ رہے کہ ترک رفع یدین کی حدیث پر عمل متواتر ہے، خصوصاً اہل کوفہ میں، اور علیٰ صدرہ کے خلاف پوری امت کا اجماعی عمل متواتر ہے۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے تمام طرق پر نظر کریں تو اس میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ جبکہ غیر مقلد اس حدیث کے خلاف ہمیشہ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ اور حدیث وائل رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دائیں ہتھیلی بائیں ہتھیلی پر اور کچھ گٹ پر رکھتے تھے۔ جب کہ غیر مقلدین اس حدیث کی مخالفت کرتے ہوئے دائیں ہتھیلی سے اپنی بائیں کہنی پکڑتے ہیں۔ اب دیکھئے اس حدیث میں جو باتیں صحیح سندوں سے ثابت ہیں ان کی مخالفت غیر مقلدین پورے دھڑلے سے کرتے ہیں، اور جس لفظ کی صحت ثابت ہی نہیں اس پر عمل کرتے وقت اجماع کی مخالفت کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اور بالفرض اگر یہ لفظ صحیح سند میں بھی آجاتا تو بھی اس سے سنیت ثابت نہ ہوتی، کیونکہ ثبوت سنیت کے لئے مواظبت ضروری ہے، جو یہاں ثابت نہیں۔ دیکھو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی حدیث صحاح ستہ کی ہر کتاب میں ہے، جس کی صحت میں کسی کو کلام نہیں۔ مگر پھر بھی کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو کوئی سنت موکدہ نہیں کہتا، نہ مستحب کہتا ہے اور نہ ہی بیٹھ کر پیشاب کرنے کو کوئی خلاف سنت کہتا ہے۔

حدیث ھلب الطائی :

ان دونوں بزرگوں کے سامنے نہ تو ابن خزیمہ کی سند تھی' نہ اس کے رواۃ کو جانتے تھے' اس لئے انہوں نے ایک مفروضہ یہ بنایا کہ اگر بالفرض حدیث ابن خزیمہ میں کوئی معمولی ضعف بھی ہو گا تو حدیث ھلب طائی کی تائید سے وہ ضعف ختم ہو جائے گا۔ اور ان ہی مفروضوں پر مخالفت اجماع پر ڈٹے رہے۔ اب ذرا اس حدیث کا حال بھی پڑھ لیں : عن ھلب رایت النبی ﷺ ینصرف عن یمینه وعن یساره ورایته یضع هذه علی صدره ووصف یحیی الیمنی علی الیسری فوق المفصل (احمد ص۲۲۶' ج۵) "حضرت ھلب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ دائیں اور بائیں طرف سے مڑتے تھے۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ نے یہ اپنے سینے پر رکھا اور یحییٰ نے بیان کیا کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھا۔"

اس کی سند (۱) یحیی بن سعید عن سفیان قال حدثنا سماك عن قبیصه بن ھلب عن ابیه (مسند احمد ص۲۶۶' ج۵)

(۲) وکیع عن سفیان عن سماك عن قبیصه بن ھلب عن ابیه (مسند احمد ص۲۴۶' ج۵) اس میں علی صدرہ نہیں۔

(۳) عبدالرحمٰن بن مھدی عن سفیان عن سماك عن قبیصه بن ھلب عن ابیه (دارقطنی ص۱۰۷' ج۱) اس میں بھی علی صدرہ نہیں ہے۔

(۴) عن ابی الاحوص عن سماك عن قبیصه بن ھلب عن ابیه (ترمذی ص۳۴' ابن ماجہ ص۵۹) اس میں بھی علی صدرہ نہیں ہے۔

(۵) شریك عن سماك عن قبیصه بن ھلب عن ابیه (احمد) اس میں بھی علی صدرہ نہیں ہے۔

○ معلوم ہوا کہ علیٰ صدرہ صرف ایک پہلی سند میں ہے۔ شیخ مخدوم محمد ہاشم نے فرمایا اس کا پہلا راوی یحییٰ بن سعید ہے۔ اور امام احمد کے معاصر یحییٰ بن سعید العطار، یحییٰ بن سعید بن سالم القداح اور یحییٰ بن سعید القرشی الصبی ہیں اور تینوں کے تینوں ضعیف ہیں۔ اگر کوئی اور یحییٰ بن سعید ہے تو سند میں اس کی صراحت دکھائی جائے اس کے جواب میں بھی دونوں بزرگ لاجواب رہے۔ اور سفیان (دوسرے راوی) کا عمل اس حدیث کے خلاف ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر ہے۔ نیز مخدوم نے فرمایا کہ تیسرا راوی سماک ہے۔ وہ بھی متکلم فیہ ہے اور صاحب تلقین ہے۔ خود سفیان نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ ان دو باتوں کا جواب بھی ان سے بن نہ پڑا۔ پھر مخدوم نے فرمایا کہ چوتھا راوی قبیصہ ہے۔ یہ بھی مجہول ہے۔ گویا یہ سند ہی ظلمات بعضھا فوق بعض کے قبیل سے ہے (درہم الصرہ) اس کے جواب میں بھی وہ دونوں بزرگ ایک حرف بھی نہ لکھ سکے۔ اور مخدوم نے یہ بھی فرمایا کہ اس حدیث کو نہ کبھی محدثین نے اپنے استدلال میں پیش کیا اور نہ ہی اصحاب مذاہب نے کبھی اس سے استدلال کیا۔ مخدوم فرماتے ہیں کہ نہ نووی ۶۷۹ھ نے اس حدیث کو استدلال میں پیش کیا اور نہ ہی ابن حجر ۸۵۲ھ تک کسی نے اس کو استدلال میں پیش کیا اور نہ ہی ان کے بعد محمد حیات ۱۱۶۳ھ سے پہلے کسی نے اس حدیث کو استدلال میں پیش کیا۔ اور یہ حضرات واقعتاً ثابت نہ کرسکے کہ کسی نے اس حدیث کو ان سے پہلے پیش کیا ہو۔

نوٹ ضروری : اس پیش نہ کرنے کی وجہ علامہ نیموی یہ بیان فرماتے ہیں کہ علیٰ صدرہ تصحیف کاتب ہے۔ اصل الفاظ یوں تھے کہ یضع ھذہ علی ھذہ و وصف یحیی الیمنی علی الیسری فوق المفصل۔ کہ آپ ﷺ نے یہ ہاتھ اس ہاتھ پر رکھا۔ اور یحییٰ نے وضاحت کی کہ دایاں بائیں کی کلائی پر رکھا۔ اس میں محل وضع کا ذکر ہی نہیں۔ کسی کاتب نے غلطی سے ھذہ علیٰ صدرہ

لکھ دیا۔ یعنی دوسرے هذه کو صدرہ بنا دیا۔ اب یہ عبارت ہی بے معنی ہو گئی اور اس کا اگلی عبارت سے کوئی ربط بھی باقی نہ رہا۔ کیونکہ یحییٰ نے پہلے هذه کے بارہ میں فرمایا کہ دایاں ہاتھ اور علیٰ صدرہ کی تشریح یہ کی کہ بائیں کے جوڑ پر اس کا سینے سے کیا تعلق! علامہ نیموی فرماتے ہیں کہ اس تصحیف کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں مسند احمد کی وہ تمام احادیث جمع کردی ہیں جو صحاح ستہ سے زائد تھیں، مگر مجمع الزوائد میں حدیث هلب علیٰ صدرہ کے الفاظ سے وہ بالکل نہیں لائے۔ ان کے بعد سید علی متقی بھی کنزالعمال میں حدیث هلب ان الفاظ کے ساتھ نہیں لائے۔ اور پھر علامہ جلال الدین سیوطی بھی جمع الجوامع میں اس حدیث کو نہیں لائے۔ الغرض ان دونوں بزرگوں کے پاس ایک ضد تھی مگر دلیل کا نام و نشان نہ تھا۔

آخری سہارا --- مرسل طاؤس :

حضرت طاؤس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے۔ آگے ایک نسخہ میں ہے ثم یشدھما علی صدرہ۔ پھر ان کو سینے پر ان کو مضبوط کرتے۔ اور دوسرے نسخے میں ثم یشبک بینھما علی صدرہ کہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر سینے پر رکھتے۔ یہ حدیث مراسیل ابوداؤد میں ہے ---- ایک تو یہ حدیث ہی مرسل ہے جو غیر مقلدین کے ہاں سرے سے قابل حجت ہی نہیں۔ دوسرے کسی محدث نے اس وقت تک اس کی سند کو صحیح نہیں کہا تھا جس کا نام یہ دونوں حضرات پیش کرسکتے۔ اس لئے انہوں نے یہ بات بنائی کہ امام ابوداؤد نے مراسیل میں اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔ اس لئے یہ حسن ہوگی۔ شیخ مخدوم ہاشم نے جواب دیا کہ ابوداؤد کے سکوت کو جو "حسن" کہا جاتا ہے یا "صالح" اس میں تفصیل ہے کہ یہ صالح للاحتجاج ہے یا صالح للاعتبار ہے (درہم الصرہ ص ۱۱۴)

صالح برائے احتجاج تو یقیناً نہیں اور یہاں کس کے لئے اس کی تائید یا اعتبار ہو گا۔ جب آپ کے پلے کوئی چیز ہے ہی نہیں' پھر اس کی سند میں سلیمان بن موسیٰ الاشدق ہے جو سخت متکلم فیہ ہے۔ اور اس پر امت میں کسی کا عمل بھی نہیں کہ دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر کوئی نماز میں ہاتھ باندھتا ہو۔

○ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ان دونوں صاحبان نے اجماع کی مخالفت سر پر لے کر پانچواں مذہب بھی گھڑا' لیکن دلیل سے خالی ہی رہے۔ اب ان کا سارا زور اس بات پر تھا کہ احناف اور امام احمد کی ایک روایت ہے کہ ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں --- یہ مذہب بالکل بے دلیل ہے' ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اس پر مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے "مصنف ابن ابی شیبہ" کی ایک حدیث پیش فرمائی : اخرج ابن ابی شیبه فی مصنفه حدثنا وکیع عن موسی بن عمیر عن علقمه بن وائل بن حجر عن ابیه قال رایت النبی صلی الله علیه وسلم وضع یمینه علی شماله فی الصلوة تحت السرة۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھا۔ وہ تو ابن خزیمہ کی سند پیش نہ کر سکے۔ مگر شیخ ہاشم نے مکمل سند اور اس کی توثیق پیش کر دی (درہم الصرہ ص ۲۷)

(۱) ابن ابی شیبہ ان کا نام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان الواسطی ہے۔ یہ کوفہ میں مقیم رہے' ثقہ اور حافظ تھے۔ یہ بخاری' مسلم' ابوداؤد' نسائی اور ابن ماجہ کے استاد ہیں۔ اور دسویں طبقہ کے راوی ہیں (تقریب ص ۱۸۷)

دسویں طبقہ کا راوی تبع تابعین کا شاگرد ہوتا ہے۔ اس لئے اس کتاب کے تمام راوی خیرالقرون کے راوی ہیں۔ یعنی اس کتاب کی سندوں میں یا صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم ہوں گے یا تابعین یا تبع تابعین۔ ان کے علاوہ کوئی راوی اس کتاب میں نہیں ہو گا۔ اور خیرالقرون میں خیر کا غالب رہنا احادیث مشہورہ متواترہ سے ثابت ہے۔ اس لئے خیرالقرون کے راویوں کے بارہ میں خیرالقرون کے بعد کے لوگوں کی جرح قابل قبول نہ ہوگی جب تک وہ مفسر اور مبین السبب نہ ہو۔ اور سبب جرح بھی متفق علیہ ہو اور جارح بھی ناصح ہو، متعصب یا متشدد نہ ہو۔

(۲) وکیع بن الجراح، یہ تبع تابعین میں سے بڑے ثقہ، حافظ اور عابد تھے۔ تمام صحاح والوں نے ان کی احادیث لی ہیں (تقریب ص۳۶۹)

(۳) موسیٰ بن عمیر العنبری، یہ بھی کبار تبع تابعین میں سے ہیں، کوفہ کے رہنے والے بالاتفاق ثقہ ہیں (تقریب ص۳۵۲) (۴) علقمہ بن وائل، یہ تابعین میں سے ہیں اور بالاتفاق ثقہ ہیں۔ کوفہ میں رہائش پذیر تھے، صحابی زادہ ہیں۔

(۵) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، یہ صحابی ہیں۔ اصل یمن کے رہنے والے تھے۔ مگر دور فاروقی سے کوفہ میں آکر آباد ہوئے اور ساری عمر یہیں رہے اور یہیں وصال فرمایا۔

O یہ حدیث سند کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔ اس سند کے سارے راوی کوفی ہیں، اور کوفہ میں عملی تواتر بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا تھا۔ صحت سند اور عملی تواتر کے بعد اس حدیث پر عمل کرنے میں چوں چراں کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ مگر ضد کا کوئی علاج نہیں۔ شیخ ہاشم درہم الصرہ ص۸۰ پر فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ محمد حیات سندھی سے خود مکہ معظمہ میں سنا۔ انہوں نے کہا کہ مصنف ابن ابی شیبہ کا قلمی نسخہ جو شیخ عبداللہ بن سالم بصری کے پاس ہے، اس میں اسی سند کے ساتھ یہ حدیث ہے، اور اس میں علیٰ صدرہ کے الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینہ پر ہاتھ باندھے۔ اس لئے دونسخوں میں تعارض ہو گیا۔ دونوں حدیثیں تعارض کی وجہ سے ساقط الاعتبار قرار پائیں۔ شیخ ہاشم فرماتے ہیں

کہ جب ہم نے شیخ عبداللہ بن سالم بصری کا نسخہ دیکھا تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ شیخ محمد حیات نے صریح جھوٹ بولا جس کی امید کسی بچے اور جاہل سے بھی نہیں تھی، چہ جائیکہ ایسے ذکی کے بارہ میں سوچا جاتا۔ اس سے یہ بات تو دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہو گئی کہ شیخ محمد حیات کا مقصد تحقیق حق ہرگز نہ تھا محض ایک ضد تھی۔

اعتراض :

شیخ محمد حیات کا جب یہ جھوٹ ظاہر ہو گیا تو اب "میں نہ مانوں" پر اتر آئے کہ شیخ عبداللہ بن سالم بصری کے نسخہ میں اگر علیٰ صدرہ سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں تو تحت السرہ بھی تو نہیں ہے، اور یہی نسخہ زیادہ قابل اعتماد ہے۔ شیخ ہاشم نے درہم الصرہ ص ۱۰۷ پر اس کا جواب تحریر فرمایا کہ شیخ عبداللہ بن سالم بصری کے نسخہ پر کسی کی تصحیح نہیں ہے۔ اور جس نسخہ کی کسی نے تصحیح نہ کی ہو، قاضی عیاض تو صاف فرماتے ہیں کہ اس سے روایت کرنا ہی جائز نہیں۔ لیکن امام ابو اسحاق اسفرائنی فرماتے ہیں کہ اس سے روایت تین شرطوں سے جائز ہے۔ (۱) ناقل صحیح النقل اور قلیل السقط ہو۔ (۲) نقل بھی کسی تصحیح شدہ نسخہ سے کی گئی ہو، (۳) ناقل وضاحت کردے کہ نقل کے بعد اس کا مقابلہ صحیح نسخہ سے نہیں کیا گیا۔ شیخ ہاشم نے مطالبہ کیا کہ نسخہ کے قابل اعتماد ہونے کی یہ شرائط شیخ محمد حیات اس نسخہ میں ثابت کردیں۔ لیکن نہ یہ ثابت ہو سکا نہ ہی یہ نسخہ قابل اعتماد ٹھہرا۔

نسخہ جات :

اس کے بعد شیخ محمد حیات نے مطالبہ کیا کہ آپ کسی صحیح نسخے کا پتہ دیں جس میں تحت السرہ کا لفظ ہو۔ تو شیخ نے فرمایا: (۱) پہلا نسخہ شیخ قاسم بن قطلوبغا ۸۷۹ھ کا ہے۔ انہوں نے خبر دی کہ میں نے خود نسخہ صحیحہ میں یہ لفظ دیکھا ہے، اور شیخ بالاتفاق عادل ہیں اور عادل کی خبر بالاتفاق واجب القبول ہے۔ لیکن

شیخ محمد حیات نہ تو شیخ قاسم کی عدالت کا انکار کر سکے اور نہ ہی اس حدیث کو قبول کیا۔ (۲) شیخ محمد اکرم نصرپوری کا نسخہ۔ شیخ ہاشم نے فرمایا کہ اس نسخہ میں میں نے خود تحت السرہ کا لفظ مشاہدہ کیا ہے۔ (۳) شیخ عبدالقادر مفتی مکہ معظمہ کا نسخہ۔ اس میں بھی تحت السرہ کا لفظ میں نے دیکھا ہے۔ اور فرمایا ایک نسخہ کا ثبوت خبر عادل سے ہے اور دو کا ثبوت میرے مشاہدہ سے ہے۔

فائدہ : (۴) بلکہ شیخ محمد حیات السندھی کے شاگرد خاص ملا قائم سندھی نے فوز الکرام میں لکھا: فهذه الزيادة فى اكثر نسخ الصحيحه و رايت بعينى فى نسخه صحيحه عليها الامارات المصححه (درالغرہ ص ۲۴) کہ تحت السرہ کا لفظ اکثر صحیح نسخوں میں موجود ہے۔ اور میں نے خود اپنی آنکھوں سے ایک صحیح نسخہ میں یہ لفظ دیکھا ہے جس پر تصحیح کرنے والوں کے نشان بھی ہیں۔ (۵) مدینہ منورہ میں قبہ محمودیہ میں جو مصنف ابن ابی شیبہ کا قلمی نسخہ ہے اس میں بھی تحت السرہ کا لفظ موجود ہے (درالغرہ ص ۲۴) (۶) مولانا شمس الحق عظیم آبادی صاحب عون المعبود کے پاس جو مصنف کا قلمی نسخہ تھا اس میں بھی تحت السرہ کا لفظ ص۲۶۶ پر موجود ہے۔ اسی نسخہ کی نقل پیر جھنڈا کے پاس ہے۔ اس میں بھی تحت السرہ ہے۔ اور اس نسخہ کی نقل مدینہ منورہ میں شیخ عابد سندھی کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔ اس میں بھی تحت السرہ ہے۔ ان کی فوٹوسٹیٹ مصنف مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان میں موجود ہے۔ الغرض ان نسخوں میں کوئی نسخہ مصر کا ہے، کوئی مکہ مکرمہ کا، کوئی مدینہ منورہ کا، کوئی سندھ کا، کوئی ہند کا۔ سب نسخوں میں تحت السرہ کا لفظ موجود ہے۔

کاتب کی غلطی کا بہانہ :

اب محمد حیات سندھی نہ تو شیخ قاسم کی عدالت کا انکار کر سکا نہ ہی شیخ ہاشم اور اپنے شاگرد شیخ قائم کے مشاہدات کا انکار کر سکا۔ تو اب یہ بہانہ بنایا کہ مصنف

میں پہلے وائل رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے جس میں تحت السرہ نہیں اور بعد میں امام ابراہیم نخعی کا اثر ہے جس میں تحت السرہ ہے۔ تو کاتب نے غلطی سے ایک سطر چھوڑ دی۔ اور ابراہیم نخعی کے اثر میں جو تحت السرہ تھا وہ حدیث مرفوع کے ساتھ لکھ دیا۔ لیکن پھر ساتھ ہی لکھا کہ بعض نسخوں میں حدیث مرفوع میں بھی تحت السرہ ہے اور اثر نخعی میں بھی --- اب یہ دیکھا جائے گا کہ اگر تحت السرہ سطر کے درمیان میں ہے تو پھر تو حدیث میں ثابت ہے' اور اگر نیچے اوپر یا ایک طرف ہے تو الحاق ہے۔ تو شیخ ہاشم نے فرمایا کہ یہ لفظ عین وسط سطر میں ہے۔ جیسا کہ ہم نے مشاہدہ کیا ہے (درہم الصرہ ص ۶۲) اور جس نسخہ کا فوٹو سٹیٹ دیا ہے اس میں بھی عین سطر کے درمیان ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ صحیح نسخوں میں ثابت ہے۔ ان چھ نسخوں کے مقابلہ میں عبداللہ بن سالم بصری کا نسخہ جس میں تحت السرہ نہیں' اولاً تو ناقابل اعتماد ہے' ثانیاً اگر مانا بھی جائے تو مثبت نافی پر مقدم ہوتا ہے۔ اور زیادت ثقہ بھی مقبول ہے تو زیادت چھ ثقات کی ایک کے مقابلہ میں قبول کیوں نہ ہوگی؟ اب لے دے کر ایک بہانہ یہ رہ گیا کہ ابن ابی شیبہ کی اس حدیث سے قاسم بن قطلوبغا ۸۷۹ھ سے پہلے کسی نے استدلال نہیں کیا۔ تو شیخ ہاشم نے فرمایا کہ مسند احمد کی ھلب طائی والی حدیث سے بھی محمد حیات سندھی ۱۱۶۳ھ سے پہلے سینے پر ہاتھ باندھنے کے لئے کسی نے استدلال نہیں کیا۔ اس کے جواب سے محمد حیات سندھی بالکل عاجز رہے۔ لیکن غیر مقلدین اب تک اس کی اندھی تقلید میں اس صحیح السند حدیث جو عملی تواتر سے بھی موید ہے کا نہ صرف انکار کر رہے ہیں بلکہ اس کو تحریف کا نام دے کر الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کی مثال پوری کر رہے ہیں۔

نئے کرتب :

محمد حیات سندھی نے تین ہی دلیلیں بیان کی تھیں: ابن خزیمہ کی حدیث'

ھلب طائی کی حدیث' طاؤس کی مرسل۔ ان کا مفصل حال آپ پڑھ آئے ہیں۔
(۱) ابن خزیمہ کی سند بالکل ناقابل اعتماد ہے۔ مگر غیر مقلدین کے محدث اعظم مولوی عبدالرحمٰن مبارک پوری اور ان کی تقلید میں غیر مقلدین مناظر اعظم مولوی ثناء اللہ امرتسری اور ان کے مفتی اعظم ابوالحسنات علی محمد سعیدی نے سند ہی بدل ڈالی اور ابن خزیمہ کی ضعیف سند اتار کر صحیح مسلم شریف کی ایک سند اس کے ساتھ جوڑ دی۔ وہ سند یہ ہے: عن عفان عن همام عن محمد بن جواده عن عبدالجبار بن وائل عن علقمه بن وائل و مولی لهم عن ابیه (فتاویٰ ثنائیہ ص ۲۷۳' ج۱۔ فتاویٰ علمائے حدیث ص۹۱' ج ۲) جب کہ اصل سند یوں تھی: مومل عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل (ابن خزیمہ ص ۲۴۳' ج۱) دیکھئے حضرت وائل رضی اللہ عنہ کے اسم گرامی کے علاوہ پوری کی پوری سند ہی تبدیل کردی۔ اور جب کوئی پوچھتا ہے کہ یہ فریب کیوں کیا تو یہ قوالی شروع کردیتے ہیں۔ "ما اہل حدیثیم : دغا را نہ شناسیم۔" اور اسی ابن خزیمہ والی حدیث کے بارہ میں ان کے مناظر اعظم مولوی ثناء اللہ امرتسری اور مفتی علی محمد سعیدی نے ابن حجر عسقلانی الشافعی پر یہ جھوٹ بھی بول دیا کہ انہوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے (فتاویٰ ثنائیہ ص ۳۰۷' ج۱۔ فتاویٰ علمائے حدیث ص۹۵' ج ۲)

دوسری حدیث ھلب طائی کی بیان کی تھی' جس کے اصل الفاظ تو هذه علیٰ هذه تھے۔ مگر کاتب کی تصحیف سے هذه علیٰ صدره ہوگئے۔ لیکن غیر مقلدین کے مناظر اعظم مولوی فاضل ثناء اللہ امرتسری اور مفتی اعظم ابوالحسنات علی محمد سعیدی نے یہاں بھی اپنا کرتب دکھایا اور يده علی صدره بنا ڈالا (فتاویٰ ثنائیہ ص ۲۸۳' ج۱' اور فتاویٰ علمائے حدیث ص ۹۳' ج ۲) هذه کو يده بنایا۔ عجیب کرتب ہے۔ مگر اب ید واحد ہوگیا تو ان کو ایک ہاتھ سینے پر رکھنا چاہئے۔ اور

طاؤس کی حدیث میں ایک نسخہ میں یشبك بینهما ہے۔ اس کو غیر مقلد بالکل چھپاتے ہیں اور کبھی اس پر عمل نہیں کرتے۔ ان کرتبوں سے غیر مقلدین کے عمل بالحدیث کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹ جاتا ہے۔

جھوٹ ہی جھوٹ :

غیر مقلدین کے محدث اعظم حافظ عبداللہ روپڑی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بیوی کو خوش کرنے کے لئے خدا تعالیٰ پر جھوٹ بولنا بھی جائز ہے (مظالم روپڑی) تو اپنے غلط مذہب کی اشاعت کے لئے جھوٹ سے کون ان کو روک سکتا ہے۔ اسی لئے ان کے مناظر اعظم محمد یوسف جے پوری نے لکھا ہے: "ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین ضعیف ہے (ہدایہ ص۳۵۰ ج۱) حقیقۃ الفقہ ص ۱۹۳، ج ۲۔ یہ ہدایہ پر سفید نہیں سیاہ جھوٹ ہے۔ اگر کسی غیر مقلد میں ہمت ہے تو ہدایہ شریف کے متن کی اصل عربی عبارت پیش کریں، جس کا یہ ترجمہ ہے۔ اس کے علاوہ دوسرا جھوٹ لکھا ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین صحیح ہے (ہدایہ ص۳۵۰، ج۱۔ شرح وقایہ ص ۹۳، ج۱) یہ دونوں کتابوں پر جھوٹ ہے۔ ہے کوئی غیر مقلد جو ہدایہ اور شرح وقایہ کے متن کی عربی عبارت پیش کرے جس کا یہ ترجمہ ہو۔ اس پر صبر نہیں آیا، پھر اور جھوٹ لکھ دیا ہے کہ "ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث مرفوع نہیں ہے۔ وہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہے اور ضعیف ہے" (شرح وقایہ ص ۹۳، ج۱) یہ بھی شرح وقایہ پر سفید جھوٹ ہے۔ کوئی غیر مقلد شرح وقایہ کے متن سے ایسی عربی عبارت نہیں دکھا سکتا جس کا یہ ترجمہ ہو۔ اور اسی ایک ہی سانس میں چوتھا جھوٹ بھی بول دیا کہ "حضرت مرزا مظہر جان جاناں مجددی حنفی سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو بسبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے پر ہاتھ باندھتے تھے (ہدایہ ص۳۵۱، ج۱) یہ بھی بالکل جھوٹ ہے۔ کوئی ماں کا لعل ہدایہ شریف کے متن سے

ایسی عربی عبارت پیش نہیں کر سکتا جس کا یہ ترجمہ ہو۔ اور اس عقل کے اندھے کو اتنا بھی علم نہیں کہ صاحب ہدایہ تو ۵۹۳ھ میں وصال فرما گئے تھے اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ پانچ سو اٹھارہ سال بعد پیدا ہونے والے کا ذکر ہدایہ شریف میں کیسے آسکتا ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ غیر مقلدین نے اہل سنت والجماعت احناف کی مخالفت اور ضد میں دین و دیانت کو کیسے خیرباد کہہ دیا ہے۔

(مسلک اہل حدیث زندہ باد)

مسئلہ قراءۃ خلف الامام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ امابعد !

اتوار کا دن تھا۔ سکول اور کالج میں چھٹی تھی کہ اچانک ۱۸ کے قریب آدمی آوارد ہوئے۔ جن میں دو مولوی صاحبان تھے۔ دو پروفیسر صاحبان تھے۔ تین عام اشخاص تھے اور باقی کالج کے طلباء تھے۔ ایک صاحب نے بات شروع کی کہ ہمارے چند لڑکے جہاد کے شوق میں ایک تنظیم میں جہاد کی تربیت کے لئے چلے گئے وہ اپنے آپ کو لشکر طیبہ کہتے ہیں۔ یہ دو تین ماہ بعد آئے ہیں تو تمام اہل سنت کو مشرک اور بے نماز کہتے ہیں۔ اب یہ ان کے ساتھ دو مولوی صاحبان اور تین تنظیمی ارکان آئے ہیں۔ یہ کچھ سمجھنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا آپ پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ جب یہ لڑکے ان کے پاس گئے تو یہ خالی الذہن تھے۔ وہ دو تین ماہ جو کچھ انہیں کہتے رہے یہ ہر ہر بات قبول کرتے رہے۔ اب جو یہاں آئے ہیں تو یہ خالی الذہن نہیں ہیں بلکہ جیسے آپ نے خود فرمایا کہ یہ ہمیں مشرک اور بے نماز کہتے ہیں۔ اب نہ یہ ہی چاہتے ہیں کہ جو کچھ ذہن میں ہے اس کو نکالیں ۔ بلکہ دو مولوی صاحبان اور تین اور ساتھیوں کو بھی ساتھ لائے ہیں کہ وہ بات کو الجھاتے جائیں اور یہ اسی طرح واپس جائیں اور جا کر یہ پروپیگنڈہ کریں کہ ہم فلاں فلاں مولوی صاحبان کے پاس گئے تھے لیکن ہمیں مطمئن نہیں کر سکے۔

دلائل :

میں نے کہا کہ میں اہل سنت والجماعت سے ہوں۔ یہ فرمائیے کہ اس وقت بات بادلیل ہوگی یا بلا دلیل، کہنے لگے بات بادلیل ہوگی۔ ہم بے دلیل بات ماننے کو شرک تقلیدی سمجھتے ہیں۔ میں نے کہا پھر ہم اہل سنت والجماعت بالترتیب چار دلائل مانتے ہیں۔ (۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۳) اجماع امت (۴) قیاس۔ آپ بھی فرمادیں کہ آپ کے دلائل کیا ہیں؟ کہنے لگے ہم صرف اور صرف دو دلائل مانتے ہیں۔ قرآن اور حدیث۔ آپ بھی اس سے باہر نہیں نکلیں گے اور ہم بھی نہیں نکلیں گے۔ میں نے کہا کہ میں تو چار دلائل مانتا ہوں۔ میں اپنے دو دلائل کیوں چھوڑوں؟ کہنے لگے جب ہمارے ساتھ بات ہے اور ہم صرف دو دلیلیں ہی مانتے ہیں تو آپ کو بھی اسی کی پابندی کرنا ہوگی۔ میں نے کہا کہ آپ کے بھائی اہل قرآن صرف ایک دلیل مانتے ہیں یعنی صرف قرآن۔ تو آپ لکھ دیں کہ اگر ہماری بات اہل قرآن سے ہو تو ہم صرف اور صرف قرآن کی دلیل دیں گے اور حدیث کو چھوڑ دیں گے۔ کیونکہ آپ کا مد مقابل حدیث کو نہیں مانتا۔ اب وہ یہ بات لکھ کر دینے کو تیار نہ تھے۔ میں نے کہا: ہمارے نبی کریم رؤوف و رحیم نے فرمایا تھا کہ مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اسے اپنے لئے پسند ہو۔ جناب تو اپنی دو دلیلوں میں سے ایک بھی چھوڑنے کو تیار نہیں اور ہمیں کہتے ہو کہ اپنی چار دلیلوں سے دو چھوڑ دو۔ امید ہے کہ آپ اپنے مومن ہونے کا ثبوت اسی مجلس میں دیں گے کہ آپ اپنی صرف دو دلیلوں کی پابندی کریں گے اور ہم اپنی چاروں دلیلوں کی پابندی کریں گے۔

موضوع بحث :

اب وہ کہنے لگے کہ اس وقت "فاتحہ خلف الامام" پر بات ہوگی۔ حنفی امام

کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھتے۔ اس لئے ان کی نماز بالکل باطل اور بیکار ہے۔ میں نے کہا فاتحہ خلف الامام تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ مسئلہ کا نام قراءۃ خلف الامام ہے اور قراءۃ میں فاتحہ اور سورت دونوں آ جاتی ہیں۔ امام تو پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھتا ہے اور پچھلی رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھتا ہے۔ اب مقتدی اس وقت بھی امام کے پیچھے کھڑا ہوتا ہے جب امام فاتحہ پڑھتا ہے اور اس وقت بھی پیچھے کھڑا ہوتا ہے جب امام سورت پڑھ رہا ہوتا ہے۔ اس لئے مقتدی کو پورا مسئلہ معلوم ہونا چاہئے کہ جب امام فاتحہ پڑھ رہا ہو تو مقتدی کیا کرے اور امام جب سورت پڑھ رہا ہو تو مقتدی کیا کرے۔ وہ لڑکے جو نئے نئے غیر مقلد بنے تھے کہنے لگے کہ قرآن و حدیث کا فیصلہ ہے کہ فاتحہ قراءۃ نہیں ہے۔ بعد والی سورت کو قرات کہتے ہیں۔ امام فاتحہ کے بعد جو سورت پڑھتا ہے وہ سب مقتدیوں کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ قراءۃ ہے اور امام کی قراءۃ سب مقتدیوں کی طرف سے بھی ادا ہو جاتی ہے اور فاتحہ قراءۃ نہیں۔ اسی لئے امام کی فاتحہ مقتدیوں کی طرف سے ادا نہیں ہوتی۔ میں نے کہا اپنے مولوی صاحبان سے یہ دونوں باتیں لکھوا دیں کہ فاتحہ قراءۃ نہیں ہے اور یہ کہ امام کی قراءۃ سب کی طرف سے قراءۃ ہوتی ہے اور دونوں باتوں پر ایک ایک آیت یا ایک ایک حدیث لکھوا دیں۔ مولوی صاحبان نے بھی کہا کہ یہ بالکل صحیح ہے کہ فاتحہ قراءۃ نہیں ہے لیکن دوسری بات کا کہ امام کی قراءۃ سب کے لئے قراءۃ ہوتی ہے اس کا ذکر تک نہ کیا۔

فاتحہ قراءۃ ہے :

میں نے کہا اس سورت کا تو نام ہی فاتحہ اسی لئے ہے کہ قرآن پاک کی قراءۃ بھی اسی سورت سے شروع ہوتی ہے اور نماز کی ہر رکعت کی قراءۃ بھی اسی سے شروع ہوتی ہے۔ آپ کوئی آیت یا حدیث پیش کریں کہ فاتحہ قراءۃ میں شامل

نہیں ہے۔ اب سب نے شور مچا دیا کہ ہم یہاں قرآن حدیث سنانے نہیں آئے۔ سننے آئے ہیں تم حدیث سناؤ کہ فاتحہ قراءۃ ہے۔ پھر سب چیخ اٹھے کہ بخاری سے سانا، بخاری سے.....۔

(۱) میں نے بخاری ص۱۰۲ ج۱ پر باب دکھایا باب مایقرا بعد التکبیر اور ص۱۰۳ ج۱ سے حدیث دکھائی کہ آپ ﷺ ثناء، تکبیر اور قراءۃ کے درمیان پڑھتے تھے اور پھر سب سے پوچھا کہ آپ لوگ ثناء کہاں پڑھتے ہیں سب نے بیک زبان کہا کہ تکبیر تحریمہ اور فاتحہ کے درمیان۔ تو میں نے کہا ثابت ہو گیا کہ فاتحہ قراءۃ ہے میں نے دکھایا کہ یہ حدیث مسند احمد ص۲۳۱ ج۲ دارمی ص۱۴۷ بخاری ۱۰۳ ج۱، مسلم ص۲۱۹ ج۱، ابن ماجہ ص۵۸، ابو داؤد ص۱۱۳ ج۱، نسائی ص۲۱ ج۱، ابن الجارود ص۱۱۸، ابو عوانہ ص۹۸ ج۲، دارقطنی ص۱۲۸ ج۱ شرح السنہ ص۴۰ ج۳ گیارہ کتابوں میں ہے۔ اس وقت وہ نوجوان آپس میں کھسر پھسر کر رہے تھے کہ ہمیں تو دو تین مہینے یہی بتایا گیا کہ حنفی حدیث کو جانتے ہی نہیں۔ یہاں تو مطالعہ حدیث پر ہمارے مولوی صاحبان بھی حیران بیٹھے ہیں۔

(۲) پھر میں نے بخاری ص۱۰۴ ج۱ سے یہ باب دکھایا باب وجوب القراءۃ للامام والماموم فی الصلوات کلھا الخ میں نے کہا یہ باب نماز کی قراءۃ کے بیان میں ہے اور اس میں امام بخاری فاتحہ والی حدیث بھی لائے ہیں۔ اگر فاتحہ قراءۃ نہیں تو اس باب میں لانے کا کیا مقصد؟ سب نے کہا یہ تو بخاری شریف سے دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہو گیا کہ فاتحہ قراءۃ ہے میں نے کہا اب ان سے بھی مطالبہ ہے کہ یہ بھی بخاری شریف سے حدیث دکھائیں کہ فاتحہ قراءۃ نہیں ہے۔ وہ لڑکے بڑے مچلے، کہنے لگے ہمارے مولوی صاحبان تو رات دن حدیث پڑھنے پڑھانے میں رہتے ہیں آپ نے دو احادیث دکھائی ہیں وہ کم از کم چار دکھائیں گے۔ میں نے کہا کہ وہ نہ حدیث دکھا سکیں گے اور نہ ان احادیث

رسول ﷺ کو مانیں گے۔ آخر سب نے کہا کہ آپ بھی بخاری شریف اور ان کے خلاف احادیث نکال کر دکھائیں۔ مگر وہ بخاری شریف کو ہاتھ لگانے کو تیار نہ ہوئے اور نہ ہی ان پیش کردہ احادیث کو ماننے کے لئے تیار ہوئے۔

(۳) عن انس قال کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر یستفتحون القراءۃ بالحمد للّٰہ رب العالمین۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر قراءۃ الحمد للّٰہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے (امام بن کر، کتاب الام ص ۹۳ ج ۱، طیاسی ص ۲۶۶، عبدالرزاق ص ۸۸ ج ۲، احمد ص ۱۰۱ جلد ۳، مسلم ص ۱۷۲ ج ۱، ابن ماجہ ص ۵۹، ابوداؤد ص ۱۱۴ ج ۱، ترمذی ص ۳۴ ج ۱، نسائی ص ۱۴۳ ج ۱

(۴) عن عائشہ قالت کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یستفتح الصلوہ و القراہ بالحمد للّٰہ رب العالمین۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تکبیر سے اور قراءۃ الحمد للّٰہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے۔ (طیالسی ص ۲۱۷، عبدالرزاق ص ۹۷ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۴۰۱ ج ۱، احمد ۳۱ ج ۶، دارمی ص ۱۴۵، مسلم ۱۹۴ ج ۱، ابن ماجہ ص ۵۸، ابوداؤد ص ۱۱۴ ج ۱، ابوعوانہ ص ۹۴ ج ۲ طحاوی ص ۹۹ ج ۱۔

(۵) عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یفتتح القراءۃ بالحمد للّٰہ رب العلمین (ابن ماجہ ص ۵۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قراءۃ الحمد للّٰہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے۔

(۶) عن ابی ھریرۃ یقول کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اذا نهض من الركعة الثانية استفتح القراءة بالحمد لله رب العلمين ولم يسكت (مسلم ص۲۱۹ ج ا حاکم ص ۲۱۵ ج ۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت سے اٹھتے تو قراءۃ الحمد للہ رب العالمین سے شروع فرماتے اور کوئی سکتہ نہ کرتے۔

میں نے جب یہ چھ احادیث سنائیں تو سب سامعین بہت خوش ہو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اس میں کیا شک رہ گیا اب تو صاف ہو گیا کہ فاتحہ قراءۃ ہے۔ میں نے کہا اور یہ بھی سب مسلمان جانتے ہیں کہ فاتحہ سے قراءۃ کا شروع کرنا امت میں عملاً متواتر ہے۔ لیکن لشکر طیبہ کے احباب ان احادیث کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ لوگ بار بار پوچھتے تھے کہ اگر حدیث کو نہیں ماننا تو نام اہل حدیث کیوں رکھا ہے؟ میں نے کہا حدیث رسول تو یہ ہے کہ فاتحہ قراءۃ ہے مگر ان کی حدیث نفس یہ ہے کہ فاتحہ قراءۃ نہیں ہے۔ اس لئے یہ بے چارے اپنی حدیث نفس کو ماننے والے اہل حدیث ہیں نہ کہ حدیث رسول ﷺ کو ماننے والے۔ میں نے کہا یہ نہ یہاں زبان سے اقرار کریں گے کہ فاتحہ قراءۃ ہے نہ لکھ کر دیں گے کہ فاتحہ قراءۃ ہے۔ لیکن عمل ان کا بھی اسی پر ہے یہ ہر نماز کی ہر رکعت کی قراءۃ فاتحہ سے ہی شروع کرتے ہیں۔ وہ نوگرفتار نوجوان بار بار کہہ رہے تھے کہ آپ تو ہمیں یہی بتاتے رہے کہ حنفی حدیث کو نہیں مانتے فقہ کو مانتے ہیں اور ہم فقہ کو نہیں مانتے حدیث کو مانتے ہیں۔ لیکن یہ تو بات آج کھلی کہ حنفی حدیث کو بھی مانتے ہیں اور فقہ کو بھی اور آپ نہ فقہ کو مانتے ہیں نہ حدیث کو۔

امام کی قراءۃ :

میں نے کہا اب دوسری بات کو لیں کہ امام کی قراءۃ مقتدی کے لئے بھی قراءۃ ہے یا نہیں۔ تو میں بات کو ذہن نشین کرانے کے لئے آپ حضرات سے چند

باتیں پوچھتا ہوں۔(۱) پانچ نمازوں سے پہلے اذان بالاتفاق سنت ہے۔ سب نے کہا ہاں۔ میں نے کہا آپ سب مرد عورت الگ الگ اپنی اپنی اذان کہہ کر اس سنت کو پورا کرتے ہیں یا ایک موذن کی اذان پورے محلے کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ سب کہنے لگے کہ ہم ایک موذن کی اذان سب کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ میں نے کہا۔ ایک موذن نے اذان کہی آپ میں سے کسی نے خود اذان نہیں کہی تو کیا آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے بغیر اذان کے خلاف سنت نماز پڑھی ہے۔ کہنے لگے ہرگز نہیں ہماری نماز بالکل سنت کے موافق ہوئی کیونکہ موذن کی اذان سب کے لئے کافی تھی۔ اگر کوئی کہے کہ ہماری نماز بغیر اذان کے ہوئی تو ہم اس کو جھوٹا کہتے ہیں۔ میں نے مولوی صاحبان سے پوچھا کہ کیا آپ کو بھی اس مسئلہ سے اتفاق ہے۔ کہنے لگے بالکل اتفاق ہے۔ میں نے کہا پھر آپ کوئی ایک آیت یا کوئی ایک حدیث سنائیں جس کا ترجمہ ہو کہ موذن کی اذان پورے محلے کے لئے کافی ہے۔ سب لوگ ہمہ تن گوش بن کر بیٹھ گئے کہ اہل حدیث حضرات احادیث پر احادیث سناتے چلے جائیں گے مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ لوگ اگرچہ سراپا انتظار تھے آخر اکتا کر کہنے لگے کہ آپ ہی بات جاری رکھیں ان تلوں میں تیل کہاں۔

پھر میں نے کہا کہ سب کا اتفاق ہے کہ ایک شخص کی اقامت پوری جماعت کے لئے کافی ہے۔ خواہ کسی نے سنی ہو یا سنی ہی نہ ہو۔ بعد میں آکر جماعت میں شریک ہوا ہو۔ سب نے لشکر والوں سے بھی پوچھا کہ آپ کو بھی اس مسئلہ سے اتفاق ہے؟ کہنے لگے بالکل۔ تو انہوں نے کہا پھر ایک آیت یا ایک حدیث لکھ دیں جس کا ترجمہ یہی ہو کہ ایک شخص کی کہی ہوئی اقامت ساری جماعت کے لئے کافی ہے۔ خواہ کسی نے اقامت سنی ہو یا نہ سنی ہو۔ لیکن وہ بڑے پریشان تھے کہ یہاں تو ہر بات پر حدیث کا مطالبہ ہوتا ہے۔ ہم کہاں سے اپنے اعمال کے ثبوت کی حدیثیں لائیں۔ پھر میں نے کہا کہ ایک امام کا سترہ سب مقتدیوں کے لئے کافی ہے' خواہ

انہیں نظر بھی نہ آئے۔ کہنے لگے بجا ہے۔ میں نے کہا کہ اس پر کوئی آیت یا حدیث پیش فرمائیں۔ آخر بہت ہی گھبرا گئے اور "لشکری" کہنے لگے کہ اگر آپ نے یہی انداز رکھا کہ ہم سے قرآن و حدیث پیش کرنے کا مطالبہ کرتے رہے تو ہم بھی اٹھ کر چلے جائیں گے اور آئندہ کبھی یہاں نہیں آئیں گے ہمیں بار بار ذلیل کیا جا رہا ہے۔

پھر میں نے کہا کہ ساری امت کا اتفاق ہے کہ جمعہ کا خطبہ جو خطیب پڑھتا ہے وہ سب کی طرف سے ہو جاتا ہے۔ خواہ خطیب کا خطبہ کسی نمازی کو سنائی دے یا نہ دے۔ خواہ خطیب کسی نمازی کو دکھائی دے یا نہ دے اس کی طرف سے بھی خطبہ ادا ہو گیا۔ خواہ کوئی خطبہ کے بعد آ کر جماعت میں ہی آ کر شریک ہو۔ اس کی طرف سے بھی خطبہ ہو گیا اور اسے کوئی نہیں کہے گا کہ اس شخص نے بغیر خطبہ کے جمعہ پڑھا ہے۔ میں یہ عرض کر ہی رہا تھا کہ لشکری مع اپنے مولوی صاحبان کے کھڑے ہو گئے۔ لوگ بٹھا رہے ہیں وہ کہتے ہیں ہم بیٹھ کر کیا کریں یہ اس مسئلہ پر بھی ہمیں پوچھے گا کہ کوئی آیت یا حدیث سناؤ جتنے آج ہم یہاں آ کر ذلیل ہوئے ہیں۔ زندگی بھر کبھی ایسی ذلت نہ دیکھی تھی۔ میں نے کہا کہ امام نماز میں فاتحہ کے بعد جو ایک سورت پڑھتا ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ امام کی ایک پڑھی ہوئی سورت سب کی طرف سے ہو جاتی ہے۔ اب تو بے چارے لشکری آپے سے باہر تھے۔ میں نے کہا آپ غصہ تھوک دیں اور ایک ہی حدیث سنائیں کہ امام کی یہ قراءۃ سب مقتدیوں کی طرف سے ہو جاتی ہے۔ اب ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے اور بار بار یہی کہتے تھے کہ ہم یہاں احادیث سنانے نہیں آئے۔ سننے کے لئے آئے تھے۔ میں نے کہا آپ کو احادیث آتی ہی نہیں سنائیں گے کیا۔ اچھا آیئے ہم سے ہی نبی پاک ﷺ کی احادیث سنیں۔

○ محمد قال اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا ابوالحسن موسی

بن ابی عائشه عن عبداللّٰه بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبداللّٰه الانصاری رضی اللّٰه عنه قال صلی رسول اللّٰه علی اللّٰه علیه وسلم و رجل خلفه یقرا فجعل رجل من اصحاب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ینهاه عن القراه فی الصلوه فقال اتنهانی عن القراءة خلف النبی صلی اللّٰه ضلیه وسلم فتنازعا حتی ذکر ذالك للنبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم من صلی خلف الامام فان قراءة الامام له قراء قال محمد و به ناخذ وهو قول ابی حنیفه رحمه الله علیه (کتاب الاثار ص۱۷۷)

امام محمد فرماتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہمیں ابو حنیفہ نے 'ان سے حدیث بیان کی موسیٰ بن ابی عائشہ نے عبداللہ بن شداد سے 'انہوں نے جابر بن عبداللہ الانصاری سے کہ نماز پڑھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ایک آدمی آپ ﷺ کے پیچھے قراءۃ کر رہا تھا۔ تو صحابہ کرام میں سے ایک صحابی نے اس مقتدی کو قراءۃ سے روکنا شروع کیا اس نے کہا کہ تو مجھے آپ ﷺ کے پیچھے قراءۃ سے روکتا ہے۔ پس وہ دونوں جھگڑ پڑے یہاں تک کہ ذکر ہوا اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اس کو (الگ قراءۃ نہیں کرنی چاہئے بلکہ) امام کی قراءۃ ہی اس کو کافی اور بس ہے۔ امام محمد نے کہا ہم اس حدیث پر عمل کرتے ہیں اور یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے۔

O قال محمد اخبرنا اسرائیل حدثنی موسی بن ابی عائشه عن عبداللّٰه بن شداد بن الهاد قال ام رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی العصر قال فقراء رجل خلفه فغمزه الذی یلیه فلما ان

صلی قال لم غمزتنی قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قدامك فکرھت ان تقرأ خلفه فسمعهٗ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال من کان له امام فان قراءته له قراءة (موطا محمد ص ۱۰۱)

امام محمد، اسرائیل، موسیٰ بن ابی عائشہ، عبداللہ بن شداد بن الهاد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر میں امامت کرائی تو ایک شخص آپ ﷺ کے پیچھے قراءۃ کرنے لگا ساتھ والے نے اس کو ہاتھ سے دبایا جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے کہا کہ تو مجھے کیوں دبا رہا تھا؟ اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے آگے امام تھے اور مکروہ سمجھا میں نے امام کے پیچھے قراءۃ کو، یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لی تو فرمایا جو امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو امام کی قراءۃ اس (مقتدی) کے لئے بھی قراءۃ ہے۔

اب یہاں بات سمجھیں : (۱) رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھا رہے ہیں جس میں امام آہستہ آواز سے قراءۃ کرتا ہے۔

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ ایک کو صرف رجل کہتے ہیں یعنی نکرہ استعمال کرتے ہیں دوسرے کو صحابی کہتے ہیں، معلوم ہوا کہ پڑھنے والا آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لازم صحبت نہ تھا۔ عصر کی نماز میں بھی آپ ﷺ کے صحابہ کرام میں سے کسی ایک نے بھی قراءۃ نہ کی۔ پوری مسجد نبوی میں صرف ایک جو لازم صحبت نہ تھا اس نے قراءۃ کی۔

(۳) نماز کی حالت میں دوسرے نمازی کو دبانا اور چٹکیاں بھرنا یقیناً مکروہ ہے۔ مگر صحابہ کرام سری نمازوں میں بھی امام کے پیچھے قراءۃ کرنے کو اس سے بڑا مکروہ سمجھتے تھے۔ اس لئے دوران نماز ہی روکنا شروع کر دیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عصر کی نماز میں بھی مقتدی کی قراءۃ کو صراحتاً مکروہ کہا۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کراہت کی نفی نہیں فرمائی۔ بلکہ صحابی کی تائید فرمائی کہ امام کی قراءۃ سب مقتدیوں کے لئے کافی ہے۔

ضروری نوٹ : اس بات پر اتفاق ہے کہ بعض احادیث صحیح ہیں۔ بعض ضعیف وغیرہ مگر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی حدیث کو صحیح کہا ہے نہ ضعیف۔ اس لئے غیر مقلدین کو نہ تو کسی حدیث کو صحیح کہنے کا حق ہے نہ ضعیف کہنے کا۔ ہاں ہم صاف صاف کہتے ہیں کہ ان احادیث کو اللہ و رسول ﷺ نے نہ تو صحیح فرمایا نہ ضعیف۔ اس لئے جو بات اللہ و رسول ﷺ سے نہ ملے اس میں مجتہد کو اجتہاد کا حق ہے اور غیر مجتہد کو تقلید کا۔ ہمارے ائمہ کرام نے ان احادیث پر بالاتفاق عمل کیا۔ اس لئے ہمارے ہاں یہ احادیث صحیح اور واجب العمل ہیں اور آپ احادیث پڑھ چکے ہیں کہ جب لفظ قراءۃ آئے گا تو اس کا اولین اور کامل مصداق سورت فاتحہ ہی ہے اور امیر یمانی غیر مقلد سبل السلام شرح بلوغ المرام میں لکھتا ہے قراءۃ الامام اسم جنس مضاف یعم کل مایقرءہ الامام (ص ۲۶۲ ج ۱) کہ حدیث میں قراءۃ الامام میں قراءۃ اسم جنس ہے اور مضاف ہے اس عموم میں وہ پوری قراءۃ شامل ہے جو امام نے کی۔ امام کی فاتحہ بھی سب کے لئے کافی اور سورت بھی سب کے لئے کافی ہے۔ میں نے اس بات کو بھی واضح کیا کہ اس حدیث کو حضرت امام اعظم نے روایت کیا ہے جو لوگ عوام کو یہ مغالطہ دیا کرتے ہیں کہ امام صاحب کو احادیث نہیں ملی تھیں اس لئے وہ قیاس سے مسئلے بنایا کرتے تھے انہیں اس جھوٹ سے توبہ کرنی چاہئے اور اعلان کرنا چاہئے کہ امام اعظم نے یہ مسئلہ حدیث رسول ﷺ سے بتایا ہے نہ کہ اپنے قیاس سے۔

O حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔ قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ (مسند احمد بن منیع مسند

احمد بن حنبل ص ۳۳۹ ج ۳ ابن ابی شیبہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس آدمی نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءۃ مقتدی کو بس ہے۔

○ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ (کتاب القراءۃ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی قراءۃ ہے۔

○ عن ابن عمر عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من کان لہ امام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کا امام ہو تو امام کی قراءۃ ہی اس کی قراءۃ ہے (کتاب القراءۃ)

○ عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا امام ہو تو امام کی قراءۃ ہی اس کی قراءۃ ہے۔ (کتاب القراءۃ)

○ عن النواس بن سمعان قال صلیت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلوۃ الظہر وکان عن یمینی رجل من الانصار فقراء خلف النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وعلی یساری رجل من مزینہ یلعب بالحصا فلما قضی صلوتہ قال من قراء خلفی؟ قال الانصاری: انا یا رسول اللّٰہ! قال فلا تفعل، من کان لہ امام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ وقال للذی یلعب بالحصا ھذا حظک من صلوتک (کتاب القراءۃ) حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ میری داہنی

طرف ایک انصاری شخص تھے۔ انہوں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے پیچھے قراءۃ کی اور میری بائیں جانب قبیلہ مزینہ کے ایک صاحب تھے جو کنکریوں سے کھیل رہے تھے جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ میرے پیچھے کس نے قراءۃ کی ہے۔ انصاری نے کہا میں نے یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایسا مت کرو کیونکہ جو امام کی اقتدا کرے تو امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی قراءۃ ہوتی ہے۔ جو صاحب کنکریوں سے کھیل رہے تھے ان سے فرمایا تمہیں نماز سے یہی حصہ ملا۔

حضرت نواس رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کا ذکر فرمایا اور جس حیرت سے نماز میں کنکریوں سے کھیلنے کا ذکر فرمایا کہ یقیناً نماز میں یہ ایک بے جا حرکت تھی اسی انداز میں ظہر یعنی سری نماز میں مقتدی کی قراءۃ کے بارے میں فرمایا۔ جب سری میں قراءۃ معیوب ہے تو جہری میں تو اور زیادہ معیوب ہوگی۔

○ عن يحيى بن عبداللّٰه بن سالم العمرى ويزيد بن ابى عياض ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال من كان منكم له امام فائتم به فلا يقرء معه فان قراته له قراه (كتاب القراه)

یحییٰ اور یزید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جس کا امام ہو وہ اس کی اقتداء کرے تو مقتدی اس کے ساتھ ہرگز قراءۃ نہ کرے کیونکہ امام کی قراءۃ ہی اس کی قراءۃ ہے۔

ان تمام احادیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی طرف سے کافی ہے مقتدی خود قراءۃ نہ کرے اگر یہ بات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ارشاد فرمائی اور اتنے حضرات نے اس کو روایت فرمایا تو کثرت اسانید کی وجہ سے یہ حدیث کتنی مضبوط ہو گئی اور اگر حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد بار بار فرمایا اور ہر دفعہ کے فرمان کو ایک ایک نے روایت کر دیا

تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے نزدیک یہ مسئلہ کتنا اہم تھا کہ آپ ﷺ نے بار بار اس کی تاکید فرمائی۔ اب سب سامعین تو احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ادب سے سن رہے تھے اور ہمہ تن گوش تھے اور ہر حدیث پر بڑے ادب اور عقیدت سے سمعنا و اطعنا کہہ رہے تھے کہ ہم نے فرامین رسول ﷺ کو سنا اور مان لیا لیکن اس کے برعکس لشکریوں کی زبان پر ایک ہی بات آ رہی تھی سمعنا و عصینا ہم نے یہ احادیث سن تو لیں لیکن ہم مانتے نہیں۔ یہ سب حدیثیں جھوٹی ہیں۔ ان سب کی سندوں میں ایک راوی جابر جعفی ہے اور وہ کذاب تھا میں نے کہا کہ جو حوالہ جات میں نے پیش کئے ان میں سے کسی ایک سند میں بھی جابر جعفی نہیں ہیں۔ پہلی سند ۔ امام محمد، امام ابوحنیفہ، ابوالحسن موسیٰ بن ابی عائشہ، عبداللہ بن شداد بن الهاد، جابر بن عبداللہ صحابی رضی اللہ عنہ ہے۔ دکھاؤ اس میں جابر جعفی کہاں ہیں۔ لشکری خاموش تھے سب کہہ رہے تھے کہ وقت ضائع نہ کرو یا سند میں جابر جعفی دکھاؤ یا حدیث پاک کو صحیح مانو۔

دوسری سند امام محمد، اسرائیل، موسیٰ بن ابی عائشہ اور عبداللہ بن شداد ہے اس میں جابر جعفی کہاں ہے؟ مکمل خاموشی۔

تیسری سند امام احمد بن منیع، اسحاق ارزق، سفیان ثوری اور شریک موسیٰ بن ابی عائشہ، عبداللہ بن شداد ابن الهاد، جابر بن عبداللہ، اس میں جابر جعفی کہاں ہے؟

چوتھی سند امام احمد، اسود بن عامر، حسن بن صالح، ابوالزبیر، جابر بن عبداللہ صحابی

پانچویں سند امام ابوبکر بن ابی شیبہ، مالک بن اسماعیل، حسن بن صالح، ابوالزبیر، جابر بن عبداللہ صحابی

اب سب لوگ سندوں کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے کسی دوربین یا

خوردبین سے ان میں جابر جعفی نظر نہیں آ رہا تھا لیکن پھر بھی وہ ان احادیث مقدسہ کو مان نہیں رہے تھے۔ آخر ہم نے کہا آپ کے ہاں جابر جعفی بہت بڑا جھوٹا راوی ہے۔ آپ اس کی سند سے بھی کوئی حدیث نہیں دکھا سکتے کہ امام کی قراءۃ مقتدی کے لئے قراءۃ نہیں ہوتی۔ ایک اور صرف ایک حدیث اس مضمون کی پیش کریں۔ مگر وہاں موت کی سی خاموشی طاری تھی۔ لوگ حیران تھے کہ اہل حدیث کہلانے والے نہ ان احادیث کو مانتے ہیں نہ ان کے خلاف کوئی حدیث پیش کرتے ہیں۔ میں نے کہا یہ بات تو آپ بھی مانتے ہیں کہ تراویح میں جب آپ کا امام قرآن ختم کرتا ہے تو تم سب دعا کرتے ہو کہ یا اللہ ہم سب کا قرآن قبول فرما۔ حالانکہ آپ کے مقتدیوں نے تو صرف سورت فاتحہ پڑھی ہے۔ باقی ۱۱۳ سورتیں تو انہوں نے نہیں پڑھیں تو دو لشکری بولے کہ ۱۱۳ سورتیں امام کی پڑھی ہوئی سب کی طرف سے ہو جاتی ہیں مگر سورت فاتحہ امام کی پڑھی ہوئی مقتدیوں کی طرف سے نہیں ہوتی۔ میں نے کہا یہی دونوں باتیں آپ حدیث پاک سے دکھا دیں کہ امام کی پڑھی ہوئی ۱۱۳ سورتیں سب مقتدیوں کی طرف سے ہو جاتی ہیں اور امام کی پڑھی ہوئی فاتحہ مقتدیوں کی طرف سے ادا نہیں ہوتی۔ وہ لشکری اپنے مولویوں سے کہنے لگا کہ یہ دونوں باتیں حدیث میں دکھاؤ۔ اب وہ خود تو احادیث نہ دکھائے مگر یہی شور مچائے کہ جو حدیثیں اس نے پڑھی ہیں اس کی سب سندوں میں جابر جعفی ہے وہ کذاب ہے ہم جھوٹی احادیث نہیں مانا کرتے۔ میں نے کہا مولانا ان سندوں میں تو آپ جابر جعفی نہیں دکھا سکے۔ آپ سچی بات لوگوں سے کیوں چھپاتے ہیں کہ دراصل آپ صحیح احادیث بالکل نہیں مانتے جھوٹی احادیث کو ہی مانتے ہیں۔ دیکھئے حکیم محمد صادق سیالکوٹی کی کتاب "صلوۃ الرسول" جو آپ کے ہر گھر میں ہوتی ہے آپ کے کتنے ہی بڑے بڑے علماء نے اس پر تصدیقات لکھی ہیں۔ آپ کے اخبارات و رسائل مین اس کو بہترین کتاب قرار دیا

ہے۔ اس میں لکھا ہے "عید گاہ کو جاتے اور واپس آتے ہوئے اونچی آواز سے یہ تکبیر پڑھتے رہیں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد (دار قطنی) جب کہ دار قطنی پر اس کی سند میں عمر بن شمر اور اس کا استاد جابر جعفی ہے۔ لوگ سند کو بار بار دیکھ رہے تھے کہ یہ جس راوی کو جھوٹا کہتے ہیں اس کی حدیث تو بالکل خاموشی سے مان لیتے ہیں اور احادیث صحیح سند سے ہوں ان کو یہ بالکل نہیں مانتے۔ لوگ کہنے لگے کہ ہم سنا کرتے تھے کہ بعض لوگ منکر حدیث ہوتے ہیں آج سر پر ٹکی ہوئی آنکھوں سے ان منکرین حدیث کا مشاہدہ کر لیا۔ میں نے کہا کہ اب تک دو باتیں ثابت ہوئیں (۱) فاتحہ قراءۃ ہے۔ (۲) امام کی قراءۃ سب مقتدیوں کے لئے قراءۃ ہے۔

نتیجہ صاف ہے کہ امام کی پڑھی ہوئی فاتحہ سب کی طرف سے ادا ہو گئی اس کے برعکس لشکری کہتے ہیں کہ (۱) فاتحہ قراءۃ نہیں ہے لیکن اس پر کوئی حدیث پیش نہ کر سکے۔ (۲) امام کی قراءۃ مقتدی کی طرف سے کافی نہیں اس پر بھی کوئی حدیث پیش نہ کر سکے۔

سب بیک زبان بولے کہ یہ لوگ منکر حدیث ہیں۔ اس میں کوئی شک یا شبہ باقی نہیں رہا اور یہ جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں یہ بھی غلط ہے اور جو یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ ہم حدیث رسول ﷺ کو مانتے ہیں اور یہ حنفی احادیث کو چھوڑ کر اس کے خلاف فقہ کو مانتے ہیں حالانکہ ہم ان احادیث کو مانتے ہیں جس پر محدثین اور فقہاء کا اتفاق ہو اور یہی راستہ دین پر استقامت کا ہے ہاں اگر محدثین اور فقہاء میں اختلاف ہو جائے تو فقہاء کی بات کو راجح مانتے ہیں۔ کیونکہ محدثین نے خود اپنی حیثیت یہ بیان فرمائی ہے کہ محدثین پنساری ہیں اور فقہاء طبیب ہیں۔ اور ساری دنیا کا اتفاق ہے کہ پنساری اور طبیب میں اگر اختلاف ہو جائے تو طبیب ہی کی بات کو مانا جاتا ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک

فرمان جو درجہ شہرت تک پہنچا ہوا ہے یہ ہے رب حامل فقه لیس بفقیه میں بہت سے ایسے لوگ جو ایسی احادیث کو اٹھائے پھرتے ہیں جس میں فقہی مسائل ہیں مگر وہ خود فقیہ نہیں ہوتے جیسے ہر حافظ قرآن' مفسر قرآن نہیں ہوتا۔ وہ آیت کو تو یاد کرتا ہے مگر اس آیت کا شان نزول کیا ہے اس آیت سے عبارت النص سے کیا ثابت ہو رہا ہے۔ دلالۃ النص سے کیا ثابت ہو رہا ہے۔ اشارۃ النص سے کیا ثابت ہو رہا ہے اور اقتضاء النص سے کیا ثابت ہو رہا ہے یہ باتیں محض حافظ قران کے بس کی نہیں ہوتیں۔ وہ لشکری کہنے لگے ہم تو محدثین کی مانتے ہیں فقہاء کی نہیں مانتے۔ کیونکہ فقہ حدیث کے خلاف ہے۔ میں نے کہا یہ بات نہ خدا تعالی نے فرمائی نہ رسول خدا نے نہ محدثین نے خود امام بخاری فرماتے ہیں الفقه ثمرۃ الحدیث فقہ حدیث کا پھل ہے اور امام ترمذی فرماتے ہیں الفقهاء اعلم بمعانی الحدیث فقہاء حدیث کے مطالب ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے احادیث کے ساتھ ساتھ فقہاء کے مذاہب بھی نقل کئے ہیں۔ سب سامعین کہنے لگے کہ یہاں بھی یہ لوگ صاف حدیث نبوی ﷺ کی مخالفت کر رہے ہیں اللہ کے نبی فقیہ کو افضل قرار دیتے ہیں یہ محدث کو خود محدثین مجتہدین کے مقلد ہیں لیکن ان لوگوں کی عجیب ضد ہے یہ ہر سیدھی بات کو چھوڑتے اور ہر الٹی بات کو مانتے ہیں اب مولوی لشکری نے دیکھا کہ سب لوگ ہمیں "منکرین حدیث" کہہ رہے ہیں تو کہنے لگا آج ہماری تیاری پوری نہیں تھی ہم ایک ہفتہ کے بعد پوری تیاری کر کے آئیں گے اور ہم ثابت کریں گے کہ "سنی حنفی" بھی احادیث کو نہیں مانتے۔

تحقیق حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد!

حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ:

حدثنا عبداللّٰہ بن محمد النفیلی نا محمد بن سلمۃ عن محمد بن اسحاق عن مکحول عن محمود بن الربیع عن عبادۃ بن صامتؓ قال کنا خلف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی صلوٰۃ الفجر فقراء رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فثقلت علیہ القراۃ فلما فرغ قال لعلکم تقرءون خلف امامکم قلنا نعم ھٰذا یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرءٔ بھا۔

(ترجمہ) عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ صبح کے وقت ہم حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے اور آپ قراءت فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ پر قراءت ثقیل ہوگئی۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا شاید تم امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم جلدی جلدی پڑھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھا کرو، کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی (ابو داؤد ج۱، ص۱۲۶، طبع مکتبہ امدادیہ ملتان)

خبرواحد کے متعلق احناف کا اصول :

احناف کے ہاں خبرواحد کو قبول کرنے کے لئے آٹھ شرائط ہیں۔ چار راوی میں اور چار روایت میں۔ راوی میں یہ چار شرطیں ہیں: عقل، ضبط، عدالت، اسلام۔ اور روایت میں یہ ہیں کہ وہ حدیث کتاب اللہ کے خلاف نہ ہو۔ سنت مشہورہ کے خلاف نہ ہو۔ حادثہ مشہورہ سے متعلق نہ ہو۔ اور صدر اول کے فقہاء کے ہاں متروک نہ ہو۔

خلاف قرآن :

یہ حدیث قرآن پاک کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے" (الاعراف ۲۰۴) امام ابوبکر بن ابی شیبہ، امام عبدالرزاق، امام بخاری جزء القراۃ، امام نسائی باب تاویل قولہ تعالیٰ واذاقری القران فاستمعوالہ و انصتوا لعلکم ترحمون۔ امام بیہقی کتاب القراۃ میں مرفوع، موقوف و مقطوع سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ آیت قراۃ خلف الامام کے لئے نازل ہوئی۔ اور امام ابن قدامہ حنبلی، ابن تیمیہ حنبلی اور امیریمانی غیرمقلد امام احمد سے نقل کرتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے بارہ میں ہے۔ (المغنی ص ۶۰۵، ج ۱۔ فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۱۴۳، ج ۲۔ العدہ ص ۳۹۱، ج ۲) ہاں اس اجماع کے بعد اس میں اختلاف ہے کہ اس آیت کریمہ کے حکم میں جہری اور سری سب نمازیں شامل ہیں۔ جیسا کہ احناف کا قول ہے، یا صرف جہری جیسا کہ بعض حنابلہ وغیرہ کا قول ہے۔ معلوم ہوا کہ جس طرح اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے بارہ میں ہے۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ جہری نمازیں یقیناً اس حکم انصات میں شامل ہیں۔ اب قرآن پاک کی یہ آیت جو ثبوت کے اعتبار سے قطعی ہے۔ اور دلالت کے اعتبار سے اجماعاً جہری نمازوں میں مقتدی پر انصات لازم کر

رہی ہے اور زیر بحث حدیث جو ثبوتاً خبرواحد ہے اور دلالت میں بعض کے نزدیک انصات کے خلاف قراءت کو مقتدی پر لازم کر رہی ہے تو یہ خبرواحد قرآن کے خلاف ہونے کی وجہ سے ہرگز حجت نہیں۔ کیا موصوف احناف کے اس اصول سے بے خبر ہیں، یا اس کو مہذب الفاظ میں مطلب پرستی کہا جائے کہ سند کے بارے میں تو احناف کی تقلید کا پٹہ گردن میں ڈال لیا جائے لیکن قبول متن کے اصول پر طوطا چشمی کا مظاہرہ کیا جائے۔

خلاف سنت معروفہ :

اس حدیث میں ہے کہ جہری نمازوں میں جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اور امام احمد رحمہ اللہ سے گزر چکا کہ رسول اقدس ﷺ سے لے کر امام احمد تک کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں۔ اور خود اثری صاحب کو اعتراف ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ سے لے کر محدث گوندلوی تک کوئی محقق اور ذمہ دار شخص اس بات کا قائل نہیں بلکہ یہ بات کہنے والا غیر ذمہ دار ہے۔ اور ایسی خبرواحد احناف کے اصول پر حجت نہیں۔ یہ اصول بھی موصوف کو یقیناً یاد تھا۔ مگر مطلب پرستی انسان کو ادھر ادھر کچھ دیکھنے نہیں دیتی۔

حادثہ مشہورہ :

احناف کا اصول ہے کہ جو مسئلہ روزانہ ہر شخص کو پیش آتا ہے اس کی روایت یا عمل خیرالقرون میں مشہور ہونا چاہئے۔ ورنہ اصحاب خیرالقرون پر الزام آئے گا کہ انہوں نے ضروری مسئلہ کی اشاعت میں یا (اس پر) عمل میں کوتاہی کی ہے۔ اور یہ بات کوئی رافضی ہی سوچ سکتا ہے۔ اب ہر شخص جانتا ہے کہ قراءت خلف الامام کا مسئلہ ہر مقتدی کو روزانہ کتنی دفعہ پیش آیا ہے۔ مگر روایت کے اعتبار سے اس حدیث کا یہ حال ہے کہ خیرالقرون کی کتب حدیث موطا امام مالک، موطا امام محمد، کتاب الاثار ابی یوسف، کتاب الاثار امام محمد میں اس حدیث

کا نام و نشان تک نہیں۔ گویا خیرالقرون کے دونوں علمی مرکز حجاز و عراق نہ صرف اس حدیث سے ناآشنا ہیں بلکہ دونوں مراکز کا مذہب بھی اس کے خلاف ہے۔ اور عمل کا یہ حال ہے کہ نافع بن محمود جو طبقہ ثالثہ کا راوی ہے وہ اس مسئلہ سے ہی بالکل بے خبر ہے کہ امام کے پیچھے بھی فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ بلکہ وہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے یوں سوال کرتا ہے کیا یہ بھی کوئی غیر معروف طریقہ ہے یا آپ نے بھول کر امام کے پیچھے فاتحہ پڑھی ہے (کتاب القراءۃ) اور یہ بھی خوب ذہن نشین رہے کہ دور صحابہ و تابعین میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا غیر معروف اور قابل اعتراض تھا۔ اسی لئے نافع بن محمود نے عبادہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا۔ مگر عبادہ رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہو جانے کے بعد بھی نافع امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھتا۔ نہ اس پر کوئی اعتراض کیا اور نہ یہ کہا کہ تو اٹھ کر نماز دوبارہ پڑھ لے' تیری نماز نہیں ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ روایت اور عمل کے اعتبار سے اس روایت کی کوئی شہرت نہ تھی۔ حالانکہ ہر نمازی کو اس کی ضرورت تھی۔ اور ایسی خبر واحد جس کے ماننے سے صحابہ تابعین کا بے علم یا بے عمل یا بے نماز ہونا ظاہر ہو احناف کے ہاں حجت نہیں۔

اعراض ائمہ :

احناف کا یہ بھی اصول ہے کہ اگر کسی حدیث سے خیرالقرون کے تمام فقہاء نے منہ موڑ لیا ہے اور اس کے مطابق فتویٰ نہیں دیا تو وہ حدیث بالاتفاق متروک ہے۔ ہرگز قابل حجت نہیں' اور جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ خیرالقرون کے کسی بھی فقیہ اور مجتہد نے اس کے موافق فتویٰ نہیں دیا کہ جو شخص جہری نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ بلکہ سب کا فتویٰ اس کے خلاف ہے کہ اس کی نماز باطل نہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ جو لوگ آجکل اس حدیث عبادہ کے ظاہری معنی لیتے ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ رکوع میں شامل ہونے

والے مقتدی کی وہ رکعت شمار نہ ہوگی۔ کیونکہ اس نے فاتحہ نہیں پڑھی۔ جبکہ ائمہ اربعہ اس کے قائل ہیں کہ وہ رکعت شمار ہوگی۔

معنوی حیثیت :

میں نے عرض کیا تھا کہ تحقیق کے تین مدارج ہیں : (۱) ثبوت۔ یہ مرحلہ مکمل ہوا کہ زیر بحث حدیث نہ سنداً مقبول ہے اور نہ متناً۔ اب دوسری بات کی تحقیق کی ضرورت ہی نہیں، لیکن مخالف کو گھر تک پہنچانے کے لئے۔ اس پر مختصراً عرض .... یہاں یہ قاعدہ اور اصول خوب یاد رہے کہ کتاب و سنت میں فہم فقیہ حجت ہے، کسی سفیہ کے فہم کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہ مکمل حدیث وجوب و فرضیت فاتحہ خلف الامام پر ہرگز دلالت نہیں کرتی۔ (۱) تو نافع اور عبادہ کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ عبادہ صرف اباحت فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔ اگر ان کے ہاں یہ مستحب اور مسنون ہوتی تو وہ نافع کو ضرور ترغیب دیتے۔ کیونکہ صحابہ کرام سنت کے ترک کو کب برداشت کرتے تھے۔ پھر جب کہ سنت کا تارک سنت پر معترض بھی ہو اور اگر واجب یا فرض جانتے تو ضرور نافع کو تاکید فرماتے۔ خصوصاً اس وقت تو یہ نہایت اہم ہو جاتا ہے کہ ایک شخص خود تو فرض کا تارک ہو اور ادا کرنے والے پر بھی اعتراض کر رہا ہو۔

جملہ استثنائیہ :

یہ مفصل حدیث جملہ استثنائیہ پر ختم ہو رہی ہے۔ فلا تقرء وابشیء من القران اذا جهرت الا بام القران (ابوداؤد، نسائی) اور اصول یہ ہے کہ مستثنیٰ کا حکم مستثنیٰ منہ کے خلاف ہوتا ہے۔ اگر ایک میں اثبات ہوگا تو دوسرے میں نفی ہوگی۔ اور اگر ایک میں نفی ہوگی تو دوسرے میں اثبات ہوگا۔ اسی لئے علماء اصول نے لکھا ہے کہ مستثنیٰ منہ کے لئے جو حکم کسی جملہ میں ثابت ہو، اس کی ضد مستثنیٰ میں ثابت ہو جاتی ہے۔ اگر نفس الامر میں اس کی ضد ایک ہی ہو تو وہ حتما

متعین ہوگی۔ جیسے کل شیء هالك الا وجهه۔ اور اگر اس مستثنیٰ منہ کے لئے اضداد کثیرہ ہوں اور وہ اضداد کثیرہ بصورت کلیات مشککہ درجات میں متفاوت ہوں تو اس صورت میں مستثنیٰ کے لئے ضد ادنی تو بلا قرینہ ثابت ہوگی۔ مثلاً یہاں نہی سے استثناء ہے تو اس کی ضد ادنی اباحت تو بلا قرینہ ثابت ہوگی۔ ہاں دوسرے دلائل و قرائن ہوں تو ضد اوسط یعنی سنیت اور ضد اعلیٰ یعنی وجوب بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

مثال اول : ایک عورت عدت میں ہے۔ اس کے بارے میں ارشاد ہے "اور کچھ گناہ نہیں تم پر اس میں کہ اشارہ میں کہو پیغام نکاح ان عورتوں کا یا پوشیدہ رکھو اپنے دل میں۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم البتہ ان عورتوں کا ذکر کروگے"۔ آگے فرمایا: "ولکن لا تواعدو هن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا(۲:۲۳۴) لیکن ان سے نکاح کا وعدہ نہ کررکھو چھپ کر مگر یہی کہ کہہ دو بات رواج شریعت کے موافق"۔ اب دیکھئے جو عورت عدت گزار رہی ہے اس سے نکاح کے پیغام کے بارہ میں خفیہ ساز باز سے منع کیا گیا۔ البتہ اس نہی سے رواج شریعت کے موافق بات کہنے کو مستثنیٰ قرار دیا۔ تو رواج شریعت کے مطابق بات کہنے کی صرف اجازت ہوگی۔ کوئی کہے یا نہ کہے یہ اباحت نہیٰ کی ضد ادنی ہے۔ کوئی بیوقوف یہ نہیں سمجھے گا کہ ہر آدمی پر فرض ہے اس عورت کو شریعت کے موافق بات کہے۔ بلکہ ہر عاقل یہی کرے گا کہ درجہ اباحت میں بھی ایسی بات نہ کہے۔

مثال دوم : فرمان خداوندی ہے: "نہ بناویں مسلمان کافروں کو دوست مسلمانوں کو چھوڑ کر۔ اور جو کوئی یہ کام کرے تو نہیں اس کو اللہ سے کچھ تعلق۔ الا ان تتقوا عنهم تقاة۔ مگر اس حالت میں کرنا چاہو تم ان سے بچاؤ (۲۸:۳) اس میں کفار سے دلی دوستی سے نہی فرمائی اور صرف بچاؤ کی ضرورت کا استثناء

فرمایا کہ ایسی حالت میں ان سے مدارت کی اجازت ہے اگر کرے تو۔ مگر کسی کے ہاں یہ کفار سے دوستی فرض واجب نہیں۔

مثال سوم : ارشاد الٰہی ہے: "اے ایمان والو! نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق۔ الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم۔ مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے (۲۹:۴) اب یہاں تجارت کی اجازت ہے۔ کسی کے ہاں بھی ہر شخص پر تجارت کرنا فرض نہیں۔ اسی طرح احادیث میں بھی اس کی بہت سی مثالیں ہیں: عورت اپنے خاوند کے مال سے کچھ خرچ نہ کرے۔ الا باذن زوجھا۔ مگر خاوند کی اجازت سے۔ (ترمذی) یہ اذن اباحت کا ہے نہ کہ وجوب کا۔ نیز فرمایا بیع سے الگ نہ ہو مگر رضا سے۔ اب اگر بیع تام ہوگئی تو اکٹھے بیٹھنا حرام نہیں۔ البتہ چلے جانے کی اجازت ہے۔ عورت روزہ نہ رکھے مگر خاوند کی اجازت سے۔ اجازت کے ساتھ روزہ رکھنا کسی کے نزدیک فرض نہیں ہو جاتا۔

اس کی ایک اور بالکل عام فہم مثال لیں۔ مثلاً ایک لڑکا روزانہ گھر سے سکول جاتا ہے اور چھٹی کے بعد سیدھا گھر نہیں آتا' کبھی کسی دوست کے ساتھ چلا گیا' کبھی کسی کے ساتھ۔ اور دیر سے گھر آتا ہے۔ والدین پریشان ہوتے ہیں۔ تو ایک دن والد صاحب نے ڈانٹا کہ خبردار! سکول سے چھٹی کے بعد سیدھے گھر آنا ہے' کسی کے گھر نہیں جانا مگر خالہ کے گھر۔ تو پہلی جماعت کا بچہ بھی یہ نہیں سمجھے گا کہ جیسے روزانہ سکول جانا ضروری ہے ایسے ہی خالہ کے گھر جانا بھی ضروری ہے۔ بلکہ وہ بھی یہی سمجھے گا کہ خالہ کے گھر جانے کی صرف اجازت ہے' پٹائی نہیں ہوگی' بلکہ خالہ کے گھر نہ جانا اور سیدھے گھر آنا ہی اصل بات ہے۔ اسی طرح اس زیر بحث حدیث میں آپ ﷺ نے اپنے پیچھے جہری نمازوں میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا۔ وانا اقول مالی ینازعنی القران فلا تقرء وا بشئ من القران اذا جھرت الا بام القران (ابوداؤد ص۲۱۸' ج۱) کہ باقی قرآن میں میرے

ساتھ منازعت نہ کرو مگر فاتحہ میں منازعت کر لیا کرو۔

منازعت کا معنی :

ہمارے ہاں منازعت کا معنی کسی کا حق چھیننا ہے۔ جیسے حدیث قدسی میں ہے کہ خداوند قدوس فرماتے ہیں عظمت و کبریائی میرا حق ہے' جس نے اس میں مجھ سے منازعت کی یعنی خود تکبر کرکے میرے حق میں دست درازی کی' میں اس کی کمر توڑ دوں گا۔ جس طرح کبریائی خداوند قدوس کا حق ہے' اور کوئی تکبر کرے تو اس نے خدا تعالیٰ کا حق چھینا۔ اسی طرح نماز باجماعت میں قراءت امام کا حق ہے۔ اگر مقتدی بھی قراءت کرتا ہے تو وہ اپنے امام کا حق چھینتا ہے۔ اور سب جانتے ہیں کہ مقتدی کا کام امام کی متابعت ہے نہ کہ امام سے منازعت۔ تو گویا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قراءت قرآن کے وقت کوئی میری متابعت سے نہ نکلے۔ ہاں اگر کوئی متابعت سے نکل کر منازعت میں آنا چاہتا ہے تو صرف فاتحہ میں کرے۔ اور اصل تو یہی ہے کہ امام کا حق نہ چھینا جائے اور متابعت ہی کی جائے۔ پھر مالی کا لفظ بھی اظہار غضب کے لئے آتا ہے جیسے مالی لا اری الهدهد۔ تو اگر اباحت ہو بھی تو آپ کی ناراضگی سے بچنا ہی چاہئے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے جس طرح نماز میں کنکریاں ہٹانے والے کو فرمایا: ان کنت لا بد فاعلا فواحدة۔ یعنی تو نہیں رہ سکتا تو صرف ایک مرتبہ کرلے۔ اسی طرح فاتحہ خلف الامام کے بارہ میں فرمایا: ان کنتم لا بد فاعلین فليقرا احد کم فاتحه الکتاب فی نفسه (ابن ابی شیبہ ص ۴۱۰' ج ۱) اگر تم ضرور امام کے پیچھے قراءت کرنا چاہو تو تم میں سے کوئی فاتحہ پڑھ لے اپنے جی میں۔ البتہ غیر مقلدین کے ہاں منازعت کا معنی یہ ہے کہ مقتدی اتنا بلند آواز سے پڑھے کہ امام کے لئے قرآن پڑھنا مشکل ہو جائے۔ تو ان کے اس معنی کو سامنے رکھ کر حدیث کا مطلب یہ ہو گا کہ باقی قرآن تو اتنا بلند آواز سے نہ پڑھو کہ مجھے پریشانی ہو۔ ہاں

سورت فاتحہ اتنی بلند آواز سے پڑھو کہ مجھ سے منازعت ہو۔ اب ظاہر ہے کہ مقتدی جس پر متابعت فرض ہے' اس پر منازعت کو فرض نہیں کیا جاسکتا۔ اور غیر مقلدین کو اس حدیث کے مطابق فاتحہ اتنی بلند آواز سے امام کے پیچھے پڑھنی چاہئے کہ امام سے منازعت ہو جائے۔ اس پر ان کا عمل نہیں۔

جملہ تعلیلیہ :

فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرا بہا۔ یہ جملہ منکرات محمد بن اسحاق سے ہے۔ کیونکہ اس قسم کا واقعہ اسی طرح کی ضعیف سندوں کے ساتھ حضرت انس ؓ' حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ' حضرت ابو قلابہ اور رجل من اصحاب النبی سے بھی مروی ہے۔ مگر کسی میں بھی یہ نہیں کہ جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اور حدیث عبادہ ؓ میں بھی محمد بن اسحاق ہی کے طریق میں ہے' یا ابن ابی فروہ ھالک کے طریق میں۔ اس لئے یہ کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور اگر بفرض محال یہ جملہ ثابت بھی ہو تو اس سے فرضیت فاتحہ خلف الامام ثابت نہ ہوگی۔ بلکہ صرف فاتحہ خلف الامام کی اباحت کی وجہ بیان فرمادی کہ اس سورت کو باقی قرآن کی نسبت نماز سے زیادہ تعلق ہے' کیونکہ یہ نماز میں واجب معین ہے اور باقی قرآن کا پڑھنا واجب مخیر ہے۔ اور اس پر زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اثری صاحب خود اس حدیث کا یہی مطلب امام ابوحنیفہ اور امام محمد سے نقل فرماتے ہیں۔ بحوالہ امام شعرانی۔ مقتدی کو سری نمازوں میں الحمد پڑھنا علیٰ سبیل الاحتیاط مستحسن ہے۔ اس لئے کہ مرفوع حدیث میں ہے کہ سوائے فاتحہ کے کچھ نہ پڑھو۔ (توضیح الکلام ص۵۷' ج۱) اس قول کی سند ہو یا نہ ہو اثری صاحب کے ہاں ثابت ہے۔ وہ اس کو استدلال سے پیش فرما رہے ہیں۔ مگر کوئی ان سے یہ نہ پوچھے کہ اس حدیث میں تو جہری نماز کی صراحت ہے۔ اس کو سری پر کیسے فٹ کرلیا۔ اور جناب اثری صاحب کے نزدیک سری

نمازوں میں فاتحہ کے علاوہ قرآن پڑھنا مستحب ہے۔ اب منع کیوں ہوگیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب لکھنے کا مقصد مطلب پرستی ہے تحقیق حق نہیں۔

رفع تعارض :

پہلے عرض کیا گیا تھا کہ کسی حدیث پر بحث کے تین مدارج ہیں: (۱) ثبوت۔ (۲) دلالت' (۳) رفع تعارض۔ زیر بحث حدیث عبادہ ؓ کے بارہ میں اختصار کے ساتھ پہلی بحث میں معلوم ہوا کہ یہ حدیث نہ تو غیر مقلدوں کے اصول پر صحیح ہے کہ اسے خدا یا رسول ﷺ نے صحیح کہا ہو۔ اور نہ ہی دلیل اجماع سے صحیح ہے کہ چاروں ائمہ کرام جن کی فقہ امت میں اسی طرح متواتر ہے جس طرح قرآن کی سات قراءتیں' نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہو اور نہ چوتھی دلیل سے ہی اس کی صحت ثابت ہے کہ ائمہ اربعہ کے اختلافی اصولوں سے ہی کسی امام کے اصول پر اس کی صحت ثابت ہو جائے۔ دوسری بحث دلالت پر اختصار کے ساتھ ہو گئی کہ اگر بالفرض یہ ثابت بھی ہوتی تو اس سے فاتحہ کی اباحت ثابت ہو گی کہ خواہ کوئی پڑھے یا نہ پڑھے بلکہ نہ پڑھنا ہی زیادہ بہتر ہو گا۔ اب تیسری بحث شروع ہوتی ہے کہ کیا کوئی دوسری دلیل شرعی اس سے معارض ہے۔ اگر ہے تو پھر اس کا حل کیا ہے؟ تو یہ حدیث کئی ایک آیات واحادیث سے متعارض ہے۔

آیت اول :

لا تجهر بصلوتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذالك سبيلا (بنی اسرائیل-۱۱۰) "اور پکار کر مت پڑھ اپنی نماز اور نہ چپکے پڑھ اور ڈھونڈ لے اس کے بیچ میں راہ۔" حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں چھپ کر نماز باجماعت پڑھاتے۔ اور (جہری) نماز میں بہت بلند آواز سے قراءت کرتے۔ تو مشرکین مکہ قراءت کی آواز سن کر گالیاں بکنے لگتے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا کہ نہ تو آپ اتنی بلند آواز سے

قراءت کریں کہ کافر سن کر گالیاں بکیں اور نہ اتنی آہستہ قراءت کریں کہ آپ کے صحابہ جو آپ کے پیچھے مقتدی ہیں ان کو بھی نہ سنائیں (بخاری ص ۶۸۲ ج ۲۔ مسلم، نسائی، ترمذی) اس حدیث پاک سے اور آیت کریمہ سے صاف واضح ہو گیا کہ امام کی جہر قراءت کا مقصد ہی مقتدیوں کو سنانا ہے۔ اور یہ کہ صحابہ کرام آنحضرت ﷺ کی اقتداء میں قرآن سنا کرتے تھے نہ کہ خود پڑھا کرتے تھے۔ اسی لئے شیخ ابن تیمیہ یہاں تک فرماتے ہیں کہ جو امام کے جہر کو نہیں سنتا وہ گدھا ہے۔ اور زیر بحث حدیث اس آیت کے خلاف مقتدیوں کو سننے کی بجائے پڑھنے کی اجازت دیتی ہے۔

دوسری آیت :

قال قد اجیبت دعوتکما فاستقیما ولا تتبعن سبیل الذین لا یعلمون (یونس-۸۹) "فرمایا قبول ہو چکی دعا تمہاری۔ سو تم دونوں ثابت رہو اور مت چلو راہ ان کی جو ناواقف ہیں۔"

آیت ۸۸ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا ہے جو قال موسیٰ کے صیغہ سے شروع ہو رہی ہے۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام اکیلے دعا مانگ رہے ہیں۔ لیکن آیت ۸۹ میں ہے کہ دونوں کی دعا قبول ہو گئی۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ دعا موسیٰ علیہ السلام نے مانگی تھی اور ہارون علیہ السلام نے ان کی دعا پر آمین کہہ دی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ دعا موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے بھی قبول ہو گئی، کیونکہ انہوں نے خود دعا مانگی تھی اور ہارون علیہ السلام کی طرف سے بھی وہی دعا قبول ہو گئی۔ کیونکہ اگرچہ حضرت ہارون علیہ السلام نے دعا خود نہیں مانگی تھی مگر اس دعا پر آمین کہہ دی تھی تو وہ دعا ان کی طرف سے بھی قبول ہو گئی۔ اسی لئے اس مسئلہ پر پوری امت کا اتفاق ہے کہ اگر ایک آدمی دعا کرے اور باقی اس دعا پر آمین کہہ لیں تو وہ دعا سب کی طرف سے ہو جاتی ہے۔ جہری نماز میں جب

امام سورت فاتحہ پڑھتا ہے اور سورت فاتحہ میں جمع کے صیغے ہیں۔ پھر مقتدی امام کی فاتحہ پر آمین کہہ لیتے ہیں تو وہ فاتحہ سب کی طرف سے اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتے ہیں۔ لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ غیر مقلد قبول نہیں کرتے۔

تیسری آیت :

لا تحرك به لسانك لتعجل به۔ ان علينا جمعه و قرانه۔ فاذا قراناه فاتبع قرانه (القيامه-۱۷-۱۸) "نہ چلا تو اس کے پڑھنے پر اپنی زبان تاکہ جلدی اس کو سیکھ لے۔ وہ تو ہمارا ذمہ ہے۔ اس کو جمع رکھنا تیرے سینے میں اور پڑھنا تیری زبان سے۔ پھر جب ہم پڑھنے لگیں فرشتہ کی زبانی تو ساتھ رہ اس کے پڑھنے کے۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن پڑھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آہستہ آہستہ پڑھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ مبارک ہلتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرما دیا کہ جب جبرئیل ہماری طرف سے قرآن پڑھے تو اتباع کر اور اتباع کا معنی ہے فاستمع له وانصت کہ ادھر توجہ کر اور خاموش رہ۔ معلوم ہوا کہ اگر زبان حرکت کر جائے تو بھی انصات اور اتباع کے خلاف ہے اور اگر ہونٹ حرکت کر جائیں تو بھی انصات اور اتباع کے خلاف۔ معلوم ہوا کہ جب قرآن پڑھے تو اس کی اتباع اس کے ساتھ ساتھ پڑھنا نہیں۔ بلکہ ہمہ تن متوجہ ہو کر ایسا خاموش رہنا کہ نہ زبان حرکت کرے نہ ہونٹ۔ اب غور کرو کہ حدیث زیر بحث مقتدی کو متابعت سے نکال کر منازعت کی اجازت دے رہی ہے جو قرآن پاک کے خلاف ہے۔

چوتھی آیت :

واذا قرى القران فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون (الاعراف-۲۰۴) "اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو

اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔"

اس آیت کریمہ سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ جب کوئی قرآن پڑھے تو سب توجہ کریں اور خاموش رہیں۔ اور اتنا بھی معلوم ہوا کہ پڑھنے والا ایک ہوگا اور خاموش رہنے والے زیادہ ہوں گے۔ امام نسائی نے اپنی کتاب میں اس آیت کریمہ کا باب باندھا۔ اور اس کے نیچے حدیث رسول واذا قرا فانصتوا ذکر فرمائی۔ جس سے یہ بات دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہوگئی کہ آنحضرت ﷺ نے اس آیت کا تعلق نماز باجماعت کے ساتھ جوڑا۔ اور فرمایا کہ جب نماز باجماعت میں امام قراءت کرے، یعنی فاتحہ و سورت پڑھے تو تم خاموش رہو۔ امام نسائی نے اس آیت کریمہ اور حدیث پاک کو زیر بحث حدیث عبادہ ؓ کے بعد لکھا ہے تاکہ یہ بات واضح ہوجائے کہ اگر بالفرض زیر بحث حدیث عبادہ صحیح بھی ہو تو قرآن پاک میں سے ۱۱۳ سورتوں کا پڑھنا تو فرش والے یعنی رسول اقدس ﷺ نے منع فرمادیا تھا۔ ایک فاتحہ کی اجازت تھی۔ اس کو منع کرنے کے لئے عرش والے نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی۔ اب پورے قرآن کا مسئلہ واضح ہوگیا کہ امام کے پیچھے حالت قراءت میں مقتدی نے قرآن میں سے کچھ نہیں پڑھنا۔

مکہ مکرمہ :

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے اور فرماتے کہ "آیت واذا قری القران کے پیش نظر(نماز سے باہر کوئی قرآن پڑھے تو) تو کوئی پابندی نہیں۔ کوئی سننا چاہے سنے اور جانا چاہے چلا جائے۔ یہ آیت تو فرض نماز اور نماز جمعہ و نماز عیدین کے بارہ میں نازل ہوئی ہے کہ جب امام ان میں قراءت کرے تو نہ مقتدی جماعت کو چھوڑ کر جا سکتا ہے نہ امام کے ساتھ پڑھنے کی اجازت ہے۔ بلکہ وہ امام کے قرآن کی طرف کان لگائے اور خاموش رہے۔ خود

نہ پڑھے (کتاب القراۃ ص ۸۸) بلکہ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ فرمایا کرتے تھے کہ جو اس آیت کے نازل ہونے کے بعد امام کے پیچھے قراءت کرتے ہیں وہ گدھوں سے زیادہ جفا پیشہ ہیں (کتاب القراۃ) لیکن پورے مکہ مکرمہ میں ایک صحابی اور ایک بھی تابعی مفسر کی آواز اس کے خلاف نہ اٹھی کہ اس آیت کا تعلق نماز باجماعت سے نہیں۔

مدینہ منورہ :

حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل (یہودی اور عیسائی) جب باجماعت نماز پڑھتے تو اپنے امام کے پیچھے قراءت کرتے (اس طریقہ پر ابتداء میں صحابہ بھی آپ کے پیچھے قراءت کرتے رہے) لیکن اللہ تعالیٰ کو زیادہ دیر تک یہ پسند نہ آیا (کہ امت محمدیہ بھی یہودی طرز پر امام کے پیچھے قراءت کرے) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت واذا قری القران نازل فرمادی کہ جب نماز باجماعت میں امام قرآن پڑھے تو تم توجہ کرو اور خاموش رہو' تاکہ تم پر رحم ہو۔ (الدر المنثور)

اور پورے مدینہ منورہ میں کسی ایک بھی صحابی تابعی مفسر کی آواز اس کے خلاف نہ اٹھی۔ معلوم ہوا اس پر سب کا اتفاق تھا۔ حضرت مجاہد تابعی مدنی بھی فرماتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نماز میں قراءت کرتے تھے۔ آپ کے ساتھ ایک انصاری جوان بھی پڑھتا تھا۔ اس پر آیت واذا قری القران نازل ہوئی۔ امام زہری بھی یہی روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نماز میں قراءت کرتے تھے اور ایک انصاری نوجوان بھی آپ کے ساتھ قراءت کرتا تھا تو یہ آیت واذا قری القران نازل ہوئی۔ اور اس بات کا مدینہ کے کسی صحابی یا تابعی مفسر نے انکار نہ کیا۔ ان روایات سے یہ بھی صراحتاً معلوم ہوا کہ یہ آیت مدنی ہے۔

کوفہ :

دور صحابہ و تابعین میں کوفہ بھی دار العلم تھا، جس میں ایک ہزار سے زیادہ صحابہ اور ہزارہا تابعین تھے۔ یہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ درس کتاب و سنت دیتے تھے۔ آپ ہی مسجد اعظم کوفہ میں امام نماز تھے۔ آپ نے سنا کہ چند آدمی امام کے ساتھ قراءت کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم سمجھ اور عقل سے کام لو۔ جب امام نماز میں قرآن کی قراءت کرے تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے (ابن جریر ص ۱۰۳، ج ۹) نیز فرماتے: "امام کے پیچھے خاموشی اختیار کرو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ خود پڑھنے سے امام کی قراءت سننے سے آدمی رہ جاتا ہے۔ اور امام کا پڑھنا ہی تمہیں کافی ہے (الگ قراءت کی ضرورت نہیں) (کتاب القراۃ) اور پورے کوفہ میں کسی صحابی یا تابعی مفسر نے یہ نہیں کہا کہ اس آیت کا نماز باجماعت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

بصرہ :

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بھی اس آیت کا شان نزول نماز ہی بتاتے ہیں اور امام حسن بصری بھی یہی بتاتے ہیں (کتاب القراۃ) اور کسی بھی صحابی یا تابعی مفسر نے بصرہ میں اس کا انکار نہیں کیا۔ اس پر ایک لشکری بولا ہم صحابہ کو نہیں مانتے۔ ہمارے عبداللہ بہاولپوری اور عبداللہ ڈیرہ غازیخان نے کہا ہے کہ یہ آیت ہمارے لئے ہے ہی نہیں، یہ تو کافروں کے لئے ہے۔ اس پر سب لوگ اس جسارت پر انگشت بدنداں رہ گئے۔ معلوم ہوا کہ زیر بحث حدیث نزول آیت سے پہلے دور کی ہے۔ جس طرح بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے والی حدیث آیت فول وجھك شطر المسجد الحرام سے پہلے کی ہے اور نماز میں باتیں کرنے والی روایات آیت قوموا للّٰہ قانتین سے پہلے کی ہیں۔

حدیث منازعت :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے اور یہ ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے بھی ابھی میرے ساتھ قراءت کی ہے؟ ایک شخص بولا جی ہاں یا رسول اللہ! میں نے قراءت کی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا جبھی تو میں (دل میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قراءت میں منازعت اور ہاتھا پائی کیوں ہو رہی ہے؟ اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ جہر کرتے تھے لوگوں نے آپ کے پیچھے قراءت ترک کردی (موطا امام مالک) یہ ثلاثی اور عالی الاسناد حدیث ہے۔ اس پر غور فرمائیں کہ اس نماز میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ شریک ہیں۔ گویا یہ اس زمانہ کی حدیث ہے جب لوگ دھڑا دھڑ خود آکر اسلام قبول کر رہے تھے اور یدخلون فی دین اللّٰہ افواجا کا منظر سامنے تھا۔ اس وقت مسجد نبوی کتنی بھری ہوئی ہوگی۔ لیکن پوری مسجد میں صرف ایک آدمی نکلا جس نے آپ ﷺ کے ساتھ قراءت کی۔ حضرت ابو ہریرہ رجل نکرہ استعمال فرما رہے ہیں۔ گویا یہ شخص کوئی اکابر اور حاضرباش صحابہ میں سے نہ تھا۔ ورنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ضرور اس کا نام بیان فرماتے۔ اب مسجد کے وہ تمام نمازی جنہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ قراءت نہ کی تھی ان سے تو آپ ﷺ نے نہیں فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی نہ انہیں ڈانٹا۔ لیکن اس شخص کی دیکھو کیسی شامت آئی۔ آپ غصے میں اسے ڈانٹ رہے ہیں۔ اسے سمجھا رہے ہیں کہ تیرا فرض متابعت تھا تو منازعت پر کیوں اتر آیا۔ اس کے بعد سب لوگ جہری نمازوں میں آپ ﷺ کے پیچھے قراءت سے رک گئے۔ اب ایک بھی قراءت خلف الامام کا قائل نہ رہا۔

۱۔ دور حاضر کے غیر مقلدین کے مایہ ناز محدث جناب ناصرالدین البانی نے اپنی کتاب صلاۃ النبی میں زیر بحث حدیث عبادہ لکھ کر پھر حدیث منازعت نقل کی ہے

اور صراحتاً تسلیم کیا ہے کہ یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ناسخ ہے اور حدیث عبادہ منسوخ ہے۔

۲- امام ابوبکر بن ابی شیبہ ۲۳۵ھ نے ص ۴۱۰' ج ا پر حدیث عبادہ پر یہ باب باندھا ہے: من رخص فی القراۃ خلف الامام کہ اس سے صرف رخصت ثابت ہوئی۔ پھر ص ۴۱۲' ج ا پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث منازعت لائے ہیں اور اس پر باب ان الفاظ میں باندھا ہے۔ باب من کرہ القراۃ خلف الامام۔ گویا اب حدیث عبادہ پر عمل مکروہ قرار دے دیا گیا۔

۳- امام عبد الرزاق (۱۲۶-۲۱۱ھ) نے ص ۱۳۰' ج ۲ پر حدیث عبادہ کو موقوفاً ذکر کیا ہے۔ اور ابی امیہ ازدی اور رجا بن حیوہ دونوں نے عبادہ پر اعتراض ہی کیا ہے۔ پھر ص ۱۳۵' ج ا پر حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ منازعت لائے ہیں۔ اور کئی اور احادیث مرفوعہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لائے ہیں کہ جس نے امام کے پیچھے قراءت کی وہ فطرت سے ہٹ گیا۔ اور زید بن ثابت فرماتے ہیں جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اور یہ کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' ابوبکر' عمر اور عثمان امام کے پیچھے قراءت سے منع کرتے تھے ص ۱۳۹' ج ۲۔ اور یہ کہ سری نمازوں میں قراءت خلف الامام کی بدعت ابن زیاد کی وجہ سے شروع ہوئی ص ۱۴۱' ج ۲۔

۴- امام ابوداؤد نے بھی پہلے حدیث عبادہ کا ذکر فرمایا اور اگلے باب میں حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث منازعت لاکر اس ترتیب سے واضح کردیا کہ حدیث عبادہ پہلے زمانے کی ہے اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کی ناسخ ہے۔

۵- امام ترمذی بھی زیر بحث حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث منازعت لائے ہیں۔ جس سے واضح کردیا کہ پہلے باب القراۃ خلف الامام میں امام کے پیچھے صرف فاتحہ کی اجازت تھی۔ دوسرے باب ترک القراۃ خلف

الام میں بتادیا کہ فاتحہ بھی امام کے پیچھے ترک کردی گئی۔ اور اسی پر تمام صحابہ کرام کا اتفاق ہوگیا۔

ڈانٹ ڈپٹ :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے مقتدیوں سے پوچھا کیا اب بھی کوئی میرے ساتھ قراءت کرتا ہے تو صرف ایک آدمی قراءت کرنے والا نکلا۔ اور باقی سب معروف صحابہ میں سے کوئی قراءت خلف الامام کا قائل نہ تھا۔ ان کو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہیں فرمائی۔ لیکن وہ ایک آدمی جس نے قراءت کی تھی اسی کو ڈانٹ ڈپٹ فرمائی۔ اس لئے صحابہ اور تابعین نے بھی ہمیشہ قراءت خلف الامام کے قائلین کو ڈانٹ ڈپٹ فرمائی۔ قراءت نہ کرنے والوں کو کبھی ڈانٹ ڈپٹ نہ فرمائی۔

الامام المجتہد امام محمد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ کاش امام کے پیچھے قراءت کرنے والے کے منہ میں پتھر ہوتا۔ حضرت زید بن ثابت جنہوں نے قرآن پاک جمع فرمایا کہ جو امام کے پیچھے قراءت کرے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور مستجاب الدعوات ہیں' فرماتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ جو امام کے پیچھے قراءت کرے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔ (موطا محمد ص۱۰۱) خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں جس نے امام کے ساتھ قراءت کی وہ فطرت (دین حق) پر نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت اسود نخعی اور حضرت علقمہ بن قیس فرماتے ہیں کہ اس کے منہ میں مٹی ہو۔ اور ایک قول میں اسود اور علقمہ سے انگارہ کا لفظ ہے۔ اور باب مدینہ العلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی ایک ارشاد ہے کہ جو امام کے ساتھ قراءت کرے اس کی نماز نہیں ہوتی

(عبدالرزاق) امام ابو بکر بن ابی شیبہ اور امام طحاوی نے بھی ایسی بہت سی ذاتیں نقل فرمائی ہیں۔ ایک لشکری کہنے لگا کہ بہت سے صحابہ اور تابعین ہماری طرح یہ کہتے تھے کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت نہ کرے اس کی نماز باطل اور بے کار ہے۔ میں نے کہا کہ یہ سب صحابہ اور تابعین پر جھوٹ ہے۔ کسی ایک صحابی اور تابعی سے بھی آپ ثابت نہیں کرسکتے کہ اس نے کہا ہو کہ جو امام کے پیچھے قراءت نہ کرے اس کی نماز باطل اور بے کار ہے۔ ہم نے کہا آپ یہ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم سے دکھا سکتے ہیں؟ وہ نہ دکھا سکا۔ کیا باقی عشرہ مبشرہ سے دکھا سکتے ہیں؟ وہ نہ دکھا سکا۔ کیا مہاجرین صحابہ سے دکھا سکتے ہیں؟ مگر وہ نہ دکھا سکا۔ کیا انصار صحابہ سے دکھا سکتے ہیں؟ وہ نہ دکھا سکا۔ کیا بعد میں ایمان لانے والے صحابہ سے دکھا سکتے ہیں؟ وہ نہ دکھا سکا۔ اسی طرح پوچھا گیا کہ مکہ مکرمہ کے کسی فقیہ تابعی سے دکھا دیجئے۔ خاموش۔ مدینہ منورہ کے کسی فقیہ سے کہلوا دیجئے۔ خاموش۔ کوفہ کے کسی فقیہ تابعی کا فتویٰ لے آیئے۔ خاموش۔ بصرہ کے کسی فقیہ تابعی کا قول پیش کر دیجئے۔ لیکن وہاں موت کی سی خاموشی تھی۔ سب لوگوں نے سمجھایا کہ دین کی عظمت کا خیال رکھو۔ دین میں اتنی دلیری سے جھوٹ بولنے سے انسان کی دنیا و آخرت دونوں برباد ہو جاتی ہیں۔

یادداشت :

(۱) ہر مسلمان جانتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کچھ عرصہ بیت المقدس کی طرف نماز ادا فرماتے رہے کیونکہ یہ پہلی شریعتوں کا قبلہ تھا۔ پھر جب اس شریعت کا حکم نازل ہوگیا کہ مسجد حرام کی طرف منہ کرکے نماز پڑھو تو پہلی شریعت کا حکم ختم ہوگیا۔ اسی طرح بعض احادیث سے جو پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام نماز میں بات کرلیا کرتے تھے، تو یہ حکم کوئی قرآن حدیث نے نہیں دیا تھا۔ بلکہ یہود و نصاریٰ کی شریعتوں میں نماز میں بات چیت جائز تھی۔ اور ابھی تک اس

شریعت میں منع نہیں آیا تھا۔ پھر جب آیت قوموا للہ قانتین نازل ہوئی تو حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا (بخاری مسلم) اب کلام ہر نماز میں منع ہوگیا۔ کسی نے یہ تقسیم نہ کی کہ جہری نمازوں میں کلام منع ہے سری میں نہیں۔ یا امام سورت پڑھے تو کلام منع ہے' فاتحہ پڑھے تو منع نہیں۔ یا بلند آواز سے نماز میں کلام منع ہے' آہستہ آواز سے منع نہیں۔ بلکہ ہر نمازی کے لئے ہر قسم کا کلام منع ہوگیا۔ اسی طرح صحابہ کرام جو امام کے پیچھے قراءت کرتے تھے اس کا کبھی اسلام میں حکم نازل نہیں ہوا بلکہ بروایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ بنی اسرائیل اپنی نماز میں امام کے پیچھے قراءت کرتے تھے۔ اسی پہلی شریعت کے مطابق یہ حضرات قراءت کرتے رہے۔ پھر جب آیت کریمہ نازل ہوئی تو قراءت خلف الامام سے منع کر دیا گیا۔ اب نہ جہری نماز میں مقتدی کے لئے قراءت کی گنجائش رہی اور نہ سری میں' نہ فاتحہ پڑھنے کی گنجائش رہی اور نہ سورت پڑھنے کی۔ نہ بلند آواز سے پڑھنے کی گنجائش رہی نہ آہستہ آواز سے پڑھنے کی۔ اور چاروں اماموں کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے کہ رکوع پانے والے کی رکعت شمار ہوگی۔

(۲) پہلے لوگ شراب پیتے تھے۔ اس لئے بعض حضرات مسلمان ہونے کے بعد بھی پیتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آہستہ آہستہ احکام منع نازل فرمائے۔ پہلے صرف اتنا ارشاد فرمایا کہ شراب اور جوئے کا گناہ نفع سے زیادہ ہے۔ تو اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی وقت چھوڑ گئے۔ پھر خاص اوقات نماز میں شراب پینے سے صراحتاً منع کر دیا گیا۔ اور آخرکار سورۃ المائدہ میں شراب کی ہمہ وقتی ممانعت نازل ہوگئی۔ اب کسی وقت بھی شراب کے استعمال کی کوئی گنجائش نہیں۔ کتب احادیث و تاریخ میں ہر دور کے واقعات مل سکتے ہیں۔ لیکن پہلے اور دوسرے دور کے واقعات کو اب عوام کے سامنے لاکر جواز شراب کے شبہات پیدا کرنا دین کی

کوئی خدمت نہیں ہے۔

اسی طرح اب یہ مسئلہ بھی سمجھیں کہ نماز میں قراءت کے دو حصے ہیں۔ ایک فاتحہ اور ایک سورت۔ فاتحہ میں بندے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی ہدایت کی درخواست پیش کرتے ہیں۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ فاتحہ کے بعد والی ۱۱۳ سورتیں اسی دعاء و درخواست کا جواب ہیں ذالک الکتاب لا ریب فیه ھدی للمتقین۔ اے ہدایت کی درخواست کرنے والے یہی کتاب راہ ہدایت ہے۔ اب ہدایت کی درخواست تو سب کرتے تھے۔ اس درخواست کا جواب تلاوت سورت میں امام خدا کی طرف سے دیتا ہے۔ اسی لئے سب بندوں کو ہمہ تن گوش ہو کر اپنی درخواست کا جواب سننے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ جہری نماز میں فاتحہ کے علاوہ ۱۱۳ سورتوں کا پڑھنا مقتدیوں کو منع کر دیا گیا۔ اور کہا گیا کہ اپنی درخواست کا جواب خدا کی طرف خدا کے نمائندے یعنی امام کی زبان سے سنو۔ یہ پہلا منع تھا۔ اب بنی اسرائیل میں چونکہ آمین نہیں تھی اس لئے درخواست والا حصہ پڑھنے کی بھی سب کو اجازت تھی۔ چنانچہ اس امت میں بھی ابتداء میں یہی طریقہ رہا' لیکن جب اس امت کو آمین سے نوازا گیا اور حکم ہوا کہ امام کی فاتحہ پر آمین کہا کرو تو اب یہ مجموعی درخواست قرار پائی۔ اب ہر مقتدی کو الگ الگ فاتحہ پڑھنے کی جہری نمازوں میں گنجائش نہ رہی۔ اب فاتحہ میں امام سب مقتدیوں کا نمائندہ قرار پایا۔ اور اس کے بعد والی قراءت میں بندوں کی درخواست کا جواب دینے میں خدا کا نمائندہ قرار پایا۔ جیسے ایک پورے محلے نے بجلی کی درخواست دینی ہو تو درخواست ایک ہی آدمی لکھے گا' دستخط اور نشان انگوٹھا باقی بھی لگا دیں گے۔ اب وہ درخواست صرف ایک آدمی کی نہیں ہوگی جس نے خود لکھی ہے' بلکہ ان سب کی طرف سے بھی ہوگی جن کے دستخط اور نشان انگوٹھے پر ثبت ہیں۔ اسی طرح جب جہری نماز میں امام نے فاتحہ پڑھی اور

باقی نے آمین کہہ لی تو وہ فاتحہ صرف امام ہی کی طرف سے نہیں ہوگی بلکہ سب مقتدیوں کی طرف سے ہوگی۔ اب جس طرح اکٹھی درخواست کے بارہ میں یہ کہنا کہ وہ صرف ایک لکھنے والے کی طرف سے ہے' باقی اہل محلہ کی طرف سے نہیں ایک حماقت اور جہالت ہے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ امام کی فاتحہ صرف امام کی طرف سے ہوئی ہے۔ اور مقتدیوں کی طرف سے نہیں ہوئی' بالکل غلط بات ہے۔ یہ دوسرا قدم تھا۔ پھر قرآن پاک کی آیت نے نازل ہو کر جہری اور سری میں مطلق قراءت سے منع کر دیا۔ اب نہ مقتدی کے لئے فاتحہ کی گنجائش رہی نہ سورت کی' نہ آہستہ آواز سے قراءت کی اور نہ بلند آواز سے قراءت کی۔ یہ آخری اور تکمیلی قدم تھا جس سے مسئلہ مکمل ہوگیا۔ اب اسی مکمل مسئلہ پر عمل کرنا چاہئے اور اسی کی اشاعت ہونی چاہئے۔ اس کے بارہ میں وسوسے ڈالنے سے توبہ کرنی چاہئے۔

یہ بدعت کب شروع ہوئی؟

مسئلہ تو صاف طور پر معلوم ہوگیا۔ امام ابراہیم نخعی (۹۰ھ) فرماتے: ما کانوا یقرون خلف الامام حتی کان ابن زیاد فقیل لھم اذالم یجھر لو یقرا فی نفسہ فقرا الناس (عبدالرزاق ص۱۴۱' ج ۲) کہ کوئی بھی امام کے پیچھے قراءت نہیں کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ابن زیاد جب نماز پڑھانے لگا تو اس کے بارہ میں کہا گیا کہ سری نمازوں میں امام بن کر بھی قراءت نہیں کرتا۔ (اب جب امام قراءت کرے تو مقتدیوں کی طرف سے ادا ہو۔ اور اگر امام ہی قراءت نہ کرے تو مقتدیوں کی طرف سے کیسے ادا ہوگی) تو پھر لوگ (سری نمازوں میں اس کے پیچھے اپنی) قراءت کرنے لگے اور یہی امام ابراہیم نخعی تابعی فرماتے ہیں: سب سے پہلی بدعت اسلام میں قراءت خلف الامام کی شروع ہوئی (یعنی) اور یہی امام ابراہیم نخعی فرماتے۔ سب سے پہلے جس نے امام کے پیچھے قراءت (کی بدعت شروع) کی وہ شاق یعنی امت میں پھوٹ ڈالنے والا تھا

اور نسخہ میں ہے فساق کہ وہ ایک بد معاش آدمی تھا۔ اور ایک روایت میں اس کا نام بھی بتایا ہے کہ وہ مختار تھا (ابن ابی شیبہ) گویا یہ بدعت ابن زیاد کے عہد میں شروع ہوئی اور اس کے پیچھے پڑھنے والا پہلا بدعتی مختار تھا۔ اس تاریخی بات میں ابراہیم نخعی پر کسی تابعی یا تبع تابعی نے انکار نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ ابن زیاد جیسا امام جب خود ہی قراءت نہ کرتا تو مقتدی اپنی قراءت پڑھنے پر مجبور تھے۔ اس لئے جن بعض صحابہ یا تابعین سے سری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کرنا مروی ہے ان کی یہی مجبوری ہے۔ یہ واقعہ چونکہ کوفہ میں پیش آیا' اس لئے اہل کوفہ کو پوری بات کا علم تھا کہ جن بعض صحابہ یا تابعین نے سری نمازوں میں قراءت کی وہ مجبوری تھی' کیونکہ ان کا امام قراءت نہیں کرتا تھا۔ لیکن کوفہ سے باہر بعض لوگوں کو صرف اتنی بات پہنچی کہ فلاں فلاں صحابی یا تابعی سری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کرتے تھے۔ اتنی بات سے وہ سمجھے کہ شاید اس مسئلہ میں اختلاف کی گنجائش ہے۔ چنانچہ بعض ائمہ نے سری نمازوں میں اس گنجائش کو اختیار کرلیا۔ اور مجتہد اگرچہ معصوم نہیں ہوتا لیکن مطعون بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ ہر ہر حال میں ماجور ہوتا ہے۔ صواب تک رسائی ہو تو دو اجر۔ ایک اجتہاد کا اور ایک اصابت کا اور خطا ہو جائے تو بھی اجتہاد کا اجر اسے ملتا ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ مجتہدین میں اگر اختلاف ہو تو ہمیں اس مجتہد کی تقلید کرنی لازم ہے۔ جس کا مذہب ہمارے علاقہ میں معروف اور متواتر ہے۔ اور ہمارے ملک میں سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا مذہب ہی معروف اور متواتر ہے۔ اور ان کی تحقیق کتاب و سنت کی روشنی میں یہی ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی قراءت نہ کرے' نہ فاتحہ کی اور نہ سورت کی' نہ جہری نماز میں اور نہ سری نماز میں۔ ان کے مذہب مہذب کے خلاف بعض لوگوں نے جس حدیث کی آڑلی تھی اس کی مختصر مگر مکمل تحقیق عرض کردی ہے۔ اللہ تعصب سے ہٹ کر بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اہل سنت کے اتحاد کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں۔

رفع یدین کی چار روایات کی تحقیق

ایک بزرگوار نے تاکیدی خط لکھا کہ رسالہ ''الخیر'' اور ''تجلیات صفدر'' میں رفع یدین کے بارے میں مضامین پڑھے۔ الحمد للہ بہت ہی مفید ہیں۔ لیکن چار باتوں کی تفصیل نظر سے نہیں گزری۔ اگر مؤقر ماہنامہ ''الخیر'' میں اِن پر تفصیل آ جائے تو بہت فائدہ ہوگا۔

(۱) حال ہی میں ایک رسالہ زبیر علی زئی نامی غیر مقلد کا نظر سے گزرا جس میں اُس نے سیدنا حضرت ابوھریرؓہ سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ جناب رسول اقدس ﷺ رکوع سے پہلے اور اُٹھ کر رفع یدین کرتے رہے۔''حتی فارق الدنیا'' یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو گئے. یہ حدیث اُس نے المعجم ابن الاعرابی کے حوالہ سے نقل کی ہے۔

(۲) ایک حدیث حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے صلوٰۃ الرسول میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کی ہے کہ جناب نبی اقدس ﷺ رکوع کی رفع یدین کیا کرتے تھے۔ فما زالت تلک صلوته حتی لقی الله۔ اور آپؐ اسی طرح نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ سے ملاقات فرمائی۔

(۳) حضرت عقبہ بن عامرؓ سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ نماز میں ہر رفع یدین پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اس طرح ہماری نماز میں ہر چار رکعت میں ۹۰ نیکیوں کا اضافہ ہوتا ہے۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرؓ رفع یدین نہ کرنے والے کو کنکریاں مارا کرتے تھے۔

(از پشاور)

جواب: (۱) مکرمی! پہلے نمبر پر جس حدیث کا آپ نے حوالہ دیا ہے۔ یہ واقعی

اس غیر مقلد کی ایک نئی دریافت ہے۔ کیونکہ علامہ نووی الشافعیؒ، ابن حجر الشافعیؒ، ابن قدامہ الحنبلیؒ، ابن تیمیہ الحنبلیؒ وغیرہم کسی بھی شافعیؒ یا حنبلی نے اس حدیث کو استدلال میں پیش نہیں کیا۔ شوافع اور حنابلہ اگر چہ رکوع کے وقت رفع یدین کرتے آ رہے ہیں اور یہ مسئلہ رواز نہ ہر نماز کی ہر رکعت میں پیش آتا ہے مگر اس مسئلہ کی دلیل روافض کے امام غائب کی طرح چھپی ہی رہی۔ جناب زبیر علی زئی صاحب نے جنوری ۱۹۹۷ء میں پہلی دفعہ اس کو استدلال میں پیش کیا۔ اور ہمارے غیر مقلد دوستوں کو اس پر بہت خوشی ہوئی کہ ان کا امام غائب تو ابھی تک باہر نہیں آیا۔ مگر ہماری دوام رفع یدین کی دلیل نقاب پلٹ کر سامنے آ چکی ہے۔ اور اس نئی دریافت پر غیر مقلدین شوافع اور حنابلہ پر بھی احسان جتا رہے ہیں۔ آپ بھی زیادہ دیر تک منتظر نہ رہیں۔ اس روایت کی زیارت سے مشرف ہوں۔ امام ابن الاعرابی فرماتے ہیں: **نا محمد بن عصمه نا سوار بن عماره نا رديح بن عطيه عن ابى زرعه ابن ابى عبدالجبار بن مصبح قال رائيت ابا هريرةؓ فقال لا صلين بكم صلوة رسول ﷺ لا ازيد فيه و لا انقص فاقسم بالله ان كانت هي صلوته حتى فارق الدنيا۔** ترجمہ: حضرت ابوھریرہؓ نے فرمایا کہ میں ضرور ضرور تمہیں نبی پاک ؐ والی نماز پڑھاؤں گا نہ کچھ کم کروں گا نہ زیادہ۔ پھر انہوں نے قسم اٹھا کر کہا کہ آپ ﷺ یہی نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپؐ دنیا چھوڑ گئے۔

فقمت عن يمينه لا نظر كيف يصنع فا بتدأ فكبرورفع يده ثم ركع فكبر ورفع يديه ثم سجد ثم كبر ثم سجد و كبر حتى فرغ من صلاته قال اقسم بالله ان كانت لهى صلاته حتى فارق الدنيا (المعجم ج۱ص۲۶۶ نمبر۱۴۲) ترجمہ: تو میں (ابوزرعہ) ان (ابوھریرہ) کے دائیں طرف کھڑا ہوا تو انہوں نے نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور اپنا ایک ہاتھ اٹھایا (نا معلوم کہاں تک) پھر کچھ دیر بعد رکوع کیا تو (رکوع میں جا کر) اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے (نا معلوم کہاں تک) پھر سجدہ کیا پھر اللہ اکبر کہا پھر سجدہ کیا

اور تکبیر کہی یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہوئے پھر خدا کی قسم کھائی اور فرمایا نبی پاک ؐ کی نماز آخری عمر تک یہی رہی۔

یہ وہ حدیث ہے جس میں دو دفعہ تو حضرت ابوھریرہؓ کو خدا تعالیٰ کی قسم کھانا پڑی۔ اور دو دفعہ حتی فارق الدنیا فرمانا پڑا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ نہ میں زیادتی کرونگا اور نہ کمی۔ گویا اس میں کمی زیادتی کرنے والے کی نماز نبی پاک ﷺ والی نماز نہ رہے گی۔ آیئے پہلے اس کی سند کی سیر کریں:

(۱) آجکل کے غیر مقلد عموماً اور زبیر علی زئی خصوصاً تصوف کو کفر وشرک کہتے ہیں اور صوفیاء کرام کو دین اسلام کے متوازی نئے دین گھڑنے والے کہتے ہیں۔ اب جس کتاب سے دلیل بیان کررہے ہیں وہ ایک صوفی منش بزرگ ہیں۔ امام ابن الاعرابی صاحب المعجم کے بارے میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں ''تصوف اور زہد ان پر غالب تھا۔ انکی بہت سی تصانیف ہیں جن میں سے طبقات النساک مشہور کتاب ہے۔ آپ کو جنید بغدادی اور ابو احمد قلانسی کی صحبت بھی میسر رہی ہے۔ آپ نے بصرہ کی ایک بڑی تاریخ بھی قلم بند کی۔ امام ثوریؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں ''جب انہوں نے وفات پائی تو لوگ ان کے پاس ایسی باتیں کرنے لگے جن کے بارے میں خاموشی بہتر تھی۔ وہ کچھ کہانت سے کام لے رہے تھے اور اپنے ظنون وافکار کی محبت میں مبتلا تھے تو جب ان لوگوں کا یہ حال ہے تو ان کے بعد آنے والوں کا کیا حال ہوگا امام ابن الاعرابی نے یہ بھی فرمایا کہ لوگ جمع (اتحاد خالق ومخلوق) کے بھی قائل ہیں۔ حالانکہ اس اتحاد کی صورت ہر ایک کے نزدیک مختلف ہے۔ اسی طرح فنا (ذات الٰہی میں فنا) کا معاملہ ہے لوگ اس کے اسماء میں تو متفق ہیں مگر ان کے معنی میں اختلاف کرتے ہیں اس لئے کہ اسم سے مراد غیر محدود حقائق ومعارف ہو سکتے ہیں۔ یہی حال علم معرفت الٰہی کا بھی ہے۔ اس کی بھی کوئی انتہاء نہیں اور نہ ہی اس کے وجود اور لذت سے ہی کما حقہ آدمی باخبر ہوسکتا ہے۔) یہاں تک کہ انہوں نے کہا جب تو سنے کہ کوئی شخص حقیقت جمع وفنا کے بارے میں سوال کررہا ہے یا ان

کا جواب دے رہا ہے تو سمجھ لے کہ اسے ان کی کوئی واقفیت نہیں۔ کیونکہ ان کے حقیقت شناس لوگ ان کے بارے میں سوال نہیں کرتے۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ حقائق حدود نطق و بیان سے باہر ہیں۔امام ابن الاعرابی ۲۴۶ھ میں پیدا ہوئے اور ذی قعدہ ۳۴۰ھ میں وفات پائی رحمہ اللہ تعالی (تذکرۃ الحفاظ: ۸۳۰) اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ امام ابن الاعرابی جمع وفنا یعنی مسئلہ وحدۃ الوجود کو بالکل حقیقت سمجھتے ہیں البتہ یہ مسئلہ چونکہ ذوقیات سے ہے اور ذوقیات کے لئے الفاظ کا دامن تنگ ہے۔ دیکھو خربوزہ اور سیب دونوں کی مٹھاس ایک حقیقت ہے۔مگر ان دونوں مٹھاسوں کی حقیقت کا فرق صرف چکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔الفاظ میں اس حقیقت کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔اور وحدۃ الوجود کو حقائق میں سے ماننے والے زبیر علی زئی کے نزدیک بدترین کافر اور مشرک ہیں تو کیا علی زئی صاحب قرآن پاک کی کوئی آیت یا نبی پاک کی کوئی حدیث پیش کر سکتے ہیں کہ نماز کی اہم ترین سنت کسی کافر مشرک کی روایت سے لینا جائز ہے۔ ادھر تو صوفیاء کرام کے لئے کفر وشرک کی گردان پڑھتے نہیں تھکتے اور ادھر نماز کی اہم سنت کے لئے ان کی چوکھٹ پر کاسہ گدائی رکھے سجدہ ریز ہیں۔کسی نے خوب کہا ہے۔

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج احتیاج ست واحتیاج ست واحتیاج

موازنہ: ہمارے اکثر احباب یہ شکوہ کیا کرتے ہیں کہ غیر مقلدوں میں بڑوں کا ادب نہیں۔میں کہا کرتا ہوں کہ یہ شکوہ صرف آپ ہی کو نہیں بلکہ ان کے اپنے بزرگوں کو بھی ہے۔ان کے مشہور صحافی، قلمکار اور عالم مولانا محمد اسحاق بھٹی کا تجربہ ان کے الفاظ میں یہ ہے:''یہ علمائے احناف کی خصوصیت ہے کہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کے حضور مؤدب ہو کر بیٹھتے ہیں۔اور خاموشی سے کامل احترام کے ساتھ نظریں نیچی کر کے ان کی بات سنتے ہیں۔اور حضرت حضرت کہتے ہوئے ان کی زبان خشک ہو جاتی ہے۔پھر بھی وہ سمجھتے ہیں کہ احترام کے تقاضے پورے نہیں ہوئے۔ان کے مقابلے میں جماعت اہلحدیث کے علماء عظام کو لیجئے۔ یہاں پر ہر شخص

مقام اجتہاد پر فائز ہے۔اور ہر چھوٹا بڑے کے مقابلے میں تلوار لئے کھڑا ہے۔زبان سے بھی للکار رہا ہے اور قلم سے بھی فرمان شاہی جاری کر رکھا ہے کہ" چل میرے خامہ بسم اللہ" اس گستاخی کا نام ہم نے کلمۂ حق رکھا ہے۔جن بزرگوں سے فیض حاصل کیا اور جن کی توجہ سے کچھ پڑھنے لکھنے کے قابل ہوئے۔انہی کی مخالفت کو اپنا فرض ٹھہرالیا ہے۔

(نقوش عظمت رفتہ ۳۵۴)

راوی کتاب:

جن احباب کو حضرات غیر مقلدین کی کتابیں پڑھنے کا موقع ملا ہے وہ جانتے ہیں کہ غیر مقلدین کی ۹۸ فی صد کتابیں احناف کے خلاف ہوتی ہیں۔اور جن کو ان کی تقاریر سننے کا موقع ملا ہے وہ جانتے ہیں کہ ان کی ۹۹ فیصد تقاریر احناف کے خلاف ہوتی ہیں۔یہ تو ہر غیر مقلد کی زبان پر چلتا ہوا فقرہ ہے کہ حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی۔یہ نبی پاک ﷺ والی نماز نہیں پڑھتے۔حنفی طریقہ نماز کا یہ لوگ مذاق اور استہزاء کرتے ہیں۔لیکن ان کی اپنی نماز کا حال کیا ہے؟ مولانا اسحاق بھٹی لکھتے ہیں:"مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ نماز میں انتہائی خشوع وخضوع کی کیفیت اُن پر طاری ہو جاتی تھی۔ہر نماز کے بعد وظائف پڑھتے اور ہاتھ اُٹھا کر لمبی دُعا مانگتے تھے۔نماز فجر،نماز مغرب اور نماز عشاء کے بعد بالخصوص وظائف کا سلسلہ بہت طویل ہوتا تھا۔ننگے سر نماز پڑھنا اور نماز کے بعد دُعا نہ مانگنا ان کے نزدیک نہایت ہی ناپسندیدہ فعل تھا۔آگے چل کر لکھتے ہیں"نہایت افسوس ہے کہ اب وظائف اور تصوف کی روایت اہل حدیث میں ختم ہوگئی ہے۔بلکہ میں نے سنا ہے کہ بعض برخود غلط لوگ اسے بدعت قرار دیتے ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بات یہ ہے کہ ہمارے پرانے عالموں اور بزرگوں کی حالت ایسی تھی کہ انھیں ہر وقت اللہ کی ضرورت رہتی تھی۔وہ اس کے محتاج تھے۔ہر شے اسی سے مانگتے اور ہر وقت مانگتے تھے۔نماز کے بعد بھی اور دیگر اوقات میں بھی۔ہاتھ اٹھا کر بھی اور بغیر

ہاتھ اٹھائے بھی۔ وہ غریب تھے نادار تھے اور اللہ کی بارگاہ میں گڑ گڑاتے تھے۔ دور حاضر کے عالموں کے پاس سب کچھ موجود ہے۔ زمینیں بھی، کاروبار بھی، کوٹھیاں بھی، موٹریں بھی اور بڑی بڑی ملازمتیں بھی۔ ان کے بیٹے سمندر پار یونیورسٹیوں میں پڑھتے ہیں اور کماتے بھی ہیں۔ رہی سہی کسر جہادوں نے پوری کر دی اب یہ کروڑوں میں کھیلتے اور اربوں کے خواب دیکھتے ہیں۔ انھیں کیا ضرورت ہے اللہ سے ہاتھ اٹھا کر مانگنے اور اس کے احسان مند ہونے کی۔ یہی وجہ ہے ادھر سلام پھرا اُدھر یہ کوتل گھوڑے کی طرح اُچھل کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا تو رہا ایک طرف۔ گوناگوں مصروفیتوں کی بنا پر ان بچاروں کے لئے نماز پڑھنا مشکل ہے۔ یہ تو ان کی بہت بڑی قربانی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اپنی بے پناہ مصروفیت سے تھوڑا سا وقت نکال کر دو چار رکعت نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اور نماز میں ہی ان کو کھر کنے اور جسم کے مختلف حصوں پر ہاتھ پھیرنے کو وقت ملتا ہے۔ اور یاد آتا ہے کہ "کھرك فی الصلوٰة" بھی ایک مسئلہ ہے جس پر عمل ہونا چاہئے۔ پھر یہ بات بھی ان کے نزدیک متحقق ہوگئی ہے کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی روایت کے راوی ضعیف ہیں۔ اس تحقیق کے بارے میں اس فقیر پُرتقصیر کی مؤدبانہ گزارش ہے کہ کیا وہ راوی ہم سے بھی ضعیف ہیں جو بات بات میں غلط بیانی کرتے، قدم قدم پر جھوٹ بولتے اور ہر معاملے میں دوسروں کو دھوکا دیتے ہیں۔ (نقوش عظمت رفتہ ص۲۳-۲۴)

مصنف نے اپنی جماعت کی عبادت واخلاق کی کیسی صحیح ترجمانی کی ہے۔ بات دور نکل گئی کہ اس کتاب کے جس سے یہ حدیث تلاش کی گئی ہے دو راوی حنفی ہیں۔ چنانچہ المعجم ص۱۳، ج۱ پر اسنادالمعجم کا عنوان ہے۔ اس میں پہلی سند کا مدار الحافظ المحدث ابوالفضل شمس الدین محمد بن علی ابن طولون الحنفی الصالحی پر ہے۔ اور اس کا استاد احمد بن ابراہیم صوفی ہے۔ دوسری سند کا مدار المحدث یحییٰ بن محمد الحنفی پر ہے۔ حنفی اور صوفی غیر مقلدین کے ہاں کافر بھی ہیں اور مشرک بھی، گستاخ رسول بھی۔ اب کس آیت یا حدیث کی رو سے ایسے کافروں اور

مشرکوں کی روایت سے نماز جیسی اہم عبادت کی اہم سنت ثابت کرنے کا جواز نکلتا ہے؟ واضح کریں اس سند کا پہلا راوی محمد بن عصمہ ہے۔ اس کی توثیق زبیر علی زئی نہ خدا تعالیٰ سے ثابت کر سکا اور نہ رسول اقدس ﷺ سے۔ اُس کے یہی دو تحقیقی دلائل ہیں۔ نہ ائمہ احناف سے نہ ہی محدثین شافعیہ سے تاکہ احناف یا شوافع کو الزام دے سکتا۔ اور نہ وہ صبح قیامت تک ثابت کرسکتا ہے۔ اگر ثابت کردے تو دو نہاریاں ہمارے ذمے ہیں۔ لیکن ایں خیال ست ومحال ست وجنوں۔

(۴) سند کا دوسرا راوی سوار بن عمارہ ہے۔ اس کو اگر بعض نے ثقہ کہا ہے تو ابن حبان نے کہا ہے کہ ربما خالف یعنی وہ اکثر ثقات کے خلاف روایت کرتا ہے۔ یہ روایت بھی عمل تواتر کے خلاف ہے۔ پھر تہذیب میں نہ اس کے اساتذہ میں رودیح کا ذکر ہے اور نہ تلامذہ میں رودیح کا۔ ان ہر دو باتوں کا ثبوت بھی زئی صاحب پر قرض ہے اور قرض رہے گا۔

(۵) تیسرا راوی رودیح بن عطیہ ہے۔ اگر چہ ایک سے اس کی بے سند توثیق منقول ہے۔ مگر ساتھ ہی ازدی نے کہا ہے لا یتابع فیما یروی۔ وہ ایسی روایات بیان کرتا ہے جن میں اس کا کوئی متابع نہیں ہوتا۔ یہ بھی اسی قسم کی ہے۔

(۶) زبیر علی زئی نے اپنے رسالہ نور العینین میں بہت بڑا جھوٹ لکھا ہے کہ عباد بن عباد الخواص اس کا متابع ہے۔ مگر نہ وہ سند صحیح ہے اور نہ اسکے متن میں فارق الدنیا...... تو متابع کیسا ...... اگر عباد کی روایت میں فارق الدنیا کا لفظ دکھا دے تو ہم مبلغ ایک لاکھ روپیہ انعام دینگے۔

مگر نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں۔ دیدہ باید

(۷) چوتھا راوی ابوزرعہ ہے۔ زبیر علی زئی نے سند میں تحریف کر دی ہے کہ ابوزرعہ بن ابی عبدالجبار کو ابوزرعہ عن ابی عبدالجبار بناڈالا ہے اور ابن مثنیٰ کو ابن منبع بناڈالا ہے۔

(۸) حضرت ابوھریرہؓ کثیر الروایہ صحابی ہیں۔ ان کے بہت سے مشہور شاگرد ہیں۔ مگر وہ

نماز کی یہ اہم ترین سنت کسی معروف شاگرد کو نہیں بتاتے، ایک غیر معروف کو بتاتے ہیں۔ آخر اس میں کیا حکمت ہے کہ ساری امت خلاف سنت نماز پڑھ رہی ہو اور ابوھریرہؓ کسی معروف شاگرد کو یہ سنت نہ بتائیں۔

(۹) زئی صاحب صحیح حدیث کی کوئی جامع مانع تعریف قرآن حدیث سے لکھیں کہ ایسی حدیث جس کی سند کے دو راوی ایسے ہوں کہ ان کا کوئی متابع نہ ہو۔ اور دو کی توثیق نہ خدا اور رسول سے ثابت ہو اور نہ محدثین احناف سے اور نہ محدثین شوافع سے اور اس کا متن پوری امت کے عملی تواتر کے خلاف ہو وہ حدیث صحیح ہوتی ہے لیکن یہ قرض چکانا ان کے بس کی بات نہیں۔

(۱۰) آپ نے سند حدیث کی سیر تو کر لی اب متن حدیث کی طرف آیئے فابتدا فکبر و رفع یـــــدہ ۔ آپ نے نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور ایک ہاتھ اٹھایا نہ یہ معلوم ہوا کہ کونسا ہاتھ اٹھایا دایاں یا بایاں، نہ یہ معلوم ہوا کہ کہاں تک اٹھایا۔ اب ایک ہاتھ کی بجائے دو ہاتھ اٹھانا بھی اس حدیث پر زیادتی ہوگی۔ اپنی طرف سے ہاتھ کی تعیین کرنا بھی اس حدیث پر زیادتی ہوگی۔ اور یہ تعیین کہ کندھوں تک اٹھایا جائے یا کانوں تک یا پستانوں تک، یہ بھی اس حدیث پر زیادتی ہوگی۔ اور صرف ایک ہاتھ اٹھانا امت کے عملی تواتر کے بھی خلاف ہے۔ گویا ساری امت مع غیر مقلدین خلاف سنت نماز پڑھ رہے ہیں۔ اگر قرآن کی کوئی ایسی قرأت ہو جس کو امت میں کوئی بھی نہ پڑھتا ہو وہ شاذ کہلاتی ہے۔ اور شاذ پر تلاوت کرنا گویا مــن شــذ شذ فی النار کا مصداق بنتا ہے۔ یعنی دوزخ کا ایندھن بنتا ہے۔

(۱۱) زبیر علی زئی نے رفع یدہ کی بجائے تحریف کر کے رفع یدیہ بنا دیا ہے۔ سند یا متن میں ایسی گڑ بڑ کرنے والے کے بارہ میں محدثین کذاب یضع الاحادیث فرمایا کرتے ہیں کہ اتنا بڑا جھوٹا ہے کہ نبی پاک ﷺ پر بھی جھوٹ بولتا ہے۔ اور حدیث متواتر میں ہے کہ نبی پاک ﷺ پر جھوٹ بولنے والے کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

(۱۲) ثم رکع فکبر ورفع يديه پھر رکوع کیا تو تکبیر کہی اور دونوں ہاتھ اٹھائے۔ زبیر علی نے اسکا ترجمہ یوں کیا ہے کہ پھر رکوع کیا اور رکوع کے بعد تکبیر کہی اور دونوں ہاتھ اٹھائے۔ حالانکہ ساری امت رکوع کے بعد سمع الله لمن حمده ربنا لک الحمد کہتی ہے نہ کہ اللہ اکبر۔ حتی کہ غیر مقلدین بھی اللہ اکبر نہیں کہتے۔ اب رکوع کے بعد تسمیع وتحمید یقیناً اس حدیث پر زیادتی ہے۔ اور اس حدیث کا طریقہ امت کے عملی تواتر کے خلاف ہے۔ آج زبیر علی زئی متواتر نماز کے خلاف کوئی شاذ نماز امت کو دے رہا ہے۔ کل اس متواتر قرآن کے خلاف کوئی شاذ قرآن بھی بنالائے گا۔

ہمارا مطالبہ:

یہ ہے کہ غیر مقلدین اپنے قول اور فعل کے مطابق آیت یا حدیث پیش کریں۔ تکبیر تحریمہ کی رفعیدین کے بارے میں اجماع ہے۔ کوئی اختلاف نہیں۔ اختلافی رفعیدین میں غیر مقلدین دو سجدوں سے اٹھ کر دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفعیدین نہیں کرتے اور اس نہ کرنے کو سنت مؤکدہ متواترہ کہتے ہیں اور دو رکعتوں سے اٹھ کر تیسری رکعت کے شروع میں رفعیدین کندھوں تک کرتے ہیں۔ اس کو سنت مؤکدہ متواترہ دائمہ کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اسی طرح ہر رکعت میں ایک رکوع ہوتا ہے۔ اور اس کے شروع میں اٹھ کر رفعیدین کندھوں تک کرتے ہیں۔ اس کو سنت مؤکدہ متواترہ دائمہ کہتے ہیں۔ اور اس کے بغیر نماز کو باطل مانتے ہیں۔ اور ہر رکعت میں سجدے دو ہوتے ہیں۔ انکے اول اور آخر چار جگہ رفعیدین نہیں کرتے۔ اور اسی کو سنت مؤکدہ متواترہ دائمہ کہتے ہیں۔ اسی طرح آٹھوں سجدوں میں بھی رفعیدین نہیں کرتے۔ اور آٹھوں سجدوں کے درمیان بھی رفعیدین نہیں کرتے۔ اس طرح چار رکعت نماز میں دو سجدوں سے کھڑے ہو کر ۲ رفعیدین نہیں کرتے۔ چار رکوع کے اندر ۴ رفعیدین نہیں کرتے ۸ سجدوں کے اول آخر ۱۶ جگہ رفعیدین نہیں کرتے۔ آٹھ

سجدوں کے اندر آٹھ جگہ رفع یدین نہیں کرتے۔ آٹھ سجدوں کے درمیان چار جگہ رفع یدین نہیں کرتے۔ گویا ترک ۲+۴+۱۶+۴=۲۸ جگہ ہے۔اور فعل ۹ جگہ ہے۔گویا رفع یدین کے فعل اور ترک میں تقریباً ۳:۱ ہے۔ اس لئے پہلے تین حدیثیں ترک کی پیش کرینگے، ہر حدیث میں ۲۸ جگہ کا ترک گنوائیں گے، پھر ایک حدیث فعل کی دکھائیں گے اور اس میں ۹ جگہ کا اثبات و دوام دکھائیں گے۔ پھر دوسری تقریر میں ۳ احادیث مزید ترک کی اور ایک حدیث فعل کی دکھائیں گے۔اور فعل و ترک کی ہر حدیث میں یہ حکم سنت موکدہ متواترہ دائمہ دکھائیں گے اور یہ کہ فعل و ترک کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

سیاہ ترین جھوٹ:

زبیر علی زئی لکھتا ہے''صحیح بخاری، سنن نسائی، ابی داؤد اور صحیح ابن خزیمہ کی حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول پاک ﷺ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفعیدین کرتے تھے۔اور آپ کا یہی طریقہ تھا۔حتی کہ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔(نور العینین صفحہ ۵۶)اب وہ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمن ان ابا ھریرہ کان یکبر فی کل صلاۃ عن المکتوبۃ وغیرھا فی رمضان وغیرہ فیکبر حین یقوم ثم یکبر حین یرکع ثم یقول سمع اللہ لمن حمدہ ثم یقول ربنا ولک الحمد قبل ان یسجد ثم یقول اللہ اکبر حین یھوی ساجدا.

ترجمہ: ابوسلمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوھریرہؓ ہر فرض اور نفل نماز میں رمضان ہو یا غیر رمضان تکبیریں کہتے تھے جب کھڑے ہوتے تو تکبیر (تحریمہ) کہتے پھر تکبیر کہتے، جب رکوع کرتے پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے پھر ربنا لک الحمد کہتے سجدہ سے پہلے، پھر سجدہ میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کہتے۔

ثم یکبر حین یرفع راسه من السجود ثم یکبر حین یسجد ثم یکبر حین یرفع راسه من السجود ثم یکبر حین یقوم من الجلوس فی الاثنتین ویفعل ذالک فی کل رکعته حتی یفرغ من الصلوة ثم یقول حین ینصرف والذی نفس بیده انی اقربکم شبها لصلوة رسول اللهﷺ ان کانت هذا لصلوته حتی فارق الدنیا (بخاری واللفظ له نسائی، ابوداؤد، ابن خزیمہ)

ترجمہ: پھر تکبیر کہتے جب سجدے سے سر اٹھاتے پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدے میں جاتے پھر سجدے سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے پھر تکبیر کہتے جب دو رکعت کی التحیات سے اٹھتے اور اسی طرح ہر رکعت میں کرتے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہوتے۔ پھر فارغ ہو کر فرماتے اس ذات پاک کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے میں تم میں سب سے زیادہ نبی پاک ﷺ کی نماز سے مشابہت رکھتا ہوں اور یہ آپ کی وہ نماز ہے جس پر آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔

دیکھئے یہ حدیث ہے جو ساری امت کے عمل میں بھی متواتر ہے۔ اس میں رکوع کی رفعیدین کا نام نشان تک نہیں ہے۔ اس حدیث میں تکبیرات کا دوام ہے۔ اس فارق الدنیا والی روایت میں رفعیدین کا لفظ دکھادے جس میں ۹ کا اثبات اور ۱۸ کی نفی ہو تو ہم مبلغ ایک لاکھ روپے انعام دیں گے۔

اصل حدیث:

حضرت امام محمدؒ موطا میں یہ حدیث ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں: اخبرنا مالک اخبرنا ابن شهاب عن ابی سلمه بن عبدالرحمن بن عوف ان اخبره ان اباهريرة کان یصلی بهم فکبر کلما خفض ورفع ثم اذا انصرف قال والله انی لا شبهکم صلوة رسول اللهﷺ.

ترجمہ: مالک۔ابن شہاب۔ابوسلمہ روایت کرتے ہیں کہ ابوھریرۃؓ ان کو نماز پڑھاتے اور ہر اونچ نیچ پر تکبیر کہتے تھے۔اور نماز سے فارغ ہو کر فرماتے خدا کی قسم میں تم میں سب سے زیادہ رسول اقدس ﷺ کی نماز سے مشابہت رکھتا ہوں۔

اخبرنا مالکؒ اخبرنی نعیم المجمر وابوجعفر القاری أن اباھریرۃؓ کان یصلی بھم فکبر کلما خفض ورفع قال ابوجعفر وکان یرفع یدیه حین یکبر ویفتتح الصلوۃ (موطاص۹۰)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے نعیم المجمر اورابوجعفرالقاری نے خبردی کہ حضرت ابوھریرۃؓ نماز میں ہر اونچ نیچ پر تکبیر کہتے تھے اورابوجعفر نے کہا کہ وہ صرف پہلی تکبیر کے ساتھ ہی رفع یدین کرتے تھے۔

یہ سند کتنی عالی ہے کہ امام مالکؒ اور حضرت ابوھریرۃؓ کے درمیان ایک ہی کڑی ہے اور وہ بھی دوہری بلکہ تیہری اور مجتہد وفقیہ امام محمدؒ نے اس سے ترک رفعیدین پر استدلال فرمایا ہے(کتاب الحجۃ ص۹۵ ج۱)

اور امام ابن عبدالبرؒ نے اپنی کتاب التمھید میں موطا امام مالکؒ کے مختلف نسخوں سے متون واسانید جمع کر کے ان کی شرح فرمائی ہے۔اس میں یہ حدیث ان الفاظ میں ہے:

عن نعیم المجمر و اباجعفرالقاری عن ابی ھریرۃؓ انه کان یرفع یدیه اذاافتتح الصلوۃ ویکبر کلما خفض ورفع ویقول انااشبھکم صلاۃ برسول الله ﷺ (التمھید ص۲۱۵،ج۹)

ترجمہ: حضرت نعیم المجمر اور ابوجعفرالقاری دونوں حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ پہلی تکبیر کے ساتھ ہی رفعیدین کرتے تھے۔پھر ہر اونچ نیچ میں صرف تکبیر کہتے اور فرماتے کہ میں سب سے زیادہ نبی پاک ﷺ کی نماز سے مشابہ ہوں۔

عن ابی ھریرۃؓ قال کان رسول ﷺ اذا دخل فی الصلوۃ رفع یدید

مدا (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابوھریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے۔

امام ابوداؤد نے اس حدیث کو ترک رفع الیدین کے باب میں لاکر اس سے تحریمہ کے بعد ترک رفع یدین پر استدلال کیا ہے۔ یہ ہے ابوھریرہؓ کی اصل حدیث جس سے منہ موڑ کر زبیر علی زئی جیسے لوگ ایسی شاذ و منکر روایات پر اپنے شاذ و منکر مذہب کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں، نہ ان کی دلیل ثابت ہے نہ ان کی دلالت، نہ ان کا مکمل دعویٰ اس میں مذکور ہے۔

دوسری حدیث : البیھقی - عن ابی عبداللّٰہ الحافظ عن جعفر بن محمد بن نصر عن عبدالرحمن بن قریش بن خزیمه الهروی عن عبدالله بن احمد الدمجی عن الحسن بن عبدالله بن حمدان الرقی ثنا عصمه بن محمد انصاری ثنا موسی بن عقبه عن نافع عن ابن عمرؓ ان رسول الله ﷺ کان اذا افتتح الصلوة رفع یدیه واذا رکع واذا رفع راسه من الرکوع وکان ذالک لا یفصل فی السجود فما زالت تلک صلوته حتی لقی الله تعالی (نصب الرایه ۱ - ۴۱۰) ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کیا، اور رکوع سے سر اٹھایا، اور سجدوں میں نہیں کرتے تھے۔ یہی نماز آپ کی رہی، یہاں تک کہ اللہ سے جا ملے۔

(۱) یہ حدیث اسی سند کے ساتھ سب سے پہلے شیخ ابن دقیق العید مقلد الشافعی نے اپنی کتاب ''الامام'' میں سنن کبریٰ بیہقی کے حوالہ سے لکھی مگر سنن کبریٰ بیہقی کے کسی بھی نسخہ میں یہ حدیث موجود نہیں ہے۔ اور ابن السبکی نے الطبقات ص۲۰ ج۶ پر مستقل باب باندھا ہے کہ امام ابن دقیق العیدؒ نے الامام میں بہت سی احادیث لکھی ہیں جن میں ان کی نسبت کرنے میں

خطا کی ہے۔ اس لئے ان کا کسی حدیث کا کسی کتاب کی طرف نسبت کر دینا قابل اعتماد نہیں ہے۔ پھر بیہقی کی کسی اصل کتاب سے نہیں بلکہ شیخ کی الامام سے اسی سند کے ساتھ اس حدیث کو ان کے شاگرد امام زیلعی ۷۶۲ھ نے اپنی کتاب نصب الرایہ میں درج کیا، یہ حنفی مقلد ہیں۔ پھر نصب الرایہ کا خلاصہ کرتے وقت اس حدیث کو حافظ ابن حجر ۸۵۲ء نے الدرایہ میں اور پھر التلخیص الجبیر میں درج کر دیا۔ اصل کتاب کو کسی نے نہیں دیکھا۔ پھر بعض غیر مقلدین نے رجما بالغیب یہ کہنا شروع کیا کہ یہ حدیث بیہقی کی کتاب السنن الکبریٰ میں نہیں۔ ان کی دوسری کتاب معرفۃ السنن والآثار میں ہے جو ابھی چھپی نہ تھی۔ لیکن یہ کتاب بھی بارہ جلدوں میں چھپ کر آ گئی ہے۔ اس میں بھی یہ حدیث نہیں ہے۔ اب پیر بدیع الدین راشدی المعروف پیر آف جھنڈا نے اپنے رسالہ جلاء العینین میں لکھا کہ یہ حدیث امام بیہقی کی کتاب الخلافیات میں ص۷۶ ج۱ پر ہے جو ابھی چھپی نہیں۔ اب مختصر خلافیات چھپی ہے۔ اس کی جلد دوم میں یہ بے سند روایت درج ہے۔ ایسی احادیث جو بعض محدثین نے کسی کتاب کے حوالہ سے نقل کیں، مگر جب اصل کتاب چھپی اس میں وہ حدیث نہ ملے تو اس حدیث کا غیر مقلد نہ صرف انکار کرتے ہیں بلکہ فوراً موضوع، جھوٹی، بناوٹی تک کہہ جاتے ہیں۔ اس کی صرف دو مثالیں ذکر کرتا ہوں۔۔۔۔ایک مالکی عالم نے دعا بعد نماز پر رسالہ لکھا۔ اس میں مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے حضرت اسود عامریؓ کی حدیث نقل کی کہ آنحضرت ﷺ نے نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ یہ حدیث اسی حوالے سے میاں نذیر حسین دہلوی نے فتاویٰ نذیریہ اور فتاویٰ ثنائیہ میں بھی اس سے استدلال کیا گیا اور کتنے ہی حنفی اور غیر مقلدین علماء نے اس حدیث سے استدلال کیا۔ مگر جب مصنف ابن ابی شیبہ چھپ کر بازار میں آ گئی، اس میں اس حدیث میں بعد نماز ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ذکر نہیں ملا۔ اس دن سے غیر مقلدین پورے زور شور سے اس حدیث کا انکار کر رہے ہیں۔ اسی طرح محدث قسطلانی الشافعی شارح بخاری اور محدث زرقانی مالکی شارح موطا نے عبدالرزاق کے حوالہ سے یہ حدیث نقل کی تھی یا جابر

ان الله خلق نور نبیک من نوره الحدیث لیکن جب سے مصنف عبدالرزاق چھپ کر بازار میں آئی ہے اور اس میں یہ حدیث نہیں ملی اس دن سے غیر مقلد شور مچا رہے ہیں کہ یہ حدیث جھوٹی ہے۔ یہی حال اس حدیث کا ہے کہ بیہقی کی اصل کتاب میں اس کا نام ونشان نہیں اور کسی اور حدیث کی مستند کتاب میں بھی اس کا اتہ پتہ نہیں ملتا۔ مگر پھر بھی پوری ڈھٹائی سے اس کو پیش کیا جاتا ہے۔ تلک اذا قسمة ضیزیٰ. حالانکہ غیر مقلدین کو چاہئے تھا کہ جس طرح پہلی دو حدیثوں پر شور مچاتے ہیں یہاں بھی اپنے مولویوں کا ناطقہ بند کردیتے کہ اصل کتاب میں حدیث دکھاؤ ورنہ اس حدیث کے جھوٹے ہونے کا تقریری اور تحریری اعلان کرو۔

(۲) دوسری بات یہ قابل غور ہے کہ دلیل وہ ہے جس میں مکمل دعویٰ آئے اور اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ ایک سنت چھوڑنے سے بھی نماز خلاف سنت ہو جاتی ہے۔ چار رکعت نماز میں تکبیر تحریمہ کی رفع یدین پر اجماع ہے اور یہ غیر معارض رفع یدین ہے۔ باقی تین رکعت کے بارہ میں غیر مقلدین کا قول وفعل یہ ہے کہ دو سجدوں سے کھڑے ہو کر یعنی دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں دونوں ہاتھوں کو کانوں تک نہ اٹھانا سنت ہے اور دو رکعتوں سے اٹھ کر تیسری رکعت کے شروع میں دونوں ہاتھوں کا کانوں تک اٹھانا سنت ہے۔ مگر ان تینوں سنتوں کا اس حدیث میں ذکر نہیں۔ تو اگر اس حدیث کو صحیح مانا جاتا تو یہ بھی اعلان تقریری اور تحریری طور پر کرنا لازم ہوگا کہ آنحضرت ﷺ معاذ اللہ آخری عمر میں خلاف سنت نماز پڑھا کرتے تھے یا ان تینوں سنتوں ایک مثبت اور دو منفی کی صراحت اس حدیث میں دکھاؤ۔ اسی طرح اس حدیث میں اذا افتتح الصلوٰة کے بعد تو رفع یدیه کی جزا مذکور ہے۔ اگرچہ یہ صراحت نہیں کہ ہاتھ کہاں تک اٹھائے۔ لیکن اذا رکع واذا رفع راسه من الرکوع کے بعد رفع یدیه کی صراحت نہیں ہے۔ اور کان لا یفعل ذالک فی السجود کا مطلب یہ ہے کہ عین حالت سجدہ میں ہاتھ اوپر کو نہ اٹھائے بلکہ زمین پر رکھے۔ سجدوں سے پہلے یا سجدوں

سے اٹھ کر رفع یدین کی نفی کی صراحت یہاں نہیں ہے۔ جس کا دکھانا غیر مقلدین کا فرض تھا۔ اس لئے نہ پوری دس کا اثبات ہے نہ ۱۸ کی نفی، تو دلیل دعویٰ کے مطابق نہ ہوئی۔

(۳) اب یہ بات بھی ضروری ہے کہ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ تو ضروری ہے کہ اس کا صحیح ہونا دلیل شرعی سے ثابت کیا جائے اور غیر مقلدین کے ہاں دلیل شرعی صرف اور صرف خدا کا فرمان یا رسول کا فرمان ہے۔ اس لئے ان کا فرض ہے کہ یا تو خدا تعالیٰ کا فرمان دکھائیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا رسول اللہ ﷺ کا۔ اور اگر وہ ایسا نہ کرسکیں اور قیامت تک نہ کرسکیں گے، تو اگر کسی امتی کی رائے سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنے کا ارادہ ہو تو پہلے تو یہ تحریر لکھ دیں کہ ہم اہل حدیث نہیں رہے بلکہ اہل الرائے بن گئے ہیں۔ پھر جس کی رائے پیش کریں پہلے ثابت کریں کہ کیا احناف نے اس کی تقلید کا التزام کیا ہے۔ اور یہ بھی وضاحت کریں کہ اس امتی کو آپ نے اللہ مانا ہے یا اربابا من دون اللہ میں شامل کیا ہے۔ اور اس کی تقلید جناب پر فرض ہے یا واجب اور اس کی دلیل شرعی کیا ہے؟

(۴) اس سند کا پہلا راوی امام بیہقی ہے۔ ان کا ذکر طبقات الشافعیہ میں ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ وہ امام شافعیؒ کا مقلد ہے اور غیر مقلدین کے ہاں تقلید شخصی شرک ہے۔ تو بتایا جائے کہ کیا مشرک کی روایت کردہ حدیث حجت ہے؟ امام بیہقی شعبان ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے اور دس جمادی الاولی ۴۵۸ھ کو فوت ہوئے۔ آپ کے پاس سنن نسائی، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ نہیں تھیں۔ امام الحرمین فرماتے تھے کہ بیہقی کے علاوہ ہر شافعی المسلک پر امام شافعی کا احسان ہے۔ آپ امام حاکم کے کبار تلامذہ میں سے تھے۔ ان سے پہلے اس حدیث کی غلط نسبت بھی کسی کتاب کی طرف ثابت نہیں۔

(۵) اس سند کے دوسرے راوی امام حاکم ہیں۔ جس طرح علامہ زمخشری تفسیر کے بہت بڑے امام تھے مگر عقیدتاً معتزلی تھے اسی طرح حاکم بھی حدیث کے امام تھے۔ حافظ محمد بن طاہر جنہوں نے سب سے پہلے صحاح ستہ کا لفظ ایجاد کیا کہتے ہیں کہ میں نے ابو اسماعیل انصاری

سے حاکم کے متعلق پوچھا تو کہنے لگے حدیث میں ثقہ اور لائق اعتماد تھے لیکن خبیث قسم کے رافضی ہیں۔ ابن طاہر کہتے ہیں باطن میں متعصب شیعہ ہیں اور ظاہر میں شیخین کی فضیلت اور ان کی خلافت کے برحق ہونے میں اہل سنت کے ہم نوا ہیں۔ حضرت معاویہؓ اور ان کے اخلاف سے سخت منحرف ہیں۔ اس کا برملا اظہار کرتے تھے اور اس سلسلہ میں معذرت کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے۔ صفر ۴۰۵ھ میں وفات پائی (تذکرہ) ساری دنیا میں اس حدیث کا یہی ایک راوی ہے۔ نہ کوئی اس کا متابع ہے نہ شاہد۔ خود مستدرک میں موضوعات تک لائے ہیں۔ مگر اس حدیث کو مستدرک میں بھی جگہ نہ مل سکی۔ افسوس کہ غیر مقلدوں کے یتیم اور لاوارث مذہب کا سہارا ایسی ہی بے سروپا روایات ہیں۔

(۶) اس سند کا تیسرا راوی جعفر بن محمد بن نصر ہے۔ حاکم اس سے عن روایت کر رہا ہے۔ اور وہ بھی اوپر عن سے روایت کر رہا ہے۔ متعصب شیعہ کے اس استاد کی تعدیل اور سند کا اتصال ثابت کرنا ضروری ہے جس کا شاگرد رافضی ہے اور استاد متہم بالوضع ہے۔ (۷) اس سند کا چوتھا راوی عبدالرحمٰن بن قریش بن خزیمہ الہروی ہے۔ محدث سلیمانی فرماتے تھے کہ یہ جھوٹی احادیث گھڑنے سے متہم ہے (میزان الاعتدال) اور اس کے علاوہ اس گھڑنتو حدیث کو کسی نے روایت نہیں کیا۔

(۸) اس سند کا پانچواں راوی عبداللہ بن احمد الدجی ہے۔ جو اس گھڑنتو یار کا استاد ہے۔ اصحاب صحاح ستہ میں سے کسی نے بھی اپنی کتابوں میں اس سے حدیث روایت نہیں کی۔ اس کی توثیق اور عنعنہ کا اتصال ثابت کیا جائے۔

(۹) اس حدیث کا چھٹا راوی الحسن بن عبداللہ بن حمدان الرقی ہے۔ یہ آنے والے کذاب کا اکلوتا شاگرد ہے۔ اصحاب ستہ میں سے کسی ایک نے بھی اس کی روایت نہیں لی۔ اس کی توثیق بھی بطریق محدثین ثابت کرنا ضروری ہے۔

(۱۰) اس سند کا ساتواں راوی عصمۃ بن محمد انصاری ہے۔ امام الجرح والتعدیل امام یحییٰ

بن معین فرماتے ہیں کہ وہ بغداد میں مسجد الانصار کا امام تھا، جھوٹ بہت بولتا تھا۔ اور جھوٹی حدیثیں روایت کرتا تھا۔ اور دوسری روایت میں ان کا فرمان ہے کہ وہ بڑا جھوٹا تھا، خود جھوٹی حدیثیں گھڑتا تھا۔ عقیلی کہتے ہیں باطل روایتیں سچوں کی طرف منسوب کر کے بیان کرتا تھا (میزان-بغدادی) واقعی جھوٹے مذہب کی بنیاد ایسی جھوٹی احادیث ہی ہوتی ہیں۔

(۱۱) اس سند کے آٹھویں راوی موسیٰ بن عقبہ ہیں جو صحاح ستہ کے راوی ہیں اور مغازی کے امام ہیں۔ ان کی روایت نافع ہی کے طریق سے بخاری ص۱۰۲، ج۱ پر تعلیقاً اور سنن کبریٰ بیہقی ص۷۱، ج۲ پر سند کے ساتھ ہے جس میں یہ الفاظ **فما زالت تلک صلوته حتی لقی الله** نہیں ہیں۔

(۱۲) اس سند کے نویں راوی نافع ہیں۔ نافع کے ۹ شاگرد اس کو روایت کرتے ہیں۔ عبیداللہ، ایوب، مالک، ابن جریج، اللیث، صالح بن کیسان، زید بن واقد، موسیٰ بن عقبہ، عمر بن زید (جلاء العینین) مگر کسی نے بھی یہ جملہ بیان نہیں کیا کہ حضرت آخر عمر تک یہی نماز ادا فرماتے رہے۔

(۱۳) اس سند کے دسویں راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں جو خود تحریمہ کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے (محمد، ابن ابی شیبہ، طحاوی) (۱۴) غیر مقلدین یہ بھی جھوٹ بولا کرتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ نے حدیث روایت کی ہے کہ حضور ﷺ آخر عمر تک اختلافی رفع یدین کرتے رہے۔ جبکہ عشرہ مبشرہ میں سے کسی ایک سے نہ صحیح سند سے نہ حسن سند سے اور نہ ہی ضعیف سند سے بھی یہ جملہ ثابت نہیں۔ **فما زالت تلک صلوته حتی لقی الله تعالیٰ۔**

(۱۵) غیر مقلد یہ بھی جھوٹ بولا کرتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ کے علاوہ چالیس اور صحابہ کرامؓ نے بھی حضور ﷺ سے آخر عمر تک اختلافی رفع یدین کرنا روایت کیا ہے۔ مگر یہ سفید جھوٹ بلکہ سیاہ جھوٹ ہے۔ کسی ایک صحابی سے بھی یہ ثابت نہیں ہے۔

(۱۶) غیر مقلدین یہ بھی جھوٹ بولا کرتے ہیں کہ اختلافی رفع یدین کی حدیث متواتر ہے۔

لیکن غیر مقلدین کی رفع یدین جس میں دس جگہ کا اثبات ۱۸ جگہ کی نفی اور اس کا آخر تک رہنا ، اور جو یہ رفع یدین نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی اور اس حدیث کی صحت اللہ یا اس کے رسول سے ثابت ہو۔ یہ ایک دفعہ بھی اللہ کے نبیؐ، کسی ایک صحابی اور کسی ایک تابعی سے ثابت نہیں، چہ جائیکہ متواتر ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو بھی جملہ فما زالت الخ کی حیثیت بالکل ایسی ہوتی جس طرح قرآن پاک کی آیت ہے: قل ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا کے ساتھ فی ولایۃ علی والآئمہ کے الفاظ ہیں۔ اس لئے غیر مقلدین کو ایسے جھوٹوں سے فی الفور توبہ کر لینی چاہئے۔

(۱۷) امام ابن دقیق العید ۷۰۲ھ سے پہلے بھی کسی نے اس حدیث کو امام بیہقی کی طرف منسوب نہیں کیا۔ (۱۸) علامہ نیمویؒ نے آثار السنن میں اس کو ضعیف بلکہ موضوع کہا تو عبدالرحمٰن مبارک پوری نے یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ ہمارے استدلال کی بنیاد یہ حدیث نہیں (ابکار المنن) (۱۹) مشہور غیر مقلد مناظر مولوی ثناء اللہ امرتسری جلال پور پیروالا (ملتان) کے مناظرہ میں مولانا غلام محمد گھوٹوی کے سامنے اس کو صحیح ثابت نہ کر سکا (سیرت ثنائی) (۲۰) حافظ محمد عبداللہ روپڑی صاحب بھی اس حدیث کو صحیح ثابت کرنے سے عاجز رہے (رسالہ آمین و رفع یدین) (۲۱) مولوی عبدالرؤف غیر مقلد فاضل مدینہ یونیورسٹی لکھتے ہیں: ''اس حدیث کو ابن دقیق العید نے امام میں جیسا کہ نصب الرایہ ص۴۰۹ ج۱ پر ہے اور ابن حجر نے تلخیص ص۲۱۸ ج۱ اور درایہ ص۱۵۳ ج۱ میں بیہقی سے منسوب کیا ہے۔ اس حدیث میں فما زالت تلک صلوتہ ....کا اضافہ سخت ضعیف ہے بلکہ باطل ہے کیونکہ اس کی سند میں دو راوی متہم ہیں۔ (صلوۃ الرسول طبع دوم ص۲۱۴)

(۲۲) ایک مناظرہ میں ایک غیر مقلد مناظر نے یہی جھوٹی حدیث پیش کر دی۔ چوہدری محمد اسلم صاحب ایڈووکیٹ اس مناظرہ کے ثالث تھے۔ میں نے ثالث سے کہا کہ اب میں بھی دو حدیثیں پیش کرتا ہوں۔ عن انسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من رفع یدیه فی الرکوع

فلا صلوۃ له. حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے رکوع کے وقت رفع یدین کی اس کی نماز نہیں ہوتی۔ **عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ انه قال من رفع یدیه فی الصلوۃ فلا صلوۃ له.** حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے نماز کے اندر رفع یدین کی تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔ میں نے کہا کہ دونوں حدیثیں نہ میں نے اپنے رسالوں میں لکھیں نہ کبھی تقریر میں بیان کیں۔ کیونکہ دونوں حدیثوں کی سندوں میں ایک ایک راوی کو محدثین نے کذاب اور جھوٹا کہا ہے۔ پہلی حدیث میں محمد بن عکاشہ ہے جس کو حاکم رافضی نے جھوٹا کہہ دیا ہے۔ اور دوسری حدیث کی سند میں مامون بن احمد سلمی ہے جس کو ابن الجوزی جیسے متشدد نے واضع کہہ دیا ہے اور ابن الجوزی نے ان دونوں حدیثوں کے جھوٹے ہونے کی دلیل یہ دی ہے کہ رفع یدین ۲۶ صحابہ نے روایت کی ہے۔ حالانکہ یہ کوئی دلیل نہیں، کیونکہ ان میں اگر کوئی صحیح حدیث ہے تو اس میں شوافع کی رفع یدین کا ثبوت ہے۔ رفع یدین باقی رہی یا متروک ہوگئی اس سے وہ احادیث خاموش ہیں۔ ہاں قیاس کی گھٹیا ترین قسم استصحاب حال سے کہا جائے گا کہ اگر رفع یدین کی تو کرتے رہے ہوں گے۔ اب ترک کی احادیث اس قیاس کے خلاف ہیں نہ کہ ان احادیث کے۔ تو بقاء رفع یدین کے قائلین متبع قیاس ہیں اور ترک کے قائلین متبع احادیث ہیں۔ اور یہ دونوں احادیث بھی استصحاب حال کے خلاف ہیں نہ کہ احادیث کے۔ پھر محدث حرم مکہ حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں اگر یہ احادیث سے ہی ٹکرائیں تو بھی نفی کمال لینے سے تطبیق ہوسکتی ہے (موضوعات کبیر) وکیل صاحب سے میں نے کہا اس وقت میں کسی لمبی بحث میں نہیں پڑتا۔ آپ مد مقابل مناظر سے موضوع حدیث اور صحیح حدیث کی ایسی تعریف لکھوا دیں کہ یہ دونوں حدیثیں جن میں ایک ایک راوی کذاب ہے یہ تو جھوٹی ہو جائیں۔ اور مولوی صاحب کی پیش کردہ حدیث جس کی سند میں ایک رافضی خبیث، دو متہم بالوضع اور کذاب اور تین نامعلوم ہوں وہ صحیح ثابت ہو جائے۔ وکیل صاحب نے مولوی صاحب سے کہا کہ یہ بہت

معقول مطالبہ ہے۔ آپ صحیح اور موضوع حدیث کی ایسی تعریف لکھ دیں جس سے یہ دونوں احادیث جن کی سندوں میں ایک ایک کذاب ہے برائے مخالفین وہ تو جھوٹی ثابت ہو جائیں۔ اور آپ کی حدیث جس کے راویوں کا رافضی خبیث، متہم بالوضع اور واضع حدیث ہونا خود شوافع کی کتابوں سے ثابت ہو جائے وہ صحیح رہے۔ اس مطالبہ پر مولوی صاحب کا پسینہ چھوٹ گیا۔ اور اسے بھری مجلس میں اقرار کرنا پڑا کہ یہ حدیث جھوٹی ہے۔ اور میں نے یہ حدیث پیش کر کے غلطی کی ہے۔ میں نے وکیل صاحب سے کہا کہ جب یہ مان گیا ہے کہ یہ حدیث من گھڑت اور جھوٹی ہے تو یہ لکھ دے کہ میں نے نبی پاک ﷺ پر جھوٹ بول کر اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالیا تھا۔ اب میں نہایت عاجزی سے توبہ کرتا ہوں اور اس توبہ کا طریقہ یہ ہوگا کہ میں جس مجلس میں بیٹھوں گا یہ اعلان کیا کروں گا کہ یہ حدیث کہ نبی پاک ﷺ نے آخری عمر تک اختلافی رفع یدین سے نمازیں پڑھیں بالکل جھوٹی ہے۔ یہ حدیث سنانے والا پکا دوزخی ہے۔ میں نے ایک دفعہ سنائی تھی، اب موت تک توبہ کرتا رہوں گا۔ سب دعا کرو اللہ میری توبہ قبول فرمائیں۔ لیکن مولوی صاحب نے کہا میں سب کے سامنے زبانی توبہ کروں گا۔ لکھ کر نہیں دوں گا۔ لیکن ساتھ ہی یہ کہنے لگا کہ امین ضد کر رہا ہے۔ یہ تو یہ بھی ثابت نہیں کر سکتا کہ رسول اقدس ﷺ نے آخر عمر تک نماز بھی پڑھی ہو۔ وکیل صاحب نے مجھے کہا کہ آپ ثابت کریں۔ میں نے فوراً صحیح بخاری ص۱۱۰ ج۱ نکال کر وکیل صاحب کے سامنے رکھ دی کہ میں نے کہا مولوی صاحب سے کہیں کہ اس حدیث کا ترجمہ کرو۔ مولوی صاحب نے ترجمہ کرنے سے انکار کر دیا۔ میں نے بتایا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے نماز پڑھائی جس میں صرف رکوع سجود کے ساتھ تکبیریں کہیں (رفع یدین کا ذکر تک نہیں) اور سلام کے بعد فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ وہ نماز ہے جو رسول اقدس ﷺ اس وقت تک پڑھتے رہے یہاں تک کہ دنیا چھوڑ گئے۔ وکیل صاحب نے مولوی صاحب سے پوچھا کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ اس نے کہا بالکل صحیح ہے۔ وکیل صاحب نے ان سے پوچھا اب آپ اور کیا فرمائیں گے؟ انہوں

نے کہا بس یہ درخواست کروں گا کہ میرے گاؤں سے نکل جانے سے پہلے فیصلہ نہ سنائیں۔ وکیل صاحب نے کہا فیصلہ تو سب نے کرلیا۔ لوگوں سے وکیل صاحب نے پوچھا تو سب نے یک زبان ہوکر کہا کہ غیر مقلدوں نے نبی پاک ﷺ پر جھوٹ بھی بولا پھر بھی دنیا اور آخرت کی رسوائی اور شکست ہی ان کے نصیب میں رہی۔ مولوی صاحب سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے بھاگے اور اہل سنت فتح کے نعرے لگاتے رہے اور ایک دوسرے کو فتح کی مبارک دیتے رہے۔

تیسری موقوف روایت:

قال الطبرانی حدثنا بشر بن موسٰی ثنا ابو عبدالرحمن المقری عن ابن لهیعه ثنی ابی هبیره ان ابا المصعب مشرح بن عاهان المعافری حدثه انه سمع عقبه بن عامر الجهنی یقول انه یکتب فی کل اشارة یشرها الرجل بیده فی الصلوة بکل اصبع حسنةً او درجةً (المعجم الکبیر طبرانی ص۲۹۷ ج۱۷)

ایک لشکری مولوی نے مجھے کہا کہ دیکھو اس حدیث رسول ﷺ میں ہے کہ رکوع کے وقت رفع یدین کرنے پر ہر رفع یدین پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ ہم چار رکعت میں دس جگہ رفع یدین کرتے ہیں۔ ہمیں ہر چار رکعت میں ایک سو نیکیاں صرف رفع یدین پر ملتی ہیں۔ جب کہ تمہیں ایک دفعہ رفع یدین کرنے پر صرف دس نیکیاں ملتی ہیں اور نوے نیکیوں سے محروم ہوتی ہے۔ میں اس کی بات سن رہا تھا کہ یہ لوگ جھوٹ بولنے پر کتنے دلیر ہیں۔ میں نے کہا ذرا اس کا ترجمہ سنایئے۔ کہنے لگا ''حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ ہر اشارہ کے عوض جو آدمی اپنے ہاتھ سے کرتا ہے ایک نیکی لکھی جاتی ہے'' میں نے کہا اس میں رسول پاک کا لفظ کہاں ہے؟ رفع یدین دونوں ہاتھوں کا کندھوں یا کانوں تک اٹھانے کا ذکر کہاں ہے؟ رکوع کا ذکر کہاں ہے؟ اور دس نیکیاں کس لفظ کا ترجمہ ہیں؟ ایک ہی سانس میں چار جھوٹ بول جانا اور وہ بھی پاک پیغمبر ﷺ پر، یہ جرأت لشکریوں کے سوا کس میں ہوسکتی ہے۔ سامعین زبان سے

توبہ یا اللہ توبہ پکار رہے تھے اور کانوں کو ہاتھ لگا رہے تھے کہ یا اللہ ان کے فتنے سے ہماری حفاظت فرمائیے۔

میں نے پوچھا کیا اس قول کی سند صحیح ہے؟ کہنے لگا صحیح تو کسی نے نہیں کہا۔ علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد ص۱۰۳ ج۲ پر اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ میں نے کہا کہ ابن لھیعہ کے بارہ میں محدثین میں اختلاف ہے۔ لیکن ابن حبان وغیرہ نے کہا ہے کہ جب اس سے عبادلہ روایت کریں تو روایت پر اعتماد ہوگا اور یہاں اس سے روایت کرنے والا ابوعبدالرحمٰن مقریٰ ہے جس کا نام عبداللہ بن یزید ہے'' یہ حدیث میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بھی شاگرد ہیں اور امام صاحبؒ سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں اور اپنے تمام اساتذہ حدیث میں امام اعظمؒ کے سب سے زیادہ عقیدت مند تھے۔ جب ان سے حدیث روایت کرتے تو فرماتے حدثنا شہنشاہ۔ ابن لھیعہ کے دادا استاد مشرح بن ھاعان ہیں۔ قال ابن حبان فی الضعفاء یروی عن عقبہ مناکیر لا یتابع علیھا فالصواب ترک ما انفرد بہ. یعنی وہ حضرت عقبہؓ سے منکر روایات روایت کرتا تھا۔ جن میں کوئی اس کی متابعت نہ کرتا تھا۔ پس درست یہی ہے کہ اس کی ان تمام روایات کو چھوڑ دیا جائے جن میں وہ اکیلا ہو (تہذیب ص۱۵۵ ج۱۰) یہ روایت بھی حضرت عقبہ بن عامرؓ سے ہے اور اس میں بھی وہ اکیلا ہے۔ اس لئے واجب الترک ہے۔ اور امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: حدیث ابن لھیعہ عن مشرح بن ھاعان لیس اسنادہ بالقوی ص۲۲۴، ج۲۔ یعنی ابن لھیعہ کی وہ احادیث جو مشرح بن ھاعان سے ہوں وہ قوی نہیں۔ نیز عقیلی نے موسیٰ بن داؤد سے نقل کیا ہے کہ مجھے یہ اطلاع ملی کہ وہ (مشرح) حجاج کے اس لشکر میں تھا جس نے خانہ کعبہ شریف کا محاصرہ کر کے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر منجنیق سے پتھر پھینکے بلکہ آتشیں گولوں سے خانہ کعبہ شریف کے پردوں کو بھی جلا دیا (تہذیب ص۱۵۵، ج۱۰) ایک صاحب کہنے لگے چند سال قبل غیر مقلدوں نے بھی خانہ کعبہ پر حملہ کیا تھا اور سعودی حکومت نے پیر بدیع الدین پیر جھنڈے کے لڑکے نعمت اللہ شاہ

غیر مقلد کو اسی جرم کی سزا میں قتل کیا۔ اسی لئے غیر مقلد صحابہ کرام کے دشمنوں اور کعبہ پاک کے دشمنوں کی روایات لیتے ہیں۔ لشکری کہنے لگا کہ امام بیہقیؒ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس میں رفع یدین کا بھی ذکر ہے، رکوع کا بھی اور دس نیکیوں کا بھی۔ میں نے پوچھا: کس کتاب میں روایت کیا ہے؟ کہنے لگا السنن الکبریٰ میں۔ میں نے السنن الکبریٰ دی۔ اس میں یہ روایت نہیں تھی۔ پھر کہنے لگا کہ امام بیہقی کی ایک اور کتاب ہے کتاب المعرفۃ، جو ابھی چھپی نہیں اس میں ہے۔ میں نے کہا وہ کتاب معرفۃ السنن والآثار چھپ چکی ہے۔ اس میں محض بے سند بات یہ لکھی ہے: **قال اسحاق وقال عقبه بن عامر الجهنی صاحب رسول الله ﷺ اذا رفع يديه عندالركوع وعند رفع راسه فله بكل اشارة عشر حسنات.** جب رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھا کر رفع یدین کرے تو ہر دفعہ پر دس نیکیاں اس کو ملتی ہیں۔ میں نے کہا اس سے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ کی رفع یدین جس پر ساری امت کا اجماع ہے کوئی نیکی نہیں ملتی۔ میں نے کہا کہ یہ اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن راہویہ ہیں۔ ان کی پیدائش ۱۶۱ھ اور وفات شعبان ۲۳۸ھ میں ہوئی۔ ان کے شاگرد امام بیہقی ہیں جو ان کی وفات سے ۱۴۶ سال بعد پیدا ہوئے اور استاد عقبہ بن عامرؓ ہیں جو تقریباً ۶۰ھ میں ان کی پیدائش سے ۱۰۱ سال قبل وصال فرما چکے تھے۔ اب یہ تو اس سند کا حال ہے، متن کو کس طرح بگاڑا گیا۔ طبرانی کی روایت جو ضعیف سند سے ہے اس میں ایک انگلی کے اشارے پر ایک نیکی کا وعدہ تھا۔ اب دیکھا دونوں ہاتھوں کی انگلیاں دس بنیں گی تو رفع یدین پر دس نیکیاں ملیں گی۔ اب وہ کونسی رفع یدین پر نیکیاں ملیں گی، تو چونکہ اسحاق اور بیہقی شافعی ہیں انہوں نے رکوع کا ذکر ملا دیا۔ جب کہ اصل روایت میں نہ رفع یدین کا ذکر ہے اور نہ رکوع کا۔ اگر اسحاق کو یہ حق ہے تو شیعہ کو بھی حق ہے کہ دونوں سجدوں کی چار رفع یدین اور ہر رکعت کے ابتداء کی رفع یدین ملا لیں اور چار رکعت نماز میں پوری ۲۸۰ نیکیاں کمالیں اور غیر مقلد بے چارے منہ ہی تکتے رہ جائیں۔ پھر میں نے کہا کہ صاحب کنزالعمال نے اس قول کو تشہد

میں اشارہ کے بارہ میں لکھا ہے اور یہی بات صحیح ہے۔ اس پر وہ بہت پریشان ہوا۔ میں نے کہا فتاویٰ علماء حدیث میں تشہد کے اشارہ کی بحث میں ذکر کیا ہے" حاکم نے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص نماز میں اشارہ کرتا ہے تو ہر اشارہ کے عوض میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں (ص ۱۸۱ ج ۳) یہ عبارت سب نے اردو میں پڑھی۔ پھر میں نے کہا کہ دیکھو غیر مقلدین کی کتابیں بالکل قابل اعتماد نہیں ہوتیں۔ دیکھو ان کا یہ فتاویٰ بہت قابل اعتماد سمجھا جاتا ہے۔ ان کے تمام علماء اس کی تعریف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ لیکن کتنی بے باکی سے ایک امتی کے ضعیف السند قول کو نبی پاک ﷺ کی حدیث بنا ڈالا اور ایک نیکی کو دس نیکیاں بنا ڈالا اور ان لشکری صاحبان کی بے باکی سب سے بڑھی ہوئی ہے کہ ایک انگلی کو رفع یدین بنائے پھر رہے ہیں اور حیرانی تو اس بات پر ہے کہ ان گناہوں پر کسی کو ذرہ بھر ندامت نہیں ہوتی۔

ایک پروفیسر صاحب بولے گناہ پر استکبار تو شیطان کی سرشت ہے اور بھول پر بھی استغفار حضرت آدم علیہ السلام کی فطرت ہے۔ ایک اور صاحب بولے اجی نفس پرستی ہی کے کرشمے ہیں۔ دل چاہے تو مصافحہ کے دو ہاتھوں کو ایک ہی بنالیں۔ وہ بھی صرف دایاں اور جب خود اجتہادی کا اُبال اٹھے تو ایک انگلی کی دس انگلیاں بنا کر رفع یدین بنالی جائے۔ اور اس حرکت پر شرمندگی کی بجائے فخر ومباحات کی جائے۔

(چوتھی موقوف روایت) کنکریاں مارنا:

ایک صاحب نے لشکری سے پوچھ لیا کہ آپ حضرات کا کہنا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ رفع یدین نہ کرنے والوں کو کنکریاں مارا کرتے تھے۔ وہ فوراً بولا جزء رفع یدین میں امام بخاریؒ نے حمیدی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص رکوع جاتا اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتا تھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس کو کنکریاں مارا کرتے تھے۔ اب

لوگوں نے مجھے کہا کہ آپ اس کی حقیقت واضح کریں۔

میں نے کہا کہ اس روایت کا دارومدار ایک شامی راوی ولید بن مسلم پر ہے جن کا تعارف حافظ ابن حجر نے یوں کروایا ہے: ثقة لكنه كثير التدليس والتسوية (تقریب ص۳۷۱) اس کے کئی شاگرد ہیں، وہ مختلف الفاظ میں ان سے روایت کرتے ہیں:

(۱) عبداللہ بن زبیر الحمیدی۔ ان کے الفاظ عن ولید بن مسلم سمعت زید بن واقد سمعت نافع سے یہ ہیں: (الف) ان ابن عمر كان اذا رأى رجلا لا يرفع يديه كلما خفض ورفع حصبهٗ حتى يرفع يديه (مسند الحمیدی ص۲۷۷ ج ۲) یہ تو ان کی کتاب میں ہے۔ (ب) ان ابن عمرؓ كان اذا رأى رجلا لا يرفع يديه اذا ركع واذا رفع رماه بالحصٰى (جزء رفع یدین عن الحمیدی)

(۲) عيسىٰ بن ابى عمران كان ابن عمر اذا رأى رجلاً يصلى ولا يرفع كلما خفض ورفع حصبه حتى يرفع (الدار قطنی ص۲۸۹، ج۱)

(۳) احمد بن حنبل كان ابن عمرؓ اذا رأى مصليًا لا يرفع يديه فى الصلوٰة حصبه وامره ان يرفع يديه (حاکم معرفۃ علوم الحدیث ص۲۱۸)

(۴) اسحاق بن ابراهيم. ان ابن عمر كان اذا رأى رجلًا لا يرفع يديه فى الصلوٰة عند الركوع ورفع رأسه حصبه (معرفۃ السنن والآثار ص۵۶۲، ج۱)

یہ مختلف الفاظ آپ کے سامنے ہیں۔ امام احمدؒ صرف رفع یدین کا لفظ روایت کرتے ہیں، لیکن محل رفع یدین سے خاموش ہیں۔ الحمیدی اور عیسیٰ بن عمران محل رفع یدین پر اونچ نیچ بیان کرتے ہیں، یعنی رافضیوں والی رفع یدین۔ اسحاق تو متن کو اپنے مذہب کے مطابق ڈھال لیا کرتے ہیں۔ جیسے اوپر والی روایت میں انہوں نے کیا۔ جزء بخاری میں یہاں تدلیس کی گئی کہ سند تو حمیدی کی لگا دی گئی اور متن اسحاق کا لگا دیا گیا۔ یعنی رکوع کی رفع یدین۔ اب اگر امام احمدؒ کی روایت جس میں صرف رفع یدین کا ذکر ہے محل رفع یدین کا ذکر نہیں اگر محل رفع

یدین کی تعیین اجماع سے کرنی ہے تو یہاں تکبیر تحریمہ کی رفع یدین مراد لی جائے گی۔اس طرح سب لوگ پتھر کھانے سے محفوظ ہو جائیں گے، کیونکہ یہ رفع یدین سب کرتے ہیں۔اور اگر اپنے اپنے مذہب کے موافق آپ تعیین کریں گے تو جتنا حق غیر مقلدوں کو ہے کہ وہ اپنی رفع یدین مراد لیں اسی طرح روافض کو بھی حق ہے۔اس کے بعد رافضی تو پتھر کھانے سے بالکل محفوظ ہو جائیں گے، البتہ غیر مقلدین کو ہر چار رکعت میں اٹھارہ پتھر کھانے ہوں گے جو رافضی ان کو مارا کریں گے۔اب غیر مقلدوں کے پتھروں سے بچنے کے لئے دو ہی راستے ہیں یا تو اہل سنت کے ساتھ مل جائیں کہ یہاں اجماعی رفع یدین مراد ہے، اختلافی پر پتھر نہیں پڑیں گے تو وہ پتھروں سے بچ جائیں گے۔یا رافضی بن جائیں اور تمام اختلافی مقامات پر رفع یدین کیا کریں تا کہ رافضی ان کو پتھر نہ ماریں۔یہ وہ چاروں روایات ہیں جن کے بارہ میں آپ نے سوال کیا تھا۔

فقط واللّٰہ اعلم

ایک حدیث کی تحقیق

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم۔ امابعد!

حدیث محمد بن جابر :

ابو يعلى نا اسحاق بن ابي اسرائيل نا محمد بن جابر عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عبدالله قال صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم ومع ابي بكر ومع عمر رضي الله عنهما فلم يرفعوا ايديهم الا عند التكبيرة الاولى في افتتاح الصلوة قال اسحاق به ناخذ في الصلوة كلها (ابو يعلى ۸/۴۵۳ دار قطنی ۱/۲۹۵ بیہقی ۲-۷۹ الکامل ۶-۱۵۶) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی ان سب نے رفعیدین نہیں کیا۔ مگر پہلی تکبیر کے وقت نماز کے شروع میں محدث اسحاق بن ابی اسرائیل کہتے ہیں۔ ہم بھی پوری نماز میں اس طریقہ کو اپناتے ہیں۔

فائدہ :

جس طرح ہمارا کلمہ توحید نفی و اثبات سے مرکب ہے کہ ایک خدا کو معبود ماننا اور باقی سب کو نفی کرنا اسی طرح ہمارا عمل رفعیدین بھی نفی اثبات پر مشتمل

ہے۔ کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفعیدین کرنا۔ اس کے بعد کسی جگہ نہ کرنا یہ حدیث پاک رفعیدین کے دونوں پہلوؤں نفی اثبات کی واضح دلیل ہے اور مکمل دعویٰ پر حاوی ہے۔

فائدہ دوم :

اگر اس حدیث پاک میں صرف رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک عمل ہی مذکور ہوتا ہے تو اس سے صرف ثبوت عمل ہوتا آخر تک یہ عمل جاری رہا یا نہ رہا اس سے یہ حدیث خاموش ہوتی ہے لیکن اس حدیث پاک میں ساتھ ہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز کا ذکر ہے جس سے یہ بات صاف سمجھ آرہی ہے کہ نماز کا یہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ آخری طریقہ ہے جس پر آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر گئے اور اسی طریقے پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر گئے ثابت ہوا کہ یہ طریقہ سنت قائمہ ہے۔

ایک غیر مقلد سے میں نے یہ حدیث پیش کی تو فوراً بولا کہ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ میں نے کہا آپ کے ہاں دلیل شرعی صرف اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول نے نہ ہی اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے اور نہ ہی ضعیف اس لئے آپ کو تو نہ صحیح کہنے کا حق ہے اور نہ ضعیف کہنے کا ہاں جہاں کوئی بات اللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ملے وہاں ہم اپنے مجتہد کی بات مانتے ہیں ہمارے مجتہد سے یہ اعلان موافق مخالف کے ہاں تواتر سے ثابت ہے کہ اذاصح الحدیث فھو مذہبی کہ جب حدیث صحیح مل جائے اس کو اپنا مذہب قرار دیتا ہوں اور یہ بھی کتب فقہ حنفی میں متواتر ہے کہ امام صاحب کا ہی مذہب ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفعیدین ہو بعد میں نہ ہو تو معلوم ہوا کہ اس حدیث کا مضمون ہمارے امام کے ہاں بھی بالکل صحیح ہے اس لئے ہمارے ہاں بالکل صحیح ہے اس نے کہا کہ میں اللہ و رسول سے تو اس حدیث کو ضعیف ثابت نہیں

کر سکتا۔ البتہ محدثین کے فیصلے سناتا ہوں اور ان کی شہادتیں پیش کرتا ہوں میں نے کہا شہادت کا معنی آپ جانتے ہیں کہ اس کے احوال کا مشاہدہ کرنے والا بیان کرے اور ظاہر ہے کہ کسی راوی کے بارہ میں گواہ اور عینی شاہد یا اس کے استاد ہوں گے یا ہم جماعت یا شاگرد یا اس کے شہر والے جو اس سے خوب میل جول رکھتے ہوں یہ اصول دین اور دنیا میں مسلم ہے آپ اس کو سامنے رکھ کر کچھ فرمائیں۔

کہنے لگا کہ اس کی سند میں ایک راوی محمد بن جابر ہیں ان کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ میں نے کہا امام محمد بن جابر کبار تبع تابعین میں سے ہیں امام حماد رحمتہ اللہ علیہ کے لازم صحبت ہیں امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے ہم جماعت ہیں۔ کوفہ کے چیدہ علماء میں سے ہیں حضرت امام حماد کا جب وصال ہوا تو علماء کو فکر ہوئی کہ امام حماد کی مسند پر کن کو بٹھایا جائے تو اس مقصد کے لئے کوفہ کے چنیدہ علماء کی جو کمیٹی ترتیب دی گئی اس کے روح رواں امام محمد بن جابر تھے اس میں امام ابوبکر النهشلی، امام ابو بردہ الضبی اور امام محمد بن جابر الحنفی تھے۔ انہوں نے پہلے یہ فیصلہ کیا کہ امام حماد کے صاحبزادے کو ان کی مسند پر بٹھایا جائے لیکن اس کی توجہ علم نحو اور ادب کی طرف زیادہ تھی۔ اسی لئے پھر اس کمیٹی نے حضرت سیدنا امام اعظم رحمتہ اللہ کو اس مسند پر بٹھایا (مناقب صیمری ص ۷ مناقب موفق ج ۱ ص ۷۰ ابن ابی العوام ص ۸) اس سے ان کی شان امامت آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہے۔ اس خیر القرون کے امام پر آپ کسی خیر القرون کے امام سے مفسر جرح ثابت کر سکتے ہیں تو بڑے شوق سے بیان فرمائیں ہم اس پر غور کریں گے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ ان کے شاگرد محدث اسحاق بن ابی اسرائیل ان کی زبردست توثیق کرتے تھے اور بڑے بڑے ثقہ شیوخ سے ان کو افضل مانتے تھے اور خیر القرون کے لوگ ان کی اس حدیث پر بلا نکیر عمل کرتے تھے اس

کا دار قطنی کو بھی اعتراف ہے۔ ان کے ہم جماعت ان کے فیصلوں کے سامنے سر جھکاتے تھے اور بڑے بڑے محدثین ایوب' ابن عون' ھشام بن حسان' امام سفیان ثوری' امام شعبہ ان کے شاگرد ہیں ان میں سے کسی نے ایک حرف بھی ان کے لئے جرح کا استعمال نہیں کیا۔ امام بخاری نے بھی امام محمد بن جابر کی اس زیر بحث حدیث کا ذکر جزء رفعیدین فرمایا لیکن اس پر کوئی جرح نہ کر سکے۔

وہ کہنے لگا آپ کی بات میں نے غور سے سن لی ہے۔ آپ مجھے تین دن کی مہلت دیں میں کتابیں دیکھ لوں چار دن کے بعد وہ صاحب آئے اور کہنے لگے یہ تو بات دوپہر کے سورج سے زیادہ صاف ہو گئی ہے کہ خیرالقرون کے کسی امام نے ان پر کوئی جرح نہیں کی بلکہ بلا نکیر ان کی اس حدیث پر عمل جاری رہا ہاں خیرالقرون کے بعد بعض لوگوں نے اس پر جرح کی کہ آخری زمانہ میں ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا میں نے کہا کہ حافظہ کے بارہ میں تو استاد یا ہم جماعت یا شاگرد ہی صحیح رائے دے سکتے ہیں تو یہ جرح ان کے کسی استاد نے کی یا ہم جماعت نے یا شاگرد نے کہنے لگا نہ استاد نے نہ ہم جماعت نے نہ شاگرد نے بلکہ ایسے لوگوں کی جن کی ان سے ملاقات تک ثابت نہیں۔ یہ جرح امام احمد نے کی جن کی پیدائش ۱۶۴ھ میں ہے جب کہ امام محمد بن جابر کی وفات ۱۷۰ھ کے لگ بھگ ہے اس وقت امام احمد حدیث کے طالب علم بھی نہیں تھے چہ جائیکہ امام الجرح والتعدیل کے مقام پر فائز ہوں۔ اور بعد والے لوگوں نے صرف امام احمد کی تقلید شخصی میں کہا کہ آخری عمر میں حافظہ کی خرابی کی وجہ سے ضعیف ہو گئے تھے میں نے کہا کہ اگر بالفرض مان ہی لیں کہ آخری عمر میں ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا تو بھی اس حدیث پر کیا اثر اس حدیث میں ان کا شاگرد تو افضل المحدثین قرار دیتا ہے اور سب لوگ بلا نکیر اس پر عمل کرتے ہیں۔ کہنے لگا کہ یہ تو بات بالکل صحیح ہے کہ اس حدیث کی صحت پر بعد کے حافظہ کا کیا اثر؟

حافظ ابن حجر :

کہنے لگا کہ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں جرح کے کئی اقوال نقل کئے ہیں میں نے کہا کہ حافظ ابن حجر کی پیدائش ۷۷۳ھ اور وفات ۸۵۲ھ میں ہے امام محمد بن جابر سے ٦٠٠ سال بعد پیدا ہونے والے نے کچھ بے سند اور بے دلیل اقوال جمع کئے ہیں۔ ان میں بڑھاپے سے قبل ان کے ضعف کا کوئی قول نہیں اور آخری عمر میں بھی ابن حجر نے تقریب التہذیب میں محمد بن جابر کو ابن لھیعہ سے راجح قرار دیا ہے۔ اور ابن لھیعہ حسن الحدیث ہیں۔

دار قطنی :

اب وہ کہنے لگا امام دارقطنی (۳۸۵ھ) نے کہا ہے کہ محمد بن جابر ضعیف ہے اور اس حدیث میں منفرد بھی ہے میں نے کہا امام دارقطنی کی شوافع کے مسائل اور دلائل پر وسیع نظر ہے۔ مگر حنفی دلائل پر ان کو عبور نہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ امام حماد کی شاگردی کے وقت کوئی ماں کا لعل اس میں کوئی وجہ ضعف نہ نکال سکا۔ اس لئے اس حدیث پر اس کا کیا اثر۔ پھر دارقطنی کا یہ کہنا کہ محمد بن جابر منفرد ہے یہ بھی صحیح نہیں

ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم عن الاسود عن عبداللہ رضی اللہ عنہ امام ابو حنیفہ حماد سے وہ ابراہیم سے اور وہ اسود سے روایت کرتے ہیں کان یرفع یریہ فی اول التکبیر ثم لا یعود الی شئی من ذالک کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر کے وقت رفعیدین کرتے اس کے بعد نماز میں کسی اور جگہ رفعیدین نہیں کرتے تھے۔ (جامع المسانید ص۳۵۵ ج۱) دیکھئے امام الائمہ امام ابو حنیفہ بھی امام حماد سے یہی حدیث روایت کررہے ہیں اور یہ حدیث بھی دعویٰ کے مکمل مثبت اور منفی پہلو کو شامل ہے اب تو امام دارقطنی کا یہ قول بھی غلط ہو گیا کہ اس میں محمد بن جابر منفرد ہے۔

سند کا کمال :

بخاری کی اعلیٰ ترین سند وہ سمجھی جاتی ہے جس کی سند کے راوی تام الضبط بھی ہوں اور کثیر الملازمت بھی ان دونوں سندوں کے راوی تام الضبط بھی ہیں اور کثیر الملازمت بھی لیکن ان دو سندوں میں ان دونوں خوبیوں کے علاوہ دو اور خوبیاں بھی ہیں ایک یہ کہ دونوں سندوں کا ہر ہر راوی اپنے اپنے زمانہ کا افقہ الناس بھی ہے اور فرمان رسالت کے مطابق جس کو اللہ نے فقہ سے نواز دیا۔ اسے گویا تمام بھلائیاں مل گئیں اور دوسری خوبی یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں کو عملی تواتر کی حمایت بھی حاصل ہے اور عملی تواتر کی مثال تو آفتاب نیمروز کی سے ہے جب کہ اعلی سے اعلی سند کی حیثیت ایک اعلی چراغ سے زائد نہیں۔

اس پر وہ کہنے لگا کہ معلوم ہوا کہ جس طرح ہمارے پاس صحیح احادیث ہیں آپ کے پاس بھی صحیح احادیث ہیں میں نے کہا کہ آپ کی پہلی بات سے مجھے اتفاق نہیں ہے۔ آپ چار رکعت نماز میں تحریمہ کے علاوہ دو سجدوں سے اٹھ کر کبھی رفع یدین نہیں کرتے یعنی دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں جب کہ دو رکعتوں سے اٹھ کر تیسری رکعت کے شروع میں ہمیشہ کندھوں تک رفع یدین کرتے ہیں اسی طرح ہر رکعت کے رکوع سے پہلے اور رکوع سے کھڑے ہو کر ہمیشہ کندھوں تک رفع یدین کرتے ہیں مگر ہر رکعت کے سجدوں سے پہلے اور سجدوں سے اٹھ کر کبھی رفع یدین نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ مکمل طریقہ سنت موکدہ واجبہ متواترہ ہے۔ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اس نے کہا بالکل ٹھیک ہے ہمارے مولوی عبدالرحمن نے "صلوۃ الرسول" میں اس کو سنت موکدہ واجبہ متواترہ لکھا ہے میں نے کہا کہ آپ کا یہ مکمل دعویٰ و عمل جس میں مثبت منفی دونوں پہلو اور ان کا حکم مکمل آجائے کسی ایک حدیث سے بھی ثابت نہیں۔ کہنے

لگا وہ تو کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں متواتر احادیث ہیں میں نے کہا ایک خبر واحد بھی صحیح نہیں میں نے کہا کہ میں صحیح کی قید بھی ختم کرتا ہوں ایک خبر واحد حسن بھی نہیں میں نے کہا چلو میں حسن کی قید بھی ختم کرتا ہوں ایک خبر واحد ضعیف بھی نہیں وہ بے چارہ تین ماہ تک سرگرداں رہا مگر ایک خبر واحد ضعیف بھی نہ ملی تو مجھے کہنے لگا کہ جب اس مکمل دعویٰ پر ایک خبر واحد ضعیف بھی نہیں تو سب صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ یہ رفع یدین کیوں کرتے تھے یہ تو ان سے نہایت صحیح سندوں سے ثابت ہے میں نے کہا اے بھولے انسان کسی خلیفہ راشد یا کسی فرد ایک عشرہ مبشرہ سے بھی یہ مکمل قول و فعل کسی ایک صحابی۔ کسی ایک تابعی کسی ایک تبع تابعی سے بھی کسی ضعیف سند کے ساتھ ثابت نہیں اگر ہے تو پیش کرو مگر اس کے پاس مایوسیوں کے سوا کچھ نہ تھا آخر کہنے لگا چلو اور کچھ نہیں تو چار اماموں میں سے تین امام تو ہمارے ساتھ ہیں میں نے کہا یہ بھی غلط ہے چاروں میں سے ایک امام بھی تمہارے ساتھ نہیں نہ مثبت منفی گنتی میں نہ حکم میں۔ آخر جھنجلا کر کہنے لگا پھر یہ اتنے بڑے بڑے اہل حدیث عالم کیوں اس پر اتنا زور دیتے ہیں میں نے کہا اس لئے کہ ان بے چاروں کو سنت مؤکدہ واجبہ متواترہ کی تعریف نہیں آتی ہے انہیں کہو کہ وہ صرف قرآن حدیث سے اس کی جامع مانع تعریف لکھ دیں۔ قیامت تک نہیں لکھ سکیں گے بلکہ وہ قیامت تک حدیث۔ اور صحیح حدیث اور ضعیف حدیث کی تعریف بھی قرآن حدیث سے نہیں دکھا سکتے جو شخص اپنی رائے سے، یا کسی امتی کی رائے سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف وغیرہ کہتا ہے وہ رائے کا مقلد ہے اس کا اہل حدیث کہلانے کا دعویٰ بالکل جھوٹا ہے اور صحیح حدیث کے انکار پر غیر مقلدین جری ہیں۔ ابن الجوزی نے محض بے دلیل محمد بن جابر کی حدیث کو موضوع کہ دیا اس کی تقلید میں آجکل غیر مقلدین اس صحیح حدیث کا انکار کر رہے ہیں حالانکہ ابن الجوزی کا تشدد مشہور ہے اس نے

تو بخاری کی حدیث لواقسم علی اللہ لابرہ کو بھی موضوع قرار دیا ہے۔

نسخ :

(۱) جناب نے نسخ کے لفظ کی بہت گردان کی ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جناب نے نسخ کا لفظ کہیں سن لیا ہے اس کی نہ تعریف جناب کو معلوم ہے نہ تقسیم۔ اگر آپ کو نسخ کی تقسیم اور تعریف معلوم ہے تو صرف قرآن وحدیث سے اس کی تقسیم اور تعریف تحریر فرمائیں۔

(۲) معلوم ہوتا ہے کہ جناب کے نزدیک نسخ کے ثبوت کے لئے لفظ نسخ یا منسوخ شرط ہے تو یہ بہت بڑی جہالت ہے۔ تورات۔ زبور۔ انجیل کے جو احکام بالاتفاق منسوخ ہیں آپ وہاں بھی قرآن وحدیث سے لفظ نسخ یا منسوخ پیش نہیں کر سکیں گے۔

(۳) بیت المقدس کا قبلہ ہونا آپ کے نزدیک منسوخ ہے یا نہیں؟ اگر منسوخ ہے تو لفظ منسوخ قرآن حدیث میں دکھائیں۔

(۴) آپ کے نزدیک متعہ منسوخ ہے یا نہیں؟ اگر منسوخ ہے تو لفظ منسوخ قرآن وحدیث کی روشنی میں دکھائیں۔

(۵) کیا حدیث الوضوء مما مست النار کے مطابق آپ روٹی کھانے چائے پینے کے بعد وضو ٹوٹنے کے قائل ہیں یا اس حدیث کو منسوخ جانتے ہیں تو منسوخ کا صریح لفظ زبان رسالت سے ثابت کریں ورنہ اس پر عمل کرنے اور عمل کرانے کی بذریعہ اشتہارات پوری کوشش کریں۔

(۶) امام نووی نے اس حدیث کے تحت محدثین کا ایک کلیہ قاعدہ لکھا ہے کہ محدثین احادیث کے ساتھ ناسخ منسوخ کے الفاظ نہیں لکھتے۔ ہاں وہ پہلے زمانے کی یعنی منسوخ حدیث پہلے لکھتے ہیں اور بعد کے زمانے والی یعنی ناسخ بعد میں۔ آئمہ حدیث کا یہ طرز آپ کو مسلم ہے یا نہیں؟

(۷) امام نسائی نے بخاری کی رفع یدین کی دونوں حدیثیں (ابن عمر-مالک بن الحویرث) پہلے لکھ کر بعد میں عبداللہ بن مسعود کی ترک کی حدیث لکھی ہے کیا باصول محدثین رفع یدین منسوخ ہوگئی یا نہیں؟

(۸) امام نسائی نے دوسرے باب میں مسلم والی تینوں احادیث (ابن عمر، مالک، وائل) لکھ کر بعد میں ابن مسعود کی ترک رفع یدین کی حدیث لکھی ہے تو کیا محدثین کے اصول سے بخاری مسلم کی احادیث رفع یدین منسوخ ہوگئیں یا نہیں؟

(۹) امام ترمذی نے بھی رفع یدین کے باب میں رفع یدین کی حدیث لکھ کر بعد میں ترک رفع یدین کی حدیث لکھ کر اسے حسن قرار دیا ہے اور بتایا کہ صحابہ، تابعین اور اہل کوفہ کے ہاں یہ معمول ہے۔ تو اس طریق سے رفع یدین کا نسخ باصول محدثین ثابت ہوا یا نہیں؟

(۱۰) امام ابوداؤد نے بھی رفع یدین کی احادیث کے بعد ترک رفع یدین کی احادیث لکھی تو کیا باصول محدثین رفع یدین نسخ ہوا یا نہیں؟

(۱۱) جس طرح ہم نے صحاح ستہ کی تین کتابیں پیش کیں نسائی - ترمذی - ابوداؤد جن میں رفع یدین کی احادیث پہلے اور ترک کی بعد میں ہے آپ بھی صحاح ستہ سے صرف ایک کتاب پیش کریں جس میں ترک کی حدیث پہلے ہو اور رفع یدین کی بعد میں تاکہ باصول محدثین ترک کی احادیث کو منسوخ قرار دیا جاسکے۔

(۱۲) امام بیہقی جن کی عبارت سے جناب نے اپنا مضمون شروع کیا ہے نے ترک رفع یدین کی احادیث کو منسوخ قرار دیا ہے۔ کیا اس کے ثبوت میں آپ منسوخ کا لفظ دکھا سکتے ہیں؟

(۱۳) جب ترک رفع یدین کی احادیث کو منسوخ مانا تو گویا ان کو صحیح مان لیا تو کیا آپ ان احادیث کو صحیح مانتے ہیں؟

(۱۴) فتاویٰ علمائے حدیث حصہ سوم کے آخر میں سجدوں کے وقت رفع یدین کو

سنت قرار دیا ہے۔ اور اس پر سو شہید کا ثواب بیان کیا ہے اور اس کی مخالف متفق علیہ حدیث کان لایفعل ذالک فی السجود کو منسوخ قرار دیا ہے۔ کیا اس کے لئے منسوخ کا لفظ آپ پیش کرسکتے ہیں؟

(۱۵) امام زھری کا ارشاد ہے کانوا یتبعون الاحدث فاحدث عن امرہ ویرونہ الناسخ المحکم (مسلم) امام زھری نے صحابہ تابعین کے تعامل کو ناسخ بلکہ نسخ کی محکم دلیل قرار دیا ہے۔ یہی بات امام طحاوی نے فرمائی ہے کہ رفع یدین کے راوی ابن عمر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ خود رفع یدین نہیں کرتے تھے تو خود راوی کا حدیث پر عمل ترک کردینا دلیل نسخ ہے جبکہ ترک رفع یدین کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی ضعیف سند سے بھی اپنی حدیث کے خلاف رفع یدین کرنا مذکور نہیں آپ امام زھری کے اس اصول اور صحابہ تابعین کے اس اجماعی اصول کو مانتے ہیں یا نہیں؟

(۱۶) نسخ کے لئے دلیل کی ضرورت ہے؟ جن کے ہاں دلیل صرف اور صرف قرآن حدیث ہے ان کے ہاں تو دلیل ہی بیان کرنا ہوگی اور جن کے ہاں دلیلیں چار ہیں کتاب وسنت اجماع قیاس وہ کسی دلیل سے بھی نسخ ثابت کرسکتے ہیں۔ ہاں پہلی تین دلیلیں حجت ملزمہ ہیں ان سے نسخ قطعی ثابت ہوگا اور چوتھی دلیل حجت مطمئنہ ہے اس سے نسخ اجتہادی ثابت ہوگا۔ آپ ان کا جواب صرف قرآن حدیث سے لکھیں گے تو مزید عرضداشت بھی بھیجی جائے گی۔

جدید حاشیہ
قرآن کریم پر ایک تحقیقی نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔ امابعد !

موجودہ سعودی حکومت کی یہ خواہش ہے کہ مسلمان قرآنی تعلیمات کے زیور سے آراستہ ہوں۔ اس بارہ میں شاہ فہد نے ایک مجلس شوریٰ قائم کی اور اس مجلس شوریٰ نے فیصلہ فرمایا کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ کی تفسیر کی اشاعت کی جائے۔ اس بارہ میں اس مجلس کی رائے یہ ہے :

"سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہان کا پالنے والا ہے اور اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے آل و اصحاب پر۔ امابعد خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود حفظہ اللہ نے قرآن کریم کی طباعت و اشاعت اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمہ و تفسیر کی بابت جو احکامات دئے ہیں ان کو عملی جامہ پہنانا شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس مدینہ منورہ کا اولین مقصد ہے۔ عربی سے ناواقف مسلمانوں کو (خاص طور پر اس دور میں) قرآنی علوم و معارف سے روشناس کرانے کے لئے دنیا کی اکثر زبانوں میں قرآن کریم کے مختلف اور متعدد ترجمے اور تفاسیر لکھی گئیں اور

زبانوں کی طرح اردو زبان بھی ایک خاص حیثیت کی مالک ہے اس لئے اس میں بھی قرآن کریم کے مختلف اور متعدد ترجمے اور تفاسیر موجود ہیں۔ اردو زبان میں موجود تراجم و تفاسیر اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس پس منظر میں "شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس" اور "رابطہ عالم اسلامی" باہمی تعاون سے مختلف زبانوں میں معتمد علماء کے تراجم و تفاسیر کو منتخب کر کے شائع کرتے ہیں تاکہ اسلامی دنیا کی ضرورت کو پورا کرنے میں اپنا کردار ادا کریں اور تلاوت کرنے والا قرآنی مفہوم و معانی پر بھی مطلع ہو سکے۔ قرآن پاک کے اردو ترجمہ و تفسیر کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے "شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس" کی مرکزی مجلس شوری نے تراجم و تفاسیر سے متعلق منعقد ہونے والے خصوصی اجلاس میں اس کی طباعت و نشر کا بھی فیصلہ کیا ہے۔ ارشاد ربانی "انما المومنون اخوة" (تمام مومن بھائی بھائی ہیں) اور اسلامی جذبہ تعاون کی بنیاد پر "قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس" جو اردو ترجمہ اور تفسیر شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وزارت مذہبی امور کی طرف سے معتمد اور مصدق ہے۔ جید علمی شخصیت حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی نے مترجم و مفسر کی علمی عظمت کا اعتراف کیا ہے اور اس ترجمہ و تفسیر کی توثیق ان الفاظ میں کی ہے۔

"اردو زبان میں یہ سب سے اچھا ترجمہ و تفسیر ہے اس کی طباعت و اشاعت ہونی چاہئے" حضرت مولانا محمود الحسن صاحب کے کئے ہوئے ترجمہ کی تفسیر حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے لکھی ہے اور ضروری تصحیحات کا مراجعہ رابطہ عالم اسلامی (ادارۃ القرآن الکریم) کی طرف سے فضیلۃ الشیخ سید عنایت اللہ شاہ صاحب کاکاخیل نے کیا ہے۔ "شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس" انتہائی مسرت کے ساتھ خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود حفظہ اللہ کی طرف سے یہ قرآن کریم اردو خواں مسلمانوں کی خدمت میں

ہدیتاً پیش کرتا ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اس کے ذریعہ ہدایت کی روشنی پھیلے اس کا نفع عام ہو اور پڑھنے والوں کے لئے ایمان و اسلام میں ثابت قدمی اور دنیا و آخرت میں نجات کا سبب بنے۔ آمین۔

الحمدللہ اس ترجمہ و تفسیر کی اشاعت سے شاہ فہد حفظہ اللہ کا مقصد اشاعت علوم قرآن پورا ہوا اور ہر ملک میں سواد اعظم اہل سنت والجماعت نے قرآنی علوم و معارف سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ ہر ہر گھر میں تعلیمات قرآن کا نور جگمگایا۔ اس ترجمہ و تفسیر کو وہ قبولیت عامہ نصیب ہوئی اگر ہزاروں لوگ جو حج پر جاکر ہدیتاً نہ حاصل کر سکے انہوں نے قیمتاً خرید کر اس سے استفادہ کیا۔ اس دنیا میں جس طرح ایسی سعید روحیں ہیں جو قرآنی معارف کی اشاعت سے خوش و خرم ہوتی ہیں۔ ایک فرقہ شاذہ جن کی تعداد دنیا میں دونی دس ہزار بھی نہیں۔ انہیں یہ قرآنی معارف پسند نہ آئے اور اس سے ان بے چاروں کی نیندیں حرام ہو گئیں۔ انہوں نے کئی سال کی شبانہ روز دوڑ دھوپ کے بعد ایک دوسرا ترجمہ قرآن اشاعت کے لئے منظور کروایا جس کے بارہ میں اس کے شروع میں لکھا۔

"یہ ترجمہ مولانا محمد جوناگڑھی کے قلم سے ہے اور تفسیری حواشی مولانا صلاح الدین یوسف کے تحریر کردہ ہیں۔ مجمع کی جانب سے نظر ثانی کا کام ڈاکٹر وصی اللہ بن محمد عباس اور ڈاکٹر اختر جمال لقمان نے انجام دیا' ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے اس عظیم کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق دی' ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ خدمت قبول فرمائیں اور مسلمانوں کے لئے اسے نفع بخش بنائیں"۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قرآن مجید کا کوئی بھی ترجمہ خواہ کیسی ہی دقت نظر سے انجام پایا ہو ان عظیم معانی کو کماحقہ ادا کرنے سے بہرحال قاصر رہے گا جو اس معجزانہ متن میں پنہاں ہیں۔ نیز یہ کہ ترجمہ میں جن مطالب کو پیش کیا جاتا ہے وہ دراصل مترجم کی قرآن فہمی کا ماحصل ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ ہر انسانی

کوشش کی طرح ترجمہ قرآن میں بھی غلطی کوتاہی اور نقص کا امکان باقی رہ جاتا ہے۔ اس بناء پر قارئین سے ہماری درخواست ہے کہ انہیں اس ترجمہ میں کسی مقام پر کوئی فروگذاشت نظر آئے تو مجمع الملک شاہ فہد کو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کی جاسکے"۔

دونوں میں فرق :

یہ دونوں ترجمے اور تفسیری حواشی اگرچہ وہاں سے چھپے ہیں مگر ان میں تین فرق نہایت واضح ہیں۔

پہلا فرق :

تفسیر عثمانی کو ادارہ نے جس اعتماد کے ساتھ شائع کیا ہے تفسیر صلاح الدین پر ادارے کو وہ اعتماد حاصل نہیں ہو سکا اور اس بداعتمادی کی پردہ پوشی کے لئے یہ عذر تلاش کیا ہے کہ انسان سے غلطی کوتاہی اور نقصان کا امکان ہر وقت ہے۔ اتنی بات تو صحیح ہے کہ ایک انسان سے خطا کا امکان ہے مگر جب اس انسان کی کوشش اہل فن علماء و مفسرین کے ہاں پہنچ کر تلقی بالقبول اور شرف قبولیت حاصل کر لے تو یہ خطرہ ختم ہو جاتا ہے۔ تفسیر عثمانی جب سے لکھی گئی اس کو علماء و مفسرین میں وہ قبولیت عامہ نصیب ہوئی کہ اس زمانہ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اور بڑے بڑے اہل فن مفسرین سے سنا کہ یہ تفسیر کیا ہے گویا دریا کو کوزہ میں بند کر دیا۔ کسی آیت کے بارہ میں بیس پچیس بڑی بڑی تفاسیر کا مطالعہ کرنے کے بعد تفسیر عثمانی کا مطالعہ کریں تو واقعتًا ان سب تفاسیر کا خلاصہ نہایت نپے تلے لفظوں میں "تفسیر عثمانی" میں مل جاتا ہے۔ ہم نے خود بھی اس کا تجربہ کیا الحمدللہ اس بات کو سو فیصد صحیح پایا۔ آپ بھی تجربہ کر کے دیکھ لیں انشاء اللہ اسی نتیجہ پر پہنچیں گے۔ قرآن پاک سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ والوں کے ہاں کسی کی مقبولیت عنداللہ مقبولیت کی دلیل ہے اس کے برعکس اس جدید تفسیر کا صرف ایک ہی ایڈیشن پہلے

چھپا- اسے اپنے فرقہ جس کی تعداد دونی دس ہزار بھی نہیں اس میں بھی مقبولیت نصیب نہ ہو سکی اس لئے اس پر وہ اعتماد کب کیا جا سکتا ہے۔

دوسرا فرق :

تفسیر عثمانی پہلے بھی کئی مرتبہ چھپی اور کئی زبانوں میں چھپی پھر جب اس کو سعودی حکومت نے چھپوایا تو من و عن اسی طرح چھپوایا۔ اس میں کسی قسم کی کوئی قطع و برید نہ کی مگر اس جدید حاشیہ میں کئی جگہ غیر مقلدین نے قطع و برید کر کے چھپوانے کے لئے دیا اور اسی وجہ سے چھاپنے والوں کے دل میں بھی اس کا اعتماد بحال نہ رہ سکا۔ اس قطع و برید کی دس مثالیں اس مضمون میں پیش کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ۔

تیسرا فرق :

تفسیر عثمانی جب کوئی حاجی صاحب لاتے اگر وہ خود پڑھے ہوئے ہوتے تو خود اس سے استفادہ کرتے یا مسجد کے امام صاحب کو دے دیتے وہ اس تفسیر کا درس شروع کر دیتے اور پورا محلہ یا پورے گاؤں والے قرآنی علوم و معارف سے مستفید ہوتے اور یہی شاہ فہد حفظہ اللہ کا مقصد تھا لیکن اس سال جب حاجی صاحبان یہ (نئی تفسیر والا) قرآن پاک لے کر آئے تو بہت سے تو راستے میں جہاز میں یا کسی ہوٹل میں چھوڑ آئے کیونکہ اس محشی کا بحیثیت مفسر کہیں تعارف ہی نہیں تھا اور جو ساتھ لائے انہوں نے جب پہلے ہی دو صفحات کا حاشیہ پڑھا کہ جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی تو وہ پریشان ہو کر علماء کے پاس آئے کہ اس حاشیہ کے مطابق تو نہ صرف ہم بلکہ کروڑوں مسلمان بے نماز ہیں۔ علماء نے سختی سے منع کر دیا کہ اس کا مطالعہ نہ کرو۔ میں جب کسی شہر میں جاتا ہوں تو خاص طور پر پوچھتا ہوں کہ اس دفعہ حاجی صاحبان جو قرآن پاک لائے ہیں اس کے مطالعہ کا کیا حال ہے تو عموماً یہی پتہ چلتا ہے کہ اگر دس ہزار حاجی صاحبان یہ

قرآن لائے ہیں تو بمشکل دس ہزار میں سے ایک نے اسے پڑھا ہو گا باقی حاجی صاحبان خود بھی پریشان ہیں کہ اس تفسیر کا کیا کریں۔ گھر رکھتے ہیں تو گھر میں لڑائی جھگڑے کا خطرہ ہے۔ مسجد والے بھی نہیں رکھنے دیتے کہ خواہ مخواہ مسجد اختلافات کا اکھاڑہ بن جائے گی۔ بعض علماء نے اکٹھے کر کے الماریوں میں مقفل کر دئے ہیں حالانکہ شاہ فہد حفظہ اللہ کا قطعاً یہ مقصد نہ تھا کہ قرآن اس لئے چھاپو کہ نہ کوئی اس میں تلاوت کرے، نہ اس کا ترجمہ پڑھے، نہ حاشیہ پڑھے۔ بلکہ اسی بات میں پریشان رہے اس کا کیا کیا جائے۔ اس سے ایک فرقہ شاذہ کی ضد تو پوری ہو گئی مگر اس سے استفادہ اور افادہ دس ہزار میں ایک بھی نہ ہو سکا۔

اب اس جدید تفسیر کے پہلے ایڈیشن جس پر پتہ یوں ہے "مکتبہ دارالسلام الریاض سعودی عرب / لاہور پاکستان" اور دوسرے ایڈیشن جس پر پتہ یوں ہے "شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس" جو حاجی صاحبان کو دیا گیا ہے کے فرق کی صرف دس مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حکومت اسرائیل :

آیت ضربت علیھم الذلۃ این ما ثقفوا الا بحبل من اللّٰہ و حبل من الناس الخ۔ ترجمہ: یہ ہر جگہ ہی ذلیل ہیں یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یا لوگوں کی پناہ میں ہوں۔ (تفسیر حاشیہ ۲، ص ۸۲)

یہودیوں پر جو ذلت و مسکنت غضب الٰہی کے نتیجے میں مسلط کی گئی ہے اس سے وقتی طور پر بچاؤ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ اللہ کی پناہ میں آجائیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں یا اسلامی حکومت میں جزیہ دے کر ذمی کی حیثیت سے رہنا قبول کر لیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ لوگوں کی پناہ ان کو حاصل ہو جائے اس کے دو مفہوم بیان کئے گئے ہیں ایک یہ کہ اسلامی مملکت کی بجائے عام مسلمان ان کو پناہ دے دیں جیسا کہ ہر مسلمان کو یہ حق حاصل ہے اور اسلامی

مملکت کے حکمرانوں کو یہ تاکید کی گئی ہے کہ وہ ادنی مسلمان کی دی گئی پناہ کو بھی رد نہ کریں۔ دوسرا یہ کہ کسی بڑی غیر مسلم طاقت کی پشت پناہی ان کو حاصل ہو جائے کیونکہ "الناس" عام ہے اس میں مسلمان اور غیر مسلمان دونوں شامل ہیں۔ "جیسا کہ یہودیوں کی موجودہ حکومت (اسرائیل) امریکہ برطانیہ اور فرانس وغیرہ کی حمایت سے قائم ہے۔ ان بڑی طاقتوں نے اپنے استعماری مقاصد اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی غرض سے اس یہودی مملکت کو وجود بھی بخشا ہے اور وہ اس کے مستقل پشت پناہ بھی ہیں اس لئے یہودیوں کی اس مملکت کی وجہ سے جو دراصل امریکہ وغیرہ کی شرق اوسط میں ایک چھاؤنی ہے اس شبہ اور مغالطہ کا شکار نہ ہونا چاہئے کہ یہ اس ذلت و مسکنت کے خلاف ہے جو ان کی بابت قرآن میں بیان کیا گیا ہے بلکہ قرآن کی صداقت کا یہ منہ بولتا ثبوت ہے عبرت دیکھنا چاہیے کہ یہ حکومت ہر طرح کے امکانات سے مسلح ہونے کے باوجود ایک ایسی ذلیل اور رسوا کن صورت حال سے دوچار ہے جو دنیا کی کسی قوم اور حکومت کے حصہ میں نہیں آئی یعنی اس کے طاقتور اور ہتھیاروں سے لیس فوجی دستوں کو معمولی عمر کے بچے یوں پتھر مارتے ہیں جیسے بندروں کو پتھر مارا جا رہا ہو اور یہود برس ہا برس سے ہر طرح کی قوت و حکمت صرف کرنے کے باوجود اپنی اس ذلت آمیز صورت حال کو بدلنے میں ناکام ہیں "خذلهم الله" آخری بین القوسین عبارت نئے ایڈیشن سے حذف کر دی گئی ہے مقابلہ کرو پہلا ایڈیشن ص ۸۲' حاشیہ ۴۔ دوسرا ایڈیشن ص ۱۶۷' حاشیہ ۱

(۲) آیت یایها الذین امنوا لا تتخذوا الیهود والنصارٰی اولیاء بعضهم اولیاء بعض۔ ترجمہ: اے ایمان والو تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

تفسیر: قرآن کی بیان کردہ حقیقت کا مشاہدہ ہر شخص کر سکتا ہے کہ یہود و

نصاریٰ کا اگرچہ آپس میں عقائد کے لحاظ سے شدید اختلاف اور باہمی بغض و عناد ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک دوسرے کے معاون بازو اور محافظ ہیں۔ ("اسرائیل جو ایک یہودی مملکت ہے اس کا وجود ہی غیر قانونی اور عدل و انصاف کے مسلمہ اصولوں کے خلاف ہے لیکن اس کے باوصف اس کے قیام میں انگلستان اور یورپ کی عیسائی طاقتوں نے بھرپور حصہ لیا اور اس کی خوب مدد کی اور پھر قیام کے بعد اس کا عمل مسلسل جارحانہ ' ظالمانہ اور غیر منصفانہ ہے لیکن پھر بھی مذکورہ عیسائی طاقتیں اس کی محافظ اور پشتیبان چلی آرہی ہیں اور شرق اوسط کا یہ ناسور جسے ختم کرنے کی شدید ضرورت تھی عیسائی یہودی گٹھ جوڑ کی وجہ سے پھیل رہا اور بڑھ رہا ہے اور اس کی خطرناکی میں دن بدن اضافہ ہی ہو رہا ہے نعوذ باللہ منھا")۔ یہ بین القوسین عبارت دوسرے ایڈیشن سے حذف کر دی گئی ہے مقابلہ کرو پہلا ایڈیشن ص۱۵۰' حاشیہ ۳ بمقابلہ ایڈیشن دوم ص۳۰۸' حاشیہ ۴۔

پڑھے لکھے اور سنجیدہ غیر مقلدین کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ یا تو یہ شورا شوری اور یا یہ بے نمکی۔ آخر پہلے ایڈیشن میں قرآنی آیات کی تفسیر میں یہود اور حکومت اسرائیل کی اتنی زبردست مخالفت اور دوسرے ایڈیشن میں سب کچھ غائب۔ کیا قرآن بدل گیا ہے کہ یہ تفسیر حذف کر دی گئی یا جناب کی یہود دشمنی " یہود دوستی " سے بدل گئی ہے کہ اب ان کے خلاف ایک فقرہ تو کجا ایک لفظ بھی برداشت نہیں۔ کیا اب حکومت اسرائیل کا ظلم ختم ہو گیا' کیا اب یہ ناسور صحیح ہو گیا' تلوّن مزاجی کی بھی حد ہو گئی ہے!

(۳) روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :

آیت کریمہ: وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللّٰہ۔ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم

الرسول لوجدوا اللّٰہ توابا رحیمًا۔ (النساء ۶۴)

ترجمہ: اور ہم نے ہر ہر رسول کو صرف اس لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تیرے پاس آجاتے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کرتا؟ تو یقیناً یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے؟

تفسیر: مغفرت کے لئے بارگاہ الٰہی میں ہی توبہ و استغفار ضروری اور کافی ہے لیکن یہاں ان کو کہا گیا کہ اے پیغمبر! وہ تیرے پاس آتے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور تو بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتا۔ یہ اس لئے کہ چونکہ انہوں نے فصل خصومات کے لئے دوسروں کی طرف رجوع کر کے آپ کا استخفاف کیا تھا۔ اس لئے اس ازالے کے لئے آپ کے پاس آنے کی تاکید کی۔ (ظاہر بات ہے کہ اپنے پس منظر کے لحاظ سے بھی اور الفاظ کے اعتبار سے بھی اس ہدایت کا تعلق آپ کی زندگی سے تھا لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ آج بھی روضہ نبوی پر استغفار کے لئے حاضری ایسی ہی ہے جیسے آپ کی زندگی میں تھی انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ تف ہے ایسے فہم قرآن پر اور ہزار بار توبہ ہے ایسی تفسیر سے)

یہ بین القوسین عبارت ایڈیشن اول ص ۱۱۳، حاشیہ ۴ پر ہے جبکہ دوسرے ایڈیشن ص ۲۳۳، حاشیہ ایک سے نکال دی گئی ہے۔ اب اگر اس گستاخی سے توبہ کر لی ہے تو ضروری ہے کہ غیر مقلد روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جاکر حضرت سے استغفار کی درخواست کریں۔ آیت کریمہ میں جس طرح آپ کی اطاعت کا حکم ہے اسی طرح آپ سے استغفار کرانے کا بھی حکم ہے۔ "اہل حدیث" کے بڑے بھائی "اہل قرآن" یہ کہتے ہیں کہ آپ کی اطاعت بھی آپ کی زندگی تک ہی تھی اور آپ سے استغفار کرانا بھی آپ کی زندگی تک تھا۔ اہل حدیث نے ایک بات مان لی کہ اطاعت اب بھی جائز ہے اور استغفار کرانے پر

اناللہ پڑھ دیا۔ اہل سنت کے چاروں مذاھب کا اتفاق ہے آپ کی اطاعت بھی قیامت تک ہے اور آپ سے استغفار کرانا بھی قیامت تک درست ہے۔ چاروں مذاھب کو "بعض لوگ" کہنا یہ بہت بڑی دھوکے بازی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

(۴) فقہی مدارس :

وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم آیات اللّٰہ یکفر بھا ویستھزا بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم ان اللّٰہ جامع المنافقین و الکافرین فی جھنم جمیعا (النساء:۱۴۰)

ترجمہ : اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ جب کسی مجلس والوں کو اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے دیکھو اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں (ورنہ) تم بھی اس وقت انہیں جیسے ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔

تفسیر : یعنی منع کرنے کے باوجود اگر تم ایسی مجلسوں میں جہاں آیات الٰہی کا استہزاء کیا جاتا ہو بیٹھو گے اور ان پر نکیر نہیں کروگے تو پھر تم بھی گناہ میں ان کے برابر ہوگے۔ جیسے ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اس دعوت میں شریک نہ ہو جس میں شراب کا دور چلے (مسند احمد جلد ۱ ص ۲۰، ج ۲ ص ۳۳۹) اس سے معلوم ہوا کہ ایسی مجلسوں اور اجتماعات میں شریک ہونا جن میں اللہ رسول کے احکام کا قولاً یا عملاً مذاق اڑایا جاتا ہو جیسے آج کل امراء، فیشن ایبل اور مغرب زدہ حلقوں میں بالعموم ایسا ہوتا ہے یا شادی بیاہ اور سالگرہ وغیرہ تقریبات میں کیا جاتا ہے۔ (امام شوکانی فرماتے ہیں کہ انہیں میں درس و تدریس کے وہ حلقے بھی آجاتے ہیں جہاں تقلیدی آراء کے مقابلے میں

قرآن اور حدیث نبوی کا رد اور اس کا استہزاء کیا جاتا ہے بہرحال اس قسم کی تمام مذکورہ مجالس میں شرکت) سخت گناہ ہے انکم اذا مثلھم کی وعید قرآنی اہل ایمان کے اندر کپکپی طاری کرنے کے لئے کافی ہے بشرطیکہ دل کے اندر ایمان ہو۔

نوٹ : جس طرح اہل حدیث کے بڑے بھائی اہل قرآن کہتے ہیں کہ اہل حدیث کے مدارس میں احادیث کے مقابلہ میں آیات قرآنی کو رد کیا جاتا ہے اور قرآن کا مذاق اڑایا جاتا ہے اس لئے ان مجالس میں بیٹھنا سخت گناہ ہے اسی طرح اس مفسر نے جوش میں آکر فقہ کو قرآنی حدیث کے مخالف قرار دیا ہے' حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں اگر سنت قرآن کے مخالف ہوتی تو قرآن میں کبھی اتباع رسول کا حکم نہ ہوتا' اسی طرح اگر فقہ قرآن و حدیث کے مخالف ہوتی تو کبھی قرآن فقہاء کی طرف رجوع کا حکم نہ دیتا۔ جس طرح رسول کے بارہ میں یہ کہنا کہ وہ خدا کے خلاف باتیں کرتا ہے غلط ہے کیونکہ رسول کا منصب ہی یہ ہے وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی کہ رسول اپنی خواہش سے دین میں کچھ نہیں کہتا۔ وہ وہی کہتا ہے جو بذریعہ وحی اس پر آتا ہے۔ اسی طرح مجتہد اور فقیہ کے بارہ میں یہ کہنا کہ وہ قرآن و حدیث کی مخالفت کرتا ہے۔ ان کے منصب سے جہالت کی دلیل ہے ان کا اعلان عام ہے کہ القیاس مظھر لا مثبت۔ کہ ہم قیاس سے کتاب و سنت کا پوشیدہ مسئلہ ظاہر کرکے بتاتے ہیں کوئی از خود گھڑ کر بیان نہیں کرتے۔

جب یہ قرآن پاکستان میں چھپا تو مفسر صاحب نے فقہ اور مقلدین کو گویا کافروں سے ملا دیا اور جو غیر مقلد لڑکے حنفی مدارس میں پڑھتے ہیں ان کو منافق قرار دے کر کافروں کے ساتھ جنہم میں جمع کر دیا مگر جب یہی تفسیر سعودیہ میں چھپوانی پڑی تو غیر مقلدین پر ایسی کپکپی طاری ہوئی کہ اس بین القوسین عبارت کو

حذف کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ لاہور میں قرآن کی تشریح اور ہوتی ہے اور مدینہ منورہ میں جا کر تفسیر بدل جاتی ہے لیکن سعودی حکومت کے ڈر سے اپنا قرآنی عقیدہ چھوڑ دینا کیا قرآن سے اور حدیث سے بے وفائی تو نہیں؟

ع کیوں رنگ بدلتے ہو گرگٹ کی طرح اپنا

اسی کو کہتے ہیں کہ گنگا پر گئے تو گنگارام اور جمنا پر گئے تو جمنا داس۔ لیکن تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں اور کہتے ہیں

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من از رفتار پائیت مے شناسم

(۵) چار مصلّے :

لا تقم فیہ ابدا۔ آپ اس (مسجد ضرار) میں کبھی کھڑے نہ ہوں۔

تفسیر : یعنی آپ نے وہاں جا کر نماز پڑھنے کا جو وعدہ فرمایا ہے اس کے مطابق وہاں جا کر نماز نہ پڑھیں چنانچہ آپ نے نہ صرف یہ کہ نماز نہیں پڑھی بلکہ اپنے چند ساتھیوں کو بھیج کر وہ مسجد ڈھادی اور اسے ختم کر دیا۔ اس سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ جو مسجد اللہ کی عبادت کی بجائے مسلمانوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے کی غرض سے بنائی جائے وہ مسجد ضرار ہے۔ اس کو ڈھا دیا جائے تاکہ مسلمانوں میں تفریق و انتشار پیدا نہ ہو (لیکن اس امت مسلمہ میں ایسے ظالم بھی پیدا ہوئے جنہوں نے تفریق کی بنیاد پر نئی نئی مسجدیں ہی نہیں بنائیں بلکہ خانہ کعبہ کے اندر چار مصلے قائم کر کے مسلمانوں کو چار ٹکڑوں میں تقسیم کئے رکھا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ سلطان عبدالعزیز فرمانروائے نجد و حجاز کی جنہوں نے خانہ کعبہ سے اس بدعت اور تفریق کا خاتمہ فرمایا اور مسلمانوں کو کلمہ واحدہ پر جمع کیا رحمۃ اللّٰہ رحمۃ واسعتہ)۔

نوٹ : مفسر جدید نے چار مصلوں کی وجہ سے خانہ کعبہ شریف کو مسجد ضرار

سے بھی بدتر قرار دے دیا۔ غیر مقلدین کی معتبر کتاب حقیقہ الفقہ میں کتاب خبیہ الاکوان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سلطان ببرس کے زمانہ میں چار قاضی مقرر ہوئے یہ قاضی حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی تھے اور ٦٦٥ھ سے اب تک تمام اسلامی ممالک میں یہ چار ہی مذاہب معروف ہیں اور ان چار مذاہب کے علاوہ اہل اسلام میں کوئی مذہب پہچانا نہیں جاتا۔ (حقیقۃ الفقہ ص٨٦) اور اسی کتاب میں نواب صدیق حسن خان (غیر مقلد) کی کتاب ارشاد السائل کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نویں صدی کے اوائل یعنی ٨٠١ھ سے بادشاہ فرج بن برقوق نے خانہ کعبہ میں چار مصلے بچھائے (حقیقۃ الفقہ ص٨٦) یہ چار مصلے کب تک رہے؟ اخبار اہل حدیث امرتسر ١٠ دسمبر ١٩٢٦ء ص ١٣ کالم ٣ پر ہے الحمد للہ کہ شاہ حجاز ابن سعود ایدہ اللہ کی توجہ سے حرم کعبہ میں وحدت قائم ہو گئی۔ مکہ کا سرکاری اخبار "ام القری" مورخہ ٢٣ ربیع الثانی ١٣٤٥ھ راوی ہے کہ "مذاہب اربعہ کے علماء نے جمع ہو کر تجویز کیا کہ حرم شریف میں جماعت ایک ہی ہونی چاہئے جس کی صورت یہ ہوئی کہ دو امام منتخب ہوئے۔ یہ امام نوبت بہ نوبت نماز کرایا کریں گے مگر جماعت ایک ہی ہو گی۔ یہ تجویز سلطان ابن سعود کے حضور پیش ہوئی تو انہوں نے اس کو منظور فرمالیا چنانچہ اب حرم میں ایک ہی جماعت ہوتی ہے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ نہ چار مذہب ببرس نے بنائے نہ فرج بن برقوق نے اور نہ ہی چار مذاہب کو سلطان ابن سعود نے ختم کیا۔ یہ چاروں مذاہب پہلے سے آرہے تھے اب تک ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ البتہ ان چار قاضیوں اور چار مصلوں سے یہ معلوم ہوا کہ اہل سنت والجماعت کے یہ چار ہی مذہب تھے، چار ہی ہیں، کسی پانچویں کو اہل سنت والجماعت کہلانے کا کوئی حق نہ تھا نہ ہے اور جب تک چار مصلے اور چار قاضی رہے دنیا کے کسی ملک میں کوئی نیا فرقہ نہ بن سکا اور ان چار مصلوں سے یہ بھی سمجھ آتا تھا کہ اگرچہ یہ مصلے چار ہیں مگر قبلہ سب کا ایک

ہی ہے۔ ولکل وجھة ھو مولیھا فاستبقواالخیرات اور یہ اختلاف جہات ہے اسی طرح گو یہ مذہب چار ہیں مگر مقصد سب کا ایک ہی ہے وہ ہے اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یہ مذاہب یعنی راستوں کا اختلاف ہے منزل کا اختلاف نہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدیوں تک مذاہب اربعہ کے چار قاضی تو رہے لیکن ان صدہا سال میں کوئی قاضی تو کجا کسی قاضی کا کوئی ایک آدھ چپڑاسی بھی غیر مقلد نہیں رہا اور صدیوں تک چاروں مذھبوں کے امام تو حرم کعبہ میں رہے لیکن اتنی صدیوں میں مکہ مکرمہ کی کسی گلی کا خاکروب بھی غیر مقلد نہیں رہا۔ مفسر صاحب سے یہی سوال ہے کہ جب تقریباً سات سو سال حرمین شریفین میں چار قاضی رہے اور تقریباً ساڑھے پانچ سو سال حرم کعبہ میں چار مصلے رہے اس وقت بھی حرم کعبہ حرم پاک تھا یا نہیں یا جناب کے نزدیک حرم کعبہ صدیوں تک مسجد ضرار کے حکم میں رہا؟ بہرحال یہ بہت بڑی جسارت ہے جو مفسر صاحب نے چار مصلوں، چار قاضیوں اور چار مذھبوں کو حق مان لیا ہے یا پاکستان میں تفسیر اور ہوتی ہے اور سعودیہ میں جا کر تفسیر بدل جاتی ہے اس طرز سے مفسر اور تفسیر کے بارہ میں کوئی سنجیدہ آدمی اچھا تصور نہیں لے سکتا۔

بریلوی غیر مقلد گٹھ جوڑ :

یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ اور وہ کلام کو اس کی جگہ بدل دیتے ہیں۔ (المائدہ: ۱۳)

تفسیر : حاشیہ نمبر چار میں مفسر جدید فرماتے ہیں "وہ (یہود) کلمات الہٰی میں تحریف کرنے لگ گئے یہ تحریف لفظی اور معنوی دونوں طرح کی ہوتی تھی جو اس بات کی دلیل تھی کہ ان کی عقل و فہم میں کجی آگئی ہے اور ان کی جسارتوں میں بھی بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے کہ کتاب اللہ تک میں تصرف کرنے سے انہیں گریز نہیں۔ بدقسمتی سے اس قساوت قلبی اور کلمات الہٰی میں تحریف سے امت محمدیہ

کے فرائض بھی محفوظ نہیں رہے۔ مسلمان کہلانے والے عوام ہی نہیں خواص بھی جہلا ہی نہیں علماء بھی ایسے مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ وعظ و نصیحت اور احکام الہی کی یاد دہانی ان کے لئے بیکار ہے وہ سن کر ان سے ذرا اثر قبول نہیں کرتے اور جن غفلتوں اور کوتاہیوں کا وہ شکار ہیں ان سے تائب نہیں ہوتے اسی طرح اپنی بدعات خود ساختہ مزعومات "اور اپنے فقہی جمود کے اثبات کے لئے انہیں کلام الہی میں تحریف کرنے سے بھی باک نہیں وہ حسب ضرورت بڑے دھڑلے سے یہ کام کر گزرتے ہیں تحریف لفظی کی دو مثالیں ہم سورۃ النساء کی آیت ۷۷ کے تحت ذکر کر آئے ہیں۔ اس قسم کی تحریفات لفظی احادیث میں بھی کی گئی ہیں اور معنوی تحریفات کا تو کوئی شمار ہی نہیں اس کے لئے بطور خاص مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ قرآن کنز الایمان اور اس کا حاشیہ دیکھ لینا کافی ہے جس میں متعدد مقامات پر یہ یہودی کردار دھرایا گیا ہے اعاذنا اللہ منہ) اس جگہ مفسر صاحب کے تیور دیکھنے والے ہیں وہ فقہی جمود کہہ کر تمام مقلدین ائمہ اربعہ کو محرف قرآن و حدیث قرار دے رہا ہے اور مولانا احمد رضا خان بریلوی پر تو خاص نظر عنایت ہے کہ ان کو تحریفات کی وجہ سے یہودی کردار کا شاہکار ثابت کیا جارہا ہے لیکن یہ سارا شور و شر لاہور والے ایڈیشن ص ۱۴۰ حاشیہ ۴ پر ہی ہے دوسرے ایڈیشن ص ۲۹۰ حاشیہ ایک سے بین القوسین عبارت تقریباً حذف کر دی گئی ہے مفسر جدید کی پہلے ایڈیشن میں اچھل کود بھی قابل دید ہے اور دوسرے ایڈیشن میں سجدہ سہو بھی قابل حیرت۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا :

قل یااھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق۔ ترجمہ کہہ دیجئے اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو اور زیادتی نہ کرو (المائدہ:۷۷) اس پر حاشیہ ۶ میں مفسر جدید لکھتے ہیں "غلو ہر دور میں شرک اور گمراہی کا سب سے

بڑا ذریعہ رہا ہے' انسان کو جس سے عقیدت اور محبت ہوتی ہے وہ اس کی شان میں خوب مبالغہ کرتا ہے وہ امام اور دینی قائد ہے تو اس کو پیغمبر کی طرح معصوم سمجھنا اور پیغمبر کو خدائی صفات سے موصوف ماننا عام بات ہے۔ بدقسمتی سے مسلمان بھی اس غلو سے محفوظ نہیں رہ سکے انہوں نے بعض ائمہ کی شان میں بھی غلو کیا اور ان کی رائے اور قول حتیٰ کہ ان کی طرف سے منسوب فتویٰ اور فقہ کو بھی حدیث رسول کے مقابلے میں ترجیح دی (اور انہی میں سے ایک گروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان میں غلو کر کے انہیں نور من نور اللہ ۔ عالم ماکان ومایکون۔ حاضر و ناظر۔ نافع و ضار سمجھتا ہے بلکہ قبروں میں مدفون بہت سے اہل قبور کے اندر بھی وہ کائنات کے اندر تصرف کرنے کا اختیار تسلیم کرتا ہے اور اسی لئے ان سے استغاثہ کرتا ہے۔ ایسے ہی شیعہ حضرت علی کی الوہیت کے قائل ہیں) مفسر جدید نے اس تفسیر میں بریلوی اور شیعہ کو غالی ثابت کیا ہے مگر دوسرے ایڈیشن میں بین القوسین عبارت حذف کر دی ہے۔ دیکھو ص ۳۲۰' حاشیہ ۲ بمقابلہ ص ۱۵۵' حاشیہ ۶' ظاہر ہے بریلوی اور شیعہ نے تو اپنا غلو نہیں چھوڑا مگر مفسر جدید کے نزدیک شاید اب یہ عقیدے غلو نہیں رہے یا کسی اور وجہ سے جناب نے ان پر خصوصی کرم فرمایا ہے۔ اب تو بریلوی اور شیعہ بھی یہ کہنے میں کہ حق بجانب ہیں۔

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہو گی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہو گی

ولادت مسیح علیہ السلام :

فحملته فانتبذت به مكانا قصيا۔ ترجمہ: پس وہ حمل سے ہو گئیں اور ایک دور کی جگہ چلی گئیں۔ (مریم: ۲۲)

تفسیر : "یہاں بھی عبارت میں حذف ہے یعنی حضرت جبریل کی گفتگو سے

حضرت مریم کچھ مطمئن ہو گئیں جس کے بعد جبرئیل نے ان کے گریبان یا دامن میں پھونک ماری اللہ نے اس پھونک کو ان کے رحم تک پہنچا دیا جس سے وہ حاملہ ہو گئیں۔ حمل اور ولادت کے درمیان ۹ مہینے کا وقفہ رہا یا نہیں؟ اس کی بابت مفسرین میں اختلاف ہے۔ بعض مفسرین فانتبذت میں فاکو ترتیب اور تعقیب کے لئے قرار دے کر کہتے ہیں کہ حمل ٹھہرتے ہی ولادت ہو گئی لیکن امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ ٹھیک ہے کہ فاتعقیب کے لئے ہے لیکن ہر چیز کی تعقیب اس کے حساب سے ہی ہوتی ہے اور قرآن سے انہوں نے کئی مثالیں اس کی پیش کی ہیں اس لئے وہ کہتے ہیں کہ وضع حمل کا مرحلہ ۹ مہینے کے بعد ہی آتا ہے جس طرح کی عام عادت ہے) مفسر جدید نے دوسرے ایڈیشن سے یہ پوری عبارت نکال دی ہے دیکھو پہلا ایڈیشن ص ۱۰۴ حاشیہ ۵ بمقابلہ ایڈیشن دوم ص ۸۳۷۔

قادیانیوں پر نظر عنایت :

ومن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبا او کذب بایاتہ (الایہ) ترجمہ: اور اس سے زیادہ بے انصاف کون ہو گا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھے یا اللہ کی آیات کو جھوٹا بتلائے۔ (الانعام:۲۱)

تفسیر : یعنی جس طرح اللہ پر جھوٹ گھڑنے والا (یعنی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا) سب سے بڑا ظالم ہے اسی طرح وہ بھی بڑا ظالم ہے جو اللہ کی آیات اور اس کے سچے رسول کی تکذیب کرے۔ جھوٹے دعویٰ نبوت کے متعلق اتنی سخت وعید کے باوجود یہ واقعہ ہے کہ متعدد لوگوں نے ہر دور میں نبوت کے جھوٹے دعوے کئے ہیں اور یوں یقیناً نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشن گوئی پوری ہو گئی کہ ۳۰ جھوٹے دجال ہوں گے ہر ایک کا دعویٰ ہو گا کہ وہ نبی ہے۔ گذشتہ صدی میں بھی قادیان کے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور آج اس کے پیروکار اسے اس لئے سچا نبی مانتے ہیں اور بعض مسیح موعود مانتے ہیں کہ اسے

ایک قلیل تعداد نبی مانتی ہے حالانکہ کچھ لوگوں کا کسی جھوٹے کو سچا مان لینا اس کی سچائی کی دلیل نہیں بن سکتا۔ صداقت کے لئے تو قرآن و حدیث کے واضح دلائل کی ضرورت ہے۔ (اور اس میدان میں یہ ہمیشہ ناکام رہے ہیں حتیٰ کہ قومی اسمبلی میں بھی مرزا ناصر احمد مرزائے قادیانی کی صداقت کا اثبات نہ کر سکے جس پر آخرکار قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا ھداھم اللہ) یہ مکمل حاشیہ ایڈیشن اول ص۱٦۸ حاشیہ ۸ پر ہے اور ایڈیشن دوم ص۷ ۳۴ حاشیہ ۴ سے مابین القوسین عبارت نکال دی ہے۔ کیا قومی اسمبلی نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا ہے؟ ہرگز نہیں پھر مفسر جدید نے اس کو حذف کیوں کیا۔ کیا پہلے ایڈیشن کے وقت مفسر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت سمجھتا تھا؟ اب ان کو مسلم سمجھنے لگ گیا ہے آخر اس فیصلے کو حذف کر کے شرعی حکم کا بھی انکار کیا گیا اور قانونی فیصلے سے بھی سرتابی کی گئی، آخر کیوں؟ یہ بات تو یاد نہیں آگئی تھی کہ ہمارے اہل حدیث بزرگوں نے تو قادیانیوں کو کافر نہیں کہا تو ہم کیوں اسمبلی کا فیصلہ مانیں۔ چنانچہ مولوی محمد اسماعیل غزنوی نے کہا "احمدی پکے مسلمان ہیں اور ہمارے بھائی ہیں (اہل حدیث امرتسر ۱۰ دسمبر ۱۹۲٦ء) آپ کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے لکھا "میرا مذہب اور عمل یہ ہے کہ ہر کلمہ گو کے پیچھے اقتداء جائز ہے چاہے شیعہ ہو یا مرزائی (اہل حدیث امرتسر ۲ اپریل ۱۹۱۵ء) نیز آپ کے شیخ الاسلام لکھتے ہیں "اسلامی فرقوں میں خواہ کتنا بھی اختلاف ہو مگر آخرکار نقطۂ محمدیت پر جو درجہ ہے "والذین معہ" کا سب شریک ہیں گو ان میں باہمی سخت شقاق ہے مگر اس نقطہ محمدیت کے لحاظ سے ان کو باہمی رحماء بینھم ہونا چاہئے۔ مرزائیوں کا سب سے بڑا مخالف میں ہوں مگر نقطۂ محمدیت کی وجہ سے ان کو اس (اسلامی فرقوں) میں شامل سمجھتا ہوں (اہل حدیث امرتسر ۱٦ اپریل ۱۹۱۵ء)

علمائے حق پر الزام تراشی :

الم ترالی الذین قیل لهم کفوا ایدیکم واقیموا الصلوة
ترجمہ: کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جنہیں حکم کیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نمازیں پڑھتے رہو۔ (النساء:۷۷)

تفسیر: اس سے بعض غالی مقلدین نے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز میں رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حالت نماز میں ہاتھوں کو روک رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے ان صاحب نے آیت کے الفاظ میں بھی تحریف کی ہے اور معنی میں بھی یعنی لفظی اور معنوی دونوں طرح کی تحریف سے کام لیا ہے۔ (آیت انہوں نے اس طرح نقل کی ہے: یاایھاالذین قیل لهم کفواایدیکم واقیمواالصلوة اور ترجمہ کیا ہے اے ایمان والو اپنے ہاتھوں کو روک رکھو جب تم نماز پڑھو (تحقیق مسئلہ رفع یدین مصنف مولانا ابو معاویہ صفدر جالندھری، شائع کردہ ابو حنیفہ اکیڈمی فقیروالی ضلع بہاولنگر تاریخ اشاعت درج نہیں ہے) حالانکہ قرآن کی آیت جس طرح ہے وہ ملاحظہ کی جا سکتی ہے اسی طرح اس کو کوئی تعلق دور اور نزدیک سے مسئلہ رفع یدین سے بھی نہیں ہے لیکن برا ہو تقلیدی جمود کا کہ اس نے ان صاحب سے قرآن میں لفظی اور معنوی دونوں قسم کی تحریف کا ادا کروا دیا ہے اور ان صاحب سے قبل اسی حلقے کے معروف بزرگ مولانا محمود حسن دیوبندی اللہ تعالیٰ ان کی غلطی معاف فرمائے نے بھی یہی کام کیا ہے انہوں نے تقلید کے اثبات میں آیت گھڑ ڈالی اور کہ قرآن میں یہ آیت بھی موجود ہے جس سے اولی الامر (فقہاء) بھی واجب الاتباع ثابت ہوتے ہیں۔ فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللّٰہ والرسول واولی الامر منکم (ایضاح الادلہ ص۸۷) مطبوعہ مطبع قاسمی مدرسہ اسلامیہ دیوبند طبع دوم ۱۳۳۰ھ حالانکہ قرآن میں اولی الامر منکم جو مدار استدلال ہے موجود ہی نہیں فالی اللہ المشتکی۔ خیال رہے یہ دوسرا

ایڈیشن ۲۰ سال بعد شائع ہوا ہے لیکن اس میں بھی یہ آیت پہلے ایڈیشن کی طرح برقرار رہی ہے کیونکہ سارا استدلال ہی اس ٹکڑے سے ہے جو اپنی طرف سے اضافہ شدہ ہے قرآن نے یہودیوں کے بارہ میں اسی لئے کہا تھا: "اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابًا من دون اللّٰہ" بین القوسین عبارت دوسرے ایڈیشن میں نکال دی ہے دیکھو ص ۱۱۵ حاشیہ ۴ بمقابلہ ص ۷ ۲۳ حاشیہ ۳ اور پہلی عبارت میں بھی کچھ تبدیلی کر دی ہے

یہ لوگ کاتب کی غلطی یا بھول کو تحریف نام دے کر ان پڑھ عوام میں اشتعال پیدا کرتے ہیں۔ تحقیق مسئلہ رفع یدین میں یہ کاتب کی غلطی یا بھول ہوئی تو کچھ رسالے فروخت ہونے کے بعد باقی رسالوں میں قلم سے تصحیح کر دی گئی۔ پھر دوسرے ایڈیشن میں آیت اور ترجمہ صحیح کر دیا گیا پھر نظر ثانی کے بعد جو ایڈیشن کراچی میں تحقیق رفع یدین کے نام سے چھپا اس میں یہ استدلال ہی حذف کر دیا گیا اور یہ سب کچھ اس وقت ہو چکا تھا جب کہ ابھی اس مفسر جدید کو حاشیہ لکھنے کا خواب بھی نہیں آیا تھا۔ اسی طرح ایضاح الادلہ کا جو ایڈیشن کراچی سے ایچ ایم سعید نے شائع کیا اس میں آیت درست کر دی گئی اور وہ ایڈیشن بھی اس وقت چھپ چکا تھا جب اس مفسر کا خیال بھی نہیں تھا کہ میں کوئی تفسیری حاشیہ لکھوں گا۔ اس علمی یتیم فرقہ کا علم سے تو کوئی واسطہ نہیں ساری کتاب میں کوئی کتابت کی غلطی تلاش کر لیں گے اور تحریف تحریف کا شور مچا کر علمی جواب سے سبکدوش ہو جائیں گے بلکہ بعض جگہ یہ بات سامنے آئی ہے کہ یہ لوگ خود کاتب سے ملتے ہیں کہ اس آیت یا حدیث میں یہ غلطی کرنا۔ ان سے خود غلطی کرواتے ہیں اکثر کاتب ان پڑھ ہوتے ہیں ان کو کہتے ہیں کہ صحیح یوں ہے پھر جب وہ غلطی چھپ جاتی ہے تو تحریف تحریف کا شور مچاتے ہیں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ تحریفات ان کو نہیں کہا جاتا۔ تحریف تو یہ ہے جیسے کراچی سے غیر مقلدین کے ایک مکتبہ نے صحیح

مسلم شریف مترجم شائع کی اور حدیث لاصلوۃ کے آخر سے فصاعدا کو حذف کر دیا۔ گوجرانوالہ سے ضعفا' صغیر نسائی کی شائع کی اور عیسیٰ بن جاریہ کو منکر الحدیث لکھا تھا اب وہاں منکر کا لفظ تو ہے الحدیث نکال دیا اس پر کسی مضمون میں مکمل تحریر پیش کروں گا۔

ایک قادیانی کے خط کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد!

حضرت اقدس جناب قاری محمد حنیف صاحب جالندھری مہتمم جامعہ خیرالمدارس ملتان دام فیوضہم غیر ملکی دورہ پر تشریف لے گئے، تو نیوزی لینڈ میں ایک مسلمان جناب مراد علی صاحب نے حضرت اقدس کو ایک قادیانی کا خط دیا کہ اس کا جواب دیا جائے۔ قادیانی اس خط کے فوٹوسٹیٹ تقسیم کر کر کے مسلمانوں کے دلوں میں وسوسے ڈال رہے ہیں۔ یہ خط تقریباً ۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ حضرت نے اس مسلمان کو تسلی دی کہ ان شاء اللہ پہلی ہی فرصت میں اس کا جواب بھیج دیں گے۔ حضرت نے واپس تشریف لاتے ہی یہ خط جامعہ کے شعبہ "الدعوۃ والارشاد" کے سپرد فرما دیا۔ جس کا جواب ایک ہی دن میں لکھ دیا گیا۔ حضرت اقدس نے خط کے جواب کا انگریزی میں ترجمہ کروا کر جناب مراد علی صاحب کو بھیج دیا۔ بعض احباب نے حضرت سے درخواست کی کہ یہ جواب افادۂ عام کے لئے "الخیر" میں بھی چھپنا ضروری ہے۔ اس لئے ماہنامہ "الخیر" اس کو شائع کر رہا ہے۔ خط میں سوالات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و وفات کے بارہ میں ہیں۔ ابتدائی صفحات میں مرزا قادیانی کی لائنیں ہیں کہ اگر وفات مسیح مان لی جائے تو عیسائیت مٹ جائے گی۔ حالانکہ یہود شروع سے ہی وفات مسیح کے قائل ہیں۔ اور مشاہدہ ہے کہ عیسائیت مٹی نہیں۔ نامعلوم مرزا کادیانی یہودی عقیدہ پر کیوں لٹو

ہے۔ جب کہ قرآن پاک نے "صلیب مسیح" ہی کا انکار کرکے عیسائیت کو بے دست و پا کردیا تھا۔ کیونکہ عیسائی کہتے ہیں کہ صلیب مسیح، مسیح علیہ السلام کی عظیم قربانی تھی جو سب بندوں کے لئے کفارہ بن گئی۔ اور مخلوق کی قربانی ساری مخلوق کا کفارہ نہیں بن سکتی تھی۔ اس لئے خدا کے بیٹے کو قربانی دینے کی ضرورت تھی۔ قرآن پاک نے ما صلبوہ ----- (الایہ) کہہ کر یہ سارا ڈرامہ ہی غلط قرار دے دیا۔ جب سرے سے مسیح علیہ السلام کو صلیب پر لٹکایا ہی نہیں گیا تو قربانی کہاں ہوئی اور کفارہ کہاں ادا ہوا۔ اور قربانی والے کو خدا بنانے کی ضرورت ہی کیا رہی؟

اس خط میں کادیانی نے یہودی عقیدہ وفات مسیح علیہ السلام کو ثابت کرنے کے لئے قرآن پاک کی بعض آیات کا غلط ترجمہ اور غلط تشریح کی تھی، جس کی صحیح وضاحت کردی گئی ہے۔ (محمد امین صفدر)

برادرم مراد علی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ! مزاج گرامی!

حضرت اقدس جناب مولانا قاری محمد حنیف صاحب جالندھری دام ظلہم کی معرفت آپ کے کاغذات ملے۔ نہایت اختصار کے ساتھ جواب عرض ہے۔ پہلے چند تمہیدی باتیں سمجھ لیں :

(۱) اسلام خدا تعالیٰ کا آخری دین ہے۔ اس کے عقائد اور اعمال چودہ سو سال سے محفوظ ہیں۔ قرآن پاک کے جس طرح الفاظ اسلاف نے ہم تک پہنچائے اسی طرح قرآن پاک کے معانی و مطالب بھی آج تک محفوظ ہیں۔ قرآن پاک کا کوئی نیا مطلب بیان کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ بلکہ اگر وہ نیا مطلب کسی اجماعی عقیدہ سے ٹکرائے تو بالکل کفر ہے۔ جس قادیانی نے آپ کو یہ کاغذات دیئے ہیں وہ پیغمبر اسلام ﷺ کا منکر ہے ہی، وہ تو اپنے مرزے کا بھی منکر ہے۔ کیونکہ مرزا نے بھی

لکھا ہے "مومن کا کام نہیں کہ تفسیر بالرائے کرے، جس نے قرآن کی من مانی تفسیر کی وہ مومن نہیں بلکہ شیطان کا بھائی ہے۔" (اتمام الحجۃ ص ۴، خزائن ص۲۴۶، ج۸) نیز مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ "کسی اجماعی عقیدہ سے انکار و انحراف موجب لعنت کلی ہے۔" (انجام آتھم ص۱۴۴) نیز لکھتا ہے "مجدد لوگ دین میں کوئی کمی بیشی نہیں کرتے، گمشدہ دین پھر لوں میں قائم کرتے ہیں۔ یہ کہنا کہ مجددوں پر ایمان لانا کچھ فرض نہیں خدا کے حکم سے انحراف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجددوں پر ایمان لانا فرض ہے۔ ان کی مخالفت کرنے والے فاسق ہیں۔" (شہادت القرآن۔ خزائن ص۳۳۹ ج۶) نیز لکھتا ہے "اکابر ائمہ جن کو فہم قرآن عطا ہوتا ہے جنہوں نے قرآن شریف کے اجمالی مقامات کی احادیث نبویہ ﷺ کی مدد سے تفسیر کرکے خدا کے پاک کلام اور پاک تعلیم کو ہر زمانہ میں تحریف معنوی سے محفوظ رکھا" (ایام الصلح ص۵۵، خزائن ص۲۸۸، ج۱۴) نیز لکھتا ہے: "سلف خلف کے لئے بطور وکیل کے ہوتے ہیں، ان کی شہادتیں آنے والی ذریت کو ماننی پڑتی ہیں" (خزائن ص۲۹۳، ج۳)

ان عبارات سے یہ واضح ہوگیا کہ قرآن پاک کی من مانی تفسیر کرنا حرام اور بعض اوقات کفر ہے۔ اور اجماعی عقیدہ کی مخالفت پر پوری پوری لعنت برستی ہے۔

حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ اجماعی عقیدہ ہے :

حافظ ابن حجر عسقلانی جن کو قادیانی آٹھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں فرماتے ہیں : والا جماع علی انہ حی واتفق اصحاب الاخبار والتفسیر انہ رفع ببدنہ حیا (التلخیص الحبیر ص۲۱۴، ج۲) یعنی تمام محدثین اور تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ جسم کے ساتھ اٹھائے گئے اور زندہ ہیں۔ اسی طرح چھٹی صدی کے مجدد امام ابن کثیر

نے بھی تفسیر ابن کثیر ص۵۷۷ ج ا پر فرماتے ہیں کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ قیامت سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ اور نویں صدی کے مجدد علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی نزول مسیح ابن مریم کی احادیث کو متواتر قرار دیا ہے (نظم المتناثر ص ۱۴۷) اور احادیث متواترہ کا منکر کافر ہوتا ہے۔ اسی لئے علماء اہل سنت والجماعت نے حیات مسیح علیہ السلام کے منکر کو کافر قرار دیا ہے۔ دیکھو روح المعانی ص ۳۲' ج ۲۳۔ اکفار الملحدین ص ۱۱' از علامۃ العصر سید انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ۔ مقدمة التصريح بما تواتر في نزول المسيح ص ۴۳۔ از علامہ شیخ ابو غدہ مدرس ریاض یونیورسٹی۔ معارف القرآن ص ۶۰۵' ج ۲ از مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہ۔ علوم القرآن ص ۲۶۰ شیخ الاجل مولانا شمس الحق افغانی رحمتہ اللہ علیہ

ایک اہم مشورہ :

بھائی مراد علی صاحب! اپنے دین کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ اور لوگ قرآن پاک کے نام سے آپ کو غلط باتیں بتا بتا کر پریشان کریں گے۔ اس کا واحد حل یہ ہے کہ آپ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کی تفسیر معارف القرآن ضرور خرید لیں۔ اب جس آیت کا کوئی حوالہ دے' آپ کو کوئی مطلب بتائے فوراً معارف القرآن کھول کر اس کا مطلب پڑھ لیں۔ جب صحیح مطلب آپ کے ذہن نشین ہو جائے گا تو غلط مطلب سے آپ خود بچ جائیں گے۔ اس طرح آپ کا اپنا ایمان بھی محفوظ رہے گا اور کئی بھائیوں کو صحیح مطلب پڑھا کر آپ ان کے ایمان کو بھی محفوظ کریں گے۔

قادیانی عقیدہ :

جس قادیانی نے آپ کو یہ کاغذات دیئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے نبی کا بھی منکر ہے۔ مرزا قادیانی کی پیدائش ۱۸۳۹ء میں ہوئی۔ ۱۸۸۱ء میں اس نے

مجدد ہونے کا دعویٰ کیا اور چار سال میں اپنی کتاب براہین احمدیہ کے چار حصے شائع کئے۔ اس وقت یعنی ۱۸۸۴ء میں مرزا جی قرآن پاک سے عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے۔ اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعے سے ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق و اقطار میں پھیل جائے گا۔" (براہین احمدیہ ص ۴۹۸) مرزا نے اپنی کتاب میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کا جسد عنصری کے ساتھ آسمانوں پر جانا اور پھر اخیر زمانہ میں آسمان سے نازل ہونا تسلیم کیا ہے (ص ۵) یاد رہے یہ مرزا کی وہ کتابیں ہیں جن کو قبول نہ کرنے والوں کو مرزا قادیانی نے کنجریوں کی اولاد قرار دیا ہے (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۷) پھر جب مرزا نے اس قرآنی اور الہامی' اجماعی اور اتفاقی عقیدے کا انکار کیا' کیونکہ اب وہ خود مسیح بننا چاہتا تھا تو اس نے یہ مانا کہ مسیح کی آمد کی پیش گوئی متواتر ہے۔ مگر وہ فوت ہو چکا۔ اب اس کی جگہ اس کی خوبو پر اس کا وارث بن کر آیا ہوں۔ اب مرزا نے قرآن کو چھوڑا اور چھوڑتا ہی چلا گیا۔ (۱) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے احسانات گنواتے ہوئے یہ بھی فرمائیں گے: اذ کففت بنی اسرائیل عنك۔ "اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تم سے دور رکھا"۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ یہودی مسیح علیہ السلام کو گرفتار نہیں کر سکے۔ چنانچہ ایک بھی مجدد' ایک بھی مفسر' ایک بھی مسلمان اس کا قائل نہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو مخالفین نے گرفتار کر لیا تھا۔ مگر مرزا قادیانی نہ قرآن کی مانتا ہے نہ کسی مجدد کی' نہ ہی مسلمانوں کے اجماع کو مانتا ہے' بلکہ لکھتا ہے کہ "(گرفتار کرنے کے بعد) مسیح علیہ السلام کو تازیانے

لگائے گئے' گالیاں دی گئیں' طمانچے مارے گئے' ہنسی اور ٹھٹھے اڑائے گئے۔ آخر کار مسیح علیہ السلام کو دو چوروں کے ساتھ صلیب پر لٹکا دیا۔" (ازالہ اوہام ص۱۵۸) دیکھو ایک ہی سانس میں مرزا قادیانی قرآن پاک کی تین آیتوں اور مسلمانوں کے تین اجماعوں کا انکار کردیا اور یہودیوں کی بات پر حرف بحرف ایمان لے آیا۔ ایک آیت تو میں نے ذکر کردی کہ گرفتار کرنے والے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے مسیح کے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیا۔ مگر مرزا اور یہودی کہتے ہیں کہ وہ گرفتار کرلئے گئے۔ اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں فرماتے ہیں: وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں باوجاہت رہیں گے (یعنی کوئی ان کو ذلیل نہیں کرسکے گا) اور آخرت میں بھی ایسے باوقار ہوں گے (کہ شفاعت فرمائیں گے) ومن المقربین۔ علامہ ابوالسعود مفسر فرماتے ہیں: ھو اشارۃ الی رفعہ الی السماء وصحبتہ الملائکہ ص۲۶۸' ج۲ کہ اس میں اشارہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے جائیں گے اور مقرب فرشتوں کی صحبت میں رہیں گے۔ لیکن قرآن کے خلاف یہودی کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو خوب ذلیل کیا۔ وہ کب دنیا میں باوجاہت رہے۔ مرزا بھی یہودیوں کا ہی ہمنوا ہے اور قرآن کا منکر۔ اور اہل اسلام کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے بھی باوجاہت رہے۔ مگر دوسری آمد میں ان کی وجاہت فی الدنیا نہایت کامل ہوگی کہ بادشاہ ہوں گے اور ان کا حکم سب پر نافذ ہوگا۔ مرزا بھی پہلے مانتا تھا عسی ربکم ان یرحمکم وان عدتم عدنا وجعلنا جھنم للکافرین حصیرا۔ وہ زمانہ بھی آنے والا ہے جب خدا تعالیٰ مجرمین کے لئے شدت اور غضب اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا میں اتریں گے (براہین احمدیہ حاشیہ درحاشیہ ص۵۰۷' ج۴) بعد میں مرزا ان آیات قرآنیہ کا انکار کرکے

یہودیوں کا ہمنوا ہوگیا۔ اسی طرح قرآن پاک میں صاف ہے: وما قتلوہ وما صلبوہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ تو کسی نے جان سے مارا اور نہ ہی صلیب پر لٹکایا۔ چنانچہ قرآن پاک کی اس قطعی نص کے موافق سب اہل اسلام کا قطعی اجماع ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو جان سے تو کیا مارنا تھا وہ سرے سے صلیب پر لٹکائے ہی نہیں گئے۔ مگر یہودی کہتے تھے کہ ہم نے صلیب پر لٹکایا۔ مرزا قرآن اور سب اہل اسلام کو چھوڑ کر یہودیوں کی صف میں جا کھڑا ہوا کہ مسیح علیہ السلام کو دو چوروں کے ساتھ صلیب پر لٹکایا گیا۔ اس کے بعد مرزا کا وہ عقیدہ شروع ہوتا ہے جو نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں، نہ تاریخ میں، نہ یہود میں، نہ عیسائیوں میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زخمی ہونے کی حالت میں زندہ صلیب سے اتار لئے گئے۔ پھر مرہم عیسیٰ نامی دوا سے آپ کے زخم ٹھیک ہو گئے۔ پھر وہ بنی اسرائیل کو چھوڑ کر کشمیر چلے گئے اور وہاں ۱۲۰ یا ۱۲۵ سال کی عمر میں فوت ہو گئے اور ان کی قبر سری نگر محلہ خان یار میں ہے۔

بھائی مراد علی صاحب! اس قادیانی سے کہیں کہ وہ اپنا مکمل عقیدہ قرآن پاک سے دکھائے۔ ۳۰ آیات میں سے ۲۹ معاف صرف ایک اور صرف ایک آیت جس کا ترجمہ یہ ہو کہ "(۱) عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے گرفتار کرلیا، (۲) پھر اس کو خوب ذلیل اور رسوا کیا، (۳) اس کے سر پر صلیب رکھ کر گلگتہ کے مقام تک لے گئے، (۴) اور دو چوروں کے درمیان اس کو پھانسی پر لٹکایا۔ اور (۵) چھ گھنٹے صلیب پر لٹکتا رہا، (۶) پھر زندہ پھانسی سے اترا، (۷) مرہم عیسیٰ سے زخموں کا علاج کیا، (۸) پھر ۳۳ سال کی عمر میں اپنی ماں کو وہیں چھوڑ کر کشمیر چلا گیا۔ (۹) وہاں ۱۲۰ یا ۱۲۵ سال کی عمر تک بالکل بے کار بیٹھے رہے۔ نہ تبلیغ کا نشان ملتا ہے نہ کچھ۔ (۱۰) اور پھر مر کر سری نگری کے محلہ خان یار میں دفن ہو گئے۔" آپ ان سے مطالبہ کریں کہ اپنے عقیدہ کی دس کی دس باتیں قرآن سے دکھا دیں۔

مطالبہ :

بھائی مراد علی صاحب! جب مرزا قادیانی یہودیوں میں شامل ہوگیا اور وفات مسیح علیہ السلام کا قائل ہوگیا اور قرآن پر جھوٹ بولنے لگا کہ قرآن کی تیس آیات میں یہ یہودیوں والا عقیدہ درج ہے تو علماء اسلام نے اس سے مطالبہ کیا کہ آپ صرف ایک آیت پیش کریں جس کی تفسیر نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی ایک صحابی یا کسی ایک مجدد یا کسی ایک مفسر نے یہ کی ہو جو تیرا عقیدہ ہے۔ تو ہم فی آیت آپ کو ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ مگر مرزا یہ قرض لے کر مرگیا اور ثابت کر گیا کہ وہ محض قرآن کا نام لے کر جھوٹ بولتا رہا۔ اب اس کادیانی سے ہی کہو کہ علماء کے مطالبہ کو پورا کر دکھائے' لیکن :

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے : یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

O اس تمہید کے بعد میں اب آپ کے کاغذات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں :

(۱) ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی آئے اور ۳۱۵ کتابیں ---- اس سے پوچھیں یہ تعداد کس آیت یا کس صحیح حدیث میں ہے۔

(۲) ان میں سے دو آسمان پر اٹھائے گئے ---- اس میں اعتراض کس پر ہے۔ تمام انبیاء ماں اور باپ دونوں سے پیدا ہوئے' البتہ حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

(۳) مسیح کے ۱۸۹۱ء سال بعد مرزا کو الہام ہوا کہ مسیح فوت ہوچکا ---- آخر ۱۸۹۱ء سے پہلے لاکھوں خدا رسیدہ بزرگ گزرے۔ ان میں سے کسی کو یہ الہام کیوں نہ ہوا۔

(۴) مرزا نے کہا کہ عیسائیوں کا خدا مار دو تو عیسائیت مٹ جائے گی ---- یہ نہ قرآن کی بات ہے نہ حدیث کی' نہ کسی مجدد کی۔ مرزا کی اپنی بناوٹ ہے۔ یہ اعلان مرزا نے ۱۸۹۱ء میں کیا' مگر عیسائیت آج تک نہیں مٹی بلکہ اور ترقی پذیر ہے۔

معلوم ہوا جھوٹوں کی بات واقعی جھوٹی ہوتی ہے۔ مرزا بھی مرگیا' عیسائیت مگر نہ مٹی۔ مرزا کا خلیفہ نور دین بھی مرگیا' عیسائیت نہ مٹی۔ مرزا کا دوسرا خلیفہ عیسائیت کی ترقی سے بوکھلا اٹھا' کہ اس وقت ۱۹۴۱ء میں عیسائیوں کے ۲۸۸۶ مناد کام کر رہے ہیں۔ جن کے نتیجہ میں روزانہ ۲۲۴ آدمی عیسائی ہو رہے ہیں۔ اور ہمارے صرف دو درجن مبلغ ہیں (الفضل قادیان مورخہ ۱۹ جون ۱۹۴۱ء ص۵) اور عیسائی پادری تو روزانہ قادیانیوں سے پوچھتے ہیں کہ عیسائیت کو مٹانے والا کہاں ہے؟ وہ خود ساری عمر عیسائی حکومت کا کاسہ لیس رہا۔ اب اس کا خلیفہ بھی بھاگ کر عیسائیوں کے ملک میں پناہ گزین ہے۔ اگر غیرت کوئی چیز ہے تو اسے ایک لحہ بھی وہاں نہیں رہنا چاہئے۔

(۵) اگر خدا کے مارنے سے ہی عیسائیت مرے گی تو عیسائی تو تین خدا مانتے ہیں۔ مرزا نے عیسائیوں کے ایک خدا کو مارنے کے لئے قرآن پاک پر تیس جھوٹ بولے۔ اب تم روح القدس کے مارنے کے لئے قرآن پر چالیس جھوٹ بولو گے یا زیادہ۔ اور پھر معاذاللہ اللہ تعالٰی کو مارنے کے لئے تو کم ازکم قرآن پر ہزار جھوٹ بولنے پڑیں گے۔ جب تک عیسائیوں کے تینوں خدا نہ مرے' عیسائیت کیسے مرے گی۔ کادیانیو! جلدی کرو' اپنے نبی کے ناقص کام کو پورا کرو۔

(۶) بھائی مراد علی صاحب! ہمارے پاک پیغمبر ﷺ نے باقاعدہ نجران کے عیسائی پادریوں سے مناظرہ کیا۔ تو جہاں اور دلائل ارشاد فرمائے یہ بھی فرمایا: ان اللّٰہ حی لا یموت وان عیسٰی یاتی علیہ الفناء (درمنثور ص۳ ج۲) کہ اللہ تعالٰی ہمیشہ زندہ ہیں' ان کو کبھی موت نہیں آئے گی اور عیسٰی علیہ السلام پر بے شک موت آئے گی۔ جس سے واضح ہوگیا کہ اس مناظرہ کے وقت تک عیسٰی علیہ السلام فوت نہیں ہوئے تھے' جبکہ اس مناظرہ کے وقت وہ پوری تیس آیات نازل ہو چکی تھیں جن کا جھوٹا مطلب لے کر مرزا کہتا ہے کہ عیسٰی فوت ہو گئے۔ کیا

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمیں آیات کا معنی نہیں آتا تھا۔ بھائی مراد علی صاحب! ہمارے نبی پاک ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ مان کر بھی عیسائیوں کو شکست دی۔ یہ مرزا کا کتنا بڑا جھوٹ ہے کہ مسیح کو مارے بغیر عیسائیوں سے ہم نہیں جیت سکتے۔

(۷) بھائی! یہ مرزا ہی تھا جو وفات مسیح میں یہودیوں کا ہمنوا ہوگیا۔ ہمارے پاک پیغمبر ﷺ نے یہودیوں کو صاف فرما دیا تھا: ان عیسٰی لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامہ (الدرالمنثور ص ۳، ج ۲) بے شک عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور وہی عیسیٰ مریم کا بیٹا قیامت سے پہلے تمہارے پاس واپس لوٹے گا۔۔۔۔ بھائی مراد علی صاحب! اس کادیانی کو یاد دلا دینا کہ تمہارے مرزا نے انجام آتھم کتاب میں لکھا تھا کہ اگر علماء اسلام عیسیٰ علیہ السلام کے لئے رجوع کا لفظ دکھا دیں تو میں جھوٹا ہوں گا اور اپنی سب کتابوں کو جلا دوں گا۔ اگر اس کادیانی میں اپنے مرزا کی بات کی ذرہ بھر بھی عظمت ہے تو وہ اپنی باقی زندگی میں شہر شہر پھر کر مرزا کے جھوٹے ہونے کا اعلان کرے اور جس شہر میں مرزا کی کوئی کتاب نظر پڑے اس کو فوراً جلا دے۔ ورنہ ہم کہیں گے :

ع در کفر ہم ثابت نئی زنار را رسوا مکن

(۸) ص ۴، ۵، ۶، ۷، ۸ پر اس کادیانی نے اپنے مرزا کی ایک پیش گوئی درج کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں اتریں گے ۔۔۔۔ بھائی مراد علی! اس بات پر غور فرمائیں کہ مرزا کتنا بے باک اور نبی پاک ﷺ کا کتنا بڑا مخالف تھا کہ آپ ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ: "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ عنقریب تم میں عیسیٰ بن مریم حاکم عادل کی حیثیت سے نازل ہوں گے (الحدیث بخاری ص ۴۹۰، ج ۱)" خود مرزا کو اس بات کا اقرار ہے کہ "یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک اول درجہ کی پیش گوئی

ہے جس کو سب نے باتفاق قبول کر لیا ہے۔ اور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں' کوئی پیش گوئی اس کے ہم پلہ اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے۔ انجیل بھی اس کی مصدق ہے۔ اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیرنا اور کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں' درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو خدا تعالیٰ نے بصیرت دینی اور حق شناسی سے کچھ بھی حصہ نہیں دیا (ازالہ اوہام ص۵۵۷)

بھائی مراد علی! کتنی بے غیرتی ہے کہ نبی اقدس ﷺ تو قسم کھا کر پیشین گوئی فرمائیں' مرزا نے اول درجہ کی متواتر پیشین گوئی ماننے کے بعد پوری ڈھٹائی سے آپ ﷺ کے خلاف پیشین گوئی کی ہے۔ حالانکہ مرزا کو یہ بھی اعتراف ہے کہ قسم اس امر کی دلیل ہے کہ خبر اپنے ظاہر پر محمول ہے' نہ اس میں کوئی تاویل ہے نہ تخصیص (حمامہ البشریٰ) بھائی مراد علی! دیکھو کافر کادیانی تو اپنے جھوٹے نبی کی جھوٹی پیش گوئی کو خوب پھیلاوے' اور ہم اپنے سچے نبی کی پیش گوئی میں شک کریں یا اس کو نہ پھیلائیں۔ تو میدان قیامت میں سرور عالم ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ اگر بھائی مراد علی! آپ چاہتے ہیں کہ روز قیامت نبی اقدس ﷺ کے سامنے سرخ رو ہوں تو قادیانی فتنہ کی پوری پوری سرکوبی کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت اور استقامت نصیب فرمائیں۔ بھائی مراد علی صاحب! ہمارے امام حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ جن کی پیدائش ۸۰ھ اور وصال ۱۵۰ھ میں ہے۔ اسلامی عقائد کی کتاب لکھی۔ یہ وہ کتاب ہے جو اسلام میں عقائد کی سب سے پہلی کتاب لکھی گئی کہ ہم ایمان رکھتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے پر اور دیگر علامات قیامت پر (فقہ اکبر ص۵۴) اور امام طحاوی ۳۲۱ھ جن کو مرزائی تیسری صدی کا مجدد مانتے ہیں' عقائد کی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں: "ہم دجال کے خروج پر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے آسمان سے نازل ہونے پر ایمان رکھتے ہیں"۔ (عقیدہ الطحاوی ص ۷۰)

(۹) ص۹ پر مرزا کادیانی چیلنج ہے توفی کے معنی پر کہ باب تفعل ہو، فاعل خدا تعالیٰ ہو اور مفعول ذی روح ہو تو موت کے معنوں کے سوا اور کوئی معنے نہیں ہوتے۔ مرزا نے اس پر ایک ہزار کا انعام رکھا تھا۔ اس کے خلیفہ نے دس ہزار کردیا۔

بھائی مراد علی صاحب! پہلے آپ یہ فرمائیں کہ عربی زبان کے قاعدے گھڑنے کا کسی پنجابی کو حق ہے؟ پھر علماء نے اسی وقت اس کا جواب دیا تھا۔ و ھوالذی یتوفاکم باللیل۔ یہاں باب تفعل ہے۔ اللہ فاعل ہے، مفعول ذی روح ہے۔ فعل توفی ہے اور معنی موت نہیں بلکہ نیند ہے۔ مرزا نے مجدد کا دعویٰ کرنے کے بعد ۱۸۸۴ء میں متوفیک کا معنی کیا "اے عیسیٰ! میں تجھے پوری نعمت دوں گا (براہین احمدیہ ص۵۶۶، ج۴) اے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا (براہین احمدیہ ص۶۱۰، ج۴) اس سے بھی عجیب بات سنئے کہ یہ چیلنج مرزا کادیانی نے ۱۸۹۱ء میں دیا تھا۔ لیکن اس کے چھ سال بعد متوفیک کا معنی کیا "میں تجھے ایسی ذلیل اور لعنتی موتوں سے بچاؤں گا" (سراج منیر ص۱۹) بھائی مراد علی صاحب! اس سے انعام ضرور وصول کریں۔

(۱۰) ہاں علمائے اسلام نے بھی مرزا کو چیلنج دیا تھا کہ اگر فعل "توفی" رفع کے ساتھ استعمال ہو اور فاعل دونوں کا اللہ ہو اور مفعول جسم، روح ذات واحد ہو تو وہاں صرف اخذ جسم مع رفع جسمانی ہی کے معنی ہوں گے۔ مگر آج تک مرزا یا مرزائی اس کو قبول نہ کرسکے۔

(۱۱) بھائی مراد علی صاحب! اس کادیانی نے ایک اور جھوٹ قرآن پر بولا ہے کہ خلا، خلو، خلت کے بعد الیٰ نہ ہو تو اس کا معنی مرجانا اور گزر جانا ہوتا ہے۔ اور اگر بعد میں الیٰ ہو تو معنی زندہ حالت میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے

ہوتے ہیں۔ یہ اس کا بالکل سفید جھوٹ ہے۔ دیکھو قرآن میں ہے کہ واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ (۱۱۹:۳) یہاں خلو کے بعد الیٰ نہیں ہے۔ اور معنی موت نہیں ہے بلکہ ترجمہ یہ ہے "اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو کاٹ کاٹ کھاتے ہیں تم پر انگلیاں غصہ میں۔ تو کیا وہ الگ ہوتے ہی مرجاتے تھے اور مرنے کے بعد انگلیاں کاٹ کاٹ کر کھاتے تھے۔ بھائی مراد علی! جس طرح جھوٹے نبی کا چیلنج جھوٹا تھا' جھوٹے نبی کے امتی کا چیلنج بھی جھوٹا ہی نکلا۔

(۱۲) لیفرائے اور پادریوں کو شکست کے عنوان میں حضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کے بارہ میں لکھا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مولوی غلام احمد قادیانی نے کہا عیسیٰ فوت ہو کر دفن ہو چکا۔ تو پادری شکست کھا کر بھاگ گیا---- یہ حضرت اقدس کی کتاب میں مذکور نہیں' بلکہ حضرت نے تو حیات مسیح علیہ السلام کے اثبات کے لئے مستقل رسالہ تصنیف فرمایا' جس کا نام ہے الخطاب المليح في ظهور المهدي والمسيح۔ جن کے نبی کی نبوت بے ثبوت ہو ان کی باتیں بھی ایسی ہی بے سروپا ہوتی ہیں۔

(۱۳) آخر میں ایک بے دین شخص نے شلتوت کا فتویٰ لگایا ہوا ہے۔ وہ سرے سے مفتی تھا ہی نہیں۔ اس کی زٹلیات کو فتویٰ کا نام دینا ہی غلط اور یہ کہنا کہ سب مصر والے اس کو مانتے ہیں جھوٹے نبی کے امتی کا جھوٹ ہے۔ حضرت مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی (M.P.A) دام فیوضھم نے جامعہ ازہر سے فتویٰ حاصل لیا جس میں حیات مسیح کے عقیدہ کو اجماعی عقیدہ قرار دیا گیا۔ اور اس کے منکر کو کافر قرار دیا گیا۔ اب ان آیات کا حال سنئے جن سے کادیانی مغالطہ دیتے ہیں۔

(۱۴) آیت (۱) اس نے ترجمہ کیا ہے "مسیح ابن مریم نہیں ہیں' مگر صرف ایک رسول' ان سے پہلے جتنے رسول تھے وہ سب فوت ہو چکے ہیں۔" یہ ترجمہ

بالکل غلط ہے۔ سب علماء اسلام اس کا ترجمہ یہی کرتے ہیں "نہیں ہے مسیح ابن مریم مگر پیغمبر' گذرے ہیں آپ سے پہلے کئی پیغمبر" اور خود مرزا نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے: "مسیح بن مریم میں اس سے زیادہ کوئی بات نہیں کہ وہ صرف ایک رسول ہیں' اور اس سے پہلے بھی رسول ہی آتے رہے (جنگ مقدس خزائن ص۸۹' ج۶) نہ اس میں جتنے کا لفظ' نہ سب کا لفظ' نہ فوت ہو چکے ہیں کا لفظ ہے۔ آیت کا مطلب مسئلہ توحید ہے کہ جیسے پہلے رسول آتے رہے اور ان کے ہاتھوں پر معجزات بھی ظاہر ہوتے رہے' ایسے ہی مسیح علیہ السلام کے ہاتھوں پر اگر معجزات ظاہر ہوئے تو وہ خدا نہیں بن گئے' رسول ہی رہے۔ اور مریم کے ہاتھ پر اگر کرامات ظاہر ہوئیں تو بھی وہ صدیقہ ولیہ ہی رہیں' خدا نہیں بن گئیں۔ اس آیت کے قریب قریب کہیں موت کا ذکر نہیں ہے۔

(۱۵) دوسری آیت کا ترجمہ بھی اس نے غلط کیا ہے۔ "اور محمد نہیں ہیں مگر صرف ایک رسول۔ ان سے پہلے جتنے رسول تھے وہ سب فوت ہو چکے ہیں۔" صحیح ترجمہ یہ ہے: "نہیں ہیں محمد ﷺ مگر پیغمبر' تحقیق گزرے ہیں آپ سے پہلے کئی پیغمبر۔" اس آیت کا سیاق و سباق یہ ہے کہ موت اور نبوت میں کوئی منافات نہیں ہے جیسے آپ ﷺ سے پہلے کئی نبی ہو گزرے جو فوت ہوئے۔ تو حضور پاک ﷺ بھی اگر فوت ہوں یہ ان کے نبی ہونے کے خلاف نہیں۔ یہاں نہ مسیح کا نام ہے نہ موت کا لفظ اور نہ سب رسولوں کا لفظ۔ محض قرآن پاک پر جھوٹ بولا ہے۔ اور نہ ہی خطبہ صدیق ؓ میں مسیح کی وفات کا ذکر ہے۔ جس طرح قرآن پر جھوٹ بولا اسی طرح صدیق اکبر اور سب صحابہ پر بھی جھوٹ بولا ہے۔

(۱۶) تیسری آیت فلما توفیتنی کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ جب تو نے مجھے وفات دے دی۔ حالانکہ خود آگے ص۷ پر اسی کا ترجمہ لکھا ہے: اور جب تو نے مجھے اٹھا لیا۔ یہی ترجمہ سب نے کیا ہے۔ اور یہ "توفی" ملک شام میں ہوئی جہاں

قائلین تثلیث تھے۔ اب مسلمان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا۔ اور مرزا کہتا ہے کشمیر چلے گئے تو شام میں وفات تو مرزا بھی نہیں مانتا اس لئے اس کا ترجمہ اہل اسلام کے بھی خلاف ہے اور مرزائی عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔ سچ ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ رہا قیامت کو سوال تو وہ تو یہ ہے کہ کیا تثلیث کی تعلیم تو نے دی تھی۔ اس کا جواب دیا ہے کہ میں نے صرف توحید کی تعلیم دی تھی۔ یہ تو سوال ہی نہیں کہ تجھے اشاعت تثلیث کا علم ہوا یا نہیں، نہ اس کے جواب کی ضرورت۔ رہا یہ کہ آپ ﷺ فرمائیں اقول کما قال تو یہ تشبیہ ہے اور تشبیہ میں خاص چیز وجہ شبہ ہوتی ہے نہ کہ من کل الوجوہ۔ جیسے کہیں زید شیر ہے تو تشبیہ صرف بہادری کی صفت میں ہے نہ کہ اس کے پنجے بھی ہیں، دم بھی ہے اسی آیت میں عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تعلم مافی نفسی ولا اعلم مافی نفسك تو کیا عیسیٰ علیہ السلام کا نفس اور اللہ کے نفس کا ایک مطلب ہے۔ اسی لئے امام بخاری نے ص ۴۹۰ ج ا پر اس حدیث کے فوراً بعد باب نزول مسیح باندھا ہے اگر مسیح کی توفی حضور کی طرح ہوتی تو اس باب کا کیا مطلب امام بخاری نے سمجھا دیا کہ مسیح کی توفی رفع سے ہوئی تھی اسی لئے اس کے بعد نزول کا باب باندھا۔ اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت فرمایا ہے کہ "حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور اقدس ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہوں گے اور ان کی قبر چوتھی ہوگی (درمنثور ص ۲۴۵ ج ۲) نہ نبی پاک ﷺ نہ کسی صحابی، نہ مجدد، نہ مفسر، نہ محدث، کسی نے اس آیت اور حدیث سے یہ استدلال نہیں کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے اور اب وہ تشریف نہیں لائیں گے۔

(۱۷) آیت نمبر ۴: اس آیت کے ترجمہ میں "طبعی موت" اس نے غلط ترجمہ کیا اور ساتھ ساتھ تورات پر بھی جھوٹ بولا۔ تورات میں یہ کہیں نہیں کہ اگر

بے گناہ نبی کو پھانسی دی جائے تو نبی لعنتی ہو جاتا ہے اور اس نبی کی روح خدا کی طرف نہیں اٹھائی جاتی یہ تورات پر سفید نہیں سیاہ جھوٹ ہے اور یہی جھوٹ دلیل کی بنیاد ہے کہ تو پھانسی پر نہیں مرے گا کہ تیری روح نہ اٹھائی جائے بلکہ طبعی موت مرے گا کہ تیری روح اٹھائی جائے۔ جب یہ بنیاد ہی جھوٹی ہے تو سارا استدلال جھوٹا ہوا۔ قرآن پر بھی جھوٹ اور تورات پر بھی جھوٹ۔ آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ اس سے پہلے یہود کے مکر کا ذکر ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کر کے ذلیل و رسوا کرنے کی خفیہ تدبیر کر رہے ہیں اور اللہ مسیح کو بچانے کی خفیہ تدبیر فرما رہے ہیں اور اللہ کی تدبیر ہی بہتر ہے اس وقت اللہ نے یہود کے مقابلہ میں عیسیٰ کو اپنی تدبیر سے آگاہ فرمایا تاکہ ان کو تسلی ہو۔ اور جب فرمایا اللہ نے اے عیسیٰ (یہ یہود تجھے گرفتار کرنا چاہتے ہیں) میں تجھے مکمل طور پر اپنے قبضے میں لے لوں گا (اور یہود گرفتاری کے بعد تجھے صلیب پر چڑھانا چاہتے ہیں) میں تجھے اپنے پاس اٹھالوں گا (یعنی جس جسم کو وہ صلیب پر لٹکانا چاہتے ہیں اسی کو اپنی طرف اٹھالوں گا اور وہ صلیب پر مار کر تیرے جسم کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں) میں ان کے گندے ہاتھوں سے تجھے پاک رکھوں گا (اور اس ساری شرارت سے ان کا مقصد ہے کہ تیرا دین مٹ جائے) میں تیرے ماننے والوں کو تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔ لیکن اس کادیانی کے عقیدہ میں اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ! یہودی تجھے کیا ماریں گے میں تجھے ماروں گا اور جسم کو یہ جیسے چاہیں ذلیل کریں مگر تیری روح کو اٹھالوں گا اور تیرے جسم کو ان کے گندے ہاتھوں میں دے کر تیری روح کو ان کے گندے ہاتھوں سے بچالوں گا۔ بہرحال یہ وعدہ موت سے بچانے کا ہے نہ کہ مارنے کا۔ مرزا کادیانی نے بھی سراج منیر میں متوفیک کا معنی موت سے بچانا کیا ہے۔

(۱۸) سنت اللہ اور آیت اللہ کا فرق : اللہ تعالیٰ کی ایک عادت عامہ ہوتی

ہے کہ مثلاً ماں باپ دونوں ہوں تو اولاد ہو یہ سنت اللہ کہلاتی ہے اور ایک عادت خاصہ کہ حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اس کو آیت اللہ کہتے ہیں ولنجعله آیة للناس اونٹنی اونٹنی کے پیٹ سے پیدا ہو یہ سنت اللہ ہے اور اونٹنی پہاڑ سے پیدا ہو جائے یہ آیت اللہ ہے۔ سانپ سپنی کے انڈے سے پیدا ہو یہ سنت اللہ ہے اور لاٹھی سانپ بن جائے یہ آیت اللہ ہے۔ اس لئے سنت اللہ کو ذکر کر کے آیات اللہ کا انکار کرنا خدا کی قدرت اور علم کا انکار ہے اب کوئی جاہل کہے کہ قرآن پاک میں ہے انا خلقنا الانسان من نطفه امشاج ہم نے بنایا آدمی کو ایک دورنگی بوند سے (۷۶ : ۳) فلینظر الانسان مم خلق خلق من ماء دافق یخرج من بین الصلب و الترائب اب دیکھ لے آدمی کہ کاہے سے بنا ہے۔ بنا ہے ایک اچھلتے ہوئے پانی سے جو نکلتا ہے پیٹھ کے بیچ سے اور چھاتی کے بیچ سے (۸۶:۵-۷) و جعلنا من الماء کل شئی حی اور بنایا ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ اولم یر الانسان انا خلقناه من نطفته فاذا هو خصیم مبین (۳۶:۷۷) کیا دیکھتا نہیں انسان کہ ہم نے بنایا ہے اس کو ایک قطرہ سے پھر تبھی وہ ہو گیا جھگڑنے بولنے والا۔ اس قسم کی آیات لکھ کر کہے کہ یہ ایک اٹل قاعدہ ہے کہ انسان نطفے سے پیدا ہوتا ہے اب یا تو یہ مانو کہ عیسیٰ علیہ السلام انسان نہیں یا یہ مانو کہ عیسیٰ علیہ السلام کا بھی باپ ہے جس کے نطفہ سے وہ پیدا ہوئے۔ تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ ان آیات پر بھی ہمارا ایمان ہے مگر ان آیات میں سنة اللہ کا بیان ہے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آیت اللہ ہیں۔ اس لئے خداوند قدوس نے فرمایا کہ ان مثل عیسیٰ عنداللّٰہ کمثل ادم کہ مثال عیسیٰ علیہ السلام کی اللہ کے ہاں مثل آدم کے ہے اور فرمایا انه لعلم للساعه کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہیں۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابتدائی زندگی کو بھی عام انسانوں پر قیاس نہ کرو بلکہ حضرت آدم علیہ

السلام پر قیاس کرو اور نزول کے بعد کی زندگی کو بھی علامات قیامت پر قیاس کرو نہ کہ درمیانی دور انسانیت پر۔

(۱۹)　آیت ۵ : فرمایا اسی میں تم زندہ رہو گے اور اسی میں تم مرو گے اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے (الاعراف - ۲۵) بالکل یہی سنت اللہ ہے - ان کے لئے جو صرف خاک ہی کا خمیر ہیں۔ لیکن عیسیٰ علیہ السلام میں تو نفخ جبرئیلی کا بھی اثر ہے اس لئے ضروری ہوا کہ سیدہ مریم صدیقہ کی نسبت سے وہ کچھ عرصہ زمین پر رہیں جو مریم کا مستقر ہے اور نفخ جبرئیلی کی نسبت سے وہ آسمان پر رہیں جو جبرئیل علیہ السلام کا مستقر ہے۔

(۲۰)　آیت ٦ : کیا ہم نے نہیں بنائی زمین سمیٹنے والی زندوں کو اور مردوں کو (المرسلات ۲۵-۲٦) یہ آیت بھی برحق ہے تشریح مثل آیت بالا ہے۔

(۲۱)　ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق اور جس کو ہم بوڑھا کریں اوندھا کریں اس کی پیدائش میں پھر کیا ان کو سمجھ نہیں آتا (یسین -٦٨) چونکہ مسیح کی فطرت میں نفخ جبرئیلی کا اثر ہے اور وہ ہزارہا سال کی عمر میں بوڑھے نہیں ہوئے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام دو اڑھائی ہزار سال میں کیسے بوڑھے ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ جب شب معراج ان سے ملے فرمایا رایتہ شابا میں نے ان کو جوان دیکھا۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں ویکلم الناس فی المھد و کھلا ومن الصالحین (۴٦:۳) کہ اے مریم وہ لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی اور نیک لوگوں میں سے ہو گا۔ دوسری جگہ ہے اذایدتك بروح القدس تکلم الناس فی المھد و کھلا (۱۱۰:۵) اور جب مدد کی میں نے تیری روح پاک سے اور تو کلام کرتا تھا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں۔ علامہ خازن فرماتے ہیں یکلم الناس کھلا بعد نزولہ من السماء فی ھذا نص علی انہ سینزل من

السماء الی الارض (الخازن ص ۲۲۹) کہ بڑی عمر میں باتیں وہ آسمان سے زمین پر نازل ہونے کے بعد کریں گے یہی بات تفسیر فتح البیان ص ۴۴ ج ۲ بیضاوی ص ۱۹ ج ۲ تفسیر ابو السعود ص ۲۶۸ ج ۲ تفسیر کبیر ص ۴۴۹ تفسیر طبری ص ۲۷۳ ج ۳ روح المعانی ص ۱۶۴ ج ۳ پر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گود میں باتیں پہلی دفعہ کیں اور ادھیڑ عمر میں آکر کریں گے۔ قرآن نے صاف بتا دیا کہ وہ نزول کے بعد معاذاللہ بوڑھے فرتوت نہیں ہوں گے بلکہ پختہ عمر کے ہوں گے جو جوانی اور بڑھاپے کی درمیانی عمر ہے۔

(۲۲) آیت ۷ : اور نہیں دیا ہم نے تجھ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشہ کے لئے زندہ رہنا۔ پھر کیا اگر تو مرگیا تو وہ رہ جائیں گے (۲۱: ۳۴) آیت میں کہیں نہ عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہ ان کی موت کا' اور مسلمان کب کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں گے بلکہ خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہو گا۔ مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور انہیں روضہ اطہر میں حضرت ابو بکر اور عمر کے پہلو میں دفن کریں گے۔ (مشکوۃ ص ۴۸۰) بھائی مراد علی صاحب! ہمارے پاک پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدینہ منورہ میں دفن ہوں گے۔ مرزا کہتا ہے وہ سرینگر میں دفن ہوئے۔ ہمارے نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ ان کی نماز جنازہ مسلمان پڑھیں گے۔ مرزا کہتا ہے کہ مسلمان کجا وہ تو پیغمبر اسلام کی پیدائش سے ۵۷۰ سال پہلے فوت ہو چکے۔ بھائی مراد علی صاحب ہم تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے اس دن قائل ہوں گے جب ان کی قبر پاک مدینہ منورہ میں بن جائے گی۔ وہاں ابھی تک چوتھی قبر کی جگہ خالی ہے۔ اس کادیانی سے کہو کہ حضرت نبی ﷺ اور شیخین کی قبریں ہم دکھاتے ہیں اور آج حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر وہاں دکھا دیں۔ ہم سے دس کروڑ ڈالر انعام لے لیں۔ کیونکہ اسے انعامی چیلنجوں کا بڑا شوق ہے۔

(۲۳) آیت ۹ : اور بولے ہم نہ مانیں گے تیرا کہنا جب تک تو نہ جاری کر دے ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ۔ یا ہو جائے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا۔ پھر بہائے تو اس کے بیچ نہریں چلا کر یا گرا دے آسمان ہم پر جیسا کہ تو کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے۔ یا لے آ اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے یا ہو جائے تیرے لئے ایک گھر سنہرا۔ یا چڑھ جائے تو آسمان میں اور ہم نہ مانیں گے تیرے چڑھ جانے کو جب تک نہ اتار لائے ہم پر ایک کتاب جس کو ہم پڑھ لیں۔ تو کہہ سبحان اللہ میں کون ہوں مگر ایک آدمی بھیجا ہوا (۱۷:۹۰-۹۴) یہاں نہ مسیح کا ذکر نہ موت کا' یہاں تو صرف یہ ذکر ہے کہ یہ باتیں انسان کے اختیار میں نہیں۔ خدا کے اختیار میں ہیں وہ جس کے لئے چاہے ظاہر کر دے۔ کیا موسیٰ کے لئے ایک نہیں بارہ چشمے جاری نہ فرما دیئے (۲:۶۰) اور آپ ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے فوارے جاری نہ ہوئے (بخاری) حضرت اسماعیل کے ایڑیاں رگڑنے سے اللہ نے زمزم کا چشمہ جاری نہ فرمایا اور کیا اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام علیہ السلام کو یہ نہ فرمایا "وہ اللہ بہت برکت والا ہے۔ اگر چاہے تو تیرے لئے ایک چھوڑ کئی باغات مہیا کر دے اور ان کے نیچے نہریں بھی چلتی ہوں اور ایک چھوڑ کئی محل بھی میسر کر دے (۲۵:۱۰) بلکہ اللہ چاہے تو کافروں کے لئے چاندی اور سونے کے محلات مہیا کر دے اسی دنیا میں (۴۳ : ۳۳ - ۳۵) اور کیا یہ قادیانی خدا کو آسمان کا ٹکڑا گرانے پر قادر نہیں مانتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا آسمان سے کوئی ٹکڑا بطور عذاب کے نازل کر دیں (۹:۲۴) اور کیا آسمان پر لے جانے کی اللہ میں قدرت نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو کفار کے بارے میں فرماتے ہیں "اور اگر ہم کفار پر آسمان کا دروازہ کھول دیں اور اس میں چڑھ بھی جائیں تو پھر بھی کہیں گے کہ ہم کو کسی نے جادو کر دیا ہے (۱۵:۱۴) یہ کافر تو خدا کی قدرتوں کا بھی منکر ہے۔ اس سے پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں کہ مدد دی ہم نے عیسیٰ کو روح پاک سے۔ اس پر مسلمان مفسرین تو یہ لکھتے ہیں کہ

پہلے تو ان کی پیدائش ہی نفخ جبرئیلی سے ہوئی یہ مدد تھی۔ پھر جب یہود نے ان کو شہید کرنا چاہا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کو اٹھا کر آسمان پر لے گئے۔ اب مرزائی بتائے کہ یہ جو مدد کا وقت تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود پکار اٹھے من انصاری الی اللّٰہ اس وقت جبرئیل علیہ السلام نے کیا مدد کی۔ کہ ان کو گرفتار ہوتا ذلیل ہوتا' صلیب پر تڑپتا دیکھتے رہے۔ یہی رد ہے جس کا اللہ تعالیٰ احسان جتائیں گے کہ میں نے تیری روح پاک سے مدد کی تھی۔

(۲۴) آیت ۱۰ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد احمد نبی ﷺ آئیں گے۔ اس کی تشریح خود بائبل کتاب الاعمال ص۲۱-۲۵' ج ۳ پر ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے بعد اور آسمان سے اترنے سے پہلے آئیں گے اور آنحضرت ﷺ نے بھی اس کی تصدیق فرمائی کہ وہ آسمان پر جا چکے اور پھر قرب قیامت آسمان سے نازل ہوں گے۔ کب عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد آئیں گے۔ اس شخص نے قرآن پر بھی جھوٹ بولا اور انجیل پر بھی اور جھوٹوں کے پاس جھوٹ کے سوا اور ہوتا بھی کیا ہے۔

(۲۵) آیت ۱۱ : بے شک مسیح علیہ السلام بنی اسرائیل کے رسول ہیں اور حضور ﷺ کے امتی ہیں کیونکہ ہمارے نبی پاک ﷺ نبی الانبیاء ہیں اور جس طرح ہمارے پاک پیغمبر ﷺ کے بارے میں قرآن پاک میں چار جگہ آیا کہ وہ کتاب و حکمت کی تعلیم دیں گے اور بالاتفاق وہاں قرآن اور سنت مراد ہے۔ اسی طرح مسیح علیہ السلام کے بارے میں ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل۔ اور اللہ تعالیٰ سکھائیں گے عیسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل۔ آسمان پر جانے سے پہلے آپ تورات انجیل کی تبلیغ کرتے تھے۔ اب ضروری ہے کہ جب دنیا میں قرآن سنت آ جائے تو عیسیٰ علیہ السلام بھی تشریف لائیں اور کتاب و سنت کی تبلیغ بنی اسرائیل کو کریں۔ اسی لئے تو خداوند

قدوس نے فرمایا "اور نہیں ہو گا کوئی اہل کتاب سے مگر ضرور ضرور ایمان لائے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام پر اس کی موت سے پہلے اور عیسیٰ علیہ السلام گواہ ہوں گے (ان اہل کتاب پر) قیامت کے دن (۱۵۹:۴) اس آیت سے معلوم ہوا کہ آئندہ زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اہل کتاب کے ملک میں اور وہ ان پر ایمان لائیں گے پھر عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوں گے۔

(۲۶) آیت ۱۲ : یہ امت واقعی بہترین امت ہے جس کی ایک بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی اس امت میں نازل ہو کر امام مہدی کے پیچھے نماز ادا فرمائیں گے اور ان کی یہ آمد قتل دجال اور اہل کتاب کی اصلاح کے لئے ہو گی۔

(۲۷) آیت ۱۳ : اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں۔ اور جس دن اٹھ کھڑا ہوں زندہ ہو کر (۱۹: ۳۳) اس آیت میں صرف یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر موت آئے گی۔ کب آئے گی اس آیت میں اس کا ذکر نہیں البتہ قرآن' احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ نزول کے بعد فوت ہوں گے۔ مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور مدینہ منورہ میں دفن ہوں گے۔

(۲۸) آیت ۱۴ : اس آیت میں صرف حضرت مسیح اور مریم صدیقہ کا ٹیلہ پر پناہ حاصل کرنا مذکور ہے یا تو وہ ٹیلہ مراد ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ یا بچپن میں ہیرو دیس سے بچنے کے لئے مصر میں پناہ لی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے نبیوں کی طرح زمین پر بھی مصر میں پناہ دی اور چونکہ نفخ جبرئیلی کی وجہ سے ان میں ایک خاص خصوصیت دی۔ اس لئے جبرئیل علیہ السلام کے مستقر آسمان میں بھی ان کا پناہ دی گئی۔

(۲۹) اللہ ہے جس نے بنایا تم کو کمزوری سے۔ پھر دیا کمزوری کے پیچھے زور پھر دے گا زور کے پیچھے کمزوری اور سفید بال بناتا ہے جو کچھ چاہے اور وہ ہے سب

کچھ جانتا کر سکتا (۳۰ : ۵۴) اس آیت میں مسیح علیہ السلام کا ذکر ہی نہیں اور احادیث میں ہے کہ مسیح نزول کے بعد دجال کو قتل کریں گے۔ شادی کریں گے۔ اولاد ہو گی' حج کریں گے۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ ان کی صحت بالکل درست ہوگی اور آسمان کی زندگی تو نفخ جبرئیلی کی تاثیر ہے۔ اس میں قوت و ضعف کا تغیر و تبدل ہے ہی نہیں۔ ورنہ فرشتے تو اب تک چلنے پھرنے سے معذور ہو جاتے۔

(۳۰) آیت ۱۵ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تک زمین پر رہے تو زمین کا کھانا کھاتے رہے کیونکہ آپ کی والدہ سیدہ مریم اسی مٹی سے پیدا ہوئیں اور آسمان پر جبرئیل علیہ السلام والا طعام نحن نسبح بحمدك و نقدس لك یہی ان کا طعام ہے کہ نفخ جبرئیلی کی یہی تاثیر ہے قرآن پاک نے صاف فرمایا وماقتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔ یہ بالکل صاف آیت کہ جس جسم کو وہ شہید کرنا چاہتے تھے اسی جسم کو زندہ سلامت خدا نے اٹھالیا۔

(۳۱) آخر میں ایک صفحہ پر توفی والی آیات درج کی ہیں توفی کا معنی پورا لینے کے ہیں۔ چونکہ اس کی انواع مختلف ہیں زندہ اٹھالینا۔ موت نیند اس لئے جہاں موت کا قرینہ ہو گا وہاں اس کا معنی موت لیتے ہیں۔ جہاں نیند کا قرینہ ہو نیند مراد ہو گی۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں توفی کے ساتھ رفع کا لفظ جو جسم کے صحیح سالم اٹھائے جانے کا قرینہ ہے اس لئے یہاں وہی معنی لیا گیا یہ بھی عجیب جہالت ہے کہ اگر فلاں آیت میں معنی موت ہے تو یہاں بھی موت ہی ہو گا۔ دیکھو قرآن پاک میں یصلون کتنی جگہ آتا ہے مگر تم اس کا معنی نماز لیتے ہو اور جب اللہ کے ساتھ آیا تو درود لیتے ہو۔ یہ مختصر جواب پیش خدمت ہے۔ تحفظ ختم نبوت کے دفتر سے رابطہ رکھیں اور کم از کم تحفہ قادیانیت کے تینوں حصے مطالعہ فرمائیں۔

نماز تراویح کا تحقیقی جائزہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد !

نماز تراویح ایک خاص نماز ہے جو صرف رمضان المبارک میں ادا کی جاتی ہے۔ اس کے بارہ میں دو تین مفصل مضامین پہلے ماہنامہ "الخیر" میں چھپ چکے ہیں۔ اس موضوع پر استاذ العلماء، سلطان المشائخ، جامع بین الشریعت والطریقت حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ "خیر المصابیح" اور دیگر مضامین "آثار خیر" میں چھپ چکے ہیں۔ تاہم رمضان المبارک کی مناسبت سے ایک مختصر تحریر یہ بھی ہے۔

تراویح :

(۱) عن عائشہ رضی اللّٰہ عنھا قالت کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصلی اربع رکعات فی اللیل ثم یتروح فاطال حتی رحمتہ فقلت بابی انت و امی یا رسول اللّٰہ قد غفر اللّٰہ لك ما تقدم من ذنبك وماتاخر قال افلا اکون عبدا شکورا (بیہقی ص ۴۹۷، ج ۲) "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز میں چار رکعت کے بعد ترویحہ (آرام) فرماتے۔ پس نماز کو لمبا کرتے۔ یہاں تک کہ مجھے رحم آتا۔ تو میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر

قربان ہوں۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی سب لغزشوں کو معاف فرما دیا۔ فرمایا تو کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں۔"

(۲) عن زید بن وهب قال کان عمر بن الخطاب رضی الله عنه یروحنا فی رمضان یعنی بین الترویحتین قدر ما یذهب الرجل من المسجد الی سلع (بیہقی ۴۹۷، ج ۲) "حضرت زید بن وہب سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دو ترویحوں کے درمیان اتنا وقفہ کرتے تھے کہ آدمی مسجد نبوی سے سلع پہاڑی تک جا سکے۔"

امام بیہقی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پاک کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگر صحیح ہے تو نماز تراویح میں امام کی ترویحہ کرنے کی دلیل ہے۔ اور دوسری روایت کے بعد امام بیہقی فرماتے ہیں کہ شاید حضرت عمرؓ کے وقفہ کرانے کا یہ مطلب ہو کہ آپ کا مقرر کردہ امام تراویح یہ وقفہ کراتا تھا۔ یہاں امام بیہقی سنی سوچ کا معیار بتا رہے ہیں کہ نماز تراویح میں امام اگر کوئی وقفہ بھی کرتا تو وہ بھی امر فاروقی ہی ہوتا تھا۔ اگرچہ صراحتاً امر کا صیغہ مذکور نہیں ہے۔ یہ سوچ تو تابعی جلیل حضرت زید بن وہب کی ہے جو مخضرم ہیں۔ یعنی آپ نے خود رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک زمانہ بھی پایا۔ اب پندرھویں صدی کے غیر مقلد دوست کی سوچ بھی ملاحظہ ہو۔ زبیر علی زئی نامی غیر مقلد کا بیان ہے کہ دور فاروقی میں مسجد نبوی میں جو نماز تراویح پڑھی جاتی رہیں اور باجماع امت جس پر استقرار ہوا "وہ نہ تو خلیفہ کا حکم تھا نہ خلیفہ کا عمل، نہ خلیفہ کے سامنے لوگوں کا عمل (تعداد قیام رمضان ص ۲۳) یہ سوچ کہ دور فاروقی میں صحابہ و تابعین مسجد نبوی میں نبی پاک کی سنت اور امر فاروقی کے خلاف کیا کچھ کرتے رہتے تھے اس کا حضرت عمرؓ کو قطعاً کوئی علم نہ تھا۔ بقول زبیر صاحب "گیارہ رکعت سنت رسول اللہ، سنت خلفاء راشدین اور سنت صحابہ ہے (ص ۲۳) مگر

دور فاروقی میں ہی استقرار بیس رکعت پر ہوا۔ اور بقول شیخ عطیہ سالم اس دن سے آج تک مسجد نبوی میں بیس تراویح پر ہی عمل ہے۔ ۱۴ھ سے لے کر آج ۱۴۲۰ھ تک کسی ایک سال کے ایک رمضان میں کسی ایک رات بھی صرف آٹھ تراویح وہاں نہیں پڑھی گئیں۔" جس طرح مسجد نبوی میں ہر سال رمضان میں بیس رکعت تراویح تواتر کے ساتھ ثابت ہیں اور شیخ عطیہ سالم وزیر مملکت سعودیہ نے اپنے رسالہ میں صدی وار اس کو ثابت کیا ہے۔ اسی طرح ۱۴ھ سے ۱۴۲۰ھ تک کے طویل عرصہ میں صرف ایک رات کے بارہ میں اسی قسم کے تواتر سے ثابت کردے کہ فلاں رات صرف آٹھ رکعت تراویح کے بعد مسجد نبوی خالی ہوگئی تھی۔ اور جس طرح اس دور میں بیس رکعت پر استقرار کا ذکر تمام مذاہب نے بالاجماع ذکر کیا ہے، ہر صدی میں ہر مذہب والے نے ہر علاقے میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ہر صدی میں ہر مذہب والے نے ہر علاقہ میں لکھا ہو کہ فلاں ایک رات میں سب لوگ آٹھ رکعت پڑھ کر بھاگ گئے تھے اور مسجد نبوی خالی ہوگئی تھی۔ اس تواتر سے ایک مستند حوالہ اگر کوئی پیش کردے تو ہم اس کی علمی حیثیت کا اعتراف بھی کریں گے اور مبلغ ایک لاکھ روپیہ انعام بھی دیں گے۔ اسی طرح ایک مستند حوالہ دکھادیں کہ ۱۴ھ سے لے کر ۱۴۲۰ھ تک مسجد نبوی میں بیس رکعت کی بدعت پر عمل ہو رہا ہے اور اس دن سے کسی صدی میں کسی عالم نے اس بدعت کے خلاف آواز نہیں اٹھائی۔ البتہ اس کو بدعت ضلالہ کہتے رہے۔ تو ایسے مستند حوالہ پر بھی علمی اعتراف کے ساتھ مبلغ ایک لاکھ روپیہ کا انعام دیا جائے گا۔

معنی تراویح :

مذکورہ دونوں احادیث سے نماز تراویح کے نام کی اصل زمانہ نبوی اور زمانہ فاروقی میں ثابت ہوئی۔ پوری امت نے اس نام کو قبول کیا اور عجیب بات

ہے کہ غیر مقلدین نے بھی قبول کرلیا۔ یہاں تک کہ زبیر علی نے بھی اپنے رسالہ کا نام نورالمصابیح فی مسئلہ التراویح رکھا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس نماز کا نام تراویح سنت سے ثابت ہے یا بدعت ہے۔ اگر سنت سے ثابت ہے اور یہ مذکورہ احادیث ہی اس کی دلیل ہیں تو یہ بتایئے کہ دونوں کا صحیح ہونا کس دلیل شرعی سے ثابت ہے۔ ہم اہل سنت والجماعت تو یہ کہتے ہیں کہ امت نے اس نام کو قبول کرلیا۔ تمام مذاہب فقہاء و مجتہدین اس کو تراویح کہتے ہیں۔ اس تلقی بالقبول سے ان احادیث کا صحیح ہونا بھی ثابت ہوگیا۔ آپ کے ہاں تو دلیل شرعی صرف اللہ و رسول ﷺ کا فرمان ہے اور اللہ و رسول ﷺ نے کسی ایک حدیث کو بھی نہ صحیح فرمایا نہ ضعیف۔ اس لئے آپ کو تو نہ ہی کسی حدیث کے صحیح کہنے کا حق ہے نہ ضعیف کہنے کا۔ ہاں اہل سنت کا اصول یہ ہے کہ جب اللہ و رسول ﷺ نے اس حدیث کو نہ صحیح فرمایا نہ ضعیف تو آپ ﷺ کی امت جس کو خیرالامم کہا گیا' جس کو امت وسط (معتدل) کہا گیا نے خصوصاً خیرالقرون میں اس حدیث کو عملاً قبول فرمایا یا عملاً رد کردیا۔ اگر قبول فرمالیا تو وہ حدیث تلقی بالقبول کی وجہ سے مقبول قرار پائے گی۔ اور اگر خیرالقرون میں استقرار اس کے خلاف ہوا تو یہ حدیث تلقی بالرد کی وجہ سے مردود ہوگی۔ تلقی کی حیثیت سورج کی ہے۔ جب سورج طلوع ہوجائے تو سندی بحثوں کے سب چراغ بجھا دیئے جاتے ہیں۔ سورج کو چراغ دکھانے کی جہالت اور جسارت کوئی غیر مقلد ہی کرسکتا ہے۔ اہل سنت والجماعت ایسی حماقتوں اور جہالتوں سے محفوظ ہیں۔

تلقی بالقبول سے مراد ائمہ مجتہدین کا قبول کرنا یا رد کرنا مراد ہے۔ اہل اسلام میں اگرچہ بہت سے مجتہدین گزرے ہیں جن کا مجتہد ہونا اگرچہ قرآن و حدیث میں تو منصوص نہیں' مگر اہل فن کا اجماع ہے کہ وہ مجتہدین ہیں۔ ان ہی میں ائمہ اربعہ کا مجتہد ہونا بھی ہے۔ اہل سنت والجماعت کے ہاں چونکہ اجماع دلیل

شرعی ہے اس لئے ان کے ہاں ان کا مجتہد ہونا دلیل شرعی سے ثابت ہے۔ دور برطانیہ میں جب خود رائی، خود سری اور ذہنی آوارگی کی رو چلی تو کئی برخود غلط لوگ بھی اپنے کو مجتہد سمجھنے لگے یا ایک دوسرے کو مجتہد کہنے لگے۔ جب کہ ان کا مجتہد ہونا نہ اللہ و رسول ﷺ سے منصوص نہ ہی ان کے مجتہد ہونے پر اہل فن کا اجماع ہے۔ وہاں تو صرف "من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو" والا معاملہ ہے۔ ان کی حیثیت ائمہ مجتہدین کے مقابلہ میں ایسی ہی ہے جیسے حضرت جنید بغدادی، حضرت فضیل بن عیاض جیسے اولیاء کرام کے سامنے مست ملنگ چرسیوں کی، یا امام بخاری، امام مسلم جیسے محدثین کے سامنے پرویز اور تمنا عمادی کی۔ قانونی مسائل میں جیسے چیف جسٹس کے سامنے چمار کی یا مستند ڈاکٹر کے سامنے کمہار کی۔ اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اجماع یا تلقی میں قبول یا رد کرنے والوں کا صرف مجتہد ہونا ہی کافی نہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ ان کا وہ مذہب اصول و فروع کے اعتبار سے مدون ہو اور متواتر ہو۔ اور اہل سنت میں چار ہی ائمہ مذاہب کی فقہ متواتر ہے اور اصول فقہ بھی۔ اس لئے ان چاروں کے متواتر مذاہب کے اتفاق کو تلقی بالقبول اور اجماع کا نام دیا جائے گا۔ اگر کسی سابقہ مجتہد کا قول ان چاروں کے خلاف ہوگا تو دیکھا جائے گا کہ جس طرح ان چاروں کا مذہب متواتر ہے وہ قول بھی اسی قسم کے تواتر سے ثابت ہے۔ تو پھر وہ قادح اجماع ہوگا اور اگر اس کا ثبوت بطریق احاد ہے تو بصورت سند صحیح بھی وہ شاذ ہوگا۔ اور جس طرح متواتر قرآن کے خلاف شاذ قرات مقبول نہیں نہ اس سے اس قرآن کے تواتر میں کوئی فرق پڑتا ہے تو اس قول کو بوجہ شذوذ رد کر دیا جائے گا۔ اور تلقی یا اجماع پر اس کا ذرہ بھر اثر نہ ہوگا۔ اور اگر وہ قول سنداً بھی صحیح نہیں تو وہ منکر اور مردود ہوگا۔ اور ائمہ اربعہ کے اجماع پر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ رکعات تراویح کے بارہ میں مذاہب اربعہ متواترہ کے متون متواترہ سے

ایک حوالہ بھی پیش نہیں کیا جا سکتا کہ تراویح صرف آٹھ رکعت ہی سنت ہیں' اس سے زائد بدعت ہیں۔ گویا بیس رکعت کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور آٹھ رکعت کو تلقی بالرد۔ جب انہوں نے بھی مان لیا کہ اس نماز کا نام تراویح ہے تو یاد رہے کہ تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ چار رکعت کے بعد ایک دفعہ آرام کرنے کو کہتے ہیں۔ تو چار رکعت کے بعد ایک ترویحہ ہو گا۔ آٹھ رکعت کے بعد دو ترویحے ہوں گے جن کو ترویحتین کہا جائے گا۔ کیونکہ عربی میں دو کو تثنیہ کہتے ہیں' جیسے والدین' طرفین' جانبین وغیرہ۔ اور بارہ رکعت کے بعد تین ترویحے ہوں گے۔ تو اب جمع کا صیغہ تراویح بولا جائے گا۔ ۱۲ رکعت سے کم رکعتوں پر تراویح کا لفظ ہی نہیں بولا جا سکتا۔ اسی لئے پورے خیرالقرون میں ایک فرمان نبوی یا کسی ایک صحابی کا قول یا تابعی اور تبع تابعی کا قول بھی پیش نہیں کیا جا سکتا جس میں بارہ رکعت سے کم پر تراویح کا لفظ استعمال ہوا ہو۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ :

عن ابی الحسناان علیاامر رجلاان یصلی بالناس خمس ترویحات عشرین رکعت۔ "حضرت ابوالحسناء سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحے یعنی بیس رکعات تراویح پڑھایا کرے۔"

مصنف ابن ابی شیبہ :

زید بن علی عن ابیه عن جده عن علی رضی اللّٰہ عنہم انه امر الذی یصلی بالناس صلوة القیام فی شهر رمضان ان یصلی بهم عشرین رکعه یسلم فی کل رکعتین ویراوح مابین کل اربع رکعات فیرجع ذوالحاجه ویتوضاالرجل وان یوترهم من آخرالليل حين الانصراف (مسند الامام زید ص۱۳۹) "امام زید

اپنے والد امام زین العابدین سے' وہ اپنے والد گرامی امام حسین رضی اللہ عنہ ' وہ اپنے والد محترم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رمضان میں نماز تراویح پڑھانے والے کو بیس تراویح پڑھانے کا حکم دیتے۔ وہ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتا اور ہر چار رکعت کے بعد وقفہ (ترویحہ) کرتا کہ صاحب حاجت حاجت سے فراغت کر سکے' بے وضو وضو کر سکے اور وتر رات کے آخری حصہ میں پڑھائے۔"

ان دونوں احادیث میں خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حکم بھی ہے بیس رکعت پڑھانے کا اور لفظ تراویح بھی ہے۔ اور اس کو تلقی بالقبول بھی حاصل ہے۔ اب غیر مقلدین سے ہمارا مطالبہ یہی ہے کہ وہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ آخری خلیفہ راشد سے آٹھ رکعت کا حکم اور اس کے ساتھ تراویح کا لفظ دکھا دیں۔ ہم نے دو احادیث پیش کی ہیں' وہ ایک ہی پیش کر دیں جس میں یہ تینوں باتیں ہوں۔ یہ تو زبیر علی کے بس کی بات نہیں۔ البتہ ابوالحسناء تابعی ان کا کہنا ہے' تعارف نہیں ہے۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبدالرحمٰن السلمی کے ہم جماعت ہیں۔ ان کی یہ روایت تلقی بالقبول کا شرف پا چکی ہے۔ اس کے مقابلہ میں آپ اس پر ایسی مفسر جرح کریں جو متفق علیہ بھی ہو اور اس کا ثبوت بھی تواتر سے ہو۔ جس روایت کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہو اس کو رد کرنا صرف جہالت ہی نہیں شرارت بھی ہے۔

عن سعید بن عبید ان علی بن ربیعه کان یصلی بهم فی رمضان خمس ترویحات و یوتر بثلاث (مصنف ابن ابی شیبہ)

"حضرت سعید بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ربیعہ رمضان میں ہمیں پانچ ترویح (بیس رکعت تراویح) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔"

یہ علی بن ربیعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد

ہیں۔ اس میں بھی تراویح کا لفظ موجود ہے اور تا قیامت ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ اس پہلی صدی میں آٹھ رکعت کے ساتھ تراویح کا لفظ استعمال ہوا ہو یا ایک شخص کا نام بتایا جائے جو بیس تراویح کی جماعت سے آٹھ پڑھ کر بھاگ جاتا ہو۔

عن ابی البختری انه کان یصلی خمس ترویحات فی رمضان و یوتر بثلاث (ابن ابی شیبہ) "حضرت ابوالبختری رمضان میں پانچ ترویحے اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔"

حضرت ابوالبختری جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں اور ۸۳ھ میں شہید ہوئے آپ بھی پہلی صدی ہجری کے امام التراویح ہیں۔ اور آپ بیس تراویح پڑھاتے تھے۔ اس روایت میں بھی تراویح کا لفظ ہے نہ یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ اس صدی میں کسی نے آٹھ رکعت کے ساتھ تراویح کا لفظ استعمال کیا' نہ یہ کہ کوئی آٹھ پڑھ کر بھاگ جاتا ہو' نہ یہ کہ کسی نے بیس رکعت تراویح کو بدعت قرار دیا ہو' نہ یہ کہ کسی نے بیس رکعت کے خلاف اشتہار بازی کی ہو' انعامی چیلنج دیئے ہوں اور مناظرے کا شور مچایا ہو۔

ثنا ابوالخصیب قال کان یومنا سوید بن غفلہ فی رمضان خمس ترویحات عشرین رکعہ (بیہقی ص۴۹۶' ج۲) حضرت ابوالخصیب سے روایت ہے کہ حضرت سوید بن غفلہ رمضان میں پانچ ترویحے بیس رکعات پڑھاتے تھے۔ یہ بھی جلیل القدر تابعی ہیں۔ ۸۲ھ میں وصال فرمایا۔ اس میں بھی بیس رکعت کے ساتھ تراویح کا لفظ موجود ہے۔ کیا اس کے مقابلہ میں اس پہلی صدی میں پوری اسلامی دنیا میں ایک مسجد کا امام بتایا جا سکتا ہے کہ وہ رمضان میں صرف آٹھ رکعت پڑھاتا اور اس کو نماز تراویح کہتا ہو۔

اسی طرح حضرت شتیر بن شکل ۶۵ھ جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ' سیدہ حفصہ اور سیدہ ام حبیبہ کے شاگرد ہیں بیس تراویح پڑھایا

کرتے تھے (بیہقی ص۴۹۶ ج ۲) امام حارث ہمدانی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں بھی بیس تراویح پڑھایا کرتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ) امام ابن ابی ملیکہ ۱۱۷ھ بھی بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کے بعد مذاہب اربعہ مدون ہو کر متواتر ہو گئے۔ ان کے بارہ میں علامہ سید محمد انور شاہ نوراللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں : لم یقل احد من الائمہ الاربعہ باقل من عشرین رکعت فی التراویح والیہ جمھور الصحابۃ رضوان اللہ علیھم (العرف الشذی ص۳۰۹ ج۱) "ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی بیس رکعت سے کم تراویح کا قائل نہیں اور جمہور صحابہ رضوان اللہ علیہم بھی اسی کے قائل تھے۔ یہاں تک کہ امام ترمذی نے ۸ رکعت تراویح کسی کا مذہب ہونا ذکر ہی نہیں کیا۔

ایک اور دعویٰ :

صاحب رسالہ نے ص ۱۳ پر یہ دعویٰ کیا ہے: "تہجد، تراویح، قیام الیل، قیام رمضان، وتر ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں"۔ مگر اس دعویٰ پر نہ کوئی قرآن پاک کی آیت دلیل میں پیش کی ہے اور نہ ہی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ جو دیواروں پر لکھتے ہیں: اہل حدیث کے دو اصول، فرمان خدا فرمان رسول، یہ محض جھوٹ ہے، سراسر دھوکا ہے۔ یہ حضرات دو رخی پالیسی کے ماہر ہیں۔ ص ۸۳ پر نوٹ دیتا ہے: "مقلدین مثلاً ملا علی قاری وغیرہ کے حوالے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ابو حنیفہ، مالک، شافعی، احمد، بخاری، مسلم وغیرہم یا ان جیسے علماء کے حوالے پیش کریں"۔ اب پہلا سوال تو یہ ہے کہ آپ نے ان چھ حضرات کی تقلید کا کب سے التزام فرمایا ہے؟ اور کس دلیل سے یہ التزام فرمایا ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ جناب نے ص ۱۴ پر امام زیلعی حنفی، امام ابن حجر عسقلانی شافعی، امام ابن ہمام حنفی، امام عینی حنفی، امام سیوطی شافعی

کے حوالے کس لئے پیش کئے ہیں۔ لم تقولون مالا تفعلون۔ دیگراں را نصیحت خود میاں فضیحت۔ اور پھر یہ پانچوں اس بات کے قائل ہیں کہ استقرار بیس رکعت تراویح پر ہوا۔ اور ان میں سے کسی ایک کے بارہ میں آپ ثابت نہیں کرسکتے کہ وہ آٹھ پڑھ کر مسجد سے بھاگ جاتا ہو۔

دیوانے کی بڑ :

کہتا ہے چودہ سو سال میں کسی ایک ثقہ محدث سے ثابت کریں کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعلق نماز تراویح کے ساتھ نہیں۔ جناب من! امام مالک، امام عبدالرزاق، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابوداؤد، امام ابوعوانہ، امام ابن خزیمہ، امام دارمی، امام مروزی، صاحب مشکوٰۃ۔ یہ حضرات محدث تھے یا نہیں؟ ان کی کتابوں میں تراویح کے ابواب ہیں یا نہیں؟ مگر ان میں سے کوئی بھی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو تراویح کے باب میں نہیں لایا۔ امام بخاری اس حدیث کو تہجد کے باب میں لائے اور قیام رمضان میں بھی تاکہ تراویح کے بعد تہجد پڑھی جائے۔ چنانچہ امام بخاری خود تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے (تیسیر الباری ص۴۹، ج۱) میاں نذیر حسین بھی آپ کے نزدیک محدث تھے یا نہیں؟ وہ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے (الحیات بعد الممات ص۱۳۸) میاں نذیر حسین کے دادا استاد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بھی محدث تھے یا نہیں؟ وہ صاف صاف تصریح فرماتے ہیں کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا کوئی تعلق نماز تراویح سے نہیں (حاشیہ مالابد منہ ص۶۹ فتاویٰ عزیزی ص۴۸۱ تا ص۴۸۶)

دوسری بڑ :

چودہ سو سال میں کسی ایک ثقہ محدث سے ثابت کریں کہ تراویح اور تہجد من حیث کل الوجوہ علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں۔ چودہ سو سال کے محدثین نے جس طرح ظہر اور عصر کے باب الگ الگ باندھے ہیں مغرب اور عشاء کے باب الگ

الگ باندھے ہیں۔ جمعہ اور عیدین کے ابواب الگ الگ باندھے ہیں۔ اسی طرح تہجد، قیام رمضان اور وتر کے ابواب بھی الگ الگ باندھے ہیں۔ اسی طرح چودہ سو سال کے فقہاء نے بھی اپنی کتابوں میں ان نمازوں کے مسائل الگ الگ بیان کئے ہیں۔

تیسری بڑ :

چودہ سو سال میں کسی ایک محدث سے ثابت کریں کہ بیس رکعت تراویح کے سنت ہونے پر اجماع ہے۔ جناب سے گزارش ہے کہ پہلے سنت اور اجماع کی جامع مانع تعریف دلیل شرعی سے ثابت کریں۔ اہل سنت والجماعت کے ہاں سنیت کے لئے مواظبت اور استقرار ضروری ہے۔ اور تمام اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ استقرار بیس رکعت تراویح پر ہی ہوا ہے۔ امام ابن قدامہ حنبلی (۶۲۰ھ) فرماتے ہیں بیس تراویح کا ذکر کرکے هذا کالاجماع (المغنی ص۸۰۲، ج۱) ملا علی قاری فرماتے ہیں: فصار اجماعا (شرح نقایہ ص۱۰۴، ج۱) نواب صدیق حسن فرماتے ہیں: قد عدوا ما وقع فی زمن عمر کالاجماع (عون الباری ص۳۰۷، ج۴) هذا کالاجماع (اوجز المسالك) اب جناب کا فرض ہے کہ کسی ایک ثقہ محدث یا مجتہد سے آٹھ رکعت پر استقرار اور اجماع ثابت کریں جس کی نقل اسی طرح ہر صدی میں متواتر ہوتی آرہی ہو۔

چوتھی بڑ :

چودہ سو سال میں کسی ایک ثقہ محدث سے ثابت کریں کہ آٹھ رکعت سنت نبوی نہیں (ص ۸۳)

(۱) امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کے باب میں کوئی معین عدد ثابت ہے جو کم و بیش نہیں ہو سکتا وہ

غلطی پر ہے" (فتاویٰ ابن تیمیہ ص۴۶'ج ۲)

(۲) علامہ سبکی شافعی فرماتے ہیں: "یہ منقول نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان راتوں میں کتنی رکعتیں پڑھیں۔ بیس یا اس سے کم (مصابیح ص ۴۴)

(۳) علامہ شوکانی فرماتے ہیں: "تراویح کو کسی خاص عدد میں منحصر کردینا اور اس میں خاص مقدار قرات کا مقرر کرنا ایسی بات ہے جو سنت میں وارد نہیں ہوئی (نیل الاوطار ص۴۶'ج ۳)

(۴) علامہ وحید الزمان فرماتے ہیں: "رمضان کی راتوں کی تراویح کے لئے کوئی عدد معین نہیں" (نزل الابرار ص۱۲۶'ج۱)

(۵) میر نورالحسن صاحب فرماتے ہیں: "تراویح کا کسی مرفوع حدیث میں کوئی معین عدد نہیں آیا (عرف الجادی ص ۸۴)

(۶) نواب صدیق حسن خاں فرماتے ہیں: "عدد معین مرفوع روایتوں میں نہیں ہے (الانتقاد الرجیح ص۶۱)

جناب ایک محدث کہتے تھے' یہاں چھ محدث ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ حضور سے کوئی بھی عدد معین ثابت نہیں۔

ہمارا سوال :

جناب نے ہر سوال میں محدث کی قید لگائی ہے۔ فقیہ اور مجتہد کی قید کیوں نہیں لگائی ہے جبکہ خداوند قدوس نے اپنے بندوں کو فقہاء کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے: لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون۔ "تاکہ وہ دین میں فقیہ بنیں اور اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ لوٹیں ان کی طرف تاکہ وہ بچ جائیں۔" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فقہ کو خیر اور فقہاء کو خیار فرمایا (متفق علیہ) اور یہ بھی فرمایا کہ ہر حامل فقہ (محض محدث) فقیہ نہیں ہوتا (ترمذی) اور خود محدثین کا اعتراف ہے کہ فقہاء معانی

حدیث میں ہم سے بڑے عالم ہیں (ترمذی) امام بخاری فرماتے ہیں: علیك بالفقه فقہ کو لازم پکڑنا فانه ثمرةُ الحدیث۔ بے شک وہ حدیث کا پھل ہے (الحطه) اور محدثین فقہاء کو طبیب اور اپنے آپ کو پنساری کہتے ہیں (تاریخ بغداد) اور یہ محدثین تو خود ائمہ اربعہ کے خوشہ چین اور مقلد ہیں۔ کسی کا ذکر طبقات حنفیہ میں ہے' کسی کا طبقات مالکیہ میں' کسی کا طبقات شافعیہ میں' کسی کا طبقات حنابلہ میں۔ محدثین کے حالات میں طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب کسی مسلمہ محدث یا مورخ نے لکھی ہی نہیں اور نہ ہی کسی مسلمہ محدث کا اعتراف ہے کہ میں نہ اجتہاد کی اہلیت رکھتا اور نہ تقلید کرتا ہوں بلکہ غیر مقلد ہوں۔ اب جناب کے سوالات ایسے احمقانہ ہوں گے جیسے کوئی پاگل یہ کہے کہ میں کسی ڈاکٹر کا نسخہ نہیں مانتا جب تک کوئی پنساری اس نسخہ کی توثیق نہ کرے۔ پھر یہ بھی بتایئے کہ محدثین کے مکمل اصول و فروع کہاں مدون اور متواتر ہیں۔ موجود متواتر فقہوں کو چھوڑ کر معدوم فقہ کی دعوت دینا کوئی معدوم العقل والعلم ہی کر سکتا ہے۔

شعبدہ بازیاں :

زبیر علی نے ص۸ پر یہ عنوان دیا ہے اور لکھا ہے کہ (مولانا) خیر محمد نیلوی چشتی دلاوری اعظم گڑھی نے ابو شیبہ بن عثمان جیسے متروک اور متہم بالکذب راوی کی تقویت اور دفاع کی کوشش کی ہے اور ص۷ پر بیس تراویح کی مرفوع حدیث کو موضوع لکھا ہے۔ اندھوں میں کانا راجا کی مثال تو سنی تھی غیر مقلدین اس کپڑا فروش کو امام الجرح والتعدیل کہتے ہیں جس کو تقریب التہذیب کی دو سطریں بھی صحیح پڑھنی نہ آئیں۔ ابن حجر مقلد شافعی نے جرح و تعدیل کے بارہ طبقوں کا ذکر کیا ہے۔ العاشرة من لم یوثق البته وضعف مع ذالك بقادح والیه الاشارة بمتروك الحدیث او واهی الحدیث او

ساقط- الحادیه عشر من اتهم بالکذب الثانیه عشر من اطلق علیه اسم الکذب والوضع (تقریب ص۱۰) دسواں طبقہ ان راویوں کا ہے جن کی بالکل توثیق نہیں کی گئی اور ان کو ضعیف کہا گیا۔ جرح مفسر کے سبب سے اس کی طرف اشارہ متروک الحدیث یا واہی الحدیث یا ساقط سے کیا جائے گا۔ گیارھواں طبقہ وہ ہے کہ راوی متہم بالکذب ہو اور بارھواں طبقہ وہ ہے کہ راوی پر کذب اور وضع کا اطلاق ہو۔ پھر حافظ ابن حجر نے ص ۲۲ پر لکھا ہے کہ ابوشیبہ سے صحاح ستہ والوں میں سے ترمذی اور ابن ماجہ نے حدیث لی ہے۔ وہ واسط کا قاضی ہے اور متروک الحدیث ہے۔ لیکن کپڑا فروش نے تینوں طبقات کو گڑبڑ کردیا ہے۔ موضوع بارھویں طبقے والے کی حدیث ہوتی ہے نہ کہ دسویں طبقے والے کی۔ جب کہ ابوشیبہ کا دسویں طبقہ میں شامل کرنا بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ دسویں طبقہ کے راوی میں دو باتیں ہونا ضروری ہیں: (۱) اس کی کسی نے توثیق نہ کی ہو جبکہ امام یزید بن ہارون نے اس کو نہ صرف عادل بلکہ اعدل قرار دیا ہے۔ (۲) دوسری بات یہ کہ اس پر جرح مفسر ہو۔ ابوشیبہ پر جرح مفسر صرف شعبہ نے کی ہے "کہ اس نے حکم سے ابن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے کہ جنگ صفین میں ستر بدری شریک تھے۔ شعبہ نے کہا یہ کذب ہے۔ خدا کی قسم! میں نے حکم سے مذاکرہ کیا تو ہم نے صفین میں خزیمہ کے سوا کوئی بدری نہ پایا۔ امام ذہبی فرماتے ہیں سبحان اللہ! وہاں علی حاضر تھے اور عمار شریک تھے" (میزان ص ۴۷ ج ۱) اب اس کی چارج شیٹ یہ ہے کہ ابوشیبہ نے حکم بن عتیبہ کے حوالہ سے شرکاء صفین میں اہل بدر کی گنتی غلط بتائی۔ تو ذہبی کے مطابق یہ غلطی تو خود حکم اور شعبہ سے بھی ہوئی۔ وہ کہتے ہیں کہ وہاں اہل بدر میں سے صرف خزیمہ تھے۔ حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا شریک صفین ہونا عوام بھی جانتے ہیں۔ اس لئے یہاں اگر کذب سے جھوٹ مراد لیا جائے تو صرف ابوشیبہ ہی

ضعیف نہ ہوگا شعبہ اور حکم بھی اس سے بڑھ کر ضعیف ہوں گے۔ کیونکہ ان کا جھوٹ تو دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہے اور یہاں کذب سے خطا مراد لی جائے تو کوئی بھی ضعیف نہ رہے گا۔ اور کذب بمعنی اخطا اس قسم کی گفتگو میں رائج تھا۔ دو مثالیں عرض ہیں: (۱) بخاری شریف ص۱۳۶ پر ہے کہ محمد بن سیرین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دن قنوت نازلہ فجر کی نماز میں بعد رکوع پڑھی۔ عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے قبل الرکوع کا ذکر کیا۔ میں نے کہا فلاں (محمد بن سیرین) تو بعد الرکوع کہتے ہیں۔ فقال کذب (بخاری) یہاں کذب کا معنی جھوٹ کریں تو محمد بن سیرین کی تمام روایات کو موضوع کہنا پڑے گا۔ اس لئے سب علماء یہاں کذب کا معنی اخطاء کرتے ہیں کہ ان سے چوک ہوگئی۔ (۲) اسی طرح ابوداؤد، ترمذی میں ہے کہ وتر کے ایک مسئلہ کے ذکر میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کذب ابو محمد۔ یہ ایک اجتہادی اختلاف ہے۔ یہاں اگر کذب کا معنی جھوٹ لیا جائے تو حضرت ابو محمد رضی اللہ عنہ کو جو بدری صحابی ہیں واضع احادیث کہا جائے گا۔ اس لئے سب نے یہاں اخطاء کا معنی مراد لیا ہے۔ اب آپ کے لئے دو ہی راستے ہیں۔ اگر شرکاء صفین کے بارہ میں ان تینوں کے بیان کو جھوٹ قرار دیں تو تینوں کو جھوٹا قرار دیں اور اگر چوک قرار دیں تو تینوں سے درگزر فرمائیں۔ پھر یہ چارج شیٹ بھی کوئی واضح نہیں۔ بقول شعبہ ابو شیبہ نے کہا کہ حکم نے ابن ابی لیلیٰ سے بیان کیا کہ جنگ صفین میں ۷۰ بدری شریک تھے۔ اب شعبہ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے حکم بن عتیبہ سے پوچھا تھا کہ کیا تو نے ابن ابی لیلیٰ کو یہ بات کہی تھی۔ اور وہ کہتا کہ بالکل جھوٹ ہے تو پھر اعتراض ہوتا۔ جبکہ شعبہ نے سرے سے حکم سے یہ پوچھا ہی نہیں۔ پھر یہ کہ حکم بن عتیبہ دو ہیں۔ ایک قاضی حکم بن عتیبہ، ایک فقیہ حکم بن عتیبہ۔ تو آپ متعین کریں کہ قاضی ابو شیبہ نے یہ روایت قاضی حکم

بن عتیبہ سے کی تھی یا فقیہ حکم بن عتیبہ سے اور یہ بھی ثابت کریں کہ شعبہ نے اسی حکم بن عتیبہ سے مذاکرہ کیا تھا جس سے ابوشیبہ نے یہ روایت لی تھی۔ پھر یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ شعبہ ابوشیبہ کا شاگرد ہے اور ابوشیبہ استاد ہے۔ چنانچہ تہذیب میں ہے: وعنہ شعبہ وھو اکبر منہ کہ ابوشیبہ سے شعبہ بھی روایت کرتے ہیں اگرچہ شعبہ عمر میں اس سے بڑے ہیں۔ اور تہذیب میں ہی لکھا ہے کہ شعبہ صرف ثقہ راویوں سے روایت کرتا ہے۔ تو جرح ہی ختم ہوگئی۔ اب وہ دسویں طبقہ کا راوی ہی نہ رہا۔ یہ بھی بات قابل غور ہے کہ یہی امام شعبہ جب آہستہ آمین کی حدیث روایت کرتے ہیں تو غیر مقلدین کہتے کہ اس ایک حدیث میں شعبہ نے چار غلطیاں کی ہیں، سند میں بھی اور متن میں بھی۔

انصاف کو آواز دو :

بیس رکعت تراویح کی جس حدیث پر اتنی لے دے ہو رہی ہے اس کی سند یہ ہے: ابوشیبہ عن حکم عن مقسم عن ابن عباس۔ بالکل اسی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پر فاتحہ پڑھی یہ حدیث صادق سیالکوٹی نے صلوۃ الرسول میں لکھی ہے۔ اور صلوۃ الرسول پر (۱) مولانا داؤد غزنوی، (۲) مولانا اسماعیل گوجرانوالہ، (۳) مولانا عبداللہ ثانی امرتسری، (۴) مولانا نور حسین گرجاکھی، (۵) مناظر اسلام مولانا احمد دین گکھڑوی، (۶) مولانا محمد گوندلوی کی تقریظات ہیں جن میں اس کتاب کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملائے ہیں۔ اس کے علاوہ روزنامہ ڈان کراچی، روزنامہ انقلاب لاہور، ہفت روزہ آفاق لاہور، ماہنامہ صحیفہ کراچی، روزنامہ احسان لاہور، روزنامہ زمیندار لاہور، روزنامہ نوائے پاکستان لاہور، ماہنامہ الحمراء لاہور، ہفت روزہ الاعتصام لاہور، ہفت روزہ نوائے ملت مردان، پندرہ روزہ نور توحید لکھنؤ، ماہنامہ فاران کراچی، روزنامہ نوائے وقت لاہور، ماہنامہ

ترجمان دہلی کے تبصرے بھی ہیں۔ مگر اس کپڑا فروش نے ان میں سے کسی کو شعبدہ باز قرار نہیں دیا۔ حالانکہ سند ایک ہونے کے بعد اہم فرق یہ ہے کہ بیس تراویح کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور فاتحہ علی الجنازہ کو تلقی بالرد۔ جیسا کہ امام مالک کا فرمان المدونہ میں ہے۔

جسارت :

مصنف عبدالرزاق خیرالقرون میں ایک ضخیم کتاب حدیث کی جمع کی گئی۔ یہ عبدالرزاق امام اعظم ابو حنیفہ کے شاگرد اور امام بخاری کے دادا استاد ہیں۔ یہ کتاب گیارہ بڑی بڑی جلدوں میں ہے۔ اس کے سب راوی خیرالقرون کے راوی ہیں۔ مگر یہ کپڑا فروش اس ساری کتاب کو ضعیف اور ناقابل اعتماد قرار دے رہا ہے کہ مصنف کا راوی الدبری ضعیف اور مصحف ہے (ص ٦٨) حالانکہ ہمیشہ محدثین اس کتاب سے استفادہ کرتے چلے آرہے ہیں۔

بدحواسی :

غیر مقلدین آٹھ رکعت تراویح باجماعت کو سنت موکدہ کہتے ہیں۔ مگر اس کے نزدیک گیارہ رکعت سنت رسول اللہ، سنت خلفاء راشدین اور سنت صحابہ ہے (ص ۲۳) اور کہیں ۸ + ۳ لکھتا ہے۔ ص ۳ پر تو لکھتا ہے کہ تراویح اور وتر ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں اور یہاں ۸ تراویح اور ۳ وتر کو دو الگ الگ نمازیں تسلیم کر رہا ہے اور جب غیر مقلدین کے نزدیک وتر درحقیقت ایک رکعت ہے تو ایک رکعت پڑھنے سے تراویح، تہجد، وتر سب کچھ ادا ہوگیا۔ جتنی برائے نام دلیلیں اس نے نقل کی ہیں ان سب میں وتر الگ نماز ہے۔ جب کہ اس کے نزدیک یہ الگ نماز نہیں۔

دلائل پر نظر :

(۱) پہلی دلیل مسلم ص۲۵۴'ج۱ سے نقل کی ہے جس میں دس رکعت تہجد اور ایک وتر کا ذکر ہے۔ (۲) دوسری دلیل بھی عائشہ سے بخاری ص۲۶۹'ج۱ کے حوالہ سے ذکر کی ہے۔ مولف کے نزدیک ان گیارہ رکعتوں میں بھی ایک وتر ہے۔ تو دس رکعت تہجد کی ہوئیں۔ (۳) حدیث جابر رضی اللہ عنہ ص۱۰ آٹھ رکعت اور وتر کا ذکر ہے جس سے یہ تو معلوم ہوا کہ ایک نماز وتر تھی' دوسری آٹھ رکعت کونسی نماز تھی' تہجد یا تراویح' اس کی وضاحت نہیں۔ اگر یہ تراویح ہو تو امت کا اتفاق ہے کہ اس پر استقرار نہیں ہوا تو سنت نہ ہوئی۔ (۴) حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پوری عبارت نقل نہیں کی اور فکانت سنت الرضا کا ترجمہ کیا ہے۔ پس یہ رضا کی سنت بن گئی۔ اس پر بھی نہ استقرار ہوا اور نہ اس کی صحت متفق علیہ ہے (۵-۶-۷) دور فاروقی میں گیارہ۔ یہاں بھی دو نمازیں ہوئیں۔ ایک ہونے کا دعویٰ بالکل جھوٹ نکلا۔ ان گیارہ میں بھی ایک وتر اور دس تراویح مولف کے نزدیک ہوں گی۔ اور یہ بات متفق علیہ امت میں ہے کہ اس پر استقرار نہیں ہوا۔ تو سنت نہ ہوئی۔ استقرار بیس رکعت پر ہوا تو سنت وہی بنی۔ یہاں دلیل نمبرے پر مولف نے لکھا ہے سیوطی ۹۱۱ھ نے لکھا ہے: بسند فی غایت الصحه (الحاوی ص۳۵۰) مگر اس کپڑا فروش کو نظر ٹیسٹ کرانی چاہئے۔ یہ کلام سبکی کا ہے' سیوطی محض ناقل ہے۔ پھر سبکی نے اس سے پہلے یہ بھی لکھا ہے کہ بیس رکعت تراویح عہد فاروقی میں صحیح سند سے ثابت ہیں۔ دونوں کو صحیح ماننے کے بعد آخری فیصلہ بیس رکعت تراویح پر عہد فاروقی میں استقرار ہوا (الحاوی ص۳۵۰'ج۱) یہ بات بالکل ایسی ہے کہ کوئی شخص کہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا نہایت صحیح سند سے ثابت ہے اور یہ بھی لکھے کہ بیت اللہ کی طرف نماز پڑھنا بھی ثابت ہے۔ پھر کہے کہ استقرار بیت اللہ شریف کی طرف نماز پڑھنے پر ہوا۔ اب کوئی عیسائی یا یہودی صرف اتنا نقل کردے کہ بیت المقدس کی

طرف نماز پڑھنا نہایت صحیح سند سے ثابت ہے اور نہ یہ بتائے کہ اس نے بیت اللہ کی طرف نماز پڑھنے کو بھی صحیح لکھا ہے اور نہ ہی یہ بتائے کہ استقرار اس نے بیت اللہ شریف کی طرف نماز پڑھنے پر نقل کیا ہے تو حوالہ دینے کا یہ طریقہ کس قدر دجل و فریب پر مبنی ہے۔

مطالبہ :

جب آپ کے پیش کردہ حوالہ میں آگے یہ ثابت ہو گیا کہ عہد فاروقی میں استقرار بیس تراویح پر ہوا تو اس استقرار کے بعد آپ ایک ہی خلیفہ راشد' ایک ہی صحابی' ایک ہی تابعی کا نام بسند صحیح پیش کریں کہ وہ آٹھ پڑھ کر بھاگ جاتا تھا۔ جب آپ یہ ثابت نہ کر سکیں اور تا صبح قیامت ثابت نہیں کر سکیں گے تو اس بات کو آپ "اجماع" کا نام دیں گے یا کوئی اور نام دیں گے۔ اور اس استقرار کے بعد آٹھ رکعت کو خلاف سنت اور خلاف اجماع مانیں گے یا نہیں؟ ذرا مخالفت سنت اور خارق اجماع کا حکم دلیل شرعی سے بیان فرمائیں!

رواۃ کی بحث :

ہمارے ہاں راویوں کی بحث نہ متواترات میں ہے نہ مشہورات میں' بلکہ ان اخبار احاد میں بھی نہیں جن کو تلقی بالقبول کا شرف نصیب ہو۔ مگر غیر مقلدین کے مذہب میں یقین کا نام نشان نہیں۔ ہر ہر مسئلہ پہلی رات کے مختلف فیہ چاند کی حیثیت رکھتا ہے جس میں گواہ اور تعدیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کا دل چاہے گواہ پر عدم اعتماد کر کے روزہ توڑ دے۔ اس لئے ان کو راویوں کی بحث کا خاص چسکا ہے۔ اور معیار صرف اور صرف حق پوشی ہے۔ ایک دو مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔
(۱) لکھتا ہے علی بن الجعد تشیع کے ساتھ مجروح ہے (ص ۲۸) ابن حجر نے لکھا ہے وہ صحیح بخاری اور ابوداؤد کا راوی اور ثقہ اور ثبت ہے' اس پر تشیع کا الزام ہے (تقریب ص ۲۴۴) اور یعقوب بن عبداللہ شیعہ سے حدیث جابر لی ہے۔ جس سے

امام بخاری نے ایک حدیث بھی باسند نہیں لی- اور نہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس سے کوئی حدیث لی ہے- ابن حجر کہتے ہیں صدوق یہم سچا تھا مگر وہمی تھا- دیکھو ثقہ ثبت کی حدیث کو رد کرنا اور وہمی کی حدیث کو قبول کرنا کیا یہی دیانت ہے- پھر شیعہ کی وہ روایت مردود ہوتی ہے جو سنی موقف کے خلاف ہو- اور چونکہ استقرار بیس تراویح پر ہوا اس کے خلاف آٹھ رکعت سنی موقف کے خلاف شیعہ کی مردود روایت ہے- (۲) حفص بن غیاث اور اعمش کے بارہ میں لکھا ہے کہ وہ مدلس ہیں اور عن سے روایت کرتے ہیں- اس لئے ان کی احادیث مقبول نہیں- حالانکہ یہ دونوں صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں- اگر ان کی عن والی روایات صحاح ستہ سے نکال دی جائیں تو وہاں خاک اڑنے لگے گی- کیا زبیر علی صاحب سے امید ہے کہ وہ ان سینکڑوں احادیث کو صحاح ستہ سے نکال دیں- ہمیں انتظار رہے گا مگر وہ یہ کام نہیں کریں گے- اور ابن حبان' ابن خزیمہ اور فتح الباری میں جو روایات ہوں جن کی سند میں ان کا عنعنہ ہو نکال دیں- ہم دو ماہ کی مہلت دیتے ہیں- وہ ان تمام احادیث کو جھوٹا اور موضوع کہہ کر موضوعات پر ایک نئی کتاب تیار کریں-

O آخر میں اہل سنت بھائیوں سے اپیل ہے کہ وہ اس بات پر مضبوط رہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے درمیان امت ہی واسطہ ہے- دین کا جو حصہ باجماع امت ہمیں ملا وہ حجت قاطعہ ہے- اس میں کسی نئی تحقیق کی گنجائش نہیں اور جو حصہ ائمہ مجتہدین میں مختلف فیہ ہے وہ اختلاف قرات کی طرح رحمت واسعہ ہے- جس ملک میں جو قرات تلاوتاً متواتر ہوگی سب اسی پر عمل کریں گے- اسی طرح جس ملک میں مذاہب اربعہ میں سے جو مذہب عملاً متواتر ہوگا اسی پر عمل کریں گے- اس سے امت میں اتفاق بھی باقی رہتا ہے اور سنت پر عمل بھی ہو جاتا ہے- اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ اور صحیح عمل کی توفیق عطاء فرمائیں-

ایک خط کا جواب

وکیل احناف مولانا محمد امین صفدر صاحب مدظلہ نے مسئلہ تراویح پر ایک رسالہ لکھا (جو اس مضمون سے قبل بیان ہو چکا ہے) تو اس کے جواب میں ایک غیر مقلد زبیر علی زئی نے ایک خط لکھا۔ اس خط کے جواب میں مولانا موصوف نے یہ مضمون تحریر فرمایا۔ (مرتب)

نحمدهٗ ونصلی علٰی رسوله الکریم. امابعد :

ہمارے پاک پیغمبر خاتم الانبیاء رحمۃ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میری امت میں تہتر (۷۳) فرقے بن جائیں گے جن میں سے ایک نجات پانے والا ہوگا۔ **ما انا علیه واصحابی** جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگا۔ اور یہ بھی فرمایا **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین.** لازم پکڑو میری سنت کو اور خلفاءِ راشدین کے طریقے کو۔ اس لئے نجات پانے والی جماعت اہل السنت والجماعت کے نام سے معروف ہے۔ اور جس طرح قرآن پاک سات متواتر قرأتوں سے امت میں متواتر ہے، اسی طرح نبی اقدس ﷺ کی سنت چار مذاہب کے ذریعہ امت میں متواتر ہے۔ شیخ عبدالمغنی المجد دی الدهلوی المدنی ابن ماجہ کے حاشیہ پر خلفائے راشدین والی حدیث کے حاشیہ میں فرماتے ہیں: **هم الخلفاء الخمسة بعده ﷺ اعنی ابابکر وعمر و عثمان وعلیًا والحسن رضی الله تعالٰی عنهم الذی ینطبق علٰی خلافتهم هذا الحدیث الخلافة بعدی ثلاثون**

سنة فهٰذه الخمسه لا شک لاحد من اهل السنة انهم موارد لحدیث الخلافة. و من العلماء من عدم کل من کان علٰی سیرته علیه السلام من العلماء و الخلفاء کالائمة الاربعة المتبوعین المجتهدین (النجاح الحاجه ص ۵ ص ۸) ''وہ پانچ خلیفے ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسن رضی اللہ عنہم جن پر یہ حدیث منطبق ہوتی ہے کہ میرے بعد خلافت ۳۰ سال ہوگی۔ اور اہل السنۃ میں سے کسی ایک کو بھی ان پانچوں کے خلفاء راشدین ہونے میں شک نہیں اور بعض علماء نے اس حدیث کو عام رکھا ہے کہ تمام وہ علماء اور خلفاء مراد ہیں جو آپ کی سیرت پر تھے جیسے چاروں امام جو مجتہد ہیں اور جن کی تقلید کی جاتی ہے اور عمر بن عبدالعزیز وغیرہ۔''

چنانچہ اس حدیث پاک کے موافق اہل السنۃ کے چاروں مذاہب ہی نجات پانے والے قرار پائے۔ لیکن اب قرب قیامت کا زمانہ ہے جس کے بارہ میں رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب تم دیکھو کہ لوگ بخل پر ڈٹ جائیں، خواہش نفس کی تقلید کرنے لگیں اور ہر شخص اپنی ہی رائے پر نازاں ہوجائے تو (تبلیغ ان کو کوئی فائدہ نہ دے گی) اپنے بچاؤ کی فکر کرنا (ابن ماجہ ص ۲۹۰) اس حدیث پاک کی شرح میں حضرت ملا علی قاری المکی اور شاہ عبدالغنی المدنی فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید چھوڑ دے (اور خود رائی اور نفس پرستی کو دین قرار دے لے) حاشیہ نمبر ۴۔

چنانچہ آپ ﷺ کی پیشین گوئی الآیات بعد المائتین کے مطابق تیرھویں صدی میں کچھ لوگ مادر پدر آزاد ہوگئے اور سنت رسول ﷺ اور جماعت صحابہ کو خیر باد کہہ کر اہل السنۃ والجماعت نام بھی چھوڑ گئے اور اپنا نام اہل حدیث رکھا اور سنت رسول اور جماعت صحابہ کے مقابلہ میں حدیث نفس پر عمل کرنے لگے اور ائمہ اربعہ کے مقابلہ میں اپنی خود رائی اور نفس پرستی پر مر مٹنے لگے۔ پھر اُن میں سے بعض ترقی کرکے اہل قرآن کہلانے لگے۔ ان میں ایک شخص محمد جونا گڑھی نامی ہوا۔ تو یہ اس کی طرف نسبت کرکے محمدی کہلانے لگے اور کچھ ان میں

سے آگے نکل کر احمدی بن بیٹھے۔ کوئی اپنے مدرسے کا نام اور مسجد کا نام جامع مسجد محمد یہ رکھنے لگے تو کوئی جامع مسجد احمد یہ رکھنے لگے۔ ائمہ اربعہ کی تقلید کو یہ سب لوگ شرک اور حرام کہتے ہیں۔ اور اہل السنۃ والجماعۃ کو مشرک اور عیسائیوں اور مرزائیوں سے بھی بدتر کہتے ہیں۔ چنانچہ غیر مقلد پروفیسر عبداللہ بہاولپوری نے اپنے رسائل میں صاف صاف لکھا ہے کہ ان سے تو عیسائی اور مرزائی اچھے ہیں ص۳۔ چنانچہ رات دن ان کا قلم اور ان کی زبان ائمہ اربعہ کی تقلید کو حرام اور شرک کہنے پر چل رہی ہے۔

ابتدائیہ:

میرے کئی ایک مضامین مسئلہ تراویح پر چھپ کر اہل سنت میں مقبول ہوئے فللّٰہ الحمد۔ گذشتہ رمضان میں بھی مؤقر ماہنامہ ''الخیر'' میں تراویح پر ایک مضمون لکھا۔ اس کے جواب میں ۵۵ صفحات کا ایک خط موصول ہوا۔ مارکر کے ساتھ ہر صفحہ پر چند سطریں لکھی ہیں اور اپنے فرقہ کو تاثر دیا ہے کہ میں نے بڑا مفصل جواب لکھا ہے۔ یہ خط پڑھ کر میرے دل میں اپنے مضمون کی قدر و قیمت اور بڑھ گئی کہ واقعتاً خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک لاجواب مضمون نوک قلم پر آ گیا۔ خط میں اصل موضوع کو چھوڑ کر بلکہ اس کے جواب سے عاجز آ کر ادھر ادھر کی باتوں میں اوراق سیاہ کئے ہیں۔ اور یہ خط بتا رہا ہے کہ اب غیر مقلدین اہل السنۃ کے سامنے ہتھیار ڈال چکے ہیں۔

پہلی فتح: غیر مقلدین اپنا امتیاز یہی بتایا کرتے تھے کہ اہل حدیث کے دو اصول: فرمان خدا، فرمان رسول۔ جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ پہلے دن سے چار دلیلوں کے قائل ہیں: کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اجماع امت اور قیاس۔ اس خط میں مجیب نے نام نہاد اہل حدیث کو جھوٹا قرار دے کر اہل سنت والجماعت کی طرح چاروں دلائل کو دلائل شرعیہ مان لیا ہے، جو اہل سنت کی بہت بڑی فتح ہے۔ کیونکہ بحث وتحقیق کا سارا دارو مدار دلائل پر ہی ہوتا ہے۔ اس

نے یہ مان لیا ہے کہ اجماع کا ماننا قرآن پاک سے ثابت ہے۔ معلوم ہوا جو غیر مقلد اجماع کو نہیں مانتے وہ اہل حدیث نہیں بلکہ منکر قرآن ہیں اور لکھا ہے کہ اجتہاد کا ماننا اجماع سے ثابت ہے۔ گویا جو اجتہادی مسائل کا انکار کرتا ہے وہ اجماع کا منکر ہے اور اجماع کا منکر قرآن کا منکر ہے۔ آپ سوچ رہے ہوں گے وہ کون نام نہاد اہل حدیث ہے جس نے غیر مقلدیت کو الٹی چھری سے ذبح کر دیا ہے۔ ہم نے اسے چوہدری زبیر علی زئی لکھا تھا۔ مگر اس خط میں اس نے اس بات پر بہت ہی ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ خط ص۱۲ پر اپنا شجرہ نسب لکھا ہے جو پیر داد خاں پر ختم ہوتا ہے۔ اس لئے ہم اب موصوف کو چوہدری نہیں لکھیں گے بلکہ آلِ پیر داد ہی لکھیں گے۔ ان کے گاؤں کا نام بھی پیر داد ہے اور مورث اعلیٰ کا نام بھی پیر داد ہے۔

ایک اہم واقعہ:

ایک بہت بڑا گاؤں تھا جہاں بہت سے گھر اہل السنۃ والجماعت کے تھے جو مذہب حنفی اور منزل محمدی کے قائل تھے۔ کچھ لوگ نبی پاک ﷺ کی سنت اور صحابہ کرام کی پاکباز جماعت سے اتنے بیزار تھے کہ انہیں اہل السنۃ والجماعۃ نام بھی پسند نہ آیا اور وہ اہل حدیث کہلاتے تھے۔ نصف صدی کا عرصہ گزر گیا تو اسی گاؤں میں ایک عجیب حادثہ پیش آیا کہ جو لوگ اہل سنت تھے وہ تو اپنے مذہب پر قائم رہے لیکن اہل حدیث کہلانے والوں میں سے کچھ لوگ اہل قرآن بن گئے، کچھ رافضی بن گئے اور کچھ قادیانی ہو گئے۔ یہ حادثہ نام نہاد اہل حدیث کے لئے بہت پریشان کن تھا۔

پہلی شکست:

ایک نام نہاد اہل حدیث عالم جو ایک بڑے مدرسے کا شیخ الحدیث بھی تھا، اور وہ خود بھی اپنے آپ کو مجتہدِ زمانہ بلکہ خیر القرون کے مجتہدین کا ناقد سمجھتا تھا اور اس کا فرقہ بھی

خیرالقرون کے صحابہ تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے مقابلہ میں اس کو بہت قد آور علامہ سمجھتا تھا، اس گاؤں کے لوگوں کو دوبارہ اہل حدیث کرنے گیا۔ تو پہلا واسطہ اسے اہلِ قرآن سے پڑا۔ اس نے کہا مجھے پتہ چلا تھا کہ آپ اہل حدیث تھے۔ اب گمراہ ہوکر اہل قرآن بن گئے ہو۔ اس نے کہا مولوی صاحب توبہ کرو۔ کیا قرآن کو ماننے سے آدمی گمراہ ہوجاتا ہے؟ آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ صرف قرآن اور حدیث کو مانتے ہیں، آپ قرآن کی ایک ہی آیت پیش کریں کہ قرآن دنیا کو گمراہ کرنے آیا ہے۔ ساتھ ہی اس نے پوچھا کہ یہ تھیلے میں کیا ہے؟ اس نے کہا یہ کتابیں تمہاری ہدایت کے لئے لایا ہوں۔ یہ صحاح ستہ حدیث کی کتب ہیں۔ انہوں نے کہا پھر قرآن پاک نکال کر وہ آیت دکھاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ میں نے قرآن لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے نازل کیا ہے اور اہل قرآن کافر گمراہ ہوں گے۔ مگر ان لوگوں کی حیرت کی انتہاء نہ رہی جب دیکھا کہ اس کے تھیلے میں قرآن پاک سرے سے موجود ہی نہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا واقعۃً آپ قرآن پاک کو ہدایت کی کتاب ہی نہیں مانتے؟ اس بات کا ان لوگوں نے بہت برا منایا۔ پھر انہوں نے صحاح ستہ ہی کی دو تین کتابوں سے رسول اقدس ﷺ کا یہ فرمان دکھایا کہ آپؐ نے فرمایا: اے اہل قرآن! وتر پڑھو، اور اس سے مطالبہ کیا کہ تم ایک حدیث تو یہ دکھاؤ کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا ہو کہ قرآن پاک کے ماننے والے اہل قرآن کافر اور گمراہ ہیں۔ اور دوسری یہ حدیث دکھاؤ کہ قرآن کو کتابِ ہدایت نہ ماننے والے اہل حدیث جنتی گروہ ہیں۔ شیخ صاحب ان کا مطالبہ تو پورا نہ کرسکے مگر بڑے جلال میں فرمارہے تھے کہ تم قرآن پاک سے پانچوں نمازوں کی رکعتیں دکھاؤ ورنہ تم گمراہ ہو، بے دین ہو۔ اس نے کہا حضرت ذرا غصہ تھوک دیں، جوش سے ہوش میں آئیں۔ آپ ذرا صحاحِ ستہ سے نماز کی مکمل شرائط، اس کے ارکان اور ان کی ترتیب واجبات اور ان کی ترتیب سنن اور ان کی ترتیب مستحبات اور ان کی ترتیب مباحات، مکروہات اور مفسدات مکمل طور پر دکھادیں۔ اب تو شیخ صاحب کی ساری شیخی کرکری ہوگئی۔ نہ پائے

مانئن نہ جائے رفتن۔ آخر جھلا کر کہنے لگا ہم ان فرائض سنتوں وغیرہ کو نہیں مانتے۔ اس نے کہا ہم تمہاری بیان کردہ رکعتوں کو نہیں مانتے۔ اور ساتھ ہی پوچھا کہ دیکھو نسائی نے تکبیر تحریمہ کے فرض ہونے کا باب باندھا ہے۔ اب آپ یا تو حدیث میں تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ فرض کا لفظ دکھائیں، پھر حدیث کے ترجمہ سے فرض کی جامع مانع تعریف دکھائیں اور پھر فرض کے انکار کرنے والے اور ترک کرنے والے کا حکم دکھائیں کہ وہ کافر ہے یا فاسق۔ اور اگر نہ دکھا سکو اور صبح قیامت تک نہ دکھا سکو گے تو یہ لکھ دو کہ یہ باب بخاری اور نسائی نے رائے سے باندھا ہے۔ اور بخاری اور نسائی اہل حدیث نہیں تھے بلکہ اہل الرائے تھے۔ اور آپ لوگ جو ان اہل الرائے کی کتابوں سے ہدایت تلاش کرتے ہیں اہل الرائے ہوئے نہ کہ اہل حدیث اور جب تم خود اہل حدیث نہیں ہو تو ہمیں اہل حدیث بننے کی دعوت کیوں دینے آئے ہو۔ لم تقولون ما لا تفعلون.

کل کی پیداوار:

اب شیخ جی نے بڑے جوش میں کہا یہ اہل قرآن گمراہ فرقہ ہے۔ یہ تو کل کی پیداوار ہے۔ انگریز کے دور سے پہلے اس فرقہ کا نام و نشان نہ تھا۔ نہ ان کا ترجمہ قرآن، نہ کوئی جامع مسجد اہل قرآن، نہ کوئی مدرسہ جامعہ اہل قرآن۔ اس نے کہا توبہ کرو۔ کیا قرآن کل نازل ہوا ہے؟ آپ بتائیں کہ رسول اقدس ﷺ کے پاس قرآن تھا؟ اس نے کہا یقیناً تھا۔ اس نے پوچھا قرآن پاک کے علاوہ صحاح ستہ میں کونسی کتاب آپؐ کے پاس تھی جو آپؐ اصحابِ صفہ کو پڑھاتے تھے؟ شرمندہ سا ہو کر کہنے لگا ایک کتاب بھی ان میں سے نہیں تھی۔ انہوں نے پوچھا خلفاءِ راشدین، عشرہ مبشرہ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے پاس قرآن تھا؟ اس نے کہا یقیناً تھا۔ پوچھا صحاحِ ستہ میں سے کون کون سی کتابیں ان کے پاس تھیں؟ کہنے لگا ایک کتاب بھی ان میں سے اس دور میں نہ تھی۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ تابعین کے دور میں

قرآن پاک تھا؟ وہ کہنے لگا کہ یقیناً۔ انہوں نے پوچھا ایک بھی تابعی یا تبع تابعی کے پاس صحاحِ ستہ میں سے کوئی کتاب تھی؟ کہنے لگا کہ ان میں سے ایک کتاب بھی کسی تابعی یا تبع تابعی کے پاس نہ تھی۔ انہوں نے کہا ائمہ اربعہ میں سے سب کے پاس قرآن تھا؟ کہنے لگا یقیناً تھا۔ پوچھا کہ ان میں سے کسی ایک کے پاس ان چھ کتابوں میں سے کوئی ایک کتاب بھی تھی؟ کہنے لگا کہ ان میں سے ایک کتاب بھی اس وقت نہ تھی۔ انہوں نے کہا کیا صحابہ تابعین تبع تابعین صحاح ستہ کے جانے بغیر صحیح مسلمان تھے۔ اب وہ بے چارہ خاموش تھا۔ بار بار پیشانی سے پسینہ صاف کر رہا تھا۔ ایک اہل سنت بھی یہ باتیں سن رہا تھا۔ اس نے کہا خیرالقرون میں جس طرح قرآن پاک تلاوۃً متواتر تھا اسی طرح سنت عملاً متواتر تھی، جس طرح صحابہ کرام کے متواتر قرآن کو سات قاریوں نے مرتب کرلیا، اسی طرح سنت متواترہ کو چار ائمہ مجتہدین نے مدون اور مرتب کرلیا۔ اور ساتوں قرأتیں اور چاروں مذاہب صحاح ستہ کے وجود سے پہلے ہی متواتر تھے۔

تقلید:

اب شیخ جی پسینہ پونچھتے ہوئے کہنے لگے، دیکھو اس بات میں تو اہل حدیث اور اہل قرآن کا اتفاق ہے کہ امتی کی تقلید حرام ہے بلکہ شرک ہے اور تمام مقلدین مشرک ہیں۔ اس اہل قرآن نے کہا کہ ہم بھی واقعی امتی کی تقلید کو حرام اور شرک کہتے ہیں اور تم بھی زبان سے کہتے ہو کہ امتیوں کی تقلید شرک ہے۔ مگر تمہارے ہاتھی کے دانت کھانے کے اور، اور دکھانے کے اور ہیں۔ فقہاء مجتہدین جن کی طرف رجوع کا قرآن میں حکم ہے ان کی تقلید کو تم شرک کہتے ہو۔ مثلاً امام شافعیؒ کی تقلید آپ کے ہاں شرک ہے اور ان کے مقلدین نووی ہوں یا ابن حجر سب کے سب مشرک ہیں۔ لیکن عجیب بات ہے کہ امامِ شافعیؒ پر تو تم یہود کے احبار رہبان والی آیتیں فٹ کرتے ہو، مشرکین والی آیات ان پر پڑھتے ہو لیکن محدثین کی تقلید دن

رات کرتے ہو۔ جس حدیث کو ایک شافعی محدث اپنی رائے سے صحیح کہہ دے تم بھی اس کی تقلید میں اس کو صحیح کہتے ہو۔ اور جس کو امام شافعیؒ کا مقلد اپنی رائے سے ضعیف کہہ دے تم اس کی تقلید میں اس کو ضعیف کہتے ہو۔ جبکہ محدثین کی تقلید کا نہ قرآن میں کہیں اشارہ ہے نہ حدیث میں۔ میں اسی لئے تو اہل حدیث مسلک چھوڑ کر اہل قرآن بن گیا ہوں، کیونکہ اہل قرآن خالص غیر مقلد ہیں، وہ نہ مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں، نہ محدثین کی اور اہل حدیث منافق غیر مقلد ہیں کہ زبان سے تقلید کو حرام کہتے ہیں اور عملاً محدثین کے اندھے مقلد ہیں، وہ بھی شافعی مقلدین کے۔ میں اسی لئے اہل حدیث مسلک چھوڑ کر اہل قرآن بن گیا ہوں۔ کیونکہ زبان سے دونوں فرقے تقلید کو شرک کہتے ہیں۔ مگر اہل قرآن واقعتاً موحد غیر مقلد ہیں اور اہل حدیث مشرک غیر مقلد ہیں۔ کیونکہ شافعیؒ کے مقلد محدثین جو ان کے ہاں مشرک ہیں یہ ان کی تقلید کرتے ہیں۔ اب وہ لوگ ان کو دعوت دے رہے تھے کہ آؤ نفاق اور شرک سے توبہ کرو اور اہل قرآن بن جاؤ۔

یاد رہے آل پیرداد نے بھی اپنے خط میں امام سیوطی، علامہ انور شاہؒ، مفتی رشید احمد، ابن تیمیہ، عبدالحئی لکھنوی، بیہقی، وحیدالزمان، ابوبکر بن العربی، ابوالعباس، ابن الصلاح، اسفرائنی، عینی، ابن ہمام وغیرہ کے اقوال کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ جبکہ ہم نے ان میں سے کسی کی تقلید کا بھی التزام نہیں کیا۔

معلوم ہوا کہ آل پیرداد منافق اور مشرک غیر مقلد ہیں۔ حالانکہ خود اپنے خط میں لکھتا ہے کہ مقلد کے لئے صرف اس کے امام کا قول حجت ہے تو اس کو صرف ہمارے امام کا مفتی بہ قول بطور حجت ہمارے سامنے پیش کرنا چاہئے تھا جو وہ نہ کر سکا ہے نہ قیامت تک کر سکے گا۔ ہاں حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی کو مفرور مکی، حضرت تھانویؒ کو گستاخ رسول، علامہ انور شاہؒ، مولانا خیر محمد کو غالی، شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کو نیش زن، شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کو غیر ثقہ مقلد، مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی کو مشرک غالی دیوبندی،

تمام دیوبندیوں کو گمراہ، غالی، مشرک، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی کو کذاب، وضاع، خائن، تمام فقہاء کرام کو کذاب دجال، اہل الرائے، اعداء السنن، تمام مقلدین کو جاہل، اس عاجز کو کذاب مفتری نفس پرست، فسادی، بغیض، معاند، فرقہ پرست، شدید جاہل لکھ کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ اس خط کے پڑھنے والے کو ایک ایک حرف سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ہمارے جواب سے کتنا عاجز ہے۔ اور گالیاں دینے میں مجھے، میرے معاصرین اور میرے اکابرین کسی کو معاف نہیں کیا۔ میں آں پیرداد کو صرف دو حدیثیں یاد دلاؤں گا کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا لعن آخر هذهِ الأمة اولها اور یہ بھی یاد کرے کہ گالیاں دینا حدیث میں منافق کی علامت بیان فرمائی ہے نہ کہ اہل حدیث کی۔

سلفی:

اس اہل قرآن نے کہا کہ ادھر آپ تقلید کو حرام اور شرک کہتے ہیں۔ ادھر جب سے آپ کو سعودیہ کے پٹرول کے پیسے ملنے لگے ہیں آپ اہل حدیث نام چھوڑ کر سلفی بن گئے ہیں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ سعودیہ کا پٹرول نکلنے سے پہلے آپ کے کسی مدرسے کا نام جامعہ سلفیہ ہو۔ مولوی اسماعیل صاحب گوجرانوالوی سے پہلے کوئی آپ کا عالم سلفی کہلایا ہو؟ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ انہوں نے کہا کہ سلفی کا مطلب یہی ہے نا کہ سلف کی تقلید کرنے والے۔ اب سعودیہ کے حنابلہ مقلدین کو خوش کرنے کے لئے یہ تقلیدی نسبتیں آپ نے اپنے نام میں شامل کر لی ہیں۔ رسولِ اقدس ﷺ نے فرمایا تھا علیکم بسنتی، میری سنت کو لازم پکڑو مگر آپ کو اہل سنت نام ہی پسند نہ آیا۔ آپ نے فرمایا تھا: علیکم بالجماعة. جماعت کو لازم پکڑو مگر جناب نے والجماعت کا لفظ نام میں سے نکال پھینکا اور خیرالقرون کے مجتہدین کی طرف نسبت پسند نہ آئی۔ ہاں ایک مبہم سی تقلیدی نسبت سلفی رکھ لی اور تقلید ابن حجر اور نووی وغیرہ کی کر لی۔ کیا خیرالقرون کے ائمہ اسلاف میں سے نہیں کہ ان کی تقلید

کرنے والوں کو آپ سلفی نہیں سمجھتے اور اپنی مسجد کے امام کی تقلید کرنے والے کو سلفی کہا جاتا ہے۔ کوئی اہل حدیث نام چھوڑ کر اثری بن گئے ہیں۔ جب آپ خود اہل حدیث نام سے ہی بیزار ہوگئے ہیں تو ہمیں اہل حدیث بننے کی دعوت دینے کا کیا مطلب؟ آپ کا صحیح نام تو یا نفس پرست ہے یا مقلد پرست۔

ماننا:

شیخ جی نے کہا کہ نہیں، ہمارا اصل نام اہل حدیث ہی ہے۔ اگر چہ ہمارا یہ نام اللہ تعالیٰ نے نہیں رکھا اور نہ ہی رسول پاک ﷺ نے رکھا ہے۔ مگر اس کا معنی ہے حدیث کو ماننے والے۔ انہوں نے کہا پھر اہل قرآن کا معنی ہے قرآن کو ماننے والے تو یہ نام اہل حدیث سے تو بہت اچھا رہا اور اہل سنت کا معنی ہے سنت کو ماننے والے۔ یہ نام بھی رسول اقدس ﷺ کا رکھا ہوا ہے علیکم بسنتی تو اس نام سے آپ کو بغض کیوں؟ اور یہ بھی فرمایئے کہ اہل قرآن تو پورے قرآن کو مانتے ہیں اور اہل سنت تمام سنتوں کو مانتے اور عمل کرتے ہیں کیا تم بھی تمام حدیثوں کو مانتے ہو اور سب پر عمل کرتے ہو۔ اس نے کہا کہ قرآن پاک کی کوئی ایک آیت بھی ضعیف یا من گھڑت نہیں اس لئے اہل قرآن تو پورے قرآن کو مان سکتے ہیں اور سنت بھی عملاً متواتر ہے۔ ایک بھی سنت ضعیف یا من گھڑت نہیں۔ اس لئے اہل سنت تمام سنتوں کو مانتے اور ان پر عمل کرتے ہیں۔ مگر حدیثیں تو بہت سی ضعیف ہیں اور بہت سی من گھڑت ہیں' ہم سب حدیثوں کو کیسے مان سکتے ہیں۔ اور سب پر کیسے عمل کر سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ معلوم ہوا قرآن اور سنت میں کوئی تقسیم نہیں کہ وہ صحیح ہے یا ضعیف ہے البتہ حدیث میں تقسیم ہے تو اہل حدیث کی بھی اتنی ہی قسمیں ہوں گی جتنی قسمیں حدیث کی ہیں۔ کوئی ضعیف اہل حدیث ہوگا' کوئی من گھڑت اہل حدیث یا ایک ہی نام نہاد اہل حدیث کسی وقت صحیح اہل حدیث ہوگا کبھی حسن اہل حدیث کبھی ضعیف اہل حدیث' کبھی مضطرب اہل

حدیث، کبھی من گھڑت اہل حدیث، کبھی جھوٹا اہل حدیث اور ان احادیث کو صحیح، حسن، ضعیف وغیرہ وہ اپنی رائے سے کہے گا تو وہ اہل الرائے اہل حدیث ہوگا اور یا کسی محدث کی تقلید سے کہے گا تو تقلید پرست مشرک اہل حدیث ہوگا۔

صحیح حدیث پر عمل:

شیخ جی نے کہا ہم لوگ صرف صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ آپ یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ہم ضعیف حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ بتاؤ کسی حدیث کو صحیح کون کہے گا نہ اللہ نے کسی حدیث کو صحیح کہا نہ رسول نے۔ یا آپ اپنی رائے سے اس کو صحیح کہیں گے یا کسی اور امتی محدث کی رائے سے۔ اس لئے حدیث کو ضعیف کہنے کے لئے آپ کو امت پرست اور رائے پرست بننا پڑے گا۔ اہل قرآن نے پوچھا، شیخ جی ذرا صحیح حدیث کی تعریف قرآن یا صحیح حدیث کے ترجمہ سے دکھا دیں اور وہ تعریف جامع مانع ہو۔ تم قیامت تک نہیں دکھا سکو گے۔ واقعتاً یہ لوگ قرآن و حدیث کا نام لے کر جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ لوگ حدیث کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ اور صحابہ اور تابعین کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں (الحطہ صدیق الحسن) مگر یہ تعریف نہ آج تک قرآن پاک سے دکھا سکے کہ خداوند قدوس نے فرمایا ہو کہ نبی، صحابی، اور تابعی کے قول فعل اور تقریر کو حدیث کہنا نہ حدیث رسول سے دکھا سکے۔ اسی طرح صحیح حدیث اور ضعیف حدیث کی تعریف بھی یہ نہ قرآن سے دکھا سکتے ہیں نہ حدیث سے۔ اسی لئے اب آل پیرداد نے لکھا ہے کہ صحیح حدیث کی تعریف اجماع سے ثابت ہے۔ لکھتا ہے ''اہل سنت صرف اہل حدیث ہیں اور اہل حدیث کا اجماع ہے کہ صحیح حدیث کی پانچ شرطیں ہیں۔ ا۔ راوی کا عادل ہونا، ۲۔ راوی کا ضابط ہونا، ۳۔ سند کا متصل ہونا، ۴۔ شاذ نہ ہونا، ۵۔ معلول نہ ہونا (مقدمہ ابن الصلاح)''

یہ ابن الصلاح ۵۷۷ھ میں پیدا ہوئے، امام شافعی کے مقلد تھے، ۲۵ ربیع الثانی

۱۴۳ھ میں وصال پایا (تذکرۃ الحفاظ ص ۱۷۶/ ج ۴) صحابہ کرام کا زمانہ ۱۱۰ھ تک تابعین کا ۱۷۰ھ تک اور تبع تابعین کا ۲۲۰ھ تک ہے تو آل پیرداد صاحب نے جو جھوٹ بولا ہے کہ اس تعریف پر اجماع ہے تو وہ بتائیں کہ کن کا اجماع ہے صحابہ کا یا تابعین کا یا تبع تابعین کا یا ائمہ اربعہ مجتہدین کا یا صرف شافعی کے مقلدین کا؟ وہ بھی ساتویں صدی کا۔ جب کہ خود ابن صلاح نے دعوی اجماع نہیں کیا۔ اسی صدی کے دوسرے شافعی مقلد علامہ نووی نے صحیح حدیث کی دس تعریفیں لکھی ہیں (مقدمہ شرح مسلم) جب خود شوافع کا اس ایک تعریف پر ہی اتفاق نہیں بلکہ دس تعریفیں ہیں تو آل پیرداد کا دعوی اجماع بالکل جھوٹا نکلا۔ ہاں اسے صاف اعتراف کرنا چاہئے کہ میں شافعی کے بعض مقلدین کی تقلید میں یہ تعریف لکھ رہا ہوں۔ یہ تعریف نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ اجماع میں، اور نہ کسی مجتہد نے کی ہے۔ امام نوویؒ بھی امام شافعیؒ کے مقلد تھے ان کی پیدائش محرم ۶۳۱ھ میں اور وفات ۲۴ رجب ۶۷۶ھ میں ہوئی (تذکرۃ الحفاظ ص ۹۹۸/ ج ۴) اب اس تعریف کے بارہ میں صحابہ کرام کی مراسیل بھی صحیح نہیں ہوں گی حالانکہ ان کی صحت پر اجماع ہے تابعین کی مراسیل بھی امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے ہاں صحیح ہیں (مقدمہ نووی) بلاغات مالک تمام محدثین کے ہاں صحیح ہیں۔ تعلیقات بخاری جو صیغہ جزم سے ہیں ان کو محدثین صحیح مانتے ہیں۔ یہ سب باتیں آل پیرداد کی ساتویں صدی کی تعریف کے خلاف ہیں۔ امام محمد بن سیرینؒ جن کا شوال ۱۱۰ھ میں وصال ہوا، وہ صحابہ و تابعین کے زمانے کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ وہ سند نہیں پوچھا کرتے تھے (مقدمہ مسلم) تو آل پیرداد کی ساتویں صدی کی تعریف جو ایک مقلد کی تقلید میں لکھی ہے یقیناً صحابہ اور تابعین کے اجماع کے خلاف ہے۔ یہ بھی یاد رہے اس تعریف سے بھی زیادہ سے زیادہ سند کی صحت ثابت ہو گی جس کو متن کی صحت لازم نہیں---- آل پیرداد کے ممدوح ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں "پھر اس بات سے تو اصول حدیث کا معمولی طالب علم بھی واقف ہے کہ سند کا حسن یا صحیح ہونا حدیث کی صحت کو مستلزم نہیں (توضیح الکلام ص

۱۷۱/ ج ۲ بحوالہ نصب الرایہ ص ۳۴۷/ ج ۱) پھر لکھتے ہیں کہ ''اسناد حسن کہنے سے حدیث کا حسن ہونا لازم نہیں آتا۔ علم حدیث کے کسی طالب علم سے بھی یہ بات مخفی نہیں (توضیح الکلام ص ۳۰۳/ ج ۲) مزید لکھتے ہیں ''صحت اسناد اور راویوں کے ثقہ ہونے سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا'' (توضیح الکلام ص ۶۸۳/ ج ۲) پھر لکھتے ہیں ''ہمیں تسلیم ہے کہ اس روایت کے راوی ثقہ ہیں مگر یہ طے شدہ اصول ہے کہ راویوں کے ثقہ ہونے سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔ جب تک کہ دیگر علل سے بھی وہ روایت پاک نہ ہو وہ روایت صحیح نہیں ہوسکتی۔ (توضیح الکلام ص ۱۳۰/ ج ۱) یہی بات جناب مولانا عبدالرحمن مبارک پوری صاحب نے بار بار دھرائی ہے دیکھو ابکار المنن ص ۲۸۔ ۵۷، ۷۲، ۷۷، ۱۸۵۔ خود آل پیر داد لکھتا ہے ''اگر کسی حدیث کے راوی ثقہ ہوں سند بظاہر صحیح معلوم ہوتی ہو مگر محدثین کی اکثریت نے اسے ضعیف کہا ہو تو اسے ضعیف سمجھا جائے گا۔ نور العینین ص ۱۴۔ اسی کا نام ہے مقلد محدثین کی اندھی تقلید۔ نیز آل پیر داد لکھتا ہے علل حدیث کے ماہر اگر ثقہ راویوں کی روایت کو ضعیف کہیں تو ان کی بات کو تسلیم کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ اس فن کے ماہر ہیں اور فن حدیث میں ان کی بات حجت ہے۔ (نور العینین ص ۹۹) امام شافعی کے مقلدین کی بات کو حجت ماننا یہی تقلید ہے البتہ مجتہد کی تقلید محمود ہے۔ اور غیر مجتہد کی مذموم یہی آل پیر داد کر رہا ہے۔ اب سند کا تو اعتبار ہی نہ رہا جس پر آل پیر داد نے اجماع نقل کیا تھا یہ اس سے خود ہی باغی ہو گیا۔ اب آخری سہارا حدیث کی صحیح اور ضعیف کی پہچان کا کیا رہا؟ وہ بھی آل پیر داد سے سنیں! لکھتا ہے ثقہ (بالاجماع) عبدالرحمن بن مہدی نے کہا معرفت حدیث الہام ہے۔ ابن نمیر نے کہا ابن مہدی نے سچ کہا ہے۔ اگر میں ان سے پوچھتا کہ آپ نے یہ بات کہاں سے لی ہے تو ان کے پاس جواب نہ ہوتا۔ (نور العینین ص ۵۸) گویا اب سند صحیح بھی ہو محدث کو الہام ہو جائے کہ صحیح نہیں تو وہ صحیح نہ رہے گی۔ اور بلا دلیل اس کو صحیح مان لیا جائے گا۔ اب آل پیر داد کے ہاں سارا مدار الہام پر رہ گیا جو حجت شرعی نہیں ہے۔ تو محدثین کا کسی حدیث کو

الہام سے صحیح یا ضعیف قرار دینا دلیل شرعی کا فیصلہ ہرگز نہیں۔

شرم کی بات:

یہ بہت ہی شرم کی بات ہے کہ جن مقلدین کو آل پیرداد مشرک سمجھتا ہے انہی سے صحیح حدیث کی تعریف کی بھیک مانگتا ہے۔ غیر مقلدین کی اپنی اصول کی کوئی کتاب نہیں۔ جب کہ اہل سنت والجماعت حنفی خود اپنے اصول کی کتابیں رکھتے ہیں۔ اصول الشاشی ۳۲۵ھ (الاعلام زرکلی ص ۳۸۴/ ج ۱) امام کرخیؒ جو امام بردعی کے اور وہ امام اسماعیل بن حماد کے اور وہ حماد بن ابی حنیفہ کے اور وہ امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں۔ امام کرخیؒ ۳۴۰ھ نے اصول کرخی لکھی پھر امام کرخیؒ کے شاگرد ابوبکر الجصاص الرازی ۳۷۰ھ نے اصول پر کتاب لکھی۔ پھر القاضی الدبوسی ۴۳۰ھ نے ''تاسیس النظر'' امام سرخسی ۴۸۳ھ نے اصول سرخسی فخر الاسلام بزدوی ۴۸۲ھ نے اصول بزدوی لکھی۔ اصول کی یہ کتابیں ابن الصلاح سے پہلے کی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی صحیح حدیث کی وہ تعریف نہیں لکھی جو ابن الصلاح سے آل پیرداد نے نقل کی ہے۔ آل پیرداد سے ہمارا مطالبہ ہے کہ چوتھی و پانچویں صدی ہجری کی اپنی اصول کی کتابیں سن وار بمعہ نام مصنف لکھے اور اس کا غیر مقلد ہونا بھی دلیل شرعی سے ثابت کرے۔ پھر آل پیرداد کو کہا جاتا ہے کہ شافعی مقلدین سے چوری کر کے تعریفیں نہ لکھو دلیل شرعی سے لکھو ورنہ چور کی سزا آپ کو بھی معلوم ہے۔

خیر معلوم ہوا کہ ان کا اپنا تو کوئی اصول ہے ہی نہیں نہ ہی صحیح ضعیف کا کوئی معیار ہے۔ سارا مدار صرف اور صرف امتیوں کے آراء یا الہامات پر ہے چنانچہ اس اہل قرآن نے صاف کہا کہ ہم آپ جیسے بے اصولے لوگوں کے مذہب پر کیوں رہیں اور منافق غیر مقلد اور مشرک غیر مقلد کیوں بنیں۔ اس پر بے چارا شیخ الحدیث ذلت آمیز شکست کے ساتھ وہاں سے لوٹا۔ اس سے زیادہ واضح شکست کے ساتھ آل پیرداد لاڑکانہ سے بھاگا وہ اپنے عمل پر

دستخط نہ کر سکا۔ دلیل کیا دیتا۔ اب بھی اس میں صداقت کا کوئی ذرہ ہے تو تجلیات صفدر ص۸۔۱۰۷/ج۱ پر ان کا عمل درج ہے اس پر دستخط کر کے قرآن وحدیث سے اس کے ثبوت کی ذمہ داری لے۔ اور پھر قدرت خدا کا تماشا دیکھئے مگر وہ جھوٹ بول سکتا ہے گالیاں دے سکتا ہے۔ اپنے اعمال کا قرآن وحدیث سے ثبوت نہیں دے سکتا۔ اسی طرح جو غیر مقلد تقیہ کر کے کہے کہ میں چار دلائل مانتا ہوں ایسے تقیے باز سے میں نے تجلیات صفدر ص۱۴۴/ ج۱ پر چھ سوالات پوچھے ہیں جن کا جواب آل پیرداد پر قرض ہے مگر وہ کبھی نہ دے گا۔ آل پیرداد میرے تراویح سے متعلقہ ایک مختصر سے مضمون کا جواب لکھنے بیٹھا مگر یہ جواب اس کے بس میں نہ تھا۔ اس لئے اصل بحث سے فرار کا وہ ریکارڈ قائم کیا کہ پنڈت سوامی نند کو بھی مات کر دیا۔ پہلے تقلید کی بحث چھیڑ دی۔

سنئے شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں صحابہ کے زمانے سے لوگ یہاں تک کہ مذاہب اربعہ ظاہر ہوئے ہمیشہ کسی نہ کسی عالم کی تقلید کرتے رہے۔ اس پر کسی ایسے شخص نے نکیر نہیں فرمائی جس کی نکیر کا اعتبار ہو اور اگر تقلید باطل ہوتی تو ضرور انکار فرماتے۔ (عقد الجید ص۵۰) یہ بات انہوں نے عزالدین بن عبدالسلام سے نقل فرمائی ہے۔ ان دو شہادتوں سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین میں ایک بھی منکر تقلید نہیں تھا اس کے بعد کے حالات مورخ ابن خلدون یوں لکھتے ہیں: دیار و امصار میں (پوری دنیا میں) ان ائمہ اربعہ کی تقلید ٹھہر گئی۔ اور ان کے سوا جو امام تھے ان کے مقلدین ناپید ہو گئے اور لوگوں نے اختلاف کے دروازے اور راستے بند کر دیئے اور چونکہ اصطلاحات علیہ مختلف ہو گئیں اور لوگ رتبہ اجتہاد تک پہنچنے سے باز رہ گئے اور اس امر کا خوف پیدا ہوا کہ کہیں اجتہاد ایسے شخص کی طرف مستند نہ ہو جائے جو اس کا اہل نہ ہو۔ (جیسے آج کے لامذہب ہیں) یا اس کی رائے یا دین قابل وثوق نہ ہو (جیسے آج کل کے غیر مقلدین) لہٰذا علماء زمانہ نے اجتہاد سے اپنا عجز ظاہر کر دیا اور اس کے دشوار ہونے کی تصریح کر دی۔ اور انہیں مجتہدین کی تقلید کے لئے جن کے لوگ مقلد ہو

رہے تھے لوگوں کو ہدایت کرنے لگے اور چونکہ تداول تقلید (کبھی کسی کی تقلید کبھی کسی کی) میں تلاعب ہے (یعنی دین کو کھلونا بنانا ہے)۔ لہٰذا کبھی ان کی اور کبھی ان کی تقلید کرنے سے لوگوں کو منع کرنے لگے۔ اور صرف نقل مذاہب باقی رہ گئی اور بعد صحیح اصول و اتصال سند بالروایۃ ہر مقلد اپنے اپنے مجتہد کی تقلید کرنے لگا اور فقہ سے آج بجز اس امر کے کچھ اور مطلب نہیں۔ اور فی زماننا مدعی اجتہاد مردود اور اس کی تقلید مہجور (چھوڑی ہوئی) ہے اور اہل اسلام انہیں ائمہ اربعہ کی تقلید پر قائم ہو گئے (مقدمہ ابن خلدون۔ خیر التنقید ص ۲۷) نیز شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں "مذاہب اربعہ کے اختیار کی تاکید اور ان کو چھوڑنے کی شدید ممانعت' جان لینا چاہئے کہ ان مذاہب کے اختیار میں ایک عظیم الشان مصلحت اور ان کے چھوڑنے میں بڑا فساد ہے۔ ہم اس کو دلائل سے بیان کریں گے۔ اول امت نے اتفاق (اجماع) کیا ہے کہ معرفت شریعت میں سلف پر اعتماد کریں گے چنانچہ تابعین نے صحابہ پر اور تبع تابعین نے تابعین پر اور اسی طرح ہر طبقہ کے علماء نے اپنے سے پہلوں پر اعتماد کیا ہے اور عقل اس کی تحسین پر دال ہے اس لئے کہ شریعت نقل (منصوص مسائل میں) اور استنباط (اجتہادی مسائل میں) سے معلوم ہوئی اور نقل اس کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی کہ ہر طبقہ اسے اپنے پہلوں سے اتصال کے ساتھ لیتا رہا اور استنباط میں بھی مذاہب متقدمین کا علم ضروری ہے۔ تاکہ ان کے مذاہب سے باہر نکل کر اجماع نہ توڑ دے اور یہ بھی ضروری ہے کہ مذاہب متقدمین پر اپنا قول مبنی کرے اور نیز اس استنباط میں گذشتہ لوگوں سے مدد لے کیونکہ تمام فنون مثلاً صرف، نحو، طب، شعر، آہنگری، بڑھئی گیری اور رنگ ریزی کسی کو ان میں سے کوئی فن اس وقت تک نہ آیا جب تک ماہر فن کے ساتھ نہ رہا اس کے علاوہ نادر اور بعید ہے۔ ایسا کبھی نہ ہوا اگرچہ عقلاً ممکن ہے (مگر عادتاً محال ہے) جب سلف کے اقوال پر اعتماد کرنا متعین ہے تو اور ضروری ہے کہ ان کے وہ اقوال جن پر اعتماد کیا گیا ہے سند صحیح سے مروی ہوں یا مشہور کتابوں میں مدون موجود ہوں نیز یہ بھی ضروری ہے کہ ان اقوال کو زیر بحث بھی لایا گیا ہو کہ

اس کے محتملات کے راجح کو بیان کر دیا گیا ہو اور بعض مواقع میں عموم کی تخصیص، کسی جگہ مطلق کی تقیید کی گئی ہو۔ اور ان اقوال کے مختلف فیہا میں جمع کی شکل نکالی گئی ہو۔ مزید برآں ان کے احکام کی علل بھی بیان شدہ ہوں اور اب آخری زمانوں میں مذاہب اربعہ کے سوا کوئی ایسا مذہب نہیں۔ ہاں بمشکل مذہب امامیہ اور زیدیہ کو کہا جا سکتا ہے مگر وہ اہل بدعت ہیں۔ ان کے اقوال پر اعتماد جائز نہیں۔ دوم رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سواد اعظم کی تابعداری کرو اور چونکہ حق اور سچ مذاہب ان چار کے علاوہ مفقود ہو گئے (مٹ گئے) تو اب وہ ان مذاہب کا اتباع سوادِ اعظم کا اتباع ہے، اور ان سے باہر نکلنا سوادِ اعظم سے باہر نکلنا ہے (اور سواد اعظم سے باہر نکلنے والے کو رسول اقدس ﷺ نے دوزخی فرمایا ہے)۔ سوم جب خیر القرون (ہم سے) بعید ترین ہوگیا امانات ضائع ہو گئیں (ہر ماہر فن اپنے فن کا امین ہوتا ہے، کسی نااہل کا اہل فن کا منہ چڑانا اس فن کو ضائع کرنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب امانتیں ضائع ہونے لگیں اور اُمور نااہلوں کے سپرد ہونے لگیں تو سمجھو قیامت ٹوٹ پڑی، بخاری) تو کسی طرح بھی صحیح نہیں کہ ظالم قاضیوں اور خواہش پرست مفتیوں کے اقوال پر اعتماد کیا جائے (جب وہ نفس پرستی سے اپنی رائے بیان کریں اور ائمہ اربعہ کی تقلید چھوڑ دیں) یہاں تک کہ وہ اپنے قول کو صراحتًا یا دلالۃً کسی ایسے شخص کی طرف منسوب کریں جو صدق و امانت میں مشہور ہو اور نیز اس کا وہ قول محفوظ بھی ہو، اور نہ ہی اس کے قول پر اعتماد کیا جا سکتا ہے جس کے متعلق ہمیں یہ بھی علم نہیں کہ آیا اس میں شرائط اجتہاد بھی پوری ہیں یا نہیں؟ اب جب ہم علماء کو دیکھیں کہ وہ مذاہب سلف میں ثابت قدم ہیں تو ان کے اقوالِ سلف سے تخریجات یا ان کے خود کتاب و سنت سے استنباط میں تصدیق کی جا سکتی ہے۔ اور جب ہم علماء میں یہ بات نہ دیکھیں تو ان کی تصدیق نہیں کی جا سکتی۔ اسی معنی کی طرف حضرت عمر بن الخطابؓ نے اشارہ فرمایا ہے۔ فرمایا کہ منافق کا قرآن سے جھگڑنا اسلام کی دیواروں کو متزلزل کر دے گا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا جس کو اتباع کرنی ہو وہ سلف کی اتباع کرے (عقد الجید

ص ۵۳ تا ص ۵۸) آل پیرداد کے معتمد علیہ امام طحطاویؒ فرماتے ہیں جو ان چاروں مذاہب سے نکل جائے وہ اہل بدعت میں سے ہے (اہل سنت نہیں) اور جہنمی ہے۔

وضاحت:

عزالدین بن عبدالسلام، علامہ ابن خلدون، شاہ ولی اللہ اور علامہ طحطاوی نے یہ امت کا اجماعی عمل اور اتفاقی منشور نقل فرمایا ہے اور اس پر کسی مسلمہ اور قابل اعتماد شخص سے انکار ثابت نہیں۔ اگر آل پیرداد تقیہ باز نہیں واقعی نام نہاد اہل حدیث مذہب سے توبہ کر کے اجماع کو دلیل شرعی ماننے لگ گیا ہے تو اس اجماع کو تسلیم کر لینا چاہئے، ورنہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ اجماع کا نام تقیہ بازی سے لیتا ہے۔ (ب) یہ بھی معلوم ہوا کہ نقل مذہب کے دو ہی طریقے ہیں، متواترات جو یقینی ہیں اور مشہورات جو اطمینان بخش ہیں۔ ان کا مدار سند پر نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسی متداول کتابوں پر ہوتا ہے جو اہل فن کی تحقیقات و تشریحات سے مزین ہوں۔ ہاں اخبار احاد جن میں زیادہ سے زیادہ ظنِ غالب حاصل ہوتا ہے وہ سند کی محتاج ہوتی ہیں۔ آل پیرداد کا ہر جگہ سند کا مطالبہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان لا مذہبوں کے ہاں یہود و نصاریٰ، ہنود و مجوس کی طرح ایک مسئلہ بھی نہ یقینی ہے نہ اطمینان بخش۔ سارا دین ہی ظنیات کا پلندہ ہے۔ ایسے متون متواترہ کے خلاف شاذ اقوال اکٹھے کرنے میں آل پیرداد یہود و نصاریٰ کا اندھا مقلد ہے۔ وہ بھی متواتر قرآن کے مقابلہ میں شاذ و مردود قرأتیں جمع کرتے رہتے ہیں۔ آل پیرداد کو فہمائش کی جاتی ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ کی اندھی تقلید سے توبہ کرے، متواترات کو تواتر سے، مشہورات کو شہرت سے اور احاد کو سندوں سے ثابت کرے۔ (ج) یہ بھی معلوم ہوا کہ اب یہی چاروں مذہب اہل سنت والجماعت ہیں۔ ان سے باہر نکلنے والے ''غیر مقلد'' اہل بدعت بھی ہیں اور دوزخی بھی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اقتباس و استدلال سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کیا اس کتاب پر اہل فن کی تنقید و تشریح ہو چکی ہے یا کسی کی محض

شخصی رائے ہے۔ حوالہ صرف ایسی کتاب سے دینا چاہئے جو اہل فن کے ہاں منقح ہو۔ مگر آل پیرداد اور اُس کا فرقہ اس اصول سے بھی باغی ہے۔

دلائل اہل سنت:

اہل سنت کے چاروں مذاہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کے اصول فقہ میں ہے کہ دلائل چار ہیں: کتاب، سنت، اجماع، قیاس

تقلید کا تعلق مسائل اجتہادیہ سے ہوتا ہے۔ اجتہادی مسائل میں وہ اپنے مذہب کے مفتی بھا اور معمول بھا اقوال کا پابند ہے۔ اس لئے " آل پیرداد" کا فرض تھا کہ اس نے اگر الزامی جواب دینا تھا تو مذہب حنفی کا مفتی بہ قول پیش کرتا۔ یہ صبح قیامت تک کسی لامذہب کے اختیار میں نہیں۔ اس کے علاوہ غیر مفتی بہ قول خود امام کی طرف بھی منسوب ہو تو حجت نہیں۔ اس لئے حنفی مذہب کے مفتی بہا اقوال کے علاوہ جتنے اقوال وہ نقل کرتا ہے یہ سب اس کی جہالتیں اور شرارتیں ہیں۔ البتہ غیر مقلدین کے ہاں مفتی بہ اور غیر مفتی بہ کی کوئی تقسیم نہیں۔ اس لئے ہمیں حق ہوگا کہ ہر غیر مقلد کا قول بطور الزام پیش کریں، خواہ وہ تقلید چھوڑ کر اہل حدیث کہلاتا ہو یا اہل قرآن۔ محمدی کہلاتا ہو یا احمدی۔ اجتہادی مسائل میں مفتی بہ قول کی پابندی کرنے کا یہ مطلب بیان کرنا کہ مقلد قرآن، سنت اور اجماع کو نہیں مانتا نہ ان سے استدلال کرسکتا ہے یہ جھوٹ بھی ہے اور جہالت بھی، جسارت بھی ہے اور شرارت بھی۔ اگر حیاء و شرم کے ذرہ کا کروڑواں حصہ بھی تجھ میں ہے تو ہماری اصول فقہ سے ثابت کرو کہ مقلد قرآن، سنت سے استدلال نہیں کرسکتا۔ اور یہ بھی بتاؤ کہ علامہ ابن عبدالبر مالکی، علامہ ابن ہمام حنفی، علامہ نووی شافعی، علامہ ابن قدامہ حنبلی مقلدین تھے اور قرآن وسنت سے استدلال کرتے رہے۔ اور ہر زمانہ میں ہزاروں مقلدین علماء قرآن وسنت سے استدلال کرتے رہے۔ کسی جاہل نے اس پر انکار نہیں کیا، سوائے آل پیرداد کے۔

اب ذرا دوسرا رخ دیکھیں۔ غیر مقلدین نے پورے ملک میں یہی شور مچا رکھا ہے: دلیل شرعی صرف قرآن حدیث ہے۔ لکھتے ہیں اہل حدیث کے دو اصول فرمان خدا فرمان رسول۔ لیکن آل پیردا دنے سب غیر مقلدوں کو اس دعویٰ میں جھوٹا قرار دے دیا ہے اور احناف کی تقلید میں چار دلائل کا قائل ہوگیا ہے۔ لیکن یہ اس نے صرف تقیۃً لکھا ہے۔ اگر وہ سچا ہے تو اجماع کے منکر غیر مقلدین کو نام بنام دوزخی لکھے اور قیاس و اجتہاد کے منکرین کو بدعتی لکھے اور ایسے تقیہ باز غیر مقلد سے میں نے چھ سوالات ''تجلیات صفدر'' ص۱۲۳،۱۲۴ ج۱ پر کر رکھے ہیں۔ ان کا جواب دلیل شرعی سے لکھے اور ہر جواب کے ساتھ دلیل کا نمبر بھی لکھے، یعنی اگر جواب ''قرآن پاک'' سے دے تو ساتھ دلیل نمبر ایک لکھے۔ اگر جواب ''حدیث صحیح صریح غیر معارض'' سے دے تو اس کے ساتھ دلیل نمبر دوم لکھے۔ اگر جواب اجماع سے دے تو اس جواب کے ساتھ دلیل نمبر تین لکھے اور اگر جواب قیاس سے دے تو اس کے ساتھ دلیل نمبر چار لکھے اور یہ بھی بتائے کہ یہ قیاس اس کا اپنا ہے یا کسی اور امتی کا۔

صحیحین کے راوی:

آل پیرداد لکھتا ہے ''کسے معلوم تھا کہ ایسا دور آنے والا ہے جب مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلنے والے یہ بدعتی صحیحین (بخاری و مسلم) کی احادیث اور راویوں پر اندھادھند حملے کریں گے۔ اور سادہ لوح مسلمانوں میں ان کی عزت میں کمی کی کوشش کریں گے، مگر چاند پر تھوکنے والے کا تھوک اس کے منہ پر ہی پڑتا ہے۔ ان شاء اللہ ان بدعتیوں کی یہ کوششیں بالکل ہی رائیگاں جائیں گی۔ (نور العینین ص۱۷۔۱۸) مثلاً سرفراز صفدر صاحب دیوبندی نے صحیحین کے بعض درج ذیل راویوں پر عمل جراحی چلایا ہے: (۱) مکحول (صحیح مسلم)، (۲) العلاء بن الحارث (مسلم)، (۳) ولید بن مسلم (صحیح بخاری و صحیح مسلم) (۴) سعید بن عامر (بخاری و مسلم) (۵) العلاء بن عبدالرحمٰن (مسلم)

اس سے آل پیرداد بتانا یہ چاہتا ہے کہ جو بخاری یا مسلم کے کسی راوی پر جرح کرے وہ بدعتی ہے، مسلمانوں کے راستے کے خلاف چلنے والا ہے۔ اس کا تھوکا اس کے منہ پر اور اس کی کوشش رائیگاں ہے۔ لیکن خود بخاری مسلم کے راویوں پر جرح اس کے روزمرہ کا معمول ہے۔ امام ابوبکر بن عیاش پر نورالعینین میں خوب جرح کی ہے اور اس خط میں بھی۔ محدث علی بن الجعد جو بخاری شریف کا راوی ہے بخاری نے اصول میں بھی اس سے روایات لی ہیں۔ متابعت میں بھی، اس پر جرح کرتے ہوئے یہ (آل پیرداد) ایسا اندھا ہوگیا ہے کہ لکھتا ہے کہ وہ سیدنا معاویہؓ کی تکفیر کا قائل تھا۔ کیا واقعۃً صحیح بخاری کے راوی ایسے ہی ہیں جو صحابہ کرام کی تکفیر کرتے تھے۔ الزام تشیع کا جواب میری تحریر میں موجود تھا۔ اس کا جواب نہیں دیا۔ امام حفص بن غیاث، امام اعمش ،امام سفیان ثوری کی احادیث محض تدلیس کے الزام میں مردود قرار دے دی ہیں۔ حالانکہ احناف کے ہاں خیرالقرون میں تدلیس کوئی جرح ہی نہیں اور شوافع کے ہاں ایک متابع یا شاہد مل جائے تو تدلیس کا الزام ختم ہوجاتا ہے۔ اور یہاں اسنادی شواہد کے ساتھ ساتھ عملی تواتر بیس رکعت تراویح کا موجود ہے۔ لیکن یہ منکر حدیث احادیث کو مردود قرار دے رہا ہے۔

ابوشیبہ:

بیس رکعت تراویح کی مرفوع حدیث کا راوی ابوشیبہ ہے۔ **حدثنا یزید بن هارون قال اخبرنا ابراهیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباسؓ ان رسول الله ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر** (مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۹۴، ج۲) ''حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھا کرتے تھے۔''

حدثنا احمد بن منیع ثنا زید بن الحباب ثنا ابراهیم بن عثمان عن

الحکم عن مقسم عن ابن عباس: کہ حضورؐ نے جنازہ پر فاتحہ پڑھی (ابن ماجہ ص۱۰۷) دیکھئے ان دونوں کی سند میں ابراہیم بن عثمان (ابوشیبہ) حکم، مقسم، ابن عباس ہیں۔ ابراہیم بن عثمان کو آل پیرداد کذاب، وضاع، نامعلوم کیا کیا کچھ کہتا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ یہی راوی جنازہ پر فاتحہ کی حدیث میں بھی آتا ہے اور یہ حدیث صلوٰۃ الرسول میں ہے جس پر آپ کے بڑے بڑے علماء کی تصدیقات ہیں۔ وہاں آپ کو اس راوی اور اپنے علماء پر غصہ کیوں نہیں آتا۔ اب آل پیرداد لکھتا ہے: یہ جنازہ پر فاتحہ والی روایت اس وجہ سے موضوع نہیں کہ اس کے بہت سے شواہد ہیں (صلوٰۃ الرسول ص۴۶۶) حالانکہ صلوٰۃ الرسول ص۴۶۶ حدیث نمبر۱۵۷ پر لکھا ہے ضعیف سنن ابن ماجہ۔ یہ سند ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے ضعیف ہے) آگے لکھتا ہے بیہقی و کتب حدیث اس روایت سے پہلے حکیم محمد صادق سیالکوٹی صاحب نے صحیح بخاری کی روایت پیش کی ہے جو کہ بالکل صحیح اور انھا سنۃ کی وجہ سے مرفوع ہے اور اس ابوشیبہ کی روایت کا شاہد اور مؤید ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر ایک روایت بالکل صحیح ہوتو اس کی تائید میں کمزور روایت پیش کرنا حرام و ممنوع نہیں ہے۔ اس جملے میں آل پیرداد نے لکھا: ''بالکل صحیح'' ہے جبکہ بخاری میں سفیان کا عنعنہ ہے اور آل پیرداد کے ہاں یہ سند ضعیف ہے۔ (۲) اس قول ابن عباسؓ کو مرفوع لکھا، جبکہ امام ترمذی نے لکھا ہے والصحیح عن ابن عباس قولہ یعنی صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عباس کا قول ہے۔ تو یہ مرفوع حدیث کیسے بن گئی۔ (۳) یہ کہ ایک موقوف قول شاہد ہوتو کذاب وضاع کی حدیث بھی قابل عمل ہو جاتی ہے۔ یہ قاعدہ نہ قرآن میں ہے نہ سنت میں اور نہ اجماع میں۔ (۴) پھر یہ بات قابل غور ہے کہ ابراہیم بن عثمان جو آل پیرداد کے ہاں کذاب اور وضاع ہے اس کا ایک موقوف شاہد مل جائے تو ابوشیبہ کا کذب بھی ختم اور وضع بھی اور بیس رکعات تراویح پر تمام صحابہ اور امت کا استقرار ہو جائے تو وہ شاہد نہ بن سکے۔ ابوشیبہ بھی کذاب ہی رہے بلکہ اس کو پیش کرنے والا بھی کذاب، وضاع، معاند، نفس پرست کہلائے۔ (۵) ابن عباس کے قول کا

متن بخاری نے مکمل نقل نہیں کیا۔ نسائی نے نقل کیا ہے کہ جب ابن عباسؓ نے فاتحہ پڑھی تو قاضی صاحب نے ہاتھ پکڑ کر پوچھا یہ کیا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات صحابہ تابعین میں کسی کو معلوم بھی نہ تھی کہ جنازہ میں فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ سوال ہمیشہ غیر معروف بات پر ہوتا ہے۔ وضو میں کلی کرتے دیکھ کر کوئی سوال نہیں کرتا کہ یہ کیا؟ اب دیکھئے سند دونوں حدیثوں کی ایک ہے، لیکن بیس تراویح کو عملاً تلقی بالقبول حاصل ہے اور جنازہ میں فاتحہ کو تلقی بالرد ہے اور تلقی بالقبول سے تو ضعیف سند بھی صحیح قرار پاتی ہے۔ اور تلقی بالرد سے صحیح سند بھی شاذ و منکر قرار پاتی ہے۔ لیکن آل پیرداد ایک بے اصول فرقے کا فرد ہے جن کی اپنی کوئی اصول کی کتاب نہیں۔ تو بااصول لوگ اس بے اصول کی بے اصولیوں کی کیا پرواہ کرتے ہیں۔ الغرض اس سے میرا ایک ہی سوال تھا کہ آپ کسی ایک مسلمہ مجتہد یا محدث کا مستند حوالہ پیش کردیں کہ دورِ فاروقیؓ سے ملکہ وکٹوریہ کے دورِ غیر مقلدیت کے جنم تک آٹھ رکعت تراویح پر استقرار رہا ہے۔ اس بارہ میں وہ آج بھی ناکام ہے اور ان شاء اللہ العزیز صبح قیامت تک ناکام رہے گا۔

اوکاڑوی کا تعاقب :

عنوان دے کر لکھتا ہے وہ حیاتی ہے۔ آل پیرداد نے امام بیہقی کے ساتھ لفظ حیاتی نہیں لکھا جس نے حیات النبی ﷺ پر پورا رسالہ لکھا۔ علامہ سبکی اور علامہ سیوطی نے بھی اس مسئلہ پر مستقل رسالے لکھے۔ بلکہ پہلی تیرہ صدیوں میں وہ ایک مستند محدث کا حوالہ پیش نہیں کرسکتا جس نے کہا ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کا اجسام مطہرہ کے ساتھ قبور میں کوئی تعلق نہیں اور وہ روضہ پاک پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے۔ آپ کے شوکانی، نذیر حسین دہلوی، شمس الحق عظیم آبادی، فتاویٰ ستاریہ والا یہ سب حیاتی تھے یا نہیں؟ بلکہ مولوی اسماعیل سلفی سے پہلے کسی لامذہب غیر مقلد سے حیات النبی ﷺ کا انکار ثابت نہیں۔ ہاں جو

جناب لکھتے ہیں کہ اہل حدیث کے اقوال پیش کرنا فضول اور مردود ہے۔ اس کی وجہ لکھیں، کیا آپ کے ہاں اہل حدیث ہونا اتنا بڑا گناہ ہے کہ وہ مردود الشہادت ہو جاتا ہے۔ بیگانوں میں تو کیا اپنوں میں بھی اس کی شہادت مردود اور فضول قرار پاتی ہے۔ آپ خود بھی تو اس اصول پر فضول اور مردود الشہادت قرار پائیں گے۔

گستاخ رسول:

احقر نے عرصہ دس سال پہلے ایک رسالہ شائع کیا تھا جس میں ۲۶۰ باتیں نماز کے بارہ میں ان غیر مقلدین سے پوچھی تھیں۔ اس کا نام ہی غیر مقلدین کی غیر مستند نماز ہے۔ آج تک غیر مقلدوں پر اس کے جواب میں سکوت مرگ طاری ہے۔ اس رسالے نے غیر مقلدین کے اس جھوٹ کا پول کھول دیا کہ غیر مقلدین کی نماز کے مکمل احکام اور ترتیب صرف قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ البتہ مجموعہ رسائل میں کچھ کاتب کی غلطیاں تھیں۔ ناشر نے یہ ضروری اعلان لگا دیا کہ اگر ان رسائل میں کوئی غلطی ہو تو وہ غلطی مرتب کی ہی کوتاہی سمجھیں نہ کہ حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی کی (مجموعہ رسائل جلد سوم ص۴) اس رسالہ میں کچھ اعتراضات اہل حدیث کے بڑے بھائیوں اہل قرآن کی طرف سے نقل کئے گئے تھے جن کا جواب نام نہاد اہل حدیث پر فرض تھا۔ مثلاً ص ۱۹۷ پر ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ گدھا سامنے سے گزرے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے (مسلم ص۱۹۷،ج۱) لیکن آپؐ نے نماز پڑھائی جبکہ سب کے سامنے گدھی چر رہی تھی (مسلم ص۱۹۶،ج۱، ابوداؤد، نسائی) بلکہ آپ نے گدھے پر نماز ادا فرمائی۔ یہ قول و فعل کا تضاد کیوں ہے (اس کا جواب اب تک غیر مقلدین نہیں دے سکے) ص ۱۹۸ پر ہے۔ آپؐ نے فرمایا کتا سامنے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے (مسلم ص۱۹۷ج۱) لیکن آپؐ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی اور گدھی بھی چرتی رہی۔ اہل قرآن اہل حدیث سے یہ پوچھتے ہیں کہ یہ کیسے پتہ چلا کہ یہ

سامنے چرنے والا گدھا نہیں گدھی ہے اور کھیلنے والا کتا نہیں کتیا ہے۔ یہ امتیاز شرمگاہ پر نظر پڑنے سے ہوتا ہے یا اس کے بغیر؟ اگر شرمگاہ پر نظر پڑنے سے ہی یہ امتیاز ہوتا ہے تو اس نظر پڑنے سے نماز لوٹائی نہیں گئی۔ کیا آپ کے نزدیک شرمگاہ پر نظر پڑنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے یا نہیں؟ اہل قرآن نام نہاد اہل حدیث سے یہ سوال پوچھتے ہیں۔ وہ آج تک جواب نہیں دے سکے کہ یہ امتیاز کہ وہ گدھا نہیں تھا گدھی تھی اور کتا نہیں تھا کتیا تھی کیسے ہوا تھا۔ جن کی نظر دونوں کی شرمگاہوں پر پڑی ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟ کاتب نے درمیان سے کچھ عبارت غلطی سے چھوڑ دی۔ اب اپنی نماز ثابت تو نہیں کر سکے نہ اہل قرآن کے اعتراضات کا جواب دے سکے، مجھے گستاخ رسول کہنے لگے۔ حالانکہ کئی سالوں سے میں نے ناشرین سے کہہ بھی دیا تھا کہ صفحہ نمبر ۱۹۸ کی آخری آدھی سطر حذف کر دیں۔ کیونکہ اس کو بہانہ بنا کر وہ کتاب کا جواب دینے سے راہِ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ لیکن ناشر نے توجہ نہ دی۔ اب یہ رسائل دوسرے ناشر کو دیئے جا رہے ہیں۔ وہ اغلاط کی تصحیح کے بعد شائع کرے گا۔

کذب وافتراء:

اوکاڑوی حیاتی کا کذب وافترا کا عنوان دیا۔ ایک حدیث ہے: عن ابن شہاب بلغنی انه لا جمعة الا بخطبة (المدونہ الکبریٰ ص۱۴۷ ج۱) ابن شہاب زہری تابعی فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا۔ یہ بات غیر مدرک بالقیاس ہے اور محدثین کا اصول ہے کہ تابعی کا وہ قول جو غیر مدرک بالقیاس ہو مرفوع مرسل کے حکم میں ہوتا ہے اور مرسل معتضد باجماع امت حجت ہے اور اس مرسل معتضد کو تلقی بالقبول اور تواتر عملی کا شرف حاصل ہے۔ جب باصول محدثین کے نزدیک یہ حدیث مرفوع مرسل ہوئی حکما تو اس کا ترجمہ یہی ہوگا کہ آپ ﷺ نے فرمایا خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا۔ آپ اس جملہ کو مرفوع مان کر ترجمہ کریں، کیا ہوگا؟ اس فرقے کے ہر بڑے چھوٹے کو مجموعہ رسائل

اور تجلیات صفدر پڑھ کر یقین کامل ہو چکا ہے کہ ہمارا کوئی ایک مکمل مسئلہ بھی قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔ اب میرے مطالبات کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں۔ تو کسی کاتب کی غلطی کا بہانہ بنا کر جواب سے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ لیکن اب دوپہر کے سورج سے زیادہ واضح ہو چکا ہے کہ یہ فرقہ عمل بالحدیث کے دعویٰ میں بالکل جھوٹا ہے۔ اور یہی جھوٹ ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

فراڈ:

میں نے غیر مقلدین کا عجیب فراڈ کا عنوان دے کر لکھا تھا کہ ان کے محدث اعظم عبداللہ روپڑی نے دار قطنی، حاکم اور بیہقی کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ انہوں نے اسے صحیح کہا ہے۔ ملخصا میں نے لکھا تھا کہ یہ حدیث سرے سے ان کتابوں میں موجود ہی نہیں چہ جائیکہ اس کو کسی نے صحیح یا حسن کہا ہو۔ یہ اعتراض اتنا زبردست تھا کہ آج تک اس جھوٹ کی سیاہی کوئی اس کے چہرے سے نہ دھو سکا۔ آل پیرداد نے کمال کر دیا کہ یہ حدیث تینوں کتابوں میں ہے۔ حالانکہ جس حدیث کا حوالہ میں نے دیا ہے'' مجموعہ رسائل'' ص۲۸۳، ج۱ پر میں اس کی وضاحت کر چکا تھا۔ دیکھو جھوٹ نمبر ۲۹۔ وہ حدیث اسحاق بن ابراہیم زبیدی والی نہیں بلکہ بشر بن رافع والی ہے۔ آل پیرداد خود نظر چیک کروائے۔ جھوٹوں کی حمایت کر کے انسان اسی طرح ذلیل ہوتا ہے۔

تناقضات:

الحمدللہ میں نے اس فرقے کے'' جھوٹے دعوے'' عمل بالحدیث کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ ان کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں کہ ایمان کے بعد سب سے اہم فرض نماز ہے۔ یہ اپنی نماز کے مکمل احکام اور مکمل ترکیب بھی قرآن کے ترجمہ اور حدیث صحیح صریح غیر معارض کے ترجمہ سے نہیں دکھا سکتے۔ اب ہمارے نوجوان ان کے بڑے بڑے مناظروں کے پاس جاتے ہیں

کہ آپ یہ تحریر لکھ دیں کہ ہم اپنے مسلک کے مکمل مسائل صرف قرآن پاک اور حدیث صحیح صریح غیر معارض کے ترجمہ میں دکھائیں گے۔ اگر ہم کسی ایک جگہ بھی کسی امتی کا قول پیش کریں تو ہماری شکست ہوگی اور ہم لکھ کر اعتراف کریں گے کہ ہم جھوٹے اہل حدیث ہیں۔ مگر ان کے مناظر اس تحریر پر دستخط کرنے کو تیار نہیں۔ آل پیرداد میں اگر صداقت کا ذرہ بھی ہے تو وہ یہ تحریر اپنے دستخطوں سے شائع کردے۔ ان شاء اللہ وہ جس شہر میں جائے گا ہمارے نوجوان اس سے مکمل نماز کے احکام و ترتیب سیکھنے کو تیار ملیں گے۔ اب وہ اپنی پریشانی کو چھپانے کے لئے مجھ پر ذاتی حملے کرتے ہیں۔ کسی کو کہتے ہیں کہ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ بالفرض ایسا ہو تو میرا ذاتی گناہ ہوگا۔ اس سے میرے مسلک اہل سنت والجماعت حنفی پر کیا اثر؟ دیکھو اگر ایک مسلمان جھوٹ بولے تو اس کے اس ذاتی گناہ کی وجہ سے آپ اسلام کو جھوٹا مان لیں گے؟ اور قیامت تو یہ ہے کہ بقول آپ کے جھوٹا جھوٹ بولتا جا رہا ہے اور سچے سچ کو چھپا رہے ہیں۔ وہ اپنی نماز کے مکمل احکام اور ترتیب آج تک ثابت نہیں کر سکتے۔ کبھی کہتے ہیں اس کے کلام میں تناقض ہے۔ یہ فرمائیں کہ بالفرض اگر میرے کلام میں کوئی تناقض ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ اپنی مکمل نماز ثابت نہیں کریں گے۔ یا میرے ذاتی فعل سے حنفیت اور اسلام غلط ہو جائے گا۔

دوسو صحابہ سے عطاء کی ملاقات:

غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے دوسو صحابہ کو امام کے پیچھے آمین کہتے سنا۔ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اس لئے میں نے اس کی صحت کا انکار کیا۔ خود البانی غیر مقلد بھی کہتا ہے کہ اس کے راوی خالد بن ابی انوف کا ثقہ ہونا ثابت نہیں۔ ہاں بعض جگہ میں نے غیر مقلدین کو الزامی طور پر جواب دیا کہ آپ کے ہاں تو عطاء کو دوسو صحابہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہے۔ اس بات کو انہوں نے تضاد کا نام دیا۔ جہاں ملاقات کا ذکر

ہے وہ غیر مقلدین کا عندیہ ہے، جہاں انکار ہے وہ میرا عندیہ ہے۔

ایک اور تناقض:

آل پیرداد لکھتا ہے کہ ایک روایت پر اوکاڑوی صاحب جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ام یحیٰ مجہولہ ہیں اور دوسری جگہ ام یحیٰ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ اصل بات صاف ہے کہ ام یحیٰ خیرالقرون کی ہیں اور خیرالقرون کی جہالت احناف کے ہاں جرح نہیں۔ غیر مقلدین کے ہاں جرح ہے۔ جہاں میں نے استدلال کیا ہے وہ حنفی فقہ کے مطابق مسئلہ تھا تو حنفی اصول کو مدنظر رکھا اور وہاں ام یحیٰ کی روایت کے معارض بھی کوئی روایت نہیں۔ اور جہاں اس کو مجہولہ کہا وہ شوافع کے اصول پر کہا۔ غیر مقلد شوافع مقلدین کے مقلد ہیں۔ اور وہاں ام یحیٰ کی روایت ''علی صدرہ'' کے معارض تحت السرہ کی روایت بھی ہے۔ اس لئے اپنے مسئلہ میں اپنا اصول سامنے رکھا اور غیر مقلدین کے مسئلہ میں ان کا، یہ عین انصاف ہے۔

لاڑکانہ کا مناظرہ:

آٹھ رکعت تراویح پر استقرار ثابت نہیں ہو رہا۔ اس لئے جھوٹ بول کر اپنے لوگوں کو مطمئن کرنا چاہتا ہے۔ اس واقعہ کا ذکر ''تجلیات صفدر'' ص۹۹ تا ص۱۱۰ ج۱ پر ہے۔ طالب زیدی اور آل پیرداد کے سامنے ان کا مکمل عمل قرأۃ خلف الامام آمین اور رفع یدین کے بارہ میں لکھ کر پیش کیا۔ یہ دستخط بھی نہ کر سکے اور بھاگ اٹھے۔ اب بھی وہ عبارتیں تجلیات صفدر میں موجود ہیں۔ ان عبارات پر اب بھی دستخط کر دے تو ان شاء اللہ العزیز میرے کسی شاگرد کے سامنے دم نہیں مار سکے گا۔ اگر ایمان کا ذرہ ہے تو ان عبارات پر دستخط کرو اور قدرت خدا کا تماشا دیکھو۔

رکعات تراویح:

میرے مضمون کا خلاصہ یہی تھا کہ امت میں استقرار و مواظبت بیس تراویح باجماعت کو نصیب ہوئی۔ اس لئے یہ سنت مؤکدہ سے ہیں۔ آٹھ رکعت تراویح باجماعت پر نہ کوئی ماں کا لال نبی پاک ﷺ کی مواظبت ثابت کرسکتا ہے نہ صحابہ اور تابعین کی۔ اس لئے آٹھ رکعت باجماعت نہ ہی سنت نبوی ہیں اور نہ ہی سنت صحابہ؟ اب آل پیرداد کا حال یہ ہے کہ اپنے خط کے ص۲۲ پر تو امام مالکؒ کا ایک بے سند قول عبدالحق اشبیلی مالکی کی کتاب التھجد ص۱۷۶، ۸۹۰ کے حوالے سے لکھتا ہے کہ گیارہ سے زائد کی بدعت نامعلوم کس نے ایجاد کی۔ اور یہی آل پیرداد اپنے خط کے ص۳۲ پر لکھتا ہے: ''نفل سمجھ کر پڑھنے والا بیس پڑھے یا چالیس اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف صرف سنت مؤکدہ سمجھ کر پڑھنے میں ہے'' اب اُدھر کہہ رہا ہے کہ گیارہ سے زائد بدعت ہیں۔ ادھر لکھ رہا ہے کہ چالیس بھی زائد جائز ہیں اور درجہ نفل و مستحب ہیں۔ کیا آل پیرداد کے ہاں نفل اور بدعت ہم معنی ہیں۔ اور اس بات پر بھی خود کرو۔ ایک طرف وہ حدیث عائشہؓ پیش کر رہا ہے کہ رسول اقدس ﷺ نماز (تہجد) گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، ادھر کہہ رہا ہے چالیس رکعت بہ نیت نفل بھی جائز ہے۔ تو اب یہ خود ہی حدیث عائشہؓ کو چھوڑ گیا۔ اور عبدالحق مالکی کی کتاب سے ص۸۹۰ تو لکھ دیا لیکن ص۸۹۱ پر تھا **قال ابن القاسم کرہ ملک رحمہ اللہ تعالٰی ان ینقص الناس من عدد الرکوع الذی جرٰی بہ العمل فی مسجد رسول اللہ ﷺ وھی تسع وثلاثون رکعۃ والوتر ثلاث واختار ھو لنفسہ احدٰی عشرۃ رکعۃ.** ابن القاسم نے کہا کہ امام مالکؒ ۳۶ رکعت تراویح اور تین وتر سے کم نماز کو مکروہ فرماتے تھے۔ کیونکہ مدینہ میں مسجد نبویؐ میں اسی پر عمل جاری ہوا۔ البتہ امام مالک نے خود گیارہ رکعت اپنی ذات کے لئے اختیار فرمائیں۔

فائدہ: ابن القاسم سے یہ روایت المدونۃ الکبریٰ میں اس طرح ہے کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ امیرالمؤمنین نے میرے پاس آدمی بھیجا کہ مدینہ میں لوگ ۳۶ رکعت تراویح پڑھتے ہیں، اس میں کچھ تخفیف ہو جائے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں میں نے امیرالمومنین کو ان (۳۶ رکعات) میں کمی کرنے سے منع کیا اور میں نے اسے کہا کہ میں نے لوگوں کو شروع سے ہمیشہ ۳۶ رکعت ہی پڑھتے پایا ہے (المدونۃ الکبریٰ ص۱۹۳ ج۱) یہاں ابن القاسم نے یہ بالکل بیان نہیں کیا کہ امام مالک خود گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ یہ سند متصل ہے، کیونکہ مالکؒ کی وفات ۱۷۹ھ میں ہے اور ان سے روایت کرنے والے امام ابن القاسم ۱۳۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۱ھ میں فوت ہوئے۔ اور ان سے روایت کرنے والے امام سحنون ۱۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۰ھ میں فوت ہوئے، جبکہ عبدالحق اشبیلی القاسم کی وفات کے ۳۲۹ سال بعد پیدا ہوئے۔ آل پیرداد کا یہ لکھنا کہ ظن غالب ہے کہ گیارہ کا قول ابن مغیث مالکی نے کتاب المجتہدین میں لکھا ہوگا واللہ اعلم ص۲۲ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ آل پیرداد کا ظن ہے وان الظن لا یغنی من الحق شیئًا. دوسرے ابن مغیث بھی تو ابن القاسم کی وفات کے ۳۴ سال بعد پیدا ہوا ہے۔ تو سند کہاں متصل رہی؟ المدونہ میں ابن القاسم نے یہ لکھا ہے کہ امام مالکؒ مسجد میں تراویح جماعت سے نہ پڑھتے تھے۔ فرماتے تھے جس میں قوت (تمام رات شب بیداری کی ہے) وہ گھر پر پڑھے اور میں بھی ایسا کرتا ہوں۔ پھر آل پیرداد نے عبدالحق اشبیلی کی کتاب سے نمبر۸۹۲ بھی نہیں لکھا جس میں یہ ہے کہ مسجد نبوی میں استقرار ۳۶ رکعات تراویح پر ہوا ہے۔ ص۱۷۶۔ اب خلاصہ یہ نکلا کہ مسجد نبوی میں استقرار ۳۶ رکعت تراویح اور تین وتر کو ہوا۔ اس سے کم کی جماعت کو امام مالک مکروہ اور ممنوع سمجھتے تھے۔ البتہ خود گھر میں ساری رات نماز پڑھتے تھے۔ اب وہ کتنی رکعت تھیں؟ اس کا کسی سند میں ذکر نہیں۔ گیارہ رکعت گھر پڑھنا بالکل بے سند بات ہے۔ آل پیرداد نے استقرار باجماعت

گیارہ رکعت پر ثابت کرنا تھا وہ تو نہ کر سکے نہ نبی پاکؐ سے نہ صحابہؓ سے، نہ تابعین سے، نہ تبع تابعین سے، نہ ائمہ اربعہ کے متون فقہ سے۔ ہاں ۳٦ رکعات پر استقرار کتاب میں مذکور تھا۔ وہ بیان نہ کیا۔ نہ ۳٦ سے کم کا مکروہ ہونا بیان کیا۔ ان ہی خیانتوں پر غیر مقلدین کے مذہب کا دارومدار ہے۔ اور آل پیرداد ص۲۳ پر پھر لکھتا ہے: ''اگر کوئی شخص بطور نفل بیس یا چالیس وغیرہ پڑھتا ہے تو کوئی شخص بھی اسے بدعت نہیں کہہ سکتا۔'' کبھی امام مالک سے گیارہ سے زائد کو بدعت لکھتا ہے، کبھی کہتا ہے کہ بدعت کوئی نہیں کہہ سکتا۔ اور اس کی بھی وضاحت نہیں کرتا کہ آپ تو آٹھ سے زائد نہ کریں۔ اور تیرے نزدیک چالیس بلکہ زائد بھی جائز ہوں۔ **ما کان یزید** کو کس کونے میں چھپاتے ہو؟

سنت مؤکدہ:

آل پیرداد نے لکھا ہے کہ تراویح کسی نماز کا نام سنت سے ثابت نہیں۔ جب اصل نماز ہی سنت سے ثابت نہیں تو اس کی رکعات کیسے سنت مؤکدہ ہوگئیں۔ پھر مجھ سے بار بار مطالبہ کیا ہے کہ بیس کے ساتھ سنت مؤکدہ کا لفظ دکھاؤ تو پہلے آپ کو آٹھ کے ساتھ لفظ تراویح اور لفظ سنت مؤکدہ دکھانا چاہئے تھا، جو آپ نہیں دکھا سکے۔ کیا آپ آمین بالجہر، رفع یدین اختلافی اور سینے پر ہاتھ باندھنے کے ساتھ سنت مؤکدہ کا لفظ دکھا سکتے ہیں؟ آپ کے اس مطالبہ سے معلوم ہوا کہ آپ کو جس طرح اجماع کی جامع مانع تعریف نہیں آتی اور نہ ہی فرض کی اور نہ ہی آپ کو پتہ ہے کہ ایک رکعت نماز میں کل کتنے فرض ہیں۔ اسی طرح آپ کو سنت مؤکدہ کی تعریف بھی نہیں آتی۔ اور نہ یہ ہی پتہ ہے کہ ایک رکعت نماز میں کل مؤکدہ سنتیں کتنی ہیں۔ یہ علمی یتیم کبھی بھی نہیں بتا سکتے۔ جناب نے صادق سیالکوٹی (جو آپ کے رسول ہیں) کی صلوٰۃ الرسول پر عبدالرؤف کی نقل کر کر کے تخریج کی ہے۔ اس میں آپ نے پڑھا ہے کہ سنت مؤکدہ کے لئے مداومت ثابت کرنا ہوگی۔ اسی طرح محمد یوسف جے

پوری نے ہدایہ اور شرح وقایہ کے حوالہ سے چوری کر کے سنت کی یہ تعریف لکھی ہے: ''سنت وہ ہے جس پر آنحضرت ﷺ نے مواظبت فرمائی ہو مگر عذر سے'' (ہدایہ ص۱۰ ج ا شرح وقایہ ص۱۳۴) حالانکہ یہ عبارت نہ ہدایہ میں ہے نہ شرح وقایہ میں۔ متن کی اصل عربی عبارت پیش کریں۔

دراصل اس جھوٹے فرقہ کی بنیاد ہی جھوٹوں پر ہے۔ تاہم اسی مداومت ،ور مواظبت کو استقرار کہتے ہیں۔ جب استقرار میں نے ثابت کر دیا تو سنت ہونا ثابت ہو گیا۔ آپ نہ سنت کا لفظ دکھا سکتے ہیں اور نہ استقرار ۸ رکعت تراویح باجماعت پر دکھا سکتے ہیں۔ نہ نبیؐ سے نہ خلفاء راشدینؓ سے، نہ دیگر صحابہؓ سے، نہ تابعینؒ سے نہ تبع تابعینؒ سے، بلکہ ملکہ وکٹوریہ کے دور سے قبل کسی اسلامی ملک کی کسی مسجد میں آٹھ رکعت تراویح پر استقرار ثابت نہیں کر سکتے، **ولو کان بعضکم لبعضٍ ظهیرا**۔

تقلید:

جناب جب جواب سے عاجز آتے ہیں تو موقع بے موقع تقلید کو گالیاں دینے لگتے ہیں۔ لیکن آج تک دنیا بھر میں کوئی غیر مقلد کسی ماں نے نہیں جنا جو صرف اور صرف ایک آیت یا ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کرے کہ اجتہادی مسائل میں غیر مجتہد پر مجتہد کی تقلید کرنا شرک ہے، حرام ہے۔ اسی طرح فرقہ غیر مقلدین جب سے پیدا ہوا ہے یہ جھوٹ بولتا آ رہا ہے جو جناب نے بھی ص۳۵ پر بولا ہے کہ ائمہ اربعہ نے تقلید سے منع کیا ہے..... آپ ایک امام سے ثابت کر دیں کہ انہوں نے عامی کو اجتہادی مسائل میں مجتہد کی تقلید سے منع کیا ہو ورنہ کم از کم ایک ہزار دفعہ **لعنة الله علی الکاذبین** پڑھ کر اپنے جھوٹے دل پر پھونک مار لیا کریں۔ اسی طرح ص۱۴۱ پر تقریرات رافعی کے حوالہ سے جو نامکمل عبارت نقل کی ہے وہاں عامی لوگوں کا ذکر نہیں طبقات فقہاء کا ذکر ہے کہ **مجتهد فی المذهب**

اور **متبحر فی المذھب** کو دلیل سے اختلاف کا حق مانا ہے۔کیا آپ کے نزدیک قفال، قاضی حسین وغیرہ آپ کی طرح عامی تھے۔کل خدا کو کیا جواب دو گے؟ اور ص۴۲ پر کبھی مقلد کو جاہل لکھا ہے کبھی علماء سے نکالا ہے۔اس طرح اپنا جاہل اور بے علم ہونا ثابت کیا۔علم تحقیقی مجتہد کے پاس ہوتا ہے اور علم تقلیدی مقلد کے پاس۔جس طرح ایک مستند طبیب نسخہ لکھتا ہے تو اس نسخہ کا علم تحقیقی اس کے پاس ہوتا ہے لیکن مریض کو تقلیداً علم ہو جاتا ہے کہ یہ نسخہ میری بیماری کے لئے مفید ہے۔جس طرح محدث اپنی رائے سے سند پر حکم لگاتا ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے، یہ مشہور ہے، یہ عزیز ہے، یہ غریب ہے، یہ صحیح ہے، یہ حسن ہے، یہ ضعیف ہے وغیرہ اور عامی اس کی تقلید سے جان لیتا ہے کہ حدیث کا درجہ کیا ہے؟ اسی طرح مجتہد اجتہاد سے بتاتا ہے کہ نماز میں اتنے فرائض ہیں، اتنے واجبات ہیں، اتنی سنتیں ہیں اور مقلد اس تحقیق کو یاد کر لیتا ہے تو اسے بھی فرائض، واجبات اور سنن کا علم ہو جاتا ہے۔البتہ غیر مقلد اتنا بڑا جاہل ہے کہ اسے نہ علم تحقیقی ہے نہ علم تقلیدی۔اسی لئے نہ وہ خود نماز کے ارکان کتاب و سنت سے اخذ کر سکتا ہے نہ مجتہد سے سیکھتا ہے۔وہ جاہل ہی پیدا ہوتا ہے، جاہل ہی رہتا ہے اور جاہل ہی مر جاتا ہے۔وہ ساری عمر کتاب اللہ سے بھی جاہل رہتا ہے۔سنت رسول اللہ ﷺ سے بھی۔اور کتاب و سنت کا علم تو اسے کیا ہوتا۔اس کو اپنے بارہ میں بھی علم نہیں ہوتا کہ میں جاہل ہوں۔وہ طب سے جاہل ہو کر اطباء پر تو نکتہ چینی نہیں کرتا، قانون سے جاہل ہو کر جسٹس صاحبان پر تو اعتراضات نہیں کرتا لیکن اجتہاد کی تعریف سے جاہل ہو کر ائمہ مجتہدین کا منہ چڑاتا ہے۔

قیام حشر کیوں نہ ہو کہ اک کلچڑی گنجی کرے ہے حضور بلبل بستاں نوا سنجی

اس کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ پیش ملا طبیب و پیش طبیب ملا و پیش ہر دو ہیچ اور پیش ہیچ ہر دو۔

اہل السنۃ والجماعۃ :

اہل سنت والجماعت ہی فرقہ ناجیہ ہے۔ سنت ہماری منزل ہے اور اجماع اس تک پہنچنے کے لئے جی.ٹی روڈ ہے اور حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، یہ علاقائی اور لوکل روٹ ہیں۔ اس کی دوسری تشریح یوں ہے کہ منصوص مسائل میں ہم اہل سنت، اجماعی مسائل میں والجماعت اور اجتہادی مسائل میں ہم حنفی ہیں۔ اہل سنت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نبیوں کو برحق مانتے ہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا عقائد میں اتفاق ہے اور بہت سے اعمال میں بھی اتفاق ہے۔ ان عقائد اور اعمال میں ہم سب نبیوں کی تابعداری کرتے ہیں۔ ہاں جن اعمال میں ہمارے نبی پاک ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں عملی اختلاف ہوگا وہاں ہم نبی پاک ﷺ کے طریقے کو ناسخ اور ان اعمال کو منسوخ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ حضورؐ کی نبوت کا زمانہ جاری ہے اور ان کی نبوت کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ یہ مطلب ہمارے اہل سنت ہونے کا ہے...... ہم جمعہ پڑھتے ہیں، ہفتہ یا اتوار نہیں پڑھتے۔ ہم نماز میں بیت اللہ کی طرف منہ کرتے ہیں بیت المقدس کی طرف منہ نہیں کرتے۔ اسی طرح ائمہ اربعہ عقائد میں سب اہل سنت والجماعت ہیں۔ وہ سب حق پر ہیں اور جن اعمال میں چاروں کا اتفاق ہے ان اجماعی مسائل میں ہم سب کی تابعداری کرتے ہیں۔ ہاں جن مسائل میں اختلاف ہے ان میں یہاں ہمارے ملک میں علماً اور عملاً متواتر صرف اور صرف مذہب حنفی ہے۔ اس لئے ہم مذہب حنفی یعنی مفتی بہا مسائل پر عمل کرتے ہیں۔ جس طرح ساتوں متواتر قرأتوں میں سے یہاں تلاوۃً ایک ہی قرأت متواتر ہے(قاری عاصم کی قرأت اور قاری حفص کی روایت) اس لئے ہم اسی قرأت پر تلاوت کرتے ہیں۔ نہ دوسرے قاری صاحبان سے ہمارا جھگڑا ہے، کیونکہ ان مذاہب کے مفتی صاحبان اس ملک میں موجود ہی نہیں۔ غیر مقلدین خود ہی اہل سنت والجماعت سے نکل گئے۔ وہ یہ نام بھی چھوڑ گئے۔ کسی نے اپنا نام اہل قرآن

رکھ لیا، کسی نے اہل حدیث، کسی نے محمدی رکھ لیا، کسی نے احمدی، کوئی سلفی کہلانے لگا کوئی اثری۔ اس لئے یہ لوگ خود تو اہل سنت والجماعت سے نکل گئے اب الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے آل پیرداد کہتا ہے کہ دیوبندی اہل سنت والجماعت نہیں۔ یہ اعلان وہ آدمی کر رہا ہے جو نہ سنت کی جامع مانع تعریف جانتا ہے نہ اجماع کی۔ جس کو یہ پتہ نہیں کہ استنجاء کب فرض ہوتا ہے، کب واجب ہوتا ہے، کب سنت ہوتا ہے اور کب مستحب۔ اگر اس کے پاس علم نام کی کوئی چیز ہے تو اپنی مسلمہ دلیل شرعی سے ان چاروں باتوں کا جواب دے۔ مگر مقلدین کی کتابوں سے چوری نہ کرے۔ الغرض اس نے لکھا ہے کہ دیوبندی اہل سنت نہیں۔ اس دعویٰ پر نہ تو وہ قرآن پیش کر سکا اور نہ حدیث۔ کہ ہم سمجھتے کہ یہ یا اہل قرآن ہے یا اہل حدیث اور نہ کوئی اجماع کی نص پیش کر سکا، نہ کسی مجتہد کا قول۔ ہاں امام ابوحنیفہؒ کے چھوٹے شاگرد امام محمد کے شاگرد امام شافعیؒ کے دسویں صدی کے ایک مقلد علامہ سیوطی حیاتی کا نامکمل قول نقل کیا اور مطلب اس کا بھی نہ سمجھ سکا۔ علامہ سیوطیؒ ابن تیمیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ قاضی ابویعلی اور ابن عقیل میں اس بات پر تنازعہ ہوا کہ نفس پرست ''اہل ھویٰ'' کون کون ہیں؟ قاضی ابویعلی اور ابوحامد اسفرائنی نے کہا کہ ان کی تین قسمیں ہیں۔ ایک کافر ہیں (جو ضروریات دین میں سے کسی ایک عقیدے کا انکار یا تاویل باطل کریں) دوسرے فاسق ہیں (جو ضروریاتِ اہل سنت والجماعت کے کسی عقیدہ کا انکار کریں یا اس کی باطل تاویل کریں۔ اور تیسرے درجہ میں وہ ہیں جو نہ کافر ہیں نہ فاسق اور یہ فقہاء ہیں۔ تو ابن عقیل نے کہا کہ یہ بات غلط ہے۔ فقہاء ''اھل ھویٰ'' میں سے نہیں (کیونکہ رسول پاک ﷺ نے فقہ کو خیر فرمایا ہے اور فقہاء کو خیار) اور تحقیق یہ ہے کہ ان میں اگر ہویٰ ہے تو پہلے دونوں سے بہت خفیف اور جو ضروری بات ہے وہ یوں کہا جائے کہ جو شخص رسول اقدس ﷺ کے علاوہ کسی اور امام کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اور اسی نسبت کو محبت اور عداوت کا معیار بنالے وہ بدعتی ہے اور اہل سنت والجماعت سے خارج۔ یہ جھگڑا عقائد میں ہو خواہ فروع میں

(کنزالمدفون ص۱۴۹) ... جیسا کہ پہلے میں وضاحت کر چکا ہوں کہ یہ چاروں مذاہب (راستے) منزل محمدی کی طرف جا رہے ہیں اور راستے چلنے کے لئے ہوتے ہیں، لڑنے کے لئے نہیں ہوتے۔ اس لئے کوئی حنفی شافعی سے لڑے یا شافعی مالکی سے تو اس میں نفسانیت کا شائبہ ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں باقی چہ قرائتیں موجود ہی نہیں تو لڑائی کن سے! اسی طرح مالکی، شافعی، حنبلی مذاہب یہاں موجود ہی نہیں تو لڑائی کن سے۔ یہاں تو ایک ہی مذہب ہے حنفی، جو اس سے نکل گیا وہ لا مذہب ہوگیا۔ اور ایک ہی دین ہے (اسلام) جو اس سے نکل گیا وہ بے دین ہوگیا۔ ہاں وہ غیر مقلد جو چاروں اماموں کے خلاف بدگمانیاں پھیلاتے اور بدزبانیاں کرتے ہیں وہ یقیناً اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں۔ جس طرح حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات میں سے صرف حضور اقدس ﷺ کی ہی تابعداری کرنا جرم نہیں۔ ہاں آپ کی تابعداری کے ساتھ کسی دوسرے نبی کی توہین کرے تو وہ یقیناً اسلام سے خارج ہے۔ اسی طرح جس امام کا مذہب جس ملک میں عملاً و درسا متواتر ہو اس ہی کی تقلید میں کتاب و سنت پر عمل کرنا کوئی جرم نہیں۔ ہاں دوسرے ائمہ مجتہدین کی توہین کرنے سے انسان یقیناً اہل سنت والجماعت سے نکل جاتا ہے۔ دیکھئے علامہ سیوطی خود ایک ہی امام امام شافعیؒ کے مقلد ہیں اور دوسروں کی نسبت بھی ان کے اماموں کی طرف کرتے ہیں۔ خود علامہ سیوطی ذیل تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں: ابن حجر عسقلانی الشافعی، البرھان الحلبی الشافعی، ابہاء بن خلیل الشافعی، العلائی الشافعی، المعز بن جماعہ الشافعی، ابن الملقن الشافعی، البلقینی الشافعی، ابن ظہیر الشافعی، ابن الجزری الشافعی، ابن عبدالھادی الحنبلی، ابوبکر بن المحب الحنبلی، ابن رجب الحنبلی، المالکی امین الدین الحنفی، الزیلعی الحنفی، مغلطائی الحنفی۔ ان سب حضرات کو خود سیوطیؒ نے ایک ایک امام کی طرف منسوب کیا ہے۔ تو کیا ان کو اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دیا ہے! ہرگز نہیں۔ لیکن اس فرقہ کے جاہل عربی کی ایک عبارت کا مطلب نہیں سمجھ سکتے۔ اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم قرآن و حدیث کو سمجھ لیتے ہیں۔ بلکہ ماہرین کتاب و سنت کی

غلطیاں نکال سکتے ہیں۔

اصول:

الحمدللہ ہماری مکمل اصول کی کتابیں ہیں۔ ہم قادیانیوں اور غیر مقلدوں کی طرح بے اصول نہیں ہیں۔ اس لئے اصول لکھنا ہو تو ہماری اصول کی کتابوں سے لکھو۔ متفق علیہ ہو تو صراحت ہو کہ یہ متفق علیہ ہے اور مختلف فیہ ہو تو صراحت ہو کہ مختلف فیہ ہے۔ لیکن آل پیرداد امام ابوحنیفہؒ کے اصول کے لئے آمدی کا حوالہ دیتا ہے جس سے صرف اپنی جہالت ظاہر کرتا ہے اور کچھ نہیں۔

۲- ہماری اصول کی کتابوں میں چار دلیلوں کا ذکر ہے اور چاروں کے اصول مذکور ہیں۔ مگر جہالت کی وجہ سے یہ کہتا ہے کہ حنفی قرآن، حدیث پیش نہیں کرسکتا۔ اور صرف اپنے امام کا مفتٰی بہ قول پیش کرسکتا ہے۔ اس بات کا تعلق مسائل منصوصہ یا اجماعیہ سے نہیں بلکہ مسائل اجتہادیہ سے ہے جس کی مخالفت آل پیرداد نے سارے خط میں کی ہے۔ اس کا فرض تھا کہ تحقیقی دلائل میں وہ صرف قرآن کی صریح آیت یا صرف حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش کرتا۔ اور اگر تحقیقی دلائل سے وہ عاجز آ گیا تھا تو الزامی طور پر صرف فقہ حنفی کا مفتی بہ قول پیش کرسکتا تھا، لیکن اس کو نہ تحقیق سے مس اور نہ الزام سے واقفیت۔

تقلید:

آل پیرداد اگرچہ خود سر سے پاؤں تک شوافع کی تقلید میں غرق ہے، مگر مجتہدین کی مسائل اجتہادیہ میں تقلید سے ایسے چڑتا ہے جیسے ''سکھ'' کلمہ شریف سے چڑتے ہیں۔ وکیل اہل حدیث ہند مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں: ''ہمارے بھائیوں میں اب ترک تقلید اور عمل بالحدیث میں غلو ہوگیا ہے اور افراط شدید نے ان پر غلبہ وتسلط پایا۔ وہ تقلید کا نام سن کر اس سے ایسے چونک پڑتے ہیں جیسے آگ کا خوف زدہ کرمک شب تاب کو دیکھ کر

ڈر جاتا ہے۔ اور ترکِ تقلید کے نشہ میں ایسے سرشار ہیں کہ محل ضرورت تقلید میں بھی کسی کی تقلید کو جائز نہیں سمجھتے اور اپنے فکر نارسا اور اجتہاد ناروا سے کام لیتے ہیں۔ تقلید کو بلا استثناء صلوٰتیں سناتے ہیں اور مقلدین کو برملا برائی سے یاد کرتے ہیں'' (اشاعۃ السنہ ص۳۱۰ ج۱۱)

یہی حال آل پیرداد کا ہے۔ لکھتا ہے اوکاڑوی صاحب کے ممدوح عینی صاحب فرماتے ہیں: **فالمقلد ذهل والمقلد جهل وآفة كل شيء من التقليد** اور ترجمہ لکھتا ہے: ''پس مقلد غلطی کرتا ہے اور مقلد جہالت کا مرتکب ہوتا ہے اور ہر چیز کی آفت تقلید کی وجہ سے ہے۔'' اس پر رقص جمل کر رہا ہے گویا اسے تقلیدِ مجتہد کے خلاف کوئی صریح آیت قرآنی مل گئی ہے یا صحیح صریح غیر معارض حدیث مل گئی ہے۔ حالانکہ یہاں اس تقلید کا ذکر تک نہیں جو زیر بحث ہے۔ یہاں یہ بحث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''وہ نیند سے بیدار ہو تو فوراً پانی میں ہاتھ نہ ڈالے۔ نہ جانے ہاتھ نے کہاں کہاں رات گزاری'' اس حدیث کو محدث ابن ترکمانی نے مسلم شریف کے حوالہ سے لکھا۔ حالانکہ یہ حدیث اس راوی سے مسلم میں نہیں ہے۔ علامہ عینی اس حدیث کے مختلف طریق بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ محدث ابن ترکمانی نے بھول کر مسلم شریف کا حوالہ دے دیا تھا۔ بعد میں بعض آنے والوں نے اس حوالہ کی تحقیق نہیں کی اور ابن ترکمانی کی تقلید میں یہی حوالہ دیتے آ رہے ہیں: **فالمقلد ذهل** یعنی جس کی تقلید کی گئی وہ بھول گیا (ابن ترکمانی) **والمقلد جهل** اور تقلید کرنے والا ناواقف رہا۔ اور اس قسم کی ہر چیز کی آفت تقلید سے ہے۔ اس سے تو علامہ عینی نے بتایا کہ کسی محدث کا حوالہ نقل کرنا اس کی تقلید کرنا ہے۔ تو آل پیرداد نے جتنے حوالے اپنے حوالے خط میں نقل کئے ہیں یہ ان سب کا مقلد بنا۔ اور علامہ عینی فرماتے ہیں کہ محدث کی بھول اور غلطی میں اس کی تقلید کرنا جہالت ہے اور وہ آفت غلطیوں میں تقلید کرنے سے آتی ہے۔ اس عبارت کو مسائل اجتہادیہ میں عامی کے مجتہد کی تقلید کرنے پر چسپاں کرنا **یحرفون الكلم عن مواضعه** کے مطابق عبارت کا غلط استعمال ہے۔ یہ دھوکا پہلے یوسف جے پوری نے حقیقۃ الفقہ نامی کتاب

میں بھی دیا تھا۔ اسی کی اندھی تقلید میں آل پیرداد کو ایسی ذلت اٹھانی پڑی۔

تقلید شخصی:

اس بات پر تو اہل سنت کا اجماع ہے کہ مجتہد پر مسائل اجتہادیہ میں اجتہاد واجب ہے اور غیر مجتہد پر مسائل اجتہادیہ میں مجتہد کی تقلید واجب ہے۔ اب دوسرا سوال یہ ہے کہ جس ملک میں ایک ہی مجتہد کا مذہب متواتر ہو، وہاں تو مقلد پر تقلید شخصی ہی واجب ہے، کیونکہ اس کے بغیر کتاب و سنت پر عمل کا کوئی راستہ ہی نہیں۔ جیسے ایک ملک میں صرف ایک ہی قرأت تلاوۃً متواتر ہے اور اس کے علاوہ تلاوت کا کوئی دوسرا طریقہ ہے ہی نہیں۔ تو اسی قرأت پر تلاوت قرآن واجب ہے۔ ہاں اگر کسی علاقہ میں چاروں مذاہب ہوں۔ ہر مذہب کے مفتی ہوں، مدارس ہوں۔ تو ایسے ملک میں تقلید مطلق واجب بالذات ہے اور تقلید شخصی واجب بالغیر ہے۔ اگر کسی نے کسی کتاب میں تقلید شخصی کے وجوب کا انکار کیا ہے تو وہاں واجب بالذات مراد ہے اور کسی نے اگر تقلید شخصی کو واجب کہا ہے تو یہاں واجب بالغیر مراد ہے۔ ابن تیمیہؒ کا بھی یہی مطلب ہے کہ کوئی مسلمان تقلید شخصی کو واجب بالذات نہیں کہتا۔ ورنہ امام ابن تیمیہ تو یہ کہتے ہیں کہ رسول کی تابعداری بھی تقلید ہے اور اجماع کی تابعداری بھی تقلید ہے۔ بس راوی سے حدیث روایت کرنا بھی تقلید ہے (فتاویٰ ابن تیمیہ :ص۱۷، ج۲۲) اور ایک جگہ فرماتے ہیں کہ نہ تو سب پر تقلید واجب ہے اور نہ سب پر اجتہاد واجب ہے۔ بلکہ جو اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہے اس پر اجتہاد واجب ہے اور جو اجتہاد کی اہلیت نہیں رکھتا اس پر تقلید واجب ہے۔ اور اگر نہ اجتہاد کی اہلیت ہے اور نہ تقلید کرتا ہے تو وہ متبع ہویٰ ہے اور نفس پرست ہے۔ **وعاملاً بغیر اجتهاد و تقلید فاعلاً للمحرم بغیر عذر شرعی فهذا منکر** (فتاویٰ ابن تیمیہ ص۲۲۰، ج۲۲) بلکہ آگے فرماتے ہیں: **هذا مذموم بهذه وجه خارج عن العدالة** (ص۲۲۱، ج۲۲) کہ غیر مقلد ساقط العدالت ہے۔ جس

کی نہ شہادت قبول نہ روایت۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس کا یہ خط پڑھ کر کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ خط لکھنے والا نام نہاد اہل حدیث ہے، کیونکہ اس میں قرآن و حدیث کی تو کوئی بات ہی نہیں۔ خیرالقرون کے بعد کے مقلد محدثین کی آراء ہیں، ان میں بھی خیانت، تلبیس اور تحریف سے کام لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے وساوس سے اہل سنت کو محفوظ فرمائیں۔ (آمین ۔ثم آمین)

صلوٰۃالرسول پر ایک نظر (۱)

تبصرہ بر کتاب صلوٰۃالرسول :۔ کتاب صلوٰۃ الرسول ص ۵ تا ص ۱۹ پر بیس تبصرے درج ہیں جن میں سے ۱۴ تبصرے اخبارات کے ہیں اور ۴ تبصرے غیر مقلدین کے۔ تبصرہ نگاروں نے ایک ہی اصول سامنے رکھا ہے جو آپ نے بازار میں چورن بیچنے والے سے سنا ہوگا، وہ چورن کی ایک پیسے کی پڑیا فروخت کرنے کے لئے پہلے مجمع سے کچھ جملے کستا ہے جس سے بچے اور کم عقل لوگ توجہ کرتے ہیں پھر وہ ساری بیماریاں گننا شروع کر دیتا ہے کہ میرا یہ چورن ساری بیماریوں کا علاج ہے اور بے عقل لوگ دھڑا دھڑ اسے خریدتے ہیں، پھر کسی کا گلا خراب ہو گیا کسی کو نزلہ ہو گیا کسی کو بخار مگر چورن ہے کہ پروپیگنڈے کے زور سے بک رہا ہے، دنیا میں کم عقلوں کی کمی نہیں بلکہ اسی طرح تبصرہ نگاروں نے صلوٰۃ الرسول نامی کتاب کو سارے دکھوں کی دوا اور ساری بلاؤں کی دافع البلاء اور ساری مشکلات کی مشکل کشا جانا ہے مگر افسوس کہ صحیح بات کسی کے قلم پر بھول کر بھی نہیں آئی ہے اس کتاب کی حقیقت یہ ہے کہ :

۱۔ مسائل کے اعتبار سے اتنی ناقص کہ نماز کی مکمل شرائط۔ ارکان۔ واجبات۔ سنن مستحبات۔ مکروہات۔ مفسدات کا دسواں حصہ بھی کتاب میں مذکور نہیں۔ جب مسائل ہی پورے درج نہیں تو دلائل کا تو نمبر ہی بعد کا ہے۔

۲۔ بعض اختلافی مسائل کا ذکر کیا ہے مگر اکثر جگہ احادیث حنفیہ نقل کی ہیں بہت سی جگہ احادیث کے نقل میں کتر و بیونت سے بھی کام لیا گیا ہے جو لا دین لمن لا دیانۃ لہ کے بالکل

بر عکس ہے۔

۳۔ جو احادیث نقل کی ہیں ان کے بظاہر معارض جو احادیث تھیں ان کا نام تک نہیں جو رسول اللہ ﷺ سے فریب اور فراڈ ہے کہ احادیث کا ایک پہلو لے لیا گیا اور دوسرا نظر انداز کر دیا گیا، مصنف کا یہ فعل لا ایمان لمن لا امانة له کی زد میں آتا ہے؟ مؤلف کا فرض تھا کہ دونوں پہلویان کرکے دونوں میں تطبیق۔یا ن کا صحیح یا ضعیف ہونا کسی غیر معصوم امتی کے اقوال کی جائے صحیح صریح احادیث سے ثابت تا مگر اس نے نقل احادیث میں بہت بڑا دھوکا کیا اور مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا کو بالکل نظر انداز کر دیا۔

۴۔ مؤلف نے عوام احناف کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے فقہ اور دیگر کتب حنفیہ کے بعض حوالے بھی پیش کئے مگر مفتیٰ بہا اقوال کو چھوڑ کر شاذ۔ضعیف اور خلاف مذہب اقوال کا سہارا لے کر عوام کو مغالطہ دیا۔ جیسے منکرین حدیث متواتر سنت کے خلاف شاذ اور ضعیف روایات سے عوام کو دھوکے میں ڈالتے ہیں، یہی کام مصنف نے کیا حالانکہ آنحضرت ﷺ نے صراحۃً مغالطہ دہی سے منع فرمایا ہے۔

۵۔ اس کتاب کے اثرات ملک میں افتراق وانتشار کی صورت میں نمودار ہوئے، سطحی علم والے لوگ اس کو پڑھ کر سلف سے بدگمان ہونے لگے اور ظنوا المؤمنین خیرا کی مخالفت کر کے لوگوں میں سلف صالحین کے خلاف بدگمانیاں پھیلانے لگے اور عجب یہ ہوا کہ اس گناہ کا نام انہوں نے عمل بالحدیث رکھا۔

۶۔ جن لوگوں نے اس کتاب کا بار بار مطالعہ کیا وہ بدگمانی سے بڑھ کر بدزبانی پر اتر آئے اور لعن آخر هذه الامة او لها الحدیث کا نقشہ امت کے سامنے پھر گیا، اس کتاب کا کوئی مثبت فائدہ ہمارے مشاہدہ میں آج تک نہیں آیا۔

۷۔ لامذہب عموماً اس کتاب کو مفت تقسیم کرتے تھے لیکن اب جب کہ اس کے دھوکے جھوٹ سامنے آئے ہیں تو فوراً کہتے ہیں یہ ہماری کتاب نہیں ہم اس کو نہیں مانتے لیکن یہ بھی رافضیانہ تقیہ ہے کیونکہ جماعتی طور پر نہ اس کارد شائع کرتے نہ بائیکاٹ کرتے ہیں۔

احادیث متعارضہ

جو احادیث بظاہر متعارض ہیں اور خود رسول اکرم ﷺ سے کوئی صراحت اس رفع تعارض کی موجود نہیں ایسی احادیث میں بنص حدیث (حدیث معاذ) ہم مجتہد کی طرف رجوع کرتے ہیں اور خیر القرون کے مجتہد نے جن احادیث کو راجح بتایا اور خیر القرون میں ان پر بلا نکیر عمل جاری رہا اور پھر ہزاروں محدثین اور فقہاء اور اولیاء اللہ اور لاکھوں کروڑوں عوام اہل اسلام نے ان پر عمل کیا ہم بھی ان پر عمل کرتے ہیں' لیکن حکیم صادق سیالکوٹی نے ان سینکڑوں احادیث کو اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا اور ان کے مقابل ان احادیث کو چھانٹ چھانٹ کر نقل کیا جو خیر القرون میں متروک العمل رہیں' یہ عجیب الٹی کھوپڑی کی بات ہے کہ جن احادیث کو خیر القرون کے مجتہد نے راجح اور معمول بہا قرار دیا ہو اور ہزاروں محدثین فقہا اور اولیاء اللہ نے ان پر عمل کیا ہو ان پر عمل کرنے والوں کو حدیث کا مخالف کہا جائے اور جو حدیثیں حکیم صادق نقل کرے، نہ ان کی سند نقل کرے، نہ ان کی صحت ثابت کرے' اور نہ ان کے معارض احادیث میں تطبیق بیان کرے' ایسی احادیث پر عمل کرنے والوں کو عامل بالحدیث سمجھا جائے۔

ایسی احادیث میں تطبیق کے لئے حضرت امام اعظمؒ کی طرف رجوع تو دلیل شرعی سے ثابت ہے۔ کیونکہ جس مسئلہ میں کتاب و سنت میں صراحت نہ ملے اس میں اجتہاد کرنا مجتہد کا حدیث مشہور سے ثابت ہے اور سیدنا امام اعظمؒ کا مجتہد ہونا اجماع امت سے ثابت ہے۔

جب کہ صادق سیالکوٹی کا مجتہد ہونا کسی دلیل شرعی سے ہرگز ثابت نہیں۔ نہ ان میں مجتہد کی شرائط پائی جاتی ہیں اور نہ ہی ان میں فقیہ یا محدث کی شرائط موجود ہیں تو مسائل اجتہادیہ میں ان کا دخل دینا ایسا ہی ہے جیسے مریض ڈاکٹروں کے فیصلے کرنے بیٹھے، ملزم جسٹس صاحبان کے فیصلوں کی غلطیاں نکالے جو کردار مرزا قادیانی نے معاذ اللہ انبیاء کی غلطیاں تلاش کرنے میں ادا کیا یا جو کردار غلام پرویز نے محدثین کے خلاف ادا کیا وہی کردار صادق

سیالکوٹی نے مجتہدین کے خلاف ادا کیا، پرویز صاحب اور ان کے ہمنوا اس کردار کو کتنی ہی نیک نیتی پر محمول کریں اور کیسے ہی عظمت قرآن کے حسین عنوانوں سے بیان کریں مگر صادق سیالکوٹی صاحب اس کو دین دشمنی کے سوا کوئی اور نام دینے کو تیار نہیں بالکل اسی طرح صادق صاحب اور ان کے ان پڑھ حواری اس بات پر کتنے ہی مغرور ہوں کہ ہم نے ائمہ مجتہدین کی عظمت سے کھیل کر کوئی دین کی خدمت کی ہے تو ایسا ہی دھوکا ہے جیسا منکرین حدیث کو لگا ہوا ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ترک تقلید کے سبب جو دین بیزاری مسلمانوں میں پیدا ہوئی ہے دور تقلیدی میں اس کا کروڑواں حصہ بھی تلاش نہیں کیا جا سکتا۔

جناب صادق صاحب اور ان کی جماعت نے تقریر و تحریر کے ذریعہ سب سے بڑا کارنامہ یہ انجام دیا کہ سلف کے خلاف بد گمانی پھیلائی اور ایسے لوگ پیدا ہوئے جو سلف پر بدزبانی کر کے لعن آخر ھذہ الامۃ اولھا کی صف میں کھڑے ہیں، اگر آپ کے لئے یہ کارنامہ باعث فخر ہے تو اس میدان میں بھی آپ پھڈی رہتے کیونکہ آپ صرف ائمہ مجتہدین پر بدزبانی کر کے میدان مار بیٹھے اور تیس مار خاں بن گئے مگر دوسروں نے آگے بڑھ کر صحابہ و اہل بیت کے خلاف زہر اگلا، اگر آپ اسی میدان میں نکلے تھے تو ہمت کرتے تاکہ کام بھی بڑا ہوتا اور نام بھی بڑا ہوتا' آپ کی کتاب کا نام پڑھ کر عام آدمی یہی سمجھے گا کہ صادق صاحب یا تو اپنے آپ کو رسول سمجھتے ہیں یا پھر ہر بات مشورہ رسول ﷺ اس کتاب میں درج کی ہے تو ذرا ان باتوں کی وضاحت فرمائیں۔ کہ کیا۔

۱۔ رسول اقدس ﷺ نے آپ کو حکم دیا تھا کہ ص ۳۱ پر جبرائیلؑ کی امامت نماز کی حدیث آدھی درج کرنا اور یہ بھی کسی کو نہ بتانا کہ اس کی سند کا راوی عبد الرحمٰن بن الحارث ضعیف ہے (میزان الاعتدال ص ۵۵۴ ج ۲)

۲۔ اور ص ۳۶ پر حدیث کا ترجمہ کرتے وقت (عمدا اخیر وقت) اور مع قومہ جلسہ) کے الفاظ میری حدیث میں ملانا۔

۳۔ ص ۴۰ پرکوے کی ٹھونگیں کے تحت عبدالرحمٰن بن شبل کی حدیث نقل کرنا مگر کسی کو یہ نہ بتانا کہ اس کی سند کا راوی تمیم بن محمود ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں :فیه نظر (میزان الاعتدال ص ۳۶۰ ج۱) اور یہ بھی نہ بتانا کہ اس میں لیث راوی بھی ضعیف ہے۔

۴۔ اور ص ۴۲ پر حدیث ''جماعت کے ہوتے ہوئے نماز نہیں ہوتی'' مسلم کے حوالہ سے نقل کرنا مگر یہ جملہ'' قال حماد ثم لقیت عمروا فحدثنی و لم یرفعه'' بالکل چھوڑ دینا (صحیح مسلم ص ۲۴۷ ج۱)

۵۔ ص ۴۶ پر ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله و سنة رسوله (مؤطا امام مالکؒ کے حوالہ سے نقل کر دینا۔ مگر یہ نہ بتانا کہ یہ روایت امام مالکؒ نے کی اور اس میں کم از کم دو یا تین واسطے غائب ہیں اور سنت کا ترجمہ حدیث کرنا۔

۶۔ ص ۵۳ پر حدیث الا ما غلب علی ریحه و طعمه و لونه نقل کرنا مگر بلوغ المرام سے اس کا ضعیف ہونا بالکل نقل نہ کرنا اور نہ ہی یہ بتانا کہ اس کے راوی راشد بن سعد۔ رشدین بن سعد اور معاویہ بن صالح ضعیف ہیں اور ولو کا ترجمہ یا کر دینا۔

۷۔ ص ۷۳ پر کان رسول الله ﷺ یامرنی میں اگرچہ ماضی استمراری آجائے۔ مگر حائضہ سے مباشرت کو سنت مؤکدہ نہ کہنا اور دائمی عمل قرار نہ دینا۔ اسی طرح ص ۲۰۹ / ۲۱۰ / ۲۱۱ قرأت میں جو استمراری آجائے یا ص ۲۱۸ وغیرہ رکوع سجود کی دعاؤں میں جو ماضی استمراری آجائے۔ ان میں اس خاص دعا اور خاص سورت کو سنت مؤکدہ نہ کہنا لیکن جب یہ ماضی استمراری رفع یدین کی حدیث میں آجائے تو ص ۲۴۱ پر لکھ دینا کہ '' کان یصلی استمرار کے لئے آتا ہے جس کے معنی ہیں کہ حضور ﷺ ہمیشہ کرتے تھے۔ کان یرفع کے الفاظ میں بھی استمرار یعنی ہمیشگی پائی جاتی ہے کہ حضور ﷺ ساری عمر رفع یدین کرتے رہے۔

۸۔ تلخیص کے حوالہ سے ص ۲۴۱ پر دوام رفع یدین کی جھوٹی حدیث لکھ دینا مگر اس میں گردن کے مسح کی احادیث کا کہیں ذکر نہ کرنا۔

۹۔ کیا یہ بھی رسول پاک ﷺ نے حکم دیا تھا کہ ص ۸۱ پر من غرفة واحدة والی روایت

نقل کر دینا مگر تلخیص اگرچہ تمہارے پاس ہے اس سے حدیث افرد المضمضہ من الاستنشاق بالکل نقل نہ کرنا۔

۱۰۔ کیا یہ بھی حکم دیا تھا کہ ص ۱۰۴ پر جرابوں پر مسح کرنے کی حضرت بلال کی یہ حدیث طبرانی سے نقل کر دینا مگر یہ نہ بتانا کہ یہ حدیث مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد، ابو داؤد، مستدرک حاکم، اور ابن خزیمہ آٹھ کتابوں میں ہے مگر جوربین کا لفظ نہیں ہے اس لئے یہ روایت شاذ مردود ہے۔

۱۱۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ ص ۱۰۴ پر جرابوں پر مسح کی حضرت مغیرہ بن شعبہ کی حدیث نقل کر دینا مگر یہ نہ بتانا کہ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے اس کو امام سفیان ثوری، امام عبدالرحمٰن بن مہدی، امام احمد بن حنبل، امام یحیٰ بن معین، امام علی ابن المدینی اور امام مسلمؒ نے ضعیف قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ صحیح حدیث میں جراب کا ذکر نہیں بلکہ موزہ کا ذکر ہے (السنن الکبریٰ ص ۲۸۵، ۱ج)

۱۲۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ ص ۱۰۴ پر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے جرابوں پر مسح کی حدیث نقل کر دینا مگر یہ نہ بتانا کہ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں لیس بالمتصل و لا بالقوی اور امام بیہقی فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن کا سماع حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں اور عیسیٰ بن سنان ضعیف ہے اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔ (السنن الکبریٰ ص ۲۸۵ ج ۱)

۱۳۔ اور کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگرچہ جوربین کے ساتھ نعلین کا لفظ بھی مل جائے تم نعلین یعنی جوتیوں پر مسح نہ کرنا بلکہ لکھ دینا کہ ہمارے لئے جوتیوں پر مسح کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۰۶)

۱۴۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایک ہی حدیث میں نعلین کے لفظ کو صرف ایک امتی ابن قدامہ کے قول سے مقید کر لینا مگر اس حدیث کے لفظ جوربین کو قرآن پاک سنت متواترہ اور اجماع امت سے بھی مقید نہ کرنا۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۰۵)

۱۵۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ ص ۱۱۵ پر تیمم کا طریقہ ایک غیر صریح

حدیث سے نقل کرنا اور صریح احادیث التیمم ضربتان والا طریقہ جس کو خیر القرون کے مجتہد نے معمول بہ قرار دیا ہے اور ہزاروں محدثین، فقہاء اور اولیاء اللہ نے ان پر عمل کیا ان کو نقل نہ کرنا۔

۱۶۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں واجب کہوں مگر تم مطلب لائق تر اور مستحب کر لینا۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۱۷)

۱۷۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ ص ۱۴۵ پر ترمذی کی یہ حدیث حتی قمصہ اللہ نقل کرنا مگر ساتھ ہی جو یہ لکھا ہے کہ قال غریب لیس اسنادہ بمتصل (ترمذی شریف ص ۴۵) اس کو بالکل نقل نہ کرنا بلکہ کتمان حق کا ثواب حاصل کرنا۔

۱۸۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ ص ۱۴۶ پر ام فروہ کی روایت نقل کرنا مگر ترمذی کی یہ عبارت جو حدیث الصلوٰۃ لاول وقتہا کے بارہ میں ہے قال ابو عیسی حدیث ام فروہ لا یروی الا من حدیث عبداللّٰہ بن عمرو العمری ولیس بالقوی عند اھل الحدیث و اضطربوا فی ھذا الحدیث (ترمذی ص ۵۲) بالکل نقل نہ کرنا ورنہ لوگوں پر یہ راز افشاء ہو جائے گا کہ اس یتیم مذہب کا سرمایہ ایسی ہی روایات ہیں۔

۱۹۔ کیا یہ بھی رسول اقدس نے فرمایا تھا کہ ص ۱۴۱ پر حضرت علی کی طرف منسوب حدیث لا تؤخرھا نقل کر دینا مگر یہ بالکل نہ بتانا کہ اس کی سند کے راوی سعید بن عبد کو امام ابو حاتم نے مجہول قرار دیا ہے (حاشیہ خلاصہ ص ۱۱۹) تاکہ اس مجہول مذہب پر پردہ پڑا رہے۔

۲۰۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ ص ۱۵۲ پر اذان کے بیان میں صرف حدیث انس رضی اللہ عنہ نقل کر دینا مگر یہ نہ بتانا کہ خیر القرون کے مجتہد نے اذان بلالی کو اس لئے ترجیح دی ہے کہ ان کی اذان کے بارہ میں کوئی اختلاف نہیں وہ بلا ترجیع ہے اور اقامت ابو محذورہ میں کوئی اختلاف نہیں وہ دوہری ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے بھی دوہری اقامت ہی متواتر ہے۔

۲۱۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر جابر بن یزید جعفی راوی حدیث

قرأت خلف الامام اور قرأت کی کسی ایک آدھ سند میں آجائے تو ساری جماعت مل کر آسمان پر سر اٹھالینا کہ اس سے بڑا جھوٹا راوی ماں نے نہیں جنا لیکن اگر آپ کو ضرورت پڑے تو خاموشی سے ص ۱۵۸ پر اذان سے بہشت کے تحت حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کر دینا اور امام ترمذی کی یہ عبارت ماں کے دودھ کی طرح پی جانا حدیث غریب جابر بن یزید الجعفی ترکہ یحی بن سعید و عبد الرحمن بن مھدی (ترمذی ص ۵۷)

۲۲۔ کیا یہ بھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ص ۴۰۹ پر یہ حدیث نقل کر دینا کہ عرفہ کے دن (ذی الحجہ کی نویں تاریخ) سے لے کر تیرہ تاریخ تک تکبیریں بلند آواز سے بکثرت پڑھتے رہیں (نمازوں کے بعد) مگر یہ نہ بتانا کہ اس کی سند میں جابر بن یزید جعفی اور عمر بن شمر دو کذاب راوی ہیں۔ (دار قطنی) ورنہ سارا بھرم کھل جائے گا کہ اس مذہب کا مدار کیسے کذابوں پر ہے۔

۲۴۔ کیا یہ بھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جمعہ کے غسل کا میں حکم دوں اذا جاء احدکم الجمعة فلیغتسل (صلوٰة الرسول ص ۱۱۶) بلکہ غسل الجمعہ واجب بھی کہہ دوں (صلوٰۃ الرسول ص ۱۱۷) مگر تم یہی کہنا کہ غسل لازمی نہیں کہ تارک گنہگار ہو۔ صلوٰۃ الرسول ص ۱۱۷) تحیۃ المسجد کا میں حکم دے دوں اذا دخل احدکم المسجد فلیصل رکعتین قبل ان یجلس (صلوٰۃ الرسول ص ۱۷۰) مگر تم نفل تحیۃ المسجد ہی کہنا (صلوٰۃ الرسول ص ۱۷۰) مگر اس کے برعکس ص ۲۰۴ پر من قرأ خلف الامام فلیقرأ بفاتحة الکتاب والی ضعیف حدیث جس کو ذہبی نے منکر کہا ہے (فیض القدیر شرح جامع الصغیر ص ۱۷۰ ج ۶) اس کے الفاظ بھی بدل کر من صلّی کر دینا۔ ضعف بھی نہ بتانا اور فرضیت بھی کشید کر لینا۔

۲۵۔ کیا یہ بھی فرمان رسول تھا کہ ص ۱۶۸ پر تکبیر کا حق کے تحت حدیث درج کر دینا مگر یہ نہ بتانا کہ اس کا راوی محمد بن عمرو کس قدر ضعیف ہے۔

۲۶۔ کیا یہ بھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ص ۱۸۲ پر گیارہ صحابیوں کی شہادت نقل کر دینا مگر ان صحابہ کے نام بالکل بیان نہ کرنا کیونکہ امام جماعت غرباء اہلحدیث نے شرح

بخاری میں جو نام بیان کئے ہیں ان سے بات بہت بگڑ گئی ہے کیونکہ اس مجلس کا مشاہدہ کرنے والا راوی محمد بن عمرو بن عطاء ۲۰ھ میں پیدا ہوا جب کہ شرکائے مجلس میں سے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ۴۳ھ میں حضرت ابو قتادہ اور حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہما ۳۸ھ میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ۳۷ھ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ۳۴ھ میں اور ابو اسید ۳۰ھ میں انتقال فرما چکے تھے تو اس نے مردہ کانفرنس کا مشاہدہ کیسے کر لیا۔

۲۷۔ ص ۱۸۸ پر سینے پر ہاتھ کا عنوان دیا ہے اور حدیث وائل نقل کی ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ حضرت وائلؓ کی حدیث مسلم، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد، بیہقی، اسماعیل طیالسی میں بھی ہے مگر کسی کتاب میں علیٰ صدرہ کے الفاظ نہیں، ابن خزیمہ میں مؤمل بن اسماعیل نے جس کو امام بخاری منکرالحدیث فرماتے ہیں ذکر کیا ہے لہٰذا یہ حدیث ہرگز صحیح نہیں۔

۲۸۔ پھر اسی ص ۱۸۸ پر طاؤس کی مرسل حدیث بیان کی ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ مرسل ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی سند میں سلیمان بن موسیٰ راوی بھی ضعیف ہے ورنہ لوگ سمجھ لیں گے۔ شعر

آنکہ شراں راکنند روباہ مزاج

احتیاج است احتیاج است احتیاج

۲۹۔ کیا رسول اقدس ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ص ۱۸۸ پر تو مراسیل ابی داؤد کی روایت قبول کر لینا خواہ کتنی ہی ضعیف کیوں نہ ہو مگر اسی مراسیل ابی داؤد میں جب دو حدیثیں مرد اور عورت کے سجدہ کا فرق بیان کریں تو ان حدیثوں کا انکار کر دینا بلکہ پوری ڈھٹائی سے لکھ دینا" یہ حکم لگانا کہ عورتیں سجدہ کرتے وقت کوئی اور ہیئت اختیار کریں اور مرد کوئی اور۔ یہ مداخلت فی الدین ہے (صلوٰۃ الرسول ص ۱۹۱)

؎ قیام حشر کیوں نہ ہو کہ اک پلچڑی گنجی

کرے ہے حضور بلبل بستان نوا سنجی

۳۰۔ اور کیا یہ بھی حضور ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ ص ۱۸۸ پر ھلبؓ کی روایت نقل کرنا مگر

نہ تو یہ بتانا کہ اس کی سند کا راوی سماک بن حرب ہے جو ضعیف ہے اور نہ ہی یہ بتانا کہ یہ حدیث ترمذی۔ ابن ماجہ اور دارقطنی میں ہے مگر کسی میں علی صدرہ کے الفاظ نہیں ہیں۔

۳۱۔ اور کیا یہ بھی حضور ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ اس حدیث میں ھذہ کا ترجمہ ہاتھ کر دینا اور یہ بھی نہ بتانا کہ اس حدیث میں علیٰ صدرہ سہو کاتب ہے کیونکہ کنز العمال، مجمع الزوائد۔ جمع الجوامع میں مسند احمد کی احادیث لی گئی ہیں مگر کسی میں بھی علیٰ صدرہ کے الفاظ نہیں ہیں۔

۳۲۔ ص ۱۸۸ پر طبرانی کے حوالہ سے حضرت وائلؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ اس کی سند میں محمد بن حجر اور سعید بن عبدالجبار دونوں راوی ضعیف ہیں۔

۳۳۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ اپنی کتاب ساقی کوثر ص ۳۳ پر تو سورۃ الکوثر کی آیت فصل لربك وانحر کا مطلب یہ بتانا کہ نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے یعنی قربانی نماز کے بعد کرنا اسی دن یا دوسرے دن یا تیسرے دن مگر صلوٰۃ الرسول ص ۱۸۹ پر یہ مطلب لینا کہ نماز کے اندر سینے پر ہاتھ باندھنا۔

۳۴۔ اور کیا یہ بھی حضور ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ اس تحریک کی نسبت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف کر دینا اور یہ بالکل نہ بتانا کہ اس کی سند میں روح بن المسیب راوی ہے جو جھوٹی احادیث بنایا کرتا تھا اس نے یہ جھوٹ گھڑ کے حضرت ابن عباس کے ذمہ اور پھر قرآن کے ذمہ لگادیا ہے۔

۳۵۔ اور کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ ان متروک احادیث کی سند قوی صحیح کہتے جانا اور اگر چہ ان متروک حدیثوں میں بھی سنت کا لفظ نہیں مگر تم بار بار سنت کے لفظ کی گردان کرتے جانا اور حضرت علیؓ کی حدیث "من السنة وضع الكف على الكف تحت السرة" جس میں سنت کا صریح لفظ موجود ہے اس کو بالکل بیان نہ کرنا لوگ صلوٰۃ الرسول کے نام سے خود دھوکا کھا جائیں گے۔

۳۶۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ کتاب کا نام صلوٰۃ الرسول ہی رکھنا مگر اقوال سید عبدالقادر جیلانی کے نقل کرتے جانا اور اس میں تحریف معنوی بھی کرتے جانا۔

۳۷۔ اگر کوئی امام بسم اللہ پکار کر پڑھے تو انکار نہ کریں (صلوٰۃ الرسول ص ۱۹۴ حالانکہ صحابی رسول ﷺ عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کو بدعت فرمایا اس بدعت سے بغض رکھنا صحابہ کا شعار قرار دیا)(ترمذی ص ۶۲)اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس کو جنگلیوں کا فعل قرار دیا (طحاوی شرح معانی الآثار)

۳۸۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ ابن ماجہ سے اونچی آمین کی حدیث نقل کرنا اور اس کا پہلا فقرہ "ترك الناس التامين" چھوڑ دینا اور یہ نہ بتانا کہ اس کی سند کا راوی بشر بن رافع نہایت ضعیف ہے اور ابن عم ابی ہریرہ مجہول ہے۔(صلوٰۃ الرسول ص ۱۹۶)

۳۹۔ کہ ص ۱۹۶ پر حضرت علیؓ کی روایت جس کی سند میں محمد بن ابی یعلی اور حجیۃ بن عدی ضعیف ہیں وہ نقل کر لینا مگر طحاوی سے یہ روایت کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آمین آہستہ کہا کرتے تھے نقل نہ کرنا۔

۴۰۔ کیا یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا حکم تھا کہ اونچی آمین کے لئے ام الحصین کی حدیث نقل کر لینا جس کی سند میں ہارون الاعور شیعہ، اسماعیل بن مسلم مکی ضعیف اور ابن ام الحصین مجہول ہے مگر آہستہ آمین کی صحیح الاسناد حدیث مسند احمد اور مستدرک حاکم والی بالکل نقل نہ کرنا جس کے موافق خلفائے راشدین کا عمل ہے۔

۴۱۔ کیا یہ بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ص ۱۹۷ پر امن ابن زبیر والی روایت بخاری ص ۱۰۴ سے نقل کر دینا مگر اس کا پہلا جملہ قال عطاء آمین دعا نقل نہ کرنا ورنہ آمین کے دعا ثابت ہونے کے بعد ادعوا ربکم تضرعاً وخفیہ کے موافق آمین آہستہ کہنا ثابت ہو جائے گا۔

۴۲۔ کہ ص ۱۹۷ پر حضرت عطاء کا بخاری میں درج قول تو چھوڑ دینا مگر اس صفحہ پر امام اعظمؒ کے استاد کی شہادت کے تحت امام اعظمؒ کا یہ ارشاد گرامی بھی نقل کر دینا کہ مارأیت مثلہ میں نے ان جیسا کوئی آدمی نہیں دیکھا تاکہ پڑھنے والے اس دھوکے میں پڑ جائیں کہ شاید دو سو صحابہ والی بات امام اعظمؒ نے حضرت عطاء سے روایت کی ہے حالانکہ اس کی سند کے

بعض راویوں کی تحقیق بھی نہیں اور عطاء کا شاگرد خالد بن ابی نوف بھی معیاری ثقہ نہیں ہے۔

۴۳۔ اور کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگرچہ میں نے جھوٹ کو منافق کی علامت قرار دے رکھا ہے اور دھوکے کے بارے میں من غش فلیس منا فرمادیا ہے مگر تمہیں صلوٰۃالرسول میں اس جھوٹ اور دھوکے کی اجازت ہے کہ مسجد نبوی چودہ سو سال سے آمین کی آواز سے گونج رہی ہے حالانکہ پورے تئیس سالہ دور نبوت میں کسی ایک روایت صحیح میں بھی مسجد نبوی کا گونجنا ثابت نہیں، پورے تیس سالہ دور خلافت راشدہ میں ایک دفعہ بھی مسجد نبوی کا آمین سے گونجنا ثابت نہیں' عہد صحابہ کے بارے میں ابو ہریرہؓ ترك الناس التامین فرمارہے ہیں تو گونج کیسی ؟اس ضعیف روایت میں حجاج بن یوسف کے دور کے ایک واقعہ کا ذکر ہے پھر ۷۰ اھ سے لے کر ۱۳۶۶ھ تک مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں خدمت 'امامت و خطابت احناف کو حاصل رہی وہاں گونج کیسی اور اب بھی حنبلی مقلدین امام وخطیب ہیں اور تمام حاجیوں میں دو فیصد بھی اونچی آمین والے نہیں ہوتے، اس ایک ضعیف واقعہ کو چودہ سو سال تک پھیلانا جھوٹ اور دھوکے کی انتہاء ہے جس کی اجازت خاص آپ کو ہے۔

۴۴۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے ہی آپ کو حکم دیا تھا کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ میری امت کو خیر الامم فرمائیں مگر تم میری جو خیر الامم ہے اس کے بہترین طبقہ کو جو نماز کا پابند ہے جماعت کا پابند ہے جس میں سید بھی ہیں محدث بھی ہیں فقہاء بھی ہیں اولیاء اللہ بھی ہیں ان سب کو یہودی ثابت کر دینا اور میری اس بہترین امت کو یہودی ثابت کرنے کے لئے اگر میری حدیث میں آمین کے ساتھ اونچی کا لفظ نہ بھی ہو تو اپنی طرف سے ترجمہ میں اضافہ کر لینا اور اس حدیث کو میرے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ کے نام سے لکھ دینا مگر یہ نہ بتانا کہ اس کا راوی طلحہ بن عمرو ہے جس کو محدثین متروك لیس بشی ؛ فرماتے ہیں (میزان اعتدال ص ۴۳۴، ج ۲) اگرچہ احناف نے یہودیوں کو مسلمان کیا تھا مگر تم مسلمانوں کو یہودی بنانا۔

۴۶۔ پورے تئیس سالہ دور نبوت میں کسی صحیح حدیث میں صحابہ کا آپ کی اقتداء میں اونچی آمین کہنا ثابت نہیں تو کیا معاذ اللہ اس دور میں مکہ۔ مدینہ پر خاص مسجد نبوی اور مسجد حرام

میں یہودی ہی مسلط تھے۔

۴۷۔ پورے تیس سالہ دور خلافت راشدہ میں تمام اسلامی دنیا میں ایک مرتبہ بھی اونچی آمین کہنا ثابت نہیں' کیا معاذ اللہ اس دور کو یہودی خلافت سے تعبیر کرو گے یا صرف ایک صحیح سند سے اس دور میں آمین بالجہر ثابت کردو۔

۴۸۔ ۷۰۰ھ سے ۱۳۲۶ھ تک احناف خادم حرمین رہے ہیں کیا اتنا عرصہ حرمین شریفین یہودیوں کے قبضہ میں رہا۔

۴۹۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگرچہ نہ آمین بالجہر کی حدیثوں کو صحیح ثابت کر سکو نہ ان میں لفظ سنت دکھا سکو، نہ مواظبت ثابت کر سکو مگر ص ۱۹۹ پر سنت سنت کی گردان بار بار کر دینا تا کہ کچھ لوگ اس کو سنت مؤکدہ سمجھ کر آہستہ آمین والوں کو مخالف سنت اور یہودی سمجھنا شروع کر دیں۔

۵۰۔ اگرچہ کتاب کا نام صلوٰۃ الرسول ہے مگر رسول ﷺ سے آہستہ آمین کی صحیح حدیث بالکل نقل نہ کرنا البتہ پیران پیر کا فتویٰ اپنی من مانی تاویلوں سے ضرور نقل کر دینا اور یہ بات نہ بتانا کہ وہ مقلد ہیں اور اپنے امام کی تقلید میں یہ باتیں لکھ رہے ہیں۔

۵۱۔ جب کہ بظاہر آمین کے اونچی یا آہستہ کہنے کی احادیث میں تعارض ہے اور رفع تعارض صراحۃ احادیث میں نہیں آیا تو کیوں نہ حضور ﷺ کے اس فرمان کو مان لیا جائے کہ ان احادیث کو قبول کرو جو قرآن کے موافق ہونے کی وجہ سے راجح ہیں۔

۵۲۔ نیز حضرت وائلؓ جن سے آہستہ اور اونچی آمین کی حدیث ہے ان کی حدیث میں خود آگیا ہے ما اراہ الا لیعلمنا (کتاب الاسماء والکنی للدولابی ۱۹۶ ج ۱) اس لئے جب بچوں کو نماز کی تعلیم دی جاتی ہے ایک بچہ ساری نماز مع آمین کے اونچی کہلاتا ہے باقی سب بھی ساری نماز مع آمین کے اونچی کہتے ہیں جب نماز فرض ہو جائے تو ساری عمر عمل آہستہ آمین والی حدیثوں پر ہوتا ہے۔

۵۳۔ خود صلوٰۃ الرسول ص ۵۰'۵۱ پر ہے کہ اختلاف کی صورت میں سنت خلفائے

راشدین کو دیکھو تو خلافت راشدہ میں بلند آواز سے آمین کہنا ہرگز ثابت نہیں آہستہ آمین کی روایت ہے جو طحاوی شرح معانی الآثار ص ۱۴۰ ج ا پر موجود ہے تو دور خلافت راشدہ میں بھی آمین بالجہر پر عمل نہیں رہا اور یہ متروک رہی۔

۵۴۔ ص ۲۰۰ پر سورۃ فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ لکھا ہے اس کے لئے حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب نقل کی ہے کیا رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس کے ترجمہ میں مقتدی کا لفظ داخل کر دینا اگرچہ حضرت جابر بن عبداللہ میری حدیث من صلی رکعۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام (طحاوی ص ۱۴۹ ج ا) یعنی حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز پڑھے اور اس میں فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز کامل نہیں ہاں مگر مقتدی (نہ پڑھے) میں اگرچہ مقتدی کو خارج کرے مگر تم ضرور مقتدی کو داخل کرنا۔

۵۵۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ میرے صحابی حضرت جابرؓ بتاتے رہیں کہ الا وراء الامام (موطا۔ ترمذی) مگر تم نہ سننا۔ صحابہ کا شاگرد سفیان بن عیینہ محدث حرم کہتا رہے ھذا لمن یصلی وحدہ، (ابوداؤد)

یہ حدیث اکیلے کے لئے ہے مگر تم ادھر دیکھنا بھی نہ اور تبع تابعی امام احمد بن حنبلؒ بتاتے رہیں کہ اذا کان وحدہ' (ترمذی) کہ یہ اکیلے نمازی کے لئے ہے مگر تم سنی ان سنی کر دینا۔ پورے خیر القرون کی مخالفت سر لینا مگر حنفیوں کو بے نماز کہنا۔

۵۶۔ اور کیا رسول اقدس ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ بخاری سے یہ حدیث تو نقل کر دینا جس میں جماعت کا ذکر ہی نہیں مگر اسی بخاری ص ۱۰۸ ج ا پر جس حدیث میں ہے کہ نماز باجماعت میں حضرت ابو ہریرہؓ رکوع میں شریک ہوئے (ظاہر ہے کہ انہوں نے خود سورت فاتحہ پڑھی نہ امام کی سورت فاتحہ سنی) مگر حضور ﷺ نے نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا۔ اس حدیث کا نام بھی نہ لینا۔

۵۷۔ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا ہے "لا جمعۃ الا بخطبۃ" خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا مگر خطیب کا پڑھا ہوا خطبہ سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے خواہ کوئی خطیب کی آواز سنے یا

نہ سنے اور اگر چہ جماعت میں ہی آکر شریک ہوا ہو۔ اسی طرح نماز باجماعت میں امام جو فاتحہ وسورت پڑھتا ہے وہ سب کی طرف سے ہو جاتی ہے خواہ امام کی آواز سنائی دے یا نہ دے یا مقتدی رکوع میں آکر شامل ہوا ہو سب کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے۔

۵۸۔ پھر ص ۲۰۰ پر مقتدیوں کو الحمد شریف پڑھنے کا حکم کے تحت حضرت عبادہ بن صامت کی مفصل حدیث لکھی ہے کیا رسول پاک ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ نہ بتانا کہ اس کا راوی محمد بن اسحاق مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے۔ (نیل الاوطار ص ۲۳۴ ج ۱، دلیل الطالب ص ۲۳۹) فتاویٰ علماء حدیث پر اس کو خود علماء حدیث نے ضعیف لکھا ہے نیز اس کی سند میں مکحول بھی مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے اور مبارک پوری صاحب فرماتے ہیں مدلس کا عنعنہ مقبول نہیں (ابکار المنن ص ۲۲۵)

۵۹۔ اور کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ ابوداؤد میں اس کے بعد جو حدیث منازعت ہے اس کو نقل نہ کرنا جس میں حضور ﷺ نے امام کے پیچھے قرأت کرنے والوں کو ڈانٹا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

۶۰۔ ترمذی میں بھی اس حدیث کی سند میں وہی محمد بن اسحاق اور مکحول ہیں اور ترمذی میں بھی اس کے بعد حدیث منازعت ہے اور قول جابرؓ بھی ہے جو صادق صاحب نے نقل نہیں کی یہ ایسا ہی فریب ہے جیسے کوئی رافضی متعہ والی حدیث نقل کردے اور منع والی نہ کرے۔

۶۱۔ نسائی میں یہ آخری جملہ موجود ہی نہیں فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بھا پھر نسائی کی سند میں نافع بن محمود مجہول ہے اور اس کی یہ حدیث معلول ہے (میزان اعتدال ص ۲۶۶ ج ۳) اور اس کے متصل ہی باب تاویل قولہ تعالیٰ و اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ و انصتوا لعلکم ترحمون ہے اور اس کی تفسیر میں حدیث واذا قرأ فانصتوا ہے جس سے ثابت ہوا کہ پہلے لوگ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے تھے پھر یہ آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ نماز باجماعت میں جب امام قرآن پڑھے تو اے مقتدیو! تم خاموش رہو، یہی خدا کا فرمان ہے، یہی رسول کا اعلان ہے، اب آپ کا آیت سے پہلے زمانے کی حدیث کو نقل کرنا اور بعد میں جو آیت

نازل ہوئی اور حضور ﷺ نے جو اعلان فرمایا اس کو نقل نہ کرنا یہ ایسا ہی فریب ہے جیسے کوئی یہودی حدیث کی کتابوں سے یہ حدیث تو نقل کردے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے مگر یہ نہ بتائے کہ اس کے بعد آیت نازل ہوئی کہ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو اور رسول اقدس ﷺ نے بھی یہی فرمادیا۔ اب کوئی پہلے دور کی احادیث سناتا رہے اور بعد والی نہ سنائے۔ دھوکا آپ نے نسائی کے ساتھ کیا ہے پھر ابو داؤد کے حوالہ سے جو حدیث نقل کی ہے وہ نامکمل ہی نقل کی ہے اور اس کا راوی بھی نافع بن محمود ہے۔

۶۲۔ ص ۲۰۲ پر یہ سرخی جمائی ہے "امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنا لازمی ہے" اور حدیث خداج و قول ابی ہریرہؓ پیش کیا ہے کیا رسول پاک ﷺ نے فرمایا تھا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا موقوف قول نقل کر دینا مگر ابو ہریرہؓ جو میری مرفوع حدیث بیان فرمائیں اس کا ذکر نہ کرنا یہ مکمل حدیث اس طرح ہے "حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ نماز جس میں سورت فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز ناقص ہوتی ہے مگر ہاں وہ نماز اس سے مستثنیٰ ہے جو امام کے پیچھے پڑھی جائے۔ (کتاب القرأۃ ص ۱۷) نیز فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جس نماز میں امام جہر سے قرأت کرے تو کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ امام کے ساتھ قرأت کرے (کتاب القرأۃ ص ۱۲۲) نیز ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے سو جب وہ اللہ اکبر کہے تم بھی اللہ اکبر کہو جب امام قرأت کرے تم خاموش رہو اور جب غیر المغضوب علیھم و لا الضالین پڑھے تم آمین کہو الحدیث ابن ماجہ ص ۶۱، نیز فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے امام کے پیچھے قرأت کرنے والے مقتدی کو ڈانٹا اور فرمایا اقول مالی انازع القرآن (موطا امام مالک ص ۲۹) ان صحیح صریح احادیث کو پس پشت ڈال دینا مومن کی شان نہیں۔ آپ نے ان صحیح حدیثوں کو چھوڑ کر حضرت ابو ہریرہؓ کا قول پیش کیا ہے۔ نبی ﷺ کو چھوڑ دیا ہے۔

۶۳۔ ص پر حضرت انسؓ کی حدیث پیش کی ہے اس کے ترجمہ میں لکھا ہے "سورت فاتحہ

پڑھا کرو" یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ مسند احمد ص ۸۱ / ج ۵ میں صاف ان شاء کا لفظ ہے کہ اگر چاہو تو پڑھ لو۔ لیکن آپ نے "ضرور پڑھا کرو" خود ملالیا۔ پھر یہ حدیث اگر صحیح بھی ہو تو آیت سے پہلے کا واقعہ ہے پھر آیت نے قرأت سے روک دیا اور حضرت انسؓ نے وہ حدیث بھی روایت فرمائی چنانچہ فرماتے ہیں ان النبی ﷺ قال اذا قرأ الامام فانصتوا (کتاب القرأۃ ص ۹۲) کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تم خاموش رہو" اور ہر شخص جانتا ہے کہ امام جب قرأت کرتا ہے تو فاتحہ اور سورت دونوں پڑھتا ہے تو مقتدی بھی دونوں میں خاموش رہے گا۔ کیا آپ کو رسول اقدس ﷺ نے اس فریب کی اجازت دی تھی کہ ایسے فریب کرنا اور کتاب کا نام صلوٰۃ الرسول رکھ دینا۔

۶۴۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ صاحب ہدایہ اور شیخ جیلانیؒ کے اقوال پوری خیانت اور بد دیانتی سے نقل کرنا اور پھر بھی کتاب کا نام صلوٰۃ الرسول رکھ دینا۔

یہ مسلمہ اصول ہے کہ اگر نبی معصوم اور امتی کے کلام میں بظاہر تعارض ہو تو امتی کی بات میں تاویل کر کے اسے نبی کے پیچھے لگایا جائے گا نہ کہ نبی کو امتی کے پیچھے کھڑا کیا جائے گا یہاں خدا کے قرآن نبی کی احادیث اور حضرت ابو ہریرہؓ کے کلام میں بظاہر تعارض نظر آرہا ہے اب خدا اور رسول کو چھوڑا جائے گا یا حضرت ابو ہریرہؓ کی بات کا ایسا مطلب لیا جائے گا جو خدا اور رسول سے نہ ٹکرائے، غیر مقلدین یہاں خدا اور رسول کو چھوڑ جاتے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ ارشاد خدا اور رسول کے ہر گز خلاف نہیں اس بات کو سمجھنے کے لئے پہلے ایک مثال عرض کرتا ہوں۔

اسلامی احکام آہستہ آہستہ نازل ہوئے ہیں پہلے لوگ اپنے ملکی رواج کے مطابق شراب پی لیا کرتے تھے اسلام نے اس سے یکدم منع نہیں فرمایا۔ پہلے صرف اتنا فرمایا کہ شراب اور جوئے میں لوگوں کو مفاد ہے مگر ان کا گناہ نفع سے زائد ہے، کچھ عرصہ کے بعد دوسرا حکم آیا "لا تقربوا الصلوٰۃ و انتم سکاری" اور صرف اوقات نماز میں شراب پینے کی ممانعت ہوئی پھر کچھ عرصہ بعد اس کی حرمت کا قطعی حکم نازل ہو گیا جو اب تک قائم ہے اب اس آخری

آیت سے پہلے کے شراب پینے کے واقعات احادیث سے دکھا کر شراب پینے کو جائز ثابت کرنا ایک خالص فریب ہے آخری حکم پر ہی عمل جاری ہوا اور رہے گا۔

بالکل اسی طرح مسئلہ قرأۃ خلف الامام میں ہوا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل جب نماز باجماعت پڑھتے تو امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے، ابتدائے اسلام میں مسلمان اسی طریقہ پر عمل کرتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے آیت و اذا قری القرآن نازل فرمادی، تو اب امام قرأۃ کرتا رہا اور مقتدی خاموش ہو گئے۔ (تفسیر الدر المنثور ص ۱۵۶ ج ۳) چنانچہ جو احادیث قرأۃ کرنے کی ہیں وہ آیت سے پہلے کی ہیں جیسے نماز میں باتیں کرنے کی حدیثیں آیت قوموا للہ قانتین سے پہلے کی ہیں اور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی احادیث آیت فول وجھك شطر المسجد الحرام سے پہلے کی ہیں چنانچہ آیت و اذا قری القرآن کے نازل ہونے کے بعد سب صحابی امام کے پیچھے فاتحہ اور سورۃ پڑھنے سے رک گئے اور اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہ رہا، خلافت راشدہ کے بعد بعض ایسے حاکم بنے جیسے ابن زیاد انہوں نے ایک نئی بدعت کا آغاز کیا کہ وہ خود جماعت کراتے اور سری نمازوں میں امام بن کر بھی فاتحہ اور سورۃ نہ پڑھتے (مصنف عبدالرزاق ص ۱۱۴ ج ۲) تو ایسے اماموں کے پیچھے صحابہ خود قرأت کر لیتے یہاں بھی یہی حالت ہوئی کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے جب حدیث سنائی تو ابو سائب نے سوال پوچھا انا نکون احیاناً وراء الامام ہم کبھی کبھار اس امام کے پیچھے ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ صحابہ تابعین نماز باجماعت کے پابند تھے البتہ کبھی کبھار ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا پڑتی تھی تو ابو سائب نے اشارۃً ایسے امام کا مسئلہ پوچھا فغمز ذراعی تو حضرت ابو ہریرہؓ نے اس کا ہاتھ دبا کر ایسے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کی اجازت دے دی ورنہ حضرت ابو ہریرہؓ صحیح صریح احادیث کے خلاف فتویٰ کیسے دے سکتے تھے۔

۶۵۔ ص ۲۲۹ پر رفع الیدین کا عنوان باندھا ہے مگر مسئلہ کی ذرہ بھر وضاحت نہیں فرمائی ہے مسئلہ کی حقیقت سنیے۔

(۱) تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین سب کرتے ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ

اس بارہ میں احادیث میں کوئی اختلاف نہیں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرنے کی احادیث موجود ہیں مگر چھوڑنے کی ایک بھی حدیث نہیں، معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے یہ رفع یدین کرنے کے بعد نہیں چھوڑی اس لئے ہم نے بھی نہیں چھوڑی۔

(ب) ہر رکعت میں دو سجدہ ہوتے ہیں سجدوں میں جاتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت آنحضرت ﷺ کا رفع یدین فرمانا ابو داؤد میں حضرت وائل بن حجرؓ، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث میں ثابت ہے، نسائی میں حضرت مالک بن الحویرث ؓاور حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں اور ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عمیر بن حبیبؓ کی احادیث سے ثابت ہے، مشکل الآثار طحاوی میں حضرت ابن عمرؓ اور ابن ابی شیبہ میں حضرت انسؓ سے ثابت ہے اور مسند احمد میں حضرت جابرؓ سے ثابت ہے اتنی احادیث میں یہ رفع یدین ثابت ہے جن میں ماضی استمراری بھی ہے متأخر الاسلام صحابہ کی روایات بھی ہیں مگر ایک یا دو حدیثوں میں اس رفع یدین کے چھوڑنے کا ذکر مل گیا اس لئے ہم نے بھی ان جگہوں میں رفع یدین چھوڑ دی اور غیر مقلدین نے بھی چھوڑ دی نہ صادق صاحب کو یہاں رفع یدین سے چڑ کا عنوان یاد آیا نہ سنت سے نفرت کا لفظ یاد آیا نہ ماضی استمراری کا قاعدہ یاد رہا۔

۲۶۔ کیا رسول اقدس ﷺ نے آپ کو کہا تھا کہ سجدہ میں رفع یدین کرنے کی احادیث ضعیف ہیں اس لئے ان کو کتاب میں بالکل ذکر نہ کرنا اور عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں کان لا یفعل ذالک فی السجود کا جملہ بیان کرنے میں اگرچہ سالم منفرد ہو، باقی آٹھ شاگرد اس کو روایت نہ کریں پھر بھی لے لینا۔

۲۷۔ رکوع کے وقت رفع یدین کرنے کا ثبوت اگر پہلی تکبیر کے رفع یدین کی طرح مل جاتا کہ کرنے کا ثبوت تو ہوتا اور چھوڑنے کی کوئی حدیث نہ ہوتی تو احناف کو ضد نہیں کرنی چاہیے تھی اور اگر کرنے کے بعد چھوڑنے کا ثبوت مل جاتا تو آپ کو ضد نہ کرنی چاہیے تھی مگر یہاں آپ نے حق پوشی سے کام لیا۔

۶۸۔ کیا یہ حکم آپ کو رسول اقدس ﷺ نے دیا تھا کہ رفع یدین کی ان احادیث کو تو ذکر کر دینا جن پر نہ مکہ میں عمل جاری رہا عہد صحابہ و تابعین میں (ابو داؤد میمون مکی ۱-۵۱۱) نہ مدینہ میں عمل جاری رہا خیر القرون میں (المدونہ قول امام مالک) نہ کوفہ میں عمل جاری رہا عہد صحابہ تابعین وتبع تابعین میں (موطا امام محمد فرمان ابراہیم نخعی) اور ترک رفع یدین کی احادیث کا بالکل ذکر نہ کرنا جن کے موافق خیر القرون میں مکہ، مدینہ، کوفہ اور اسلامی دنیا میں بلا نکیر عمل جاری رہا خیر القرون کے مجتہد اعظم نے جن کو موافق عمل ہونے کی وجہ سے راجح قرار دیا اور ہزاروں محدثین فقہاء اولیاء اللہ اور کروڑوں عوام ان پر عمل کرتے رہے۔

۶۹۔ ص ۲۳۱ پر جو حدیث ابن عمرؓ نقل کی اسکے مرفوع موقوف ہونے میں اختلاف ہے اسے خود بخاری نے بھی طریق نافع کے بعد یہ الفاظ لکھے ہیں رواہ ابن طہمان عن ایوب و موسیٰ بن عتبہ مختصراً (بخاری ص ۱۰۲) مگر یہ عبارت آپ نے نقل نہ کی اور حدیث لا دین لمن لا دیانة له کا ذرہ بھر خیال نہ کیا۔

۷۰۔ ص ۲۳۲ پر حضرت وائلؓ کی حدیث ابو داؤد کے حوالہ سے نقل کی مگر یہاں بھی دو خیانتیں کیں، نہ تو یہ بتایا کہ وائلؓ کی حدیث میں سجدوں کے وقت رفع یدین کا بھی ذکر ہے اور نہ یہ ہی بتایا کہ ابو داؤد میں حضرت وائلؓ کے دوبارہ آنے کا جہاں ذکر ہے وہاں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے اور بس تاکہ مسئلہ صاف ہو جاتا، لا ایمان لمن لا امانة له کا آپ نے ذرہ بھر پاس نہیں کیا۔

۷۱۔ آنحضرت ﷺ سے متواتر احادیث میں ثابت ہے کہ میری طرف جھوٹی حدیث منسوب نہ کرنا مگر کیا آپ کو آنحضرت ﷺ نے یہ اجازت دے دی تھی کہ رسول اللہ وفات تک رفع یدین کرتے رہے کا عنوان ص ۲۳۲ پر قائم کر کے نیچے جھوٹی حدیث درج کر دینا جس کی سند کے تین راوی جعفر بن محمد بن نصر، عبداللہ بن احمد الدمجی اور الحسن بن حماد الرقی ایسے ہیں جن کی نہ عدالت ثابت نہ اصحاب صحاح ستہ میں سے کسی نے ان سے روایت لی ہے ایک راوی رافضی خبیث ہے دو راوی عبدالرحمٰن بن قریش اور عصمہ بن محمد انصاری جھوٹی

احادیث بنانے والے ہیں کیا ترک رفع یدین کی احادیث اس سے بھی سند کے اعتبار سے کمزور تھیں جو آپ نے تحریر نہیں کیں۔

۷۲۔ صلوٰۃ الرسول کے پہلے ایڈیشنوں میں ایک اور جھوٹی روایت درج تھی کہ و انحر کا معنی رفع یدین ہے اور فرشتے بھی رفع یدین کرتے ہیں مگر اب وہ نئے ایڈیشنوں میں نکال دی ہے نہ معلوم کب سے فرشتوں نے رفع یدین چھوڑ دی اور کیوں۔

۷۳۔ مذہب حنفی میں ائمہ ثلاثہ حنفیہ کا ترک رفع یدین پر اتفاق ہے ان کے خلاف شاہ ولی اللہؒ کا قول پیش کرنا کیا مقصد رکھتا ہے اور کیا رسول اللہ ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ عبارت بالکل ناقص نقل کرنا۔ اور دیانت کا نیا ریکارڈ قائم کر دینا۔

۷۴۔ ۲۲۴ پر مولانا عبدالحی لکھنوی کی عبارت بھی نامکمل نقل کی ہے۔

۷۵۔ در مختار اور ذخیرہ کی عبارت میں کہاں ہے کہ رفع یدین سنت مؤکدہ ہے رہا یہ کہ نماز فاسد نہیں ہوتی، فاسد ہونے کا قول شاذ ہے دیکھئے آپ کے مذہب میں ننگے نماز پڑھنے سے بھی نماز نہیں ٹوٹتی۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ کے مذہب میں ننگے نماز پڑھنا سنت ہے آپ کا دعویٰ سنت کا ہے آپ فقہ کا ایک مفتی بہ قول سنت ہونے کا پیش کریں۔

۷۶۔ کیا آپ کے مذہب میں رکوع کے وقت رفع یدین نہ کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے ثبوت باحوالہ دیں۔

۷۷۔ احناف کو صاف بتانا تھا کہ شامی۔ عالمگیری۔ میں اس رفع یدین کو مکروہ لکھا ہے یہ قول آپ نے کیوں چھپایا۔

۷۸۔ ص ۳۳۵ پر یہ جھوٹ بولا ہے کہ چار سو روایتیں اس تین جگہ رفع یدین کی ہیں، ذرا ان چار سو صحابہ کے نام جس جس کتاب میں ان کی احادیث ہیں ان کے صفحات کی فہرست بیان فرما دیں اگر یہ چار سو صحابہ کے ناموں کی لسٹ نہ بتا سکو اور ہرگز نہیں بتا سکو گے تو یہ بتا دو کہ آپ کے مذہب کی بنیاد جھوٹ اور مبالغے پر ہی کیوں ہے؟

۸۰۔ ص ۳۳۵ پر ہی آپ نے لکھا ہے کہ ان چار سو میں سے دس عشرہ مبشرہ ہیں جو یہ

بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ وفات تک رفع یدین (مواضع ثلاثہ میں) کرتے رہے یہ بھی محض جھوٹ ہے ان میں سے کسی ایک سے بھی کسی صحیح یا حسن یا ضعیف سند سے بھی ساری عمر رفع یدین مواضع ثلاثہ میں کرنے کی حدیث نہیں بلکہ عشرہ مبشرہ کا خود ہمیشہ رفع یدین کرتے رہنا بھی کسی صحیح سند سے ثابت نہیں۔

۸۱۔ آپ لوگ رات دن قیاس کو کار ابلیس بھی کہتے ہیں ص ۲۳۶ ' ۲۳۷ پر رفع یدین کو مسواک پر قیاس بھی کر لیا ہے ذرا یہ تو فرمائیں ان دونوں میں علت مشترکہ کون سی ہے۔

۸۲۔ آپ پہلے مسواک والی اس حدیث کی سند کا صحیح ہونا ثابت فرمائیں اور پھر وہ حدیث پیش کریں جس میں رسول اقدس ﷺ نے فرمایا ہو کہ رکوع کے وقت رفع یدین کرنے والے کو رفع یدین نہ کرنے والے سے ستر گنا زائد ثواب ملے گا۔

۸۳۔ ص ۲۳۸ ' ۲۸۳ پر رفع یدین کو ڈاکٹر کے نسخے پر قیاس کیا ہے کہ ڈاکٹر نسخے میں چار دوائیں لکھے، مریض صرف ایک استعمال کرے تو شفا کی امید نہیں رکھنی چاہیے لیکن یہ قیاس احادیث صحیحہ کے خلاف ہے نسخے کی اگر کچھ دوائیں ڈاکٹر خود نسخے سے خارج کر دے مگر مریض ضد کرے کہ میں تو یہ نہیں نکالوں گا تو ڈاکٹر اس مریض پر کتنا خوش ہو گا۔

۸۴۔ ص ۲۳۹، ۲۴۰ پر صحیح مسلم سے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیثیں نقل کی ہیں مگر ان میں نہ تو سنت مؤکدہ کا لفظ ہے اور نہ ساری عمر رفع یدین کرنے کا ذکر ہے، زیادہ سے زیادہ ماضی استمراری ہے اور اسی صحیح مسلم ص ۲۵۴ ج ۱ پر نوویؒ نے محققین اہل اصول کا ارشاد نقل کیا ہے کہ ماضی استمراری اصل وضع کے اعتبار سے صرف ایک دفعہ کے فعل پر استعمال ہوتی ہے تو اگر یہ حدیثیں صحیح بھی ہوں تو یہ ثابت ہو گا کہ ایک آدھ مرتبہ آنحضرت ﷺ نے رفع یدین کیا، اس کو ہمیشہ کرتے رہے یا چھوڑ دیا اس کا اس حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہاں قیاس یہ کہتا ہے کہ اگر کیا تو کرتے رہے ہوں گے مگر یہ قیاس حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اسی مسلم ص ۱۸۱ ج ۱ پر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز کے اندر رفع یدین کرنے والوں کو ڈانٹا اور شریر گھوڑوں کی دموں سے تشبیہ دی اس لیے ہم

نے آپ کے قیاس کو حدیث سے چھوڑ دیا، تم ایسے قیاس پر عمل کر رہے ہو جو خلاف حدیث ہے اور ہم حدیث پر عمل کر رہے ہیں۔

۸۵۔ ص ۲۴۱ پر آپ نے لکھا ہے کہ ماضی استمراری دوام کے لئے آتی ہے اور دلیل کے لیے وہی جھوٹی حدیث بیان کی ہے جس کا ذکر گزر چکا۔

۸۶۔ اگر ہر فعل سنت مؤکدہ ہے تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا۔ حائضہ کی گود میں سر رکھ کر قرآن کی تلاوت کرنا۔ نماز پڑھتے ہوئے دروازہ کھول دینا، وضوء کے بعد بیوی کا بوسہ لینا۔ بچی کو اٹھا کر نماز پڑھ لینا یہ سب کام صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں کیا یہ سب سنت مؤکدہ ہیں۔

۸۷۔ ص ۲۴۲ پر عنوان لکھا ہے "سر تاج احناف حضرت امام محمدؒ کا نعرۂ حق رفع یدین برحق" یہ امام محمدؒ پر جھوٹ ہے۔

امام محمدؒ تو موطا میں صاف فرماتے ہیں "رفع یدین نماز میں صرف پہلی تکبیر کے وقت کیا جائے پھر ساری نماز میں کسی جگہ رفع یدین نہ کیا جائے۔ یہی امام ابو حنیفہؒ کا بیان ہے اور یہ بہت سے آثار سے ثابت ہے پھر ثابت کیا ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے اور حضرت امام ابراہیم نخعیؒ کا پرزور بیان نقل کیا ہے کہ صحابہؓ کو نہ کبھی رفع یدین کی حدیث بیان کرتے سنا اور نہ پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتے دیکھا۔ (موطا امام محمدؒ ص ۹۱ تا ص ۹۴) اور یہی امام محمدؒ کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ ص ۹۴، ۹۵ ج ۱) پر فرماتے ہیں "حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نہایت پختہ ثبوت ہے کہ وہ پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے اور حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رسول اقدس ﷺ کی نماز کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ جانتے تھے کیونکہ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے میرے قریب پہلی صفوں میں بڑے بڑے عقلمند اور دانا کھڑے ہوا کریں اسی لیے اہل بدر پہلی صفوں میں کھڑے ہوتے تھے جب کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ پیچھے بچوں کی صف میں کھڑے ہوا کرتے تھے پس حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو اہل بدر (اور سابقین اسلام) میں سے ہیں وہ بوجہ قریب پہلی

صف میں کھڑے ہونے کے حضرت علیہ کی نماز کو زیادہ جانتے تھے اور خود امام مالکؒ نے (نہایت صحیح سند سے) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ جب نماز پڑھاتے تو ہر اونچ نیچ کے وقت تکبیریں کہتے اور رفع یدین صرف پہلی تکبیر کے ساتھ کرتے تھے، یہ حدیث بھی حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے موافق ہے اس کے بعد حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور امام ابراہیم نخعیؒ کی روایات نقل فرمائی ہیں" ایسے واضح بیانات کے بعد بھی حضرت عمرؓ پر بہتان باندھنا اور نام صادق رکھنا برعکس نام زنگی کافور کا مصداق ہے۔

۸۸۔ اگر کوئی یہ دعوکا دے کہ اگر امام محمدؒ رفع یدین کو سنت صحیحہ نہیں سمجھتے تھے تو انہوں نے موطا محمد میں رفع الیدین کی حدیث کیوں ذکر کی ہم کہیں گے کہ اگر استدلال کا یہی طریقہ ہے تو حضرت امام بخاریؒ نے متعہ کی حدیثیں' شراب کی حدیثیں۔ نماز میں بات کرنے کی حدیثیں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی حدیثیں نقل فرمائی ہیں تو کیا امام بخاریؒ بلکہ تمام اصحاب ستہ شراب پی کر متعہ کر کے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور نمازوں میں باتیں کیا کرتے تھے اگر کہو کہ یہ ان پر بہتان ہے تو تم کیسے بہتان باندھ رہے ہو، امام محمدؒ نے بھی اسی لیے نقل کی کہ بتائیں کہ اس پر عمل جاری نہیں رہا۔

۸۹۔ آخر میں ص ۲۴۳ پر لکھا ہے "ہر مسلمان رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھے کہ اس کے بغیر نماز کا یقیناً نقصان ہے" یہ آپ کی اپنی بات ہے یا حضور علیہ نے فرمایا من لم یرفع یدیہ عند الرکوع فصلوتہ خداج اگر ہو تو پیش کریں اور یہ بھی بتائیں کہ حضرات خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کی نمازیں آپ کی نماز کے مقابلہ میں واقعی یقیناً ناقص ہیں۔

۹۰۔ ص ۲۶۲ پر جلسہ میں پڑھنے کی مسنون دعا کے تحت ابن عباسؓ کی حدیث نقل کی ہے جس کی سند میں ابو العلاء ہے جس کے متعلق ابن حبان نے کہا ہے کان ممن یقلب الاسانید ویرفع المراسیل من حیث لا یدری کیا ایسی حدیث سے سنیت ثابت ہو جاتی ہے۔

۹۱۔ ص ۳۵۲ پر فجر کی نماز کے بعد سنتیں پڑھنے کی حدیث ابو داؤد اور ترمذی کے حوالے سے لکھی ہے اور یہ بالکل نہیں بتایا کہ ابو داؤد نے بھی اس کو مرسل کہا ہے اور ترمذی نے بھی

کہا ہے کہ اس کی سند متصل نہیں پھر ترمذی میں اس کے بعد حضور اقدس ﷺ کی قولی حدیث موجود ہے من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلهما بعد ما تطلع الشمس ص ۹۶، کیا رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ پہلی ضعیف حدیث نقل کر دینا اور اس کا فقرہ فلا اذاً بھی بالکل بیان نہ کرنا اور بعد والی صحیح حدیث بھی چھوڑ دینا۔

ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

۹۲۔ ص ۳۵۶ پر یہ حدیث تو نقل کر دی کہ وتر تین پڑھ یا پانچ یا ایک مگر یہ نہ بتایا کہ امام ابو حاتم۔ ذہلی۔ دارقطنی۔ بیہقی۔ نسائی اور بہت سے محدثین نے اسے ابو ایوب کا قول قرار دیا ہے اور یہی صحیح ہے نہ کہ اس کا حدیث رسول ہونا (تلخیص الحبیر، بلوغ المرام)

۹۳۔ ص ۳۵۷ پر حضرت عائشہؓ کی حدیث پانچ وتر والی نقل کی ہے اور متفق علیہ کہا ہے حالانکہ بخاری میں یہ حدیث سرے سے موجود ہی نہیں ہے اور یہ حدیث ہشام سے اہل عراق نے اس وقت روایت کی ہے جب اس کا حافظہ صحیح نہ رہا تھا (مقدمہ فتح الباری ص ۴۴۸)

۹۴۔ ص ۳۵۸ حاشیہ پر حضرت عائشہؓ کی جو حدیث وتر کی دو رکعت کے بعد قعدہ نہ کرنے کی نقل کی ہے وہ بھی صحیح یا حسن نہیں کیونکہ اس کا راوی شیبان بن فروخ وہمی ہے (تقریب) اس کا استاد ابان بن یزید باوجود متکلم فیہ ہونے کے اپنے سے اوثق سعید المقبری کی مخالفت کر رہا ہے سعید لا یسلم کہتا ہے اور ابان لا یقعد کہتا ہے اور قتادہ مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے اس لئے یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

۹۵۔ ص ۳۵۹ پر حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کان یدعو فی الصلوۃ نقل کی ہے یہ بہت بڑا فریب ہے، اصل الفاظ یہ ہیں اذا اراد ان یدعو علیٰ احد اویدعو لاحد (بخاری) جس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ حدیث قنوت نازلہ سے متعلق ہے اس کے الفاظ حذف کر کے وتروں پر لگا لیا اور یحرفون الکلم عن مواضعہ کا حق ادا کر دیا۔

۹۶۔ ص ۳۸۶ پر حضرت جابرؓ کی لمبی حدیث نقل کی ہے جس میں محمد بن عبداللہ جھوٹی حدیثیں بنانے والا ہے (تقریب ص ۱۸۸)۔

۹۷۔ ص ۴۰۹ پر تکبیر تشریق کے الفاظ دار قطنی سے نقل کئے ہیں اس کی سند میں جابر جعفی اور عمرو بن شمر کذاب ہیں۔

۹۸۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ عید کی تکبیروں میں ص ۴۱۱، ۴۱۲ پر ضعیف اور مرسل حدیثیں نقل کر دینا اور چھ تکبیروں والی احادیث جن پر عہد فاروقی میں اجماع ہو گیا تھا ان کو نقل نہ کرنا (طحاوی فی الجنائز)

۹۹۔ ص ۴۲۳، ۴۲۴ پر نماز تسبیح کا بیان لکھا ہے اس حدیث کو ابن الجوزی نے موضوعات یعنی جھوٹی حدیثوں میں درج کیا ہے۔

۱۰۰۔ ص ۴۴۴ پر نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کی جو مرفوع حدیثیں درج کی ہیں ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہے۔

۱۰۱۔ ص ۴۴۸ پر جو دعا لکھی ہے اس کا ثبوت نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز تراویح اور صلوٰۃ الرسول

حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی نے صلوٰۃ الرسول ص ۳۸۷ پر یہ بحث کی ہے۔

۱۔ نماز تراویح کا بیان۔ یہ نام نماز کا نہ قرآن پاک میں آتا ہے اور نہ کسی صحیح حدیث میں۔

۲۔ بے دلیل دعوئی : نماز تراویح اور تہجد (رات کی نماز) دراصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں رات کی نماز غیر رمضان میں جب سو کر اٹھنے کے بعد پڑھی جائے تو تہجد کہلاتی ہے اور اگر سونے سے قبل عشاء کے ساتھ پڑھ لی جائے تو اس کو تراویح کہتے ہیں (صلوٰۃ الرسول ص ۳۸۷) یہ دعوئی قرآن یا حدیث صحیح صریح سے ثابت کیا جائے۔

۳۔ مؤلف نے تراویح کا لفظ تو لے لیا لیکن اس کا معنی نہیں بتایا، لیجئے اپنے معتبر فتاویٰ سے معنی سن لیجئے۔

”اس نماز کا نام تراویح اس لئے رکھا گیا کہ لوگ اس میں ہر چار رکعت کے بعد

استراحت کرنے لگے کیونکہ تراویح جمع ترویحہ کی ہے اور ترویحہ کے معنی ایک دفعہ آرام کرنے کے ہیں۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۴۱ ج ۶ ص ۳۸۸ ج ۶) حکیم صاحب نے یہ معنی اس لئے نہیں لکھا کہ اس معنی پر آٹھ رکعت کو تراویح کہنا صحیح نہیں کیونکہ تراویح جمع کا لفظ ہے اور جمع کا اطلاق عربی زبان میں کم از کم تین پر ہوتا ہے اس لئے چار رکعت کو ترویحہ آٹھ رکعت ترویحتین اور بارہ رکعت کو کم از کم تراویح کہا جائے گا اس معنی پر امت کا اجماع ہے۔ اور کوئی آیت یا حدیث اس کے خلاف پیش نہیں کی جاسکتی۔ الغرض حکیم صاحب کو تراویح کا معنی بھی نہیں آتا۔

۴۔ **نماز تراویح کی تعریف** : حکیم صاحب نے نماز تراویح کی تعریف بھی صحیح نہیں کی۔

> "نماز تراویح کی تعریف میں علماء نے لکھا ہے کہ نماز تراویح وہ نماز ہے جو رمضان کی راتوں میں عشاء کے بعد باجماعت پڑھی جائے (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۴۱ ج ۶) نماز تراویح میں جماعت بھی شرط ہے اگر اکیلے پڑھیں گے تو تراویح نہ ہوگی (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۴۳ ج ۶)"

یعنی جس طرح جمعہ اور عیدین میں جماعت شرط ہے بغیر جماعت کے جمعہ اور عیدین نہیں ہوتیں اس طرح تراویح میں بھی جماعت شرط ہے۔ نوٹ: اس کی دلیل کسی صحیح حدیث سے ہونی چاہیے۔

۵۔ **تین رات تراویح** : حکیم صاحب نے ص ۳۷۹،۳۷۸ پر حضرت ابوذرؓ کی روایت نقل کی ہے اس میں آپ نے تین بار یہ ترجمہ کیا ہے "ہمیں نماز تراویح پڑھائی، خدا جانے یہ "تراویح" حدیث کے کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے حدیث میں تو تراویح کا لفظ ہرگز موجود نہیں۔ اگر کہو کہ محدثین نے اس کو تراویح میں ذکر کیا ہے تو امتیوں کی بات آپ کے ہاں دلیل شرعی نہیں، امتیوں کی بات کو نبی ﷺ کی بات بنا کر پیش کرنا بہت بڑا فریب ہے۔

۶۔ حکیم صاحب نے نقل حدیث میں ایک اور بددیانتی کی، اس میں پہلی رات میں ایک تہائی رات تک نماز پڑھنے کا ذکر تھا دوسری رات دو تہائی رات تک اور تیسری رات سحری

فوت ہونے کا خطرہ ہو گیا تھا مگر ان الفاظ کو حکیم صاحب نے ذکر نہیں کیا کیونکہ حدیث پاک کے ان الفاظ پر لامذہب غیر مقلدین کا عمل نہیں۔

۱۔ اگر صحیح بخاری ص ۹۶ ج ا پر مندرجہ اصول کہ حضور ﷺ کے آخری فعل پر عمل لازم ہے تو لامذ ہبوں کو چاہیے کہ ہمیشہ تراویح سحری تک پڑھا کریں یا کم از کم یہ ترتیب قائم رکھیں کہ پہلی رات تہائی رات تک دوسری رات دو تہائی رات تک' تیسری رات سحری تک اور پھر اسی طرح شروع کر لیا کریں لیکن غیر مقلدوں کا ہر گز اس حدیث پر عمل نہیں۔

۷۔ حکیم صاحب نے یہ بد دیانتی اس لئے بھی کی کہ یہ تین راتیں آخری عشرہ رمضان کی ہیں اور آخری عشرہ رمضان میں آنحضرت ﷺ خود بھی ساری رات بیدار رہتے اور اپنے اہل کو بھی بیدار رکھتے (بخاری ص ۲۷۱ ج ۱) اور رات کو آپ کی عبادت نماز ہی ثابت ہے، اب سوال یہ تھا کہ تینوں رات آپ ﷺ نے تہائی رات تک نماز پڑھائی، باقی دو تہائی رات آپ سوئے نہیں تو اس وقت جو نماز آپ پڑھتے رہے وہ تہجد تھی یا کیا نام تھا اور پچیسویں رات دو تہائی تک صحابہ کو نماز پڑھائی پھر ایک تہائی رات آپ سوئے نہیں اس وقت جو نماز آپ ﷺ نے پڑھی اس کا نام تہجد تھا یا کچھ اور۔ لامذ ہبوں کے اصول پر اس سوال کا جواب بہت مشکل ہے اسلئے حدیث پاک کے الفاظ ہی نقل نہیں کئے تاکہ نہ سوال پیدا ہو اور نہ جواب دینا پڑے لیکن آخرت میں آنحضرت ﷺ جب مطالبہ فرمائیں گے کہ میری حدیث کے نقل میں کیوں خیانت کی اور میری احادیث لا دین لمن لا دیانة له اور لا ایمان لمن لا امانته له کو کیوں پس پشت ڈالا تو کیا جواب دو گے ؟ کتنی جرأت ہے کہ تراویح کا لفظ حدیث میں موجود نہیں تھا وہ حدیث میں داخل کر دیا اور جو الفاظ حدیث میں موجود تھے ان کو چھوڑ دیا۔

۸۔ ص ۳۷۹ پر حضرت زید بن ثابتؓ کی حدیث نقل کی جس میں تراویح کا کوئی لفظ موجود نہیں ہے مگر ترجمہ میں یہ لفظ حکیم صاحب نے زیادہ کر دیا، اگر کہو کہ محدثین اس باب میں لائے ہیں تو آپ کے مذہب میں امتیوں کی بات کوئی دلیل شرعی نہیں۔

۹۔ ہاں جو بات حدیث میں تھی اس کے نقل میں خیانت کی بیونکہم کے بعد یہ جملہ

چھوڑ دیا فان افضل صلوۃ المرء فی بیتہ الا الصلوۃ المکتوبۃ (متفق علیہ) کیونکہ اس جملہ پر لامذہبوں کا عمل نہیں ہے وہ نبی علیہ السلام کے خلاف امتیوں کی دیکھا دیکھی تراویح باجماعت پڑھتے ہیں۔ نقل حدیث میں خیانت کے بغیر حکیم صاحب کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔

۱۰۔ ص ۳۸۰ پر حکیم صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے رمضان میں تہجد نہیں پڑھی لیکن اس پر وہ کوئی دلیل نہیں لاسکے یہ ایسا دعویٰ جیسے کوئی شخص یہ مانے کے آنحضرت علیہ السلام دن رات میں پانچ نمازیں پڑھا کرتے تھے پھر کہے مگر بدھ کے روز ظہر پڑھنا ثابت نہیں تو اس کی دلیل اس کے ذمہ ہوگی لیکن آج تک غیر مقلدین اپنے اس دعویٰ پر کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہیں لاسکتے۔

۱۱۔ رکعات تراویح کے بارہ میں حکیم صاحب لکھتے ہیں بیس رکعات میں سے آٹھ رکعت تراویح سنت ہیں اور باقی مستحب (نفل) ہیں (ص ۳۸۵) اس دعویٰ پر حکیم صاحب اور ان کی ساری جماعت عاجز ہے کہ وہ آٹھ رکعت کے ساتھ تراویح اور سنت کا لفظ اور بارہ رکعت کے ساتھ مستحب (نفل) کا لفظ دکھادیں۔ ایسی کوئی حدیث پورے ذخیرہ حدیث سے وہ نہیں دکھا سکتے۔

۱۲۔ حدیث عائشہؓ تو تہجد کے بارہ میں ہے اس کو تراویح سے کوئی تعلق ہی نہیں حکیم صاحب نے اس حدیث کا ترجمہ لکھا ہے "رسول خدا علیہ السلام رمضان میں کتنی نماز (تراویح) پڑھتے تھے" یہ کتنی اور تراویح حدیث کے کسی لفظ کا ترجمہ نہیں حکیم صاحب نے محض اردو دانوں کو دھوکا دیا ہے۔

۱۳۔ اس حدیث عائشہؓ کو پورا نقل نہیں کیا اور نقل میں زبردست خیانت کی ہے۔

(ا) اس میں اکیلے نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور بغیر جماعت نماز کو تراویح نہیں کہتے ہیں (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۴۳ ج ۶)

(ب)۔ اس میں اس نماز کا ذکر ہے جو رمضان۔ غیر رمضان سارا سال پڑھی جاتی ہے جب کہ سارا سال تراویح نہیں پڑھی جاتی۔

(ج) اس حدیث میں آخر رات نماز پڑھنے کا ذکر ہے جو تہجد ہے نہ کہ اول رات جو تراویح ہے

(د) اس میں گھر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے جبکہ تراویح مسجد میں پڑھی جاتی ہے۔

(ہ) اس میں وتر سے پہلے سونے کا ذکر ہے اور غیر مقلدین تراویح اور وتر کے درمیان مسجد میں کبھی نہیں سوتے۔

(و) اس حدیث میں سارا سال تین وتر پڑھنے کا ذکر ہے جب کہ غیر مقلدین ایک وتر پڑھ لیتے ہیں۔

(ز) حضرت عائشہؓ کی حیات میں عہد فاروق۔ عہد عثمانی۔ عہد علوی میں بیس رکعت تراویح باجماعت مسجد نبوی میں آپ کے سامنے پڑھی جاتی تھیں۔ لیکن حضرت امّ المومنینؓ نے کبھی اس حدیث کو بیس پڑھنے والوں کے خلاف پیش نہیں کیا تو اب لامذہبوں کو اس کے پیش کرنے کا کیا حق ہے۔

(ح) یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ اس نماز کا نام گیارہ ماہ تہجد اور بارہویں مہینے تراویح ہو تا تھا۔ چونکہ ان سب سوالوں کا جواب حکیم صاحب کو نہیں آتا تھا اس لئے حدیث کے نقل کرنے میں خیانت سے کام لیا۔

(ط) نیز اس حدیث میں چار چار رکعت پڑھنے کا ذکر ہے جب کہ تراویح میں دو، دو رکعت پڑھی جاتی ہے۔

(ی) اس میں قرآن پاک ختم کرنے کا کوئی ذکر نہیں جب کہ تراویح میں قرآن ختم کیا جاتا ہے۔

(ک) اس حدیث کے موافق آج تک کسی غیر مقلد مسجد میں ایک دن بھی تراویح پڑھی نہیں گئی حالانکہ بقول حکیم صاحب یہ آنحضرت ﷺ کا غالب معمول تھا کیونکہ اس میں سوال کیفیت نماز کا تھا اور جواب میں کیفیت میں طول نماز کا خصوصی ذکر ہے، اس طوالت کی تشریح خود حکیم صاحب نے ص ۲۷۳ پر کی ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ البقرہ پھر اتنا ہی لمبا رکوع اتنا ہی قومہ اتنا ہی سجدہ اتنا ہی جلسہ اتنا ہی سجدہ یعنی اگر سورۃ البقرہ ۱۵ منٹ میں پڑھی گئی تو قیام ۱۵ منٹ، رکوع ۱۵ منٹ قومہ ۱۵ منٹ سجدہ ۱۵ منٹ جلسہ ۱۵ منٹ دوسرا سجدہ

۱۵ منٹ یعنی ایک رکعت میں ڈیڑھ گھنٹہ لگا اور آٹھ رکعت میں ۱۲ گھنٹے تو کیا آج غیر مقلد آٹھ تراویح بارہ گھنٹے میں پڑھتے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ کا یہ غالب معمول تھا۔

۱۴۔ اس کے بعد حکیم صاحب نے حدیث جابرؓ پیش کی ہے جس میں نہ تراویح کا لفظ نہ آٹھ رکعت کے ساتھ سنت کا لفظ، نہ بارہ رکعت کے ساتھ مستحب کا لفظ۔

۱۵۔ اس کا حوالہ صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کا دیا ہے لیکن صحیح ابن خزیمہ میں ہمیں یہ نہیں مل سکی۔

۱۶۔ اس حدیث کو غیر مجروح لکھا ہے حالانکہ اس کا راوی عیسیٰ بن جاریہ مجروح ہے، امام یحییٰ بن معین اس کی روایات کو منکر و متروک فرماتے ہیں، امام نسائی اور ابو داؤد اس کو منکر الحدیث کہتے ہیں (میزان الاعتدال۔ خلاصہ)

۱۷۔ حکیم صاحب کی مستقل عادت ہے کہ وہ ہر حدیث کو نامکمل نقل کرتے ہیں یہ بھی نامکمل ہی نقل کی ہے۔

(ا) حکیم صاحب لکھتے ہیں اس غیر مجروح حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اقدس ﷺ نے جو تین رات نماز پڑھائی تھی وہ گیارہ رکعت تھی حالانکہ اس حدیث میں لیلۃ (صرف ایک رات کا لفظ تھا قیام اللیل ص ۱۵۷) اس کو حکیم صاحب نے نقل نہیں کیا، پتہ چلتا ہے کہ یہ تیسری رات کا ذکر ہے اور تیسری رات کے بارہ میں صراحت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ساری رات تراویح پڑھائی تھیں حکیم صاحب نے یہ آخری حصہ حدیث کا اسی لئے چھوڑ دیا کیونکہ اس پر ان کا عمل نہیں ہے کیونکہ وہ آٹھ رکعت میں ساری رات خرچ نہیں کرتے آٹھ کا لفظ لے لیا ساری رات کا ذکر چھوڑ دیا۔ افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض؟

(ج) اس حدیث کا آخری جملہ جو حکیم صاحب نے نقل کیا ہے وہ خشیت ان یکتب علیکم الوتر معلوم ہوا کہ یہ نماز وتر تھی احادیث میں تہجد اور وتر کے مجموعے پر تو وتر کا اطلاق آتا ہے مگر تراویح پر وتر کا اطلاق ہر گز نہیں آتا۔

(د) حضرت جابرؓ کے سامنے بیس رکعت تراویح عہد فاروقی۔ عہد عثمانی۔ عہد مرتضوی

اور بعد میں بھی پڑھی جاتی رہیں مگر انہوں نے کبھی اس حدیث کو بیس تراویح والوں کے خلاف پیش نہیں کیا پھر آپ کو کیا حق رہا۔

(۵) ایک دفعہ کا فعل سنت نہیں ہوتا، دیکھو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا، روزہ میں بیوی کا بوسہ لینا، نماز میں بچی کو اٹھانا، نماز پڑھتے ہوئے دروازہ کھول دینا سب افعال کا ثبوت صحیح احادیث سے ہے مگر سنت نہیں۔

۱۸۔ **حضرت عمر کا حکم :** اس میں نہ تراویح کا لفظ ہے نہ سنت کا بلکہ سرے سے موطا مالک میں رمضان کا لفظ ہی نہیں، حکیم صاحب لکھتے ہیں اس حدیث کی سند صحیح ہے، کسی نے اس پر جرح نہیں کی (ص ۳۸۳) یہ حکیم صاحب کی لاعلمی ہے ورنہ حافظ ابن عبدالبر نے اس روایت کو وہم قرار دیا ہے (زرقانی شرح موطا) اس کا راوی محمد بن یوسف ہے جو اس روایت کو مختلف الفاظ میں بیان کرتا ہے کبھی دورکعت (موطا) کبھی ۱۳ (قیام اللیل) کبھی ۲۱ رکعت (عبدالرزاق) پس یہ روایت مضطرب ہوئی جو ضعیف کی قسم ہے پس اس کو صحیح کہنا دھوکا ہے۔

۱۹۔ اس اثر پر حکیم صاحب لکھتے ہیں اس میں تین وتر ہیں، یہ تفصیل حکیم صاحب کی خانہ زاد ہے اس روایت میں ہرگز نہیں۔

۲۰۔ حکیم صاحب نے یہ بات بھی صاف نہیں کی کہ اگر دو امام گیارہ گیارہ رکعتیں پڑھائیں گے تو بائیس رکعتیں ہوں گی۔

۲۱۔ حکیم صاحب نے اس روایت کے نقل کرنے میں بھی خیانت کی ہے اس میں بھی سحری تک نماز پڑھنے کا ذکر ہے چونکہ لامذہبوں کا اس پر عمل نہیں اس لئے حدیث کے اس حصہ کو نقل ہی نہیں کیا۔

۲۲۔ حکیم صاحب نے یہ بھی لکھا ہے اور خود حضرت عمرؓ بھی گیارہ ہی پڑھتے تھے۔ (ص ۳۸۴) یہ بالکل بے ثبوت ہے۔

۲۳۔ اس کو تو نامکمل نقل کیا اور اس کے بعد اس سے متصل بیس رکعت والی روایت تھی

اس کو چھوڑ دیا نام تک نہیں لیا۔ ؎

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

۲۴۔ ص ۳۸۳ پر جو ابی بن کعبؓ والی روایت لکھی ہے حوالہ قیام اللیل تو قیام اللیل کے حاشیہ پر خود مولوی عبد التواب ملتانی غیر مقلد نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے چنانچہ اس کے پہلے راوی محمد بن حمید پر لکھا ہے۔ حافظ ضعیف وکان ابن معین حسن الرأی فیه اور دوسرے راوی عیسیٰ بن جاریہ پر لکھا فیه اختلاف پھر اس میں نہ تراویح کا لفظ ہے نہ سنت کا بلکہ اس کے ساتھ متصل روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن کعبؓ مردوں کو تراویح پڑھایا کرتے تھے تو عورتوں کو یقیناً تہجد پڑھائی ہوگی پھر حکیم صاحب اگر خدا کا خوف کرتے تو ص ۱۵۷ قیام اللیل سے بیس رکعت والی روایات بھی نقل کر دیتے۔ مگر کسی غیر مقلد سے خوف خدا اور انصاف کی امید۔

؎ ایں خیال ست و محال ست و جنون

۲۵۔ کتاب و سنت کے دلائل سے عاجز آکر جُہاں کو دھوکا دینے کے لئے شیخ ابن ہمامؒ کا قول نہایت نامکمل ص ۳۸۴ پر نقل کیا ہے، کاش مکمل عبارت نقل کرتا، اس قول کو اگر حکیم صاحب نے تحقیقی دلائل کے طور پر نقل کیا ہے تو وہ غیر مقلد نہ رہے ابن ہمام کے مقلد ہو گئے اور امتیوں کی تقلید میں پھنس گئے، اگر بطور الزامی دلیل نقل کیا ہے تو بھی وہ جہالت کے مریض ہیں کیونکہ یہ مفتی بہ قول نہیں بلکہ خلاف مذہب شاذ قول ہے، یہ بے بسی کی انتہا ہے جیسے عیسائی اور شیعہ متواتر قرآن کے خلاف شاذ قراءتوں کو پیش کر کے ذلیل ہوتے ہیں اور منکرین حدیث متواتر سنتوں کے مقابلہ میں شاذ احادیث سے استدلال کرتے ہیں یہی حال ان لامذہبوں کا ہے کہ وہ ایک مفتی بہ قول بیس تراویح کی تردید میں پیش نہیں کر سکتے۔

۲۶۔ عجب بات ہے کہ حکیم صاحب نے آنحضرت ﷺ سے بیس رکعت والی روایت کیوں نقل نہ کی۔

حدثنا یزید بن هارون اخبرنا ابراهیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم عن

ابن عباسؓ ان رسول اللّٰہ ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ و الوتر (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۴ ج ۲) اگر کہو کہ حکیم صاحب کے نزدیک اس کی سند ضعیف ہے تو غلط ہے کیونکہ انہوں نے اسی صلوٰۃ الرسول ص ۳۴۳ پر حضرت ابن عباسؓ کی فاتحہ والی حدیث جو بحوالہ ابن ماجہ درج کی ہے اس کی سند بھی یہی ہے جب وہاں اس سے استدلال کر لیا تو یہاں کیا مانع ہوا، صرف تعصب مذہبی اور کچھ بھی نہیں، کیا رسول اقدس ﷺ نے صادق صاحب کو یہ حکم دیا تھا کہ اسی سند سے جنازہ والی حدیث ضرور نقل کر لینا اگرچہ فاتحہ در جنازہ خلاف اجماع ہو اور اسی سند سے بیس رکعت تراویح والی حدیث نقل نہ کرنا اگرچہ امت کی تلقی بالقبول سے اس کا ضعف ختم ہو چکا ہو۔

مطالبہ ثبوت : (۱) صلوٰۃ الرسول ص ۴۵۰، ۴۵۱ پر جو تین طریقے آیت کریمہ پڑھنے کے درج کئے ہیں اس ہیئت اور تعداد کا ثبوت حدیث صحیح صریح غیر معارض سے پیش فرمائیں ورنہ بتائیں کہ ہیئت و تعداد ختم (بریلویاں) اور ان میں کیا فرق ہے۔

۲۔ صلوٰۃ الرسول ص ۴۵۲، ۴۵۳ پر حسبنا الله ونعم الوكيل پڑھنے کی جو ہیئت اور تعداد ذکر فرمائی ہے اس کا ثبوت کسی حدیث صحیح صریح غیر معارض سے پیش فرمائیں اور اس پر مداومت کا حکم بھی دکھائیں۔

۳۔ صلوٰۃ الرسول ص ۴۵۳، ۴۵۴ پر فراخی رزق کے جو اعمال درج فرمائے ہیں ان کی ہیئت اور تعداد کا ثبوت کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث سے پیش فرمائیں۔

۴۔ صلوٰۃ الرسول ص ۷۲ پر مذی۔ منی۔ ودی کا جو فرق آپ نے لکھا ہے اس فرق کی حدیث صحیح صریح پیش فرمائیں۔

۵۔ صلوٰۃ الرسول ص ۷۶ پر نفاس کا حکم جو بیان فرمایا ہے ان مسائل کا ثبوت حدیث صریح سے پیش فرمائیں، یاد رہے حیض پر قیاس نہ ہو۔

۶۔ صلوٰۃ الرسول ص ۱۰۲ پر مسح کی مدت کی ابتداء و انتہا کا جو مسئلہ لکھا ہے اس کا ثبوت حدیث صحیح صریح سے لائیں۔

۷۔ صلوٰۃالرسول ص ۳۵۳ پر فجر کی فرض نماز سے پہلے دو سنتیں۔ یہ سنت کا لفظ کسی حدیث میں دکھائیں۔

۸۔ نماز ظہر سے پہلے چار سنت اور بعد میں دو سنت' ان کے ساتھ سنت کا لفظ کسی صریح حدیث سے دکھاؤ۔

۹۔ نماز مغرب کے بعد دو سنتیں، ان دو رکعتوں کے ساتھ سنت کا لفظ کس حدیث میں ہے۔

۱۰۔ نماز عشاء کے بعد دو سنتیں ان کے ساتھ سنت کا لفظ حدیث میں دکھائیں۔

نماز عیدین

عیدین کی نماز شعائر اسلام میں سے ہے جو آپ ﷺ نے سینکڑوں کے مجمع میں ادا فرمائی۔

۱۔ کیا وجہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ تو ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عید کے دن حبشیوں سے گانا سنا۔ آنحضرت ﷺ اور حضرت عائشہؓ نے فوجی کرتبوں کا مشاہدہ فرمایا مگر نہ نماز عیدین کا حکم موجود ہے کہ یہ واجب ہے یا سنت اور نہ ہی نماز عید پڑھنے کا طریقہ درج ہے نہ ہی خطبہ مذکور ہے۔

۲۔ ترمذی اور ابوداؤد میں نماز عید کے دو طریقے درج ہیں کیا آپ کے نزدیک دونوں حق ہیں اور دونوں کے حق ہونے کا وہی معنی ہے جو مذاہب اربعہ کے حق ہونے کا آپ لیا کرتے ہیں کہ ہر مذہب میں ایک چوتھائی حق اور تین چوتھائی باطل ہے تو کیا بارہ تکبیروں کے ساتھ نماز عید پڑھنے والے کے پاس بھی آدھا حق اور آدھا باطل ہے، کیا کسی صحیح صریح حدیث میں ہے کہ دونوں طریقے حق ہیں؟

۳۔ کیا کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث میں ہے کہ ان دونوں طریقوں میں سے فلاں طریق صحیح اور فلاں غلط ہے یا فلاں راجح ہے اور فلاں مرجوح ہے یا یہ فیصلہ اب امتی مجتہدین پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

۴۔ جو فیصلہ صراحۃً کتاب وسنت میں موجود نہ ہو اس میں اجماع اور قیاس شرعی کی طرف رجوع کا حکم ہے تو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں سب صحابہ کا اجماع اس پر ہوا کہ نماز جنازہ بھی چار تکبیروں سے ہوا کرے گا اور نماز عیدین (عیدالفطر، عیدالاضحیٰ) دونوں کی ہر رکعت میں بھی چار چار تکبیریں ہوں گی (طحاوی شرح معانی الآثار ج۱ ص ۳۳۳) یہ بالکل ایسا ہی ہے جس طرح عہد فاروقی میں شراب کی حد کے بارہ میں ۸۰ کوڑوں پر اجماع ہو گیا، ام الولد کی بیع کے ترک پر اجماع ہو گیا، اگر کوئی شخص صحبت کرے تو محض دخول سے غسل فرض ہو جاتا ہے انزال ہو یا نہ ہو اس پر اجماع ہو گیا اور یہ اجماع اس کے مخالف احادیث کے نسخ کی دلیل ہے تو بارہ تکبیروں والی روایات جن میں سے ایک بھی صحیح نہیں اگر کوئی صحیح بھی ہوتی تو یہ اجماع اس کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔

۵۔ جب ان دونوں طریقوں میں ترجیح امتیوں نے دینی ہے تو صحابہ اور خیر القرون کے تابعی مجتہد امام اعظمؒ نے چھ زائد تکبیروں سے عیدین کی نماز کو راجح قرار دیا ہے ان کے مقابلہ میں بعد والے امتیوں کی ترجیح کا کیا اعتبار۔

۶۔ عیدین کی نماز میں ثناء سبحانك اللهم یا اللهم باعد بینی پڑھنے کے لئے صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۰ پر ابن خزیمہ کا حوالہ دیا ہے حالانکہ ابن خزیمہ میں کوئی ایسی حدیث موجود نہیں ہے۔

۷۔ ہر ہر تکبیر پر رفع الیدین کریں اور ہر تکبیر پر ہاتھ باندھ لیا کریں (بیہقی) صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۰ حالانکہ اس بارہ میں کوئی صحیح صریح حدیث موجود نہیں ہے (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۷۹ اشاعیہ ج۱ ص ۵۲۵)

۸۔ حکیم صادق صاحب لکھتے ہیں "پھر امام اونچی آواز سے اور مقتدی آہستہ الحمد شریف پڑھے پھر امام اونچی آواز سے قرأت پڑھے اور مقتدی چپ چاپ سنیں (صحیح مسلم، صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۰)۔ یہ تفصیل خاص نماز عیدین کے بارہ میں صحیح مسلم میں ہرگز نہیں ہے۔

۹۔ صادق نے لکھا ہے عیدین میں ق و القرآن المجید اور اقتربت الساعة وانشق

القمر اور سبح اسم اور ھل اتاك کا پڑھنا آیا ہے (صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۰) کیا دونوں طرح پڑھنا حق ہے اور حق کا وہی معنی ہے جو محمد جوناگڑھی نے سراج محمدی اور طریق محمدی میں اور حکیم صادق نے سبیل الرسول میں لیا ہے۔

۱۰۔ ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت کریں کہ اگر عیدین میں مندرجہ بالا چاروں سورتوں کے علاوہ کوئی اور سورتیں پڑھ لے تو اس کی نماز عید باطل ہو گی یا مکروہ۔

۱۱۔ نماز کے لئے عورتیں دور نبوت میں باہر میدان میں جاتی تھیں مگر ان کے لئے علیحدہ قناتیں لگا کر پردہ کرنے کا کوئی ثبوت حدیث میں نہیں۔ آج کل جو لوگ پردہ کے لئے قناتیں لگاتے ہیں کیا وہ صحابیات اور امہات المومنین سے اپنی عورتوں کے پردہ کی زیادہ اہمیت سمجھتے ہیں۔

۱۲۔ کیا بعض صحابہ نے عورتوں کو نماز کے لئے مساجد میں جانے سے روکا؟ وہ کون کون تھے؟ اہل قرآن کہتے ہیں کہ وہ ہماری جماعت کے تھے یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

۱۳۔ ان روکنے والوں کے پاس کوئی آیت قرآنی تھی یا حدیث نبوی ﷺ یا قیاس، تو حدیث کے خلاف قیاس کرنے والا کون ہوتا ہے؟ ان کا شرعی حکم کیا ہے؟

۱۴۔ حکیم صادق صاحب نے لکھا ہے "عید گاہ کو جاتے اور واپس آتے ہوئے اونچی آواز سے یہ تکبیر پڑھتے رہیں۔ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر و للّٰہ الحمد (دارقطنی) صلوٰۃ الرسول ص ۴۰۹) حالانکہ کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث میں خاص اس تکبیر کا بلند آواز سے عید گاہ کو جاتے اور واپس آتے پڑھنا آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں۔

۱۵۔ ایام تشریق میں نمازوں کے بعد مندرجہ بالا تکبیر کہنے کے بارہ میں حکیم صاحب نے لکھا ہے کہ تکبیریں بلند آواز سے بکثرت پڑھتے رہیں (نمازوں کے بعد) (دارقطنی) دارقطنی کی حدیث جس کی طرف اشارہ کیا ہے وہ پرلے درجے کی ضعیف اور جھوٹی ہے کیونکہ سند کے راوی عمرو بن شمر اور جابر جعفی دونوں کذاب ہیں، افسوس ہے کہ یہ مذہب بھی کتنا یتیم ہے جس کا مدار ایسی جھوٹی روایات پر ہے۔

۱۶۔ اس جھوٹی روایت میں بھی نہ بلند آواز کا لفظ نہ بکثرت کا لفظ ہے یہ صرف حکیم صاحب کے ہاتھ کی صفائی ہے۔

۱۷۔ حکیم صاحب نے صلوٰۃالرسول کے حاشیہ ص ۴۱۰ پر اکیلے اکیلے نماز عید کو بھی جائز قرار دیا ہے، کیا کسی ایک ہی حدیث صحیح صریح غیر معارض میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خود اکیلے نماز عید پڑھی ہو یا دوسروں کو اکیلے نماز عید پڑھنے کا حکم دیا ہو۔

۱۸۔ حکیم صاحب نے صلوٰۃالرسول ص ۴۱۱ پر بارہ تکبیروں کی حدیث نقل کی ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ اس کے راوی کثیر بن عبداللہ کو امام شافعیؒ نے رکن من ارکان الکذب فرمایا ہے۔ امام احمد۔ ابن معین۔ نسائی۔ دارقطنی۔ ابوزرعہ اور ابن حبان نے اس کو ضعیف کہا ہے (نصب الرایہ ج ۱ ص ۲۱۷) کیا یہ کتمان حق نہیں۔

۱۹۔ حکیم صادق صاحب نے مشکوٰۃ کے حوالے سے آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا بھی بارہ تکبیروں سے عید پڑھنا لکھا ہے مگر سند کا راوی ابراہیم بن ابی یحییٰ ہے، امام مالکؒ فرماتے ہیں وہ نہ حدیث میں ثقہ ہے نہ دین میں۔ امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطان اسے کذاب کہتے ہیں، امام احمد فرماتے ہیں ترکوا حدیثہ ' ابن معین اسے کذاب رافضی کہتے ہیں وہ تقدیر کا منکر بھی تھا اور معتزلی بھی، امام علی بن المدینی اسے کذاب کہتے ہیں، امام نسائی اور دارقطنی اسے متروک کہتے ہیں (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۸ ' ۵۷) دیکھئے حکیم صادق کس طرح کذابوں پر ایمان لے آیا ہے، اپنے نام کی لاج بھی نہیں رکھی۔

۲۰۔ پھر سند بھی متصل نہیں امام جعفرؒ نے آنحضرت ﷺ کو عید پڑھتے دیکھا نہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا زمانہ پایا نہ حضرت علیؓ کا نہ حضرت حسنینؓ کا۔

۲۱۔ عیدین کی زائد تکبیروں میں رفع یدین کرنا کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث سے ثابت نہیں۔

۲۲۔ عیدین میں دو خطبوں کا پڑھنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں چنانچہ لکھا ہے "دو خطبہ کی روایتیں اگرچہ ضعیف ہیں مگر جمعہ پر قیاس سے اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے کہ

عیدین کے جمعہ کی طرح دو خطبے پڑھے جائیں" (فتاویٰ علماء حدیث ج ۴ ص ۱۹۷) قیاس کو کار ابلیس بھی کہا جاتا ہے اور اس پر ایمان بھی رکھا جاتا ہے۔

۲۳۔ نماز عید سے پہلے "نعت یا تلاوت قرآن مجید یا پھر وعظ یہ سب خطبہ میں شامل ہیں (فتاویٰ اہلحدیث ج ۲ ص ۳۹۵ فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۱۹۸) اس کی دلیل میں حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش فرمائیں۔

۲۴۔ حکیم صادق صاحب لکھتے ہیں '' عیدین کا خطبہ منبر پر نہ پڑھیں (صحیح مسلم، صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۱) مگر عون المعبود ج ۳ ص ۵۶ اور فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۱۹۹ پر حضرت جابرؓ سے حدیث مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عید الاضحیٰ کا خطبہ منبر پر پڑھا، صادق صاحب امتی کے قول کی آڑ لے کر نبی پاک ﷺ کے فعل سے کیوں منکر ہو رہے ہیں۔

۲۵۔ فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۲۰۰ پر لکھا ہے کہ مرد یا عورت کو عیدگاہ یا جامع مسجد سے روکنے والا '' بہت بڑا کافر اور بڑا سرکش ہے'' کیا واقعی آپ حضرت عائشہؓ' حضرت عمرؓ حضرت ابن مسعودؓ اور تمام مہاجرین انصار جنہوں نے ان کے کہنے سے اپنی عورتوں کو مسجد اور عیدگاہ میں جانے سے روک لیا سب کو بڑے کافر اور بڑے سرکش سمجھتے ہیں۔

۲۶۔ مولوی عبداللہ روپڑی فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۴۰۲ اور مولوی علی محمد سعیدی فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۱۹۶ پر لکھتے ہیں کہ زائد تکبیروں کے درمیان اللہ کا ذکر کرنا چاہیے مگر جو حدیث پیش کی ہے عن جابر قال مضت السنة ان يكبروا الصلوٰة فی العيدين سبعاً و خمساً بذكر الله ما بين كل تكبيرتين (بیہقی ج ۳ ص ۲۹۲) لیکن اس کی سند میں بعض راویوں کے حالات معلوم نہیں ایک راوی علی بن عاصم ہے اس کے بارہ میں امام یزید بن ہارون کہتے ہیں ہم ہمیشہ سے اسے جھوٹا جانتے ہیں، امام احمد، ابن معین اور امام نسائی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں (حاشیہ نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۱۹)

۲۷۔ پاک و ہند میں شروع سے سب مسلمان اہل سنت والجماعت حنفی تھے، انگریز کے

منحوس قدم اس ملک میں آنے سے پہلے سب مسلمان عیدین چھ زائد تکبیروں کے ساتھ پڑھتے تھے کسی نے اس نماز کو فاسد نہ کہا تھا انگریز کے دور میں مولوی عبدالوہاب غیر مقلد نے جماعت غرباء اہلحدیث کی بنیاد رکھی جس کا مقصد تحریک جہاد کو فیل کر کے انگریز کو خوش کرنا تھا۔ اس کو مسلمانوں کا اتفاق ہرگز پسند نہ تھا چنانچہ اس نے دہلی میں بارہ تکبیروں والی نماز عید شروع کر کے مسلمانوں میں نئے افتراق کا اضافہ کیا۔ اس کا یہ حربہ انگریز کو خوش کرنے کے لئے تھا۔

۲۸۔ اس دن سے عید جو مسلمانوں کے اجتماع اور خوشی کا دن تھا لڑائی فساد اور بغض و عناد کا دن بن گیا۔

۲۹۔ عوام جہال کو براہ راست احادیث کی کتابیں دیکھنے کی دعوت دی انہوں نے جب ہر باب میں مختلف احادیث دیکھیں ان میں تطبیق یا ترجیح کی اہلیت نہ تھی اس لئے وہ منکر حدیث بن گئے۔

۳۰۔ پھر اس فرقہ کے نزدیک جھوٹ بھی کوئی عیب نہیں بلکہ کمال ہے صرف عیدین کے بارہ میں جھوٹ ملاحظہ ہوں۔ ان کی مشہور کتاب حقیقۃ الفقہ میں لکھا ہے "نماز عید میں بارہ تکبیروں کی حدیث صحیح ہے ہدایہ ج ۱ ص ۱۶۶ شرح وقایہ ص ۱۵۱ (حقیقۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۰۲ نمبر ۴۰۵) حالانکہ یہ ہدایہ اور شرح وقایہ دونوں پر سفید نہیں سیاہ جھوٹ ہے۔

۳۱۔ عیدین میں تکبیر جہر سے کہے یہی سنت ہے در مختار ج ۱ ص ۳۸۵، ہدایہ ج ۱ ص ۱۶۲ شرح وقایہ ص ۱۵۰ (حقیقۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۰۲) یہ فقہ کی ان تینوں مشہور کتابوں پر بالکل جھوٹ ہے لعنة الله علی الکاذبین۔ آمین ثم آمین

۳۲۔ عیدین میں چھ تکبیروں کی بابت ابن مسعود کا قول ہے ہدایہ ج ۱ ص ۱۶۵ شرح وقایہ ص ۱۵۲ (حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲) یہ بھی جھوٹ ہے۔ ہدایہ اور شرح وقایہ میں چھ تکبیروں کے ساتھ نماز پڑھنے کو ہی مذہب قرار دیا ہے۔

۳۳۔ دونوں رکعتوں میں قبل قرأت تکبیرات کہے قدوری ص ۴۰ (حقیقۃ الفقہ ج ۲

ص ۲۰۳ نمبر ۴۰۷) یہ بھی بالکل جھوٹ ہے قدوری میں نماز پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جس طرح احناف کا عمل ہے۔

۳۴۔ تکبیر بلند آواز سے کہے راستہ میں اور عید گاہ میں در مختار ج ۱ ص ۳۸۹ (حقیقۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۰۲ نمبر ۴۰۴) اس حوالے میں بھی فریب کیا یہ صرف عید الاضحیٰ کے بارہ میں تھا مگر ناقل نے عید الاضحیٰ کا ذکر حذف کر دیا۔

۳۵۔ عیدین میں سورت اعلیٰ اور غاشیہ پڑھنا مسنون ہے در مختار ج ۱ ص ۳۸۷ (حقیقۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۰۳ نمبر ۴۰۸)

۳۶۔ عید الفطر کے دن خطیب صدقۃ الفطر کے مسائل بیان کرے در مختار ج ۱ ص ۳۸۵ (حقیقۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۰۳ نمبر ۴۰۹)

۳۷۔ مصافحہ بعد عید کے مکروہ ہے یہ طریقہ رافضیوں کا ہے۔ در مختار ج ۱ ص ۳۸۵ (حقیقۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۰۳ نمبر ۴۰۹)

۳۸۔ معانقہ بھی بعد عید کے بے اصل اور مکروہ ہے در مختار ج ۱ ص ۳۸۵ حقیقۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۰۳ نمبر ۴۱۱۔ ان نمبر ۳۵ تا نمبر ۳۸ چاروں مسائل کی نسبت در مختار کی طرف محض جھوٹ ہے اگر کوئی لامذہب محمد یوسف جے پوری اور داؤد راز سے جھوٹ کی یہ سیاہی اتارنا چاہے تو ہدایہ۔ شرح وقایہ۔ قدوری در مختار کی اصل عربی عبارات پیش کرے جن کا یہ ترجمہ ہے۔

۳۹۔ ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش کریں کہ تکبیرات زائد امام جہراً کہے اور مقتدی آہستہ۔

۴۰۔ نماز عید میں زائد تکبیرات فرض ہیں یا واجب یا سنت وغیرہ حکم صریح حدیث سے دکھائیں۔

غیرمقلدین کی مشہور کتاب
"صلوۃ الرسول"
پر ایک تحقیقی نظر(۲)

اس میں شک نہیں کہ ایمان کے بعد نماز' روزہ' زکوۃ' حج اور جہاد اہم عبادات ہیں۔ اور اس پر بھی تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ ان سب میں اہم ترین عبادت نماز ہے' جو ایمان کے بعد تمام فرائض پر مقدم ہے۔ اور قیامت میں سب سے اول اسی کا مطالبہ ہو گا۔ حضرت امام الانبیاء' خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو فرمایا: "صلوا کما رایتمونی اصلی" نماز اسی طرح پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو اور اس بارہ میں جناب رسول اقدس ﷺ یہ بھی تاکید فرماتے کہ جماعت کی پہلی صف میں وہ لوگ کھڑے ہوں جو بالغ ہوں اور عقل مند بھی۔ پھر جو ان کے بعد ہوں' پھر ان کے بعد ہوں (مسلم' ابوداؤد) اور اس کی وضاحت خود یوں فرماتے کہ میرے قریب صف میں مہاجرین اور انصار کھڑے ہوں تاکہ وہ مجھ سے نماز سیکھیں اور محفوظ کریں (طحاوی) چنانچہ یہ بات بھی شک و شبہ سے بالا ہے کہ مہاجرین اور انصار نے آپ ﷺ کی نماز کو خوب سیکھا۔ اور وہ نماز روزانہ کم از کم پانچ مرتبہ حضرات صحابہ کے عمل میں رہی۔ پھر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (جو سابقین اولین میں سے ہیں اور آنحضرت ﷺ کی مسواک اور لوٹا اور نعلین مبارکہ اور وسادہ مبارکہ کے دن رات کے خادم تھے) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ (جو آپ ﷺ کے داماد اور چوتھے خلیفہ راشد تھے) کی معیت میں ہزار سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوفہ میں تشریف فرما ہوئے۔ اس طرح جناب رسول اقدس ﷺ کی نماز پورے یقینی عملی تواتر کے ساتھ کوفہ پہنچی۔ اور پھر ہزارہا تابعین کرام نے ان صحابہ کرام کو نماز پڑھتے دیکھا۔ اور یہ نماز ان میں بھی پورے عملی تواتر سے محفوظ ہو گئی۔ جس طرح کتاب اللہ شریف متواتر تلاوت کے ساتھ ان میں محفوظ ہو گئی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن پاک کی طرح یہ متواتر نماز بھی امت کو دی۔ لیکن جہاد اور دیگر مصروفیات کی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس متواتر نماز کو مدون نہ کر سکے۔

تدوین :

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ جو تابعین میں سے ہیں جنہوں نے علیٰ اختلاف الاقوال ۵۹ سال یا ۵۰ سال یا کم از کم چالیس سال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا۔ آپ نے سب سے پہلے نبی اقدس ﷺ کی متواتر نماز کو مکمل شکل میں اس طرح مرتب کروایا جس طرح سات قاریوں نے خدا تعالیٰ کی متواتر کتاب کو مرتب کیا۔ چنانچہ امام صاحب کی کتابوں کو ان کے شاگرد رشید امام محمد نے عام فہم ترتیب سے اپنی چھ کتابوں میں جمع کر دیا جن کو تواتر کی وجہ سے ظاہر الروایت کہتے ہیں۔ اور اسی لئے امام محمد کو "محرر مذہب نعمانی" کہا جاتا ہے۔ ان کے نام جامع صغیر، جامع کبیر، مبسوط، زیادات، سیر صغیر اور سیر کبیر ہیں۔ فقہ حنفی کے متون متواترہ قدوری، کنز، نقایہ، وقایہ وغیرہ ان ہی کتابوں کو سامنے رکھ کر مرتب کئے گئے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پہلے اسلام میں کوئی کتاب نہیں لکھی گئی جس میں نبی اقدس ﷺ کی متواتر نماز کی مکمل تدوین ہو۔ بلکہ مکمل دین کی پہلی

تدوین کا سہرا آپ ہی کے سر ہے اور اس حقیقت کا اعتراف اپنوں بیگانوں سب کو ہے- چنانچہ امام سیوطی شافعی تحریر فرماتے ہیں : من مناقب ابی حنیفة التی انفرد بھا انه اول من دوّن علم الشریعة ورتبه ابوابا ثم تبعه مالك بن انس فی ترتیب الموطا ولم یسبق ابا حنیفه احد (مقدمہ تنویر الحوالک از سیوطی) "امام ابو حنیفہ کے خصوصی مناقب میں سے جن میں وہ منفرد ہیں ایک یہ بھی ہے کہ وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا- اور اس کو ابواب پر ترتیب دیا- پھر امام مالک نے موطا کی ترتیب میں ان ہی کی پیروی کی اور اس امر میں امام ابو حنیفہ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں ہے-"

اس طرح قاضی ابو العباس محمد بن عبداللہ بن ابی العوام اپنی کتاب "اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ" میں بسند متصل امام شافعیؒ کی زبانی حافظ عبدالعزیز دراوردی سے نقل کرتے ہیں: کان مالك بن انس ینظر فی کتب ابی حنیفة وینتفع بھا- امام مالک بن انسؒ امام ابو حنیفہؒ کی تصانیف کا مطالعہ کرتے اور ان سے فائدہ اٹھاتے تھے- اور امام شافعی کا یہ مقولہ تو مشہور ہے:الناس عیال علی ابی حنیفة فی الفقه "لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے بال بچے ہیں"- یہ مانی ہوئی حقیقت ہے کہ "ولی را ولی ے شناسد" کہ ولی کی پہچان ولی ہی کر سکتا ہے- اسی طرح مجتہد کے بارہ میں مجتہد ہی کی رائے قابل اعتماد ہوتی ہے- بہرحال یہ قطعی حقیقت ہے کہ امام اعظم سے پہلے کی مکمل نماز یا مکمل دین کی تدوین پیش نہیں کی جا سکتی- یہی نماز کی پہلی جامع تدوین ہے جو خیرالقرون میں ہوئی اور خیرالقرون میں ہی اس کو تلقی بالقبول کا شرف نصیب ہوا، جو آج تک باقی ہے اور ان شاء اللہ العزیز قیامت تک باقی رہے گا-

چار مذاہب :

جس طرح کتاب اللہ شریف کو سات قاریوں نے مکمل طور پر مرتب کیا

اور یہ ساتوں قراء تیں متواتر ہیں اور ان میں مختلف قراء توں کو محفوظ کرلیا گیا ہے۔ اور مختلف علاقوں میں ایک ایک قراءت ہی تلاوتاً متواتر ہے' اسی طرح سنت محمدیہ ﷺ کے مکمل متفق علیہ اور مختلف فیہ پہلوؤں کو چار مذاہب کی شکل میں محفوظ کرلیا گیا ہے۔ یہ چاروں مذاہب مکمل بھی ہیں اور متواتر بھی۔ اور یہ چاروں راستے منزل محمدی تک پہنچاتے ہیں۔ یہ مختلف علاقوں میں ایک ایک مذہب ہی عملاً متواتر ہیں۔ جس طرح سات قراء توں کا کبھی یہ مطلب نہیں لیا جاتا کہ پہلے قاری نے جو قرآن مرتب کیا اس میں کچھ غلطیاں تھیں' اس لئے دوسرے قاری نے دوسری قراءت مرتب کی۔ پھر تیسرے قاری کو پہلی دونوں قراء توں میں غلطیاں ملیں تو اس نے تیسری قراءت مرتب کی۔ اسی طرح ساتویں قاری نے پہلی چھ کی چھ قراء توں کو غلط قرار دیا اور ساتویں قراءت مرتب کی۔ بلکہ ساتوں قاری سب قراء توں کو درست کہتے ہیں۔ البتہ بعض مختلف قراء توں کو محفوظ کرنے کے لئے ہر قاری صاحب نے ایک ایک پہلو کو محفوظ کرلیا۔ اسی طرح امام اعظمؒ نے اپنے مذہب میں اختلافی پہلوؤں کو لے لیا جو ان کے ہاں عملاً متواتر تھے۔ اس کے بعد امام مالکؒ نے اپنے مذہب کے بعض ان پہلوؤں کو لے لیا جو ان کے ہاں عملاً متواتر تھے۔ پھر امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے بعض دوسرے مختلف پہلوؤں کو محفوظ فرمالیا۔ کسی ایک نے بھی دوسرے کے مذہب کو باطل قرار نہیں دیا۔ اس لئے اہل سنت والجماعت میں ہمیشہ سے قرآن پاک کی مختلف قراء توں کے بارہ میں بھی یہی طریق رہا ہے کہ جس ملک میں جو قراءت تلاوتاً معروف اور متواتر ہے' اسی پر وہاں تلاوت کی جائے گی' نہ ہی دوسری قراء توں کی تردید کی جائے گی اور نہ ہی علاقہ کے عملی تواتر سے ٹکراؤ پیدا کرکے امت میں کوئی فتنہ کھڑا کیا جائے گا' کیونکہ الفتنة اشد من القتل۔ فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے اور الفتنة اکبر من القتل۔ اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ بڑا ہے۔ اس لئے امت میں فتنہ

کھڑا کرنا سخت حرام ہے۔ یہی طریقہ شروع سے سنت کے چار مذاہب کے بارہ میں رہا کہ جس ملک میں حنفی مذہب عملاً متواتر ہے، وہاں سب مسلمان اسی مذہب کے مطابق سنت نبوی ﷺ پر عمل کریں گے۔ اور جتنے بھی کافر، مسلمان ہوں گے وہ سب حنفی مذہب کو ہی قبول کریں گے۔ چنانچہ پاک و ہند میں صرف حنفی مذہب ہی عملاً متواتر رہا۔ اس لئے سب اہل سنت صرف حنفی ہی رہے۔ اور لاکھوں کافر جو اسلام میں داخل ہوئے وہ حنفی ہی بنے۔ اسی طرح ہمارے قریب سری لنکا میں سنت نبوی شافعی مذہب کے مطابق متواتر ہے تو وہاں کے سب اہل سنت شافعی المذہب ہی ہیں اور جتنے کافر مسلمان بنے وہ شافعی ہی بنے۔ اسی طرح نجد میں حنبلی اور حبشہ میں مالکی ہیں۔ اس لئے اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ اپنے اپنے علاقے میں ہر مذہب والے کی نماز یقیناً قبول ہے اور اجتہادی اختلافی مسائل میں ہر ہر مذہب والے کو ایک اجر ملنے کا پختہ یقین ہے۔ اور دوسرے اجر کی ہر ایک کو خدا تعالیٰ کی رحمت واسعہ سے امید ہے۔

خیرالقرون :

آنحضرت ﷺ نے تین زمانوں کو بہترین زمانے فرمایا۔ حکیم صادق سیالکوٹی غیر مقلد نے اپنی نام نہاد کتاب "سبیل الرسول" میں امام شافعیؒ کے مقلد حافظ ابن حجرؒ عسقلانی کی کتاب فتح الباری کے حوالہ سے خیرالقرون کا زمانہ ۲۲۰ھ تک قرار دیا ہے (ص۱۳۹) اس سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک کی ساتوں قراء تیں بھی خیرالقرون میں ہی مرتب اور متواتر ہوئیں۔ اور سنت کے چاروں مذاہب بھی خیرالقرون میں ہی مرتب اور متواتر ہوئے۔ چنانچہ حکیم صادق صاحب نے ہی لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ ۱۵۰ھ میں امام مالک ۱۷۹ھ میں، امام شافعی ۲۰۴ھ میں اور امام احمد بن حنبل ۲۴۱ھ میں واصل بحق ہوئے۔ جب کہ صحاح ستہ میں سے ایک کتاب بھی خیرالقرون میں موجود نہ تھی۔ کیونکہ امام بخاری ۲۵۶ھ، امام مسلم

۲۶۱ھ ' امام ترمذی ۲۷۹ھ میں ' امام ابوداؤد ۲۷۵ھ ' امام نسائی ۳۰۳ھ اور امام ابن ماجہ ۲۷۲ھ میں فوت ہوئے۔ یہ محدثین کرام رحمہم اللہ خیرالقرون کے بعد ہوئے۔ ان سے قبل جس طرح قرآن کی سات قراء تیں متواتر تھیں ' اسی طرح سنت کے چار مذاہب اپنے اپنے علاقہ میں عملاً متواتر تھے۔ اس لئے یہ حضرات جس طرح اسی قراءت کے پابند تھے جو ان کے علاقہ میں تلاوتاً متواتر تھی ' اسی طرح یہ حضرات سنت پر عمل کرنے کے لئے اسی مذہب کے پابند تھے جو ان کے علاقہ میں عملاً متواتر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک نے بھی مکمل دین تو کیا نماز کے مکمل احکام پر بھی کوئی کتاب نہ لکھی۔ کیونکہ اب اس کی ضرورت باقی نہ تھی۔ چنانچہ طبقات کی کتابوں میں امام بخاری ' امام مسلم ' امام نسائی ' امام ترمذی ' امام ابن ماجہ کا ذکر طبقات شافعیہ میں ہے اور امام ابوداؤد کا ذکر طبقات حنابلہ میں ہے۔ اس لئے ان حضرات نے اختلافی مسائل میں اپنے اپنے مذہب کے دلائل کا انتخاب فرمایا۔ اور دوسرے مذاہب کی تردید کے لئے کوئی ابواب اپنی کتابوں میں نہیں باندھے۔

نئی "صلوۃ الرسول" :

خیرالقرون سے لے کر تقریباً ساڑھے تیرہ صدیاں گزر گئیں۔ قرآن پاک کی تلاوت سات ہی قراء توں میں کسی ایک متواتر قراءت پر جاری رہی اور نماز بھی ان ہی چار مذاہب کے مطابق اپنے اپنے علاقہ میں پڑھی جاتی رہی۔ ان تیرہ صدیوں میں دنیا کے کونے کونے سے لوگ حج بیت اللہ کے لئے جاتے رہے۔ حرمین شریفین سب کا مرکز ہے۔ وہاں حنفی بھی آتے ' مالکی بھی ' شافعی بھی ' حنبلی بھی ' لیکن جس مذہب پر جاتے اسی پر واپس آتے۔ پاک و ہند سے تیرہ صدیوں میں جتنے لوگ حج کے لئے گئے وہ حنفی ہی گئے حنفی ہی واپس آئے۔ سری لنکا سے تیرہ صدیوں میں جتنے حاجی حج کرکے آئے وہ شافعی ہی گئے اور شافعی ہی واپس آئے۔

حرمین شریفین والوں نے کبھی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی نماز کو غلط نہ کہا۔ بلکہ الملک الظاہر نے ۶۶۵ھ میں چار قاضی مقرر فرمائے، کیونکہ لم یبق فی مجموع امصار الاسلام مذھب یعرف من مذاھب اہل الاسلام سوی ھذہ المذاھب الاربعۃ۔ کیونکہ اسلامی دنیا میں ان چار مذاہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کے سوا کسی مذہب کا نشان تک باقی نہ رہا (خبیبہ الاکوان فی افتراق الامم علی المذاھب والادیان ص ۲۳۴) اور ۸۰۱ھ سے مکہ مکرمہ میں چار مصلے بچھائے گئے۔ مصلی حنفی، مصلی مالکی، مصلی شافعی، مصلی حنبلی اور تقریباً ۱۳۶۲ھ تک یہ چار مصلے رہے۔ ان چار کے علاوہ نہ نماز کا کوئی پانچواں طریقہ اہل سنت میں رائج تھا، نہ ان چار کے علاوہ کسی مذہب کا نام ونشان تک تھا۔

جب نجدی حنبلی یہاں برسراقتدار آئے تو انہوں نے ایک حنبلی مصلی باقی رکھا اور باقی تین مصلے اٹھا دیئے۔ جب وہاں چار مصلے تھے غیر مقلدین کا مصلی اس وقت بھی وہاں نہ تھا۔ اور آج ایک مصلی ہے تو آج بھی غیر مقلدین کا مصلی حرم پاک میں نہیں ہے۔ ملک ظاہر نے جب چار مصلے بچھائے تھے تو اس کا مطلب یہی تھا کہ اہل سنت کے چار ہی مذہب ہیں پانچواں کوئی مذہب نہیں اور یہ بھی مقصد تھا تاکہ لوگوں کو پتہ رہے کہ جس طرح یہ مصلے گنتی میں چار ہیں مگر قبلہ سب کا ایک ہی ہے، اسی طرح اگرچہ یہ مذاہب گنتی میں چار ہیں مگر مقصد سب کا ایک ہی ہے، یعنی اتباع سنت۔ جس طرح قراء تیں اگرچہ گنتی میں سات ہیں مگر مقصد سب کا ایک ہی ہے، تلاوت قرآن پاک۔ چونکہ ۱۷۰ھ سے لے کر ۱۳۶۰ھ تک حرمین شریفین کی حکومت حنفیوں کے پاس رہی اور حنفی ان چاروں مذاہب میں بڑے بھائی ہیں اور بڑوں کا حوصلہ بھی بڑا ہوتا ہے، اس لئے انہوں نے تینوں چھوٹے بھائیوں کو بھی ساتھ رکھا۔ اور جب حنابلہ یہاں برسراقتدار

آئے' یہ ان چاروں میں سب سے چھوٹے بھائی تھے اور چھوٹوں کا حوصلہ بھی چھوٹا ہوتا ہے' اس لئے ان حضرات کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ اگر بڑے بھائیوں کے مصلّے باقی رکھے گئے تو ہمارے چھوٹے مذہب کو سیاسی استحکام بالکل نصیب نہیں ہوگا۔ اس لئے یہ ان حضرات کی سیاسی ضرورت تھی جس سے وہ مجبور تھے۔ ورنہ یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ اہل سنت کے چار ہی مذاہب ہیں۔ چنانچہ علامہ عبدالرحمٰن الجزیری المتوفی ۱۳۶۰ھ نے کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ مرتب فرمائی۔ معلوم ہوا کہ ۱۳۶۰ھ (۱۹۴۱ء) تک کوئی لامذہب فرقہ تھا ہی نہیں' تمام کے تمام اہل سنت مذاہب اربعہ میں سے کسی نہ کسی مذہب کے پابند تھے۔

دور برطانیہ :

کسی اسلامی حکومت میں تو کسی لامذہب فرقہ کی گنجائش تھی ہی نہیں' چنانچہ برطانوی ہندوستان میں ملکہ وکٹوریہ نے مذہب سے آزادی کا اشتہار دیا' تو چاروں مذاہب سے آزاد ایک لامذہب فرقہ پیدا ہوا۔ اس نئے فرقے کو ایک نئی نماز کی ضرورت پڑی۔ چنانچہ یکم ربیع الثانی ۱۳۶۸ھ مطابق یکم فروری ۱۹۴۹ء میں رسول اقدس ﷺ کے وصال کے ۱۳۵۸ سال بعد ایک نئی نماز حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے لکھی اور اس کتاب کا نام "صلوۃ الرسول" رکھا۔ یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ۔

مکمل سے ناقص کی طرف :

مذاہب اربعہ کی نماز کا طریقہ نہایت مکمل تھا۔ ایک ایک شرط' ایک ایک رکن' ایک ایک موکدہ سنت' ایک ایک مستحب' ایک ایک مباح' ایک ایک مکروہ اور ایک ایک مفسدِ نماز کا تفصیلی ذکر ملے گا۔ لیکن اس کتاب میں آپ کو یہ تو ملے گا کہ سورۃ فاتحہ فرض ہے' لیکن آپ چاہیں کہ نماز کی مکمل شرائط اور مکمل

ارکان آپ تلاش کرلیں تو ساری عمر خوردبین لگاکر بھی تلاش کریں تو ناکام رہیں گے۔ جب مکمل فرائض ہی اس کتاب میں مذکور نہیں تو مکمل سنتیں، پورے مستحبات، سارے مکروہات اور تمام مفسداتِ نماز کہاں سے ملیں گے۔ احکامِ نماز کا ایک باب بھی اس میں آپ کو پورا نہیں ملے گا۔ آپ اس کتاب کو لے کر بیٹھ جائیں اور غیر مقلد عالم سے پوچھیں کہ اس میں سورت فاتحہ کو ہر رکعت میں فرض لکھا ہے، لیکن نہ تو فرض کی جامع مانع تعریف اس میں قرآن یا حدیث کے ترجمہ سے لکھی اور نہ ہی فرض کے منکر یا اس کے چھوڑنے والے کا حکم قرآن و حدیث سے بیان کیا۔ اور نہ ہی یہ بتایا کہ دو رکعت نماز میں کل فرائض کتنے ہیں۔ اسی طرح تکبیر سے خالی متعارض رفع یدین کو سنت مؤکدہ کہہ دیا مگر دو رکعت میں کل سنتیں کتنی ہیں اس کا کہیں ذکر تک نہیں کیا۔ کیا قیامت کے دن نماز کے مکمل فرائض اور سنتوں کا حساب ہوگا یا صرف ایک دو فرضوں اور سنتوں کا حساب ہوگا۔ جن کو پورے فرائض اور پوری سنتوں کا علم ہی نہ ہوگا وہ پورا عمل کیسے کرسکتے ہیں۔ نہ اس میں مکروہاتِ نماز کی تفصیل ہے اور نہ ہی مفسدات کی۔

یقین سے ظن کی طرف :

مذاہب اربعہ کی نمازیں ساتوں قراء توں کی طرح متواتر ہیں اور تواتر سے یقین پیدا ہوتا ہے۔ جس طرح خانہ کعبہ شریف کو دیکھنے والے کو اس کا یقین ہے، اسی طرح اس کے وجود کی متواتر خبر سے یقین پیدا ہوتا ہے اور شہرت سے اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ اور تواتر اور شہرت کی ابتداء کا تعلق خیر القرون کے ساتھ ہے۔ تواتر تو قرن اول سے ہی شروع ہوجاتا ہے اور شہرت کا تعلق قرن دوم اور سوم سے ہوتا ہے۔ مذاہب اربعہ چونکہ خیر القرون میں متواتر اور مشہور ہوگئے اس لئے اہل سنت کو ان پر یقین اور اطمینان ہے۔ اور چودھویں صدی کی نماز نہ متواتر ہے نہ مشہور، یعنی اس کا ثبوت نہ سورج کی طرح نہ بدر کامل کی طرح۔ بلکہ

اس کا ثبوت پہلی رات کے چاند کی طرح ہے۔ سورج اور بدر کامل کسی گواہی کا محتاج نہیں ہوتا۔ پھر بھی اس کے وجود کا یقین ہوتا ہے۔ مگر پہلی رات کا چاند بعض اوقات گواہی کا محتاج ہوتا ہے۔ اس لئے ان گواہوں کی پرکھ ضروری ہوتی ہے۔ گواہ سچا ہو تو اس کی گواہی قبول کی جاتی ہے۔ جھوٹا ہو تو اس کی گواہی رد کردی جاتی ہے۔ مذاہب اربعہ کی نماز اپنے اپنے علاقہ میں ساتوں قراءتوں کی طرح متواتر ہے۔ اس لئے جس طرح قرآنِ متواتر کے ثبوت میں ہم صحاح ستہ یا اخبار احاد کے محتاج نہیں، اسی طرح عملی متواتر نماز کے ثبوت کے لئے ہم صحاح ستہ اور اخبار احاد کے محتاج نہیں۔ ہمارا قرآن اور ہماری نمازیں صحاح ستہ کے وجود سے پہلے سے متواتر ہیں۔ وہ صحاح ستہ کے بعد مرتب نہیں کی گئیں کہ وہ صحاح ستہ کی محتاج ہوں۔ کسی چیز کا یقین حصول یا مشاہدہ سے ہوتا ہے یا تواتر سے۔ مذاہب اربعہ کی نمازیں عملی تواتر سے ثابت ہیں۔ اس لئے ان کو اپنی اپنی نماز پر یقین ہے۔ غیر مقلدین کی نماز جو حکیم صادق صاحب نے ۱۳۶۸ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۳۵۸ سال بعد مرتب کی، نہ تو اس نے براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مشاہدہ کیا اور نہ ہی اس کی بنیاد کسی عملی تواتر یا شہرت پر ہے نہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ متواتر وہ ہے جو قرن اول سے ہی متواتر ہو جائے اور مشہور وہ ہے جو تابعین یا تبع تابعین کے دور میں شہرت پالے۔

جائز اور ناجائز تقلید :

اہل سنت کا اتفاق ہے کہ اجتہادی مسائل میں مجتہد پر اجتہاد واجب ہے اور غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے اس مجتہد کی جس کا مجتہد ہونا دلیل شرعی اجماع امت سے ثابت ہو اور اس کا مذہب اصول و فروع کے اعتبار سے مکمل، مدون اور متواتر ہو۔ اور غیر مقلد پر تعزیر واجب ہے۔ حکیم صادق صاحب نے اپنی نماز کا دارومدار اخبارِ احاد پر رکھا جس میں تین باتیں زیر بحث آتی ہیں : (۱) ثبوت،

(۲) احکام '(۳) بوقت تعارضِ احادیث میں سے ایک کا قبول دوسری کا ترک۔

پہلی بحث :

(بحث ثبوت) میں بھی ہم صرف اور صرف امتیوں کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ ۔ نے کسی ایک حدیث کو بھی نہ صحیح فرمایا نہ ضعیف۔ اس لئے غیر مقلد جو یہ جھوٹا دعویٰ کرتا ہے کہ دلیل صرف اللہ اور رسول کی بات ہے اور بے دلیل کسی امتی کی بات ماننا شرک ہے۔ ان کو نہ کسی حدیث کو صحیح کہنے کا حق ہے نہ ضعیف کہنے کا اور اپنی یا کسی امتی کی رائے سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنے سے وہ مشرک ہو جاتے ہیں 'اہل حدیث نہیں رہتے۔ ہاں مقلدین کے ہاں اجماع اور اجتہاد بھی دلیل شرعی ہیں' اس لئے وہ صاف اعتراف کرتے ہیں کہ اس حدیث کو اللہ اور رسول نے نہ صحیح فرمایا نہ ضعیف۔ اب اگر چاروں ائمہ مجتہدین نے اس کو قبول کیا تو بدلیل اجماع ہمارے نزدیک صحیح ہے اور اگر چاروں اماموں نے بالاتفاق اس پر عمل نہیں کیا تو وہ بالاجماع متروک ہے اور اگر ائمہ اربعہ میں اس مسئلہ میں اختلاف رائے ہے تو جس پر ہمارے امام کا عمل ہے ہمارے ہاں وہ عمل کے لئے راجح ہے' اس کے مخالف مرجوح' کیونکہ امام کا دعویٰ ہے: اذا صح الحدیث فهو مذهبی۔ لیکن حکیم صاحب نے کسی حدیث کو صحیح مانا ہے تو اپنی رائے سے یا بعض اخبارات نے ان کو صحیح کہہ دیا ہے اور حکیم صاحب اور یہ اخبارات نہ خدا ہیں نہ رسول کہ ان کی بات ہمارے ہاں اور غیر مقلدین کے ہاں حجت ہو۔ اور نہ وہ اجماع ہیں نہ مجتہد کہ جن کی بات ہمارے ہاں حجت ہو۔ آپ کے ہاں تو ان کی تقلید شرک ہے اور اس کتاب کے مخرج اور مصحح نے بعض مقلدین کے اقوال و آراء سے احادیث کا صحیح' حسن یا ضعیف ہونا بیان کیا ہے۔ اور اپنے اس جھوٹے دعویٰ پر کہ ہمارے ہاں دلیل صرف اور صرف خدا و رسول کا فرمان ہے' پختہ مہر لگا دی ہے۔ پھر جن کی آراء کو

قبول کر کے ان کو اربابا من دون اللّٰہ مان لیا ہے ان میں نہ کوئی صحابی ہے نہ تابعی نہ تبع تابعی۔ عموماً پانچویں سے نویں صدی کے مقلدین کی بے دلیل آراء ذکر کی ہیں۔ غیر مجتہد کے لئے مجتہد کی تقلید تو جائز ہے۔ فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ لیکن غیر مجتہد کے لئے غیر مجتہد کی تقلید کا کوئی جواز نہیں۔

دوسری بحث (بحث احکام) :

مجتہدین اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ نماز میں کچھ فرائض ہیں، کچھ سنن، کچھ مستحبات، کچھ چیزوں سے نماز مکروہ ہوتی ہے کچھ سے فاسد۔ اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ یہ احکام صراحتاً منصوص نہیں ہیں۔ اس لئے جو احکام مذاہب اربعہ میں بالاتفاق فرض یا سنت وغیرہ ہیں وہ احکام دلیل اجماع سے ثابت ہیں اور جن میں مذاہب اربعہ میں اختلاف اجتہاد ہے ان میں ہر مذہب اپنے مجتہد سے احکام اخذ کرتا ہے کہ کن افعال یا اذکار کے کرنے یا چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور کن کے کرنے یا چھوڑنے سے سجدۂ سہو کرنا پڑتا ہے اور کن کے کرنے یا چھوڑنے سے نماز ہو جاتی ہے، صرف ثواب میں کمی ہوتی ہے۔ حکیم صاحب نے جو احکام فرض، سنت وغیرہ بیان کئے ہیں وہ صرف اپنی رائے سے بیان کئے ہیں کہ وہ فرض ہے یا سنت ہے وغیرہ۔ اور بالاتفاق حکیم صادق کی رائے دلیل شرعی نہیں، کیونکہ حکیم صاحب نہ خدا ہیں نہ رسول، نہ اجماع نہ مجتہد۔ اس لئے اپنی رائے سے حکیم صاحب کا کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہہ کر اور اپنی رائے سے فرض و سنت کا حکم لگا کر کتاب کا نام صلوۃ الرسول رکھنا دراصل حکیم صاحب کا دعویٰ رسالت ہے اور باقی غیر مقلدین ان کی رائے کو حکم رسول مان کر اس کے رسول ہونے کا التزام کر رہے ہیں۔ اسی طرح اپنی یا کسی دوسرے مقلد یا غیر مقلد کی رائے سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہہ کر یا کسی چیز کو اپنی یا کسی امتی کی رائے سے فرض سنت کہہ کر اپنا نام اہل حدیث رکھنا گویا اللہ کے رسول پر جھوٹ

بولنا ہے۔ کیونکہ جب یہاں حدیث کا کوئی فیصلہ ہے ہی نہیں تو یہ اہل حدیث کیسے؟

تیسری بحث (انتخاب احادیث) :

اس بات پر بھی اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ اکثر متعارض احادیث میں خدا تعالیٰ اور رسول پاک ﷺ کا کوئی فیصلہ موجود نہیں کہ فلاں حدیث صحیح ہے فلاں ضعیف یا فلاں ناسخ ہے' فلاں منسوخ یا فلاں راجح ہے' فلاں مرجوح۔ اس لئے ان فیصلوں میں بھی مذاہب اربعہ والے اجماعی فیصلوں میں ائمہ اربعہ کے اجماعی فیصلوں کے پابند ہیں اور اختلافی مسائل میں اپنے اپنے مجتہد کے فیصلوں کے پابند ہیں۔ حکیم صادق صاحب نے بھی اختلافی مسائل میں بعض احادیث کو لیا اور بعض کو ترک کیا۔ یقیناً یہ اللہ و رسول کا فرمان تو حکیم صاحب پر نازل نہیں ہوا تھا کہ یہ حدیث لکھ لو وہ چھوڑ دو۔ یقیناً یہ سب کچھ حکیم صاحب نے اپنی رائے سے کیا مگر اپنے انتخاب کو نام "صلوۃ الرسول" کا دے دیا تا کہ لوگ اس دھوکے میں پڑ جائیں کہ شاید یہ انتخاب خدا اور رسول کا ہے۔ اور کتنے جاہلوں نے اس نام سے دھوکہ کھا کر اس انتخاب کو رسول کا انتخاب سمجھ کر حکیم صادق کو رسول مان لیا۔ الغرض! حکیم صاحب نے یقین و اطمینان سے ہٹا کر لوگوں کو ظنون کی وادی میں دھکیل دیا اور ظنون بھی نااہل غیر مجتہد کے اور اپنے ظنون کو احکام رسالت بنا کر پیش کر دیا۔

اصول سے بے اصولی کی طرف :

مذاہب اربعہ میں نماز اور دیگر مسائل کی تدوین بااصول طریقہ سے ہوئی۔ چنانچہ مذاہب اربعہ کے اپنے اپنے اصول فقہ ہیں۔ یہ اصول مجتہدین کے اجتہاد پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس لئے ان میں سے جن پر چاروں مذاہب کا اتفاق ہے وہ اصول اجماعی کہلاتے' جو اہل سنت کے ہاں حجت ملزمہ ہیں اور جن پر اجماع نہیں ہوا وہ اجتہادی کہلاتے ہیں اور وہ اہل سنت کے ہاں حجت مطمئنہ ہیں۔ لیکن غیر

مقلدیت نہ کوئی مذہب ہے اور نہ ان کا کوئی اصول فقہ ہے۔ اس لئے یہ بے اصول اور لامذہب فرقہ ہے۔ اس فرقے کی پیدائش کا ایک ہی مقصد تھا کہ یہ مسجد کو جو تیرہ سو سال سے خالص عبادت گاہ تھی خالص میدان جنگ بنا دیا جائے، تاکہ مسلمانوں کا اتفاق و اتحاد پارہ پارہ ہو جائے اور حکومت برطانیہ کی پالیسی "لڑاؤ اور حکومت کرو" کو مضبوط کیا جا سکے۔ مذاہب اربعہ کا ایک خاص اصول تھا کہ جس طرح کسی کتاب میں اختلافی قراءت پہ نظر پڑے تو اسی قراءت کو راجح قرار دیا جائے جو اس علاقہ میں قراءۃ متواتر ہو۔ اسی طرح اختلافی احادیث میں ان احادیث پہ عمل کیا جائے جو اس علاقہ میں عملاً متواتر ہوں۔ اس کے برعکس غیر مقلدین کا اصول یہ ہے کہ جن احادیث مبارکہ کی پشت پر اس علاقہ کا عملی تواتر ہے ان احادیث کا پوری ڈھٹائی سے انکار کر دیا جائے۔ اور تواتر عملی کے خلاف شاذ روایات پر عمل کر کے عملی تواتر سے ٹکراؤ کر کے مساجد کو میدان جنگ بنا دیا جائے۔ چنانچہ حکیم صادق صاحب نے اس کتاب میں اختلافی مسائل میں اسی بات کو مدنظر رکھا کہ عملی تواتر والی احادیث سے بھرپور ٹکراؤ پیدا کر کے اہل سنت میں انتشار پیدا کر کے حکومت برطانیہ کی خوشنودی حاصل کی۔

صلوۃ الرسول کے ماخذ :

یہ بات تو واضح ہو چکی کہ صلوۃ الرسول کی تحریر اہل سنت کے عملی تواتر والی احادیث سے ٹکراؤ کے لئے عمل میں آئی۔ غیر مقلدین کا پروپیگنڈہ یہ ہوتا ہے کہ ہماری نماز کے تمام مسائل اور احکام بخاری شریف کے ترجمہ سے ثابت ہیں۔ جب اس بات میں جھوٹے ہو جاتے ہیں تو ساتھ مسلم شریف کا نام بھی ملا لیتے ہیں کہ بخاری و مسلم سے ہماری نماز کے مکمل احکام ثابت ہیں۔ لیکن جب اس بات میں بھی جھوٹے ہو جاتے ہیں تو آخری تان اس بات پر توڑی جاتی ہے کہ ہم صحاح ستہ (بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) کے علاوہ کسی کتاب کو نہیں

مانتے۔ اس لئے ہمارے سامنے صحاح ستہ کے علاوہ کوئی حدیث پیش کی گئی تو ہم فوراً سمعنا کے بعد عصینا کا نعرہ لگا دیں گے۔ مگر صلوۃ الرسول جیسی ناقص کتاب جس میں فرائض و سنتیں بھی مکمل نہیں ہیں ساٹھ سے زائد کتابوں سے مواد اخذ کیا گیا ہے۔ موطا امام مالک' موطا امام محمد' مسند احمد' بخاری' دارمی' مسلم' ابن ماجہ' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابویعلی' ابن خزیمہ' معجم طبرانی کبیر' معجم اوسط' دارقطنی' مستدرک حاکم' جزء القراۃ بخاری' سنن بیہقی' شعب الایمان' شرح السنہ' ابن حبان' محلی ابن حزم' تھذیب السنن' خطابی مجمع الزوائد' کنزالعمال' تنسیق النظام' مشکوۃ' ترغیب و ترہیب' بلوغ المرام' المغنی ابن قدامہ' عون المعبود' فتح الباری' قاموس' قوت المغتذی' التعلیق الممجد' تاج العروس' البنایہ شرح ہدایہ' عارضۃ الاحوذی' عمدۃ الرعایہ' غایۃ المقصود' غنیۃ الطالبین' کامل ابن عدی' جامع الصغیر' مسند الشھاب' مراسیل ابی داؤد' عبدالرزاق' نصب الرایہ' درایہ' تلخیص الحبیر' ہدایہ' حجۃ اللہ البالغہ' حصن حصین' قطف الازھار' اللالی المتناثرہ' نظم المتناثر' زادالمعاد' در مختار' ذخیرہ' سفرالسعادۃ' معالم السنن' کتاب الدعاء طبرانی' عمل الیوم واللیلہ نسائی' عمل الیوم واللیلہ ابن السنی' ابن ابی شیبہ' فتاویٰ نذیریہ' ادب المفرد' قیام اللیل مروزی' فتح القدیر' فتاویٰ قاضی خاں۔

ان میں جو حدیث کی کتابیں ہیں وہ یا مجتہدین کی ہیں یا مقلدین کی۔ غیر مقلدین مجتہدین کے قیاس کو قیاس ابلیس اور مقلدین کو مشرک' بے علم' جانور اور نہ جانے کیا کچھ کہتے ہیں۔ ان میں حنفیوں کی کتابیں بھی ہیں' شافعیوں کی بھی' مالکیوں کی بھی' حنبلیوں کی بھی۔ شرم و حیا اور غیرت کا کمال ہے کہ جن کو شیطان اور مشرکین کہا جاتا ہے انہیں کے دروازے پر کاسہ گدائی لے کر کھڑے ہیں اور نماز کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ اور یہ مثال پوری کر رہے ہیں: "کہیں کی اینٹ کہیں

کا روڑا' بھان متی نے کنبہ جوڑا۔" یہ ایسی ہی کوشش ہے کہ کوئی شخص ساتوں قاریوں کو گالیاں بھی بکے' پھر کوئی آیت کسی قراء ت کی کوئی کسی قراء ت کی اور اس میں کچھ شاذ اور متروک قراء تیں ملا کر اس کا نام "قرآن رسول" رکھے اور شور مچادے کہ چودہ سو سال والا متواتر قرآن غلط ہے۔ یہ اصل قرآن ہے جس کی دریافت نبی ﷺ سے چودہ سو سال بعد ہوئی۔

مثال : اس کی ایسی مثال ہے کہ دنیا میں چار طریق علاج ہیں: یونانی' ایلوپیتھی' ہومیوپیتھی' آریو ویدک۔ ان کے اصول علاج مختلف ہیں۔ کسی کے ہاں گرمی کا علاج سرد دوا سے کیا جاتا ہے۔ کسی کے ہاں اصول یہ ہے کہ گرمی کو گرمی ہی کاٹتی ہے۔ اب ایک آدمی سب اصولوں سے نظر ہٹا کر چاروں طریقوں سے' ہر ایک سے ایک چوتھائی دوائی اچک لے اور کچھ اپنی طرف سے سب کے خلاف بھی اضافے کرے اور اس کا نام نسخہ رسول رکھ دے۔ تو جس کو جان پیاری ہے وہ کبھی اس نیم حکیم خطرۂ جان کے قریب نہ جائے گا۔ اسی طرح جس کو ایمان پیارا ہے وہ ایسے نیم ملا خطرۂ ایمان سے کوسوں دور بھاگے گا۔ ہاں جن کو نہ جان کی پرواہ نہ ایمان کی' وہ ضرور اس فریب میں پھنسیں گے۔

تائیدات :

مذاہب اربعہ کی نماز کو خیرالقرون کے عملی تواتر اور شہرت کی تائید حاصل تھی۔ اس کے مقابلہ میں اس نماز کی تائید و تصدیق چودھویں صدی کے اخبارات اور چند غیرمقلدین سے کرائی گئی۔ روزنامہ ڈان کراچی' روزنامہ انقلاب لاہور' ہفت روزہ آفاق لاہور' ماہنامہ صحیفہ کراچی' روزنامہ احسان لاہور' روزنامہ زمیندار لاہور' روزنامہ نوائے پاکستان لاہور' ماہنامہ الحمراء لاہور' روزنامہ الاعتصام لاہور' ہفت روزہ نوائے ملت مردان' پندرہ روزہ نور توحید لکھنؤ' ماہنامہ فاران کراچی' روزنامہ نوائے وقت لاہور' ماہنامہ ترجمان دہلی۔ ان چودہ

اخبارات کے علاوہ مولانا محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا عبداللہ ثانی امرتسری، مستری نور حسین گھرجاکھی، مولانا احمد دین گکھڑوی، مولانا محمد گوندلوی نے بھی اس کتاب کی تائید و تصدیق فرمائی۔ ان حضرات کی آراء کے بعد حکیم صادق صاحب نے یہ دعویٰ کیا "کتاب ہذا کا یہ ایڈیشن بڑی چھان بین اور حک و اضافہ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے، جو صحت استدلال اور دیگر خوبیوں کے لحاظ سے ہر طرح تکمیل بردوش ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے، آمین (محمد صادق)۔ مگر مولوی عبدالرؤف غیر مقلد فاضل مدینہ یونیورسٹی نے لاہور اور کراچی کے اخبارات اور سب علماء کی تصدیقات بھی حذف کردیں اور یہ عبارت بھی بالکل حذف کردی۔ جناب زبیر علی زئی اور جناب مبشر ربانی ایڈیٹر الدعوۃ نے بھی حکیم صاحب کے اس دعویٰ کو حذف کردیا (دیکھو تسہیل الوصول) مگر جناب زبیر علی زئی اور جناب مبشر احمد ربانی صاحب باوجود اس کے کہ اس کے دعویٰ کی صحت کے قائل نہیں رہے مگر پھر بھی اس کو قرآن پاک کی طرح بے مثل مانتے ہیں۔ چنانچہ صادق صاحب کے اس دعویٰ "ہزار نقش برآید زکلک صنع دیکے۔ بدلپزیری نقش نگار مانرسد" جس میں اس کے بے مثل ہونے کا دعویٰ ہے برقرار رکھتے ہیں (ص ۵)

دور تحقیق :

تقریباً چالیس سال تک تمام غیر مقلدین حکیم صادق صاحب کی اندھی تقلید میں اس کتاب کو مثل قرآن ایک بے مثل کتاب سمجھتے رہے۔ اور اخبارات کی تائیدات اور اپنے فرقے کے چند احبار و رہبان کی تصدیقات پر نازاں رہے۔ لیکن آخرکار فضیلہ الشیخ جناب مولانا عبدالرؤف صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی نے اس کتاب پر تحقیقی نظر ڈالی اور "القول المقبول فی تخریج و تعلیق صلوۃ الرسول" میں اس کتاب کی اصل حقیقت کو واضح فرمایا کہ اس کتاب

میں دسیوں حوالہ جات غلط ہیں اور بیسیوں احادیث نہایت ضعیف ہیں۔ حق یہ ہے کہ مولانا نے اپنی تخریج میں بہت محنت فرمائی، جو موصوف کے وسعت مطالعہ کی دلیل ہے۔ پھر دوسرے ایڈیشن میں مزید اضافات فرمائے مگر طرز تبدیل کردیا۔ پھر تیسرے ایڈیشن میں اضافات در اضافات فرمائے۔ جس سے پڑھے لکھے لوگوں میں کتاب کی قدر و قیمت ختم ہوگئی۔ اور بعض حضرات نے برملا کہنا شروع کردیا کہ یہ کتاب قابل مطالعہ ہی نہیں، چہ جائیکہ قابل عمل ہو۔ مگر بعض تنگ نظر اور متعصب غیر مقلدین بہت کڑھ رہے تھے کہ مذاہب اربعہ کی کتابیں خیر القرون سے آج تک ان کے ہاں مسلم اور معمول بہا آرہی ہیں اور ہمارے نئے نویلے فرقے کی کتاب نصف صدی بھی پوری نہ کرپائی تھی کہ اپنے لوگ ہی اس سے بیزار ہوگئے۔ اب اور کون سی کتاب لوگوں کو دی جائے۔ اس کے لئے پہلے البانی کی کتاب پھیلائی گئی۔ مگر وہ کئی امتیازی مسائل میں غیر مقلدین کے خلاف تھی۔ پھر ملتان میں مولوی عبدالرحمٰن رحمانی نے اسی نام سے ایک کتاب "صلوۃ الرسول" لکھی اور یہ کہہ کہہ کر تقسیم ہو رہی تھی کہ صادق صاحب کی "صلوۃ الرسول" غلط تھی، یہ اب صحیح لکھی گئی ہے۔ مگر وہ چند دن بھی نہ چل سکی۔ جب دیکھا کہ حکیم کی کتاب بدنام ہوگئی تو ایک ڈاکٹر نے "نماز نبوی" لکھی، مگر وہ بھی غیر مقلدین میں مقبول نہ ہوسکی۔ اب آخر کار اسی کتاب کو بیساکھیاں دے کر کھڑا کرنے کے لئے اس کی ایک نئی تخریج کی گئی "تسهيل الوصول الى تخريج صلوة الرسول" اس میں تخریج اور تحقیق جناب زبیر علی زئی صاحب کی اور تصحیح و تنقیح مبشر احمد ربانی ایڈیٹر "الدعوۃ" کی ہے۔ دونوں صاحبان نے انگلی کو خون لگا کر شہیدوں میں شامل ہونے کی کوشش کی ہے۔ یہ دراصل مولانا عبدالرؤف صاحب کی تخریج کی تلخیص ہے۔ جہاں مولانا موصوف نے کسی حدیث کا ضعف بیان فرمایا اور تخریج میں ایک دو اور ضعیف سندوں کا ذکر کردیا اس کا

خلاصہ زبیر صاحب نے یہ نکال لیا کہ یہ حدیث شواہد کی وجہ سے حسن لغیرہ ہے یا حسن ہے یا صحیح ہے۔ اور جہاں مولانا عبدالرؤف صاحب نے کسی دوسری سند کا ذکر نہ فرمایا وہاں زبیر صاحب نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور بادل نخواستہ اس کو ضعیف لکھ دیا۔ اس جوڑی نے متن میں ضروری اصلاح بھی کردی اور مفید اضافے بھی (دیکھو ص۲۱)

اصلاح کی مثال:

حکیم صادق صاحب نے بے نماز کے بارہ میں لکھا تھا :

(۱) اور امام اعظمؒ کے نزدیک کفر اور قتل کا حکم نہیں کیا جاتا۔ مگر ان کے فتویٰ کی رو سے قید شدید میں رکھنا چاہئے اور خوب سزا دینی چاہئے۔ اور اس قدر ماریں کہ بدن سے خون بہنے لگے، یہاں تک کہ توبہ کرے یا اس حالت میں مر جائے (صلوٰۃ الرسول ص۱۰۴) اس جوڑی نے یہ اصلاح فرمائی کہ ''امام اعظم'' کی جگہ ''امام ابوحنیفہ'' کردیا (تسہیل الوصول ص۱۳۱)

(۲) اسی طرح صلوٰۃ الرسول ص۲۵۴ پر دعائے رسول میں زیادتی کے عنوان کے تحت لکھا تھا ''یہی وجہ ہے کہ مسند امام اعظمؒ میں بھی اس دعا کی زیادتی کو نوٹ کرکے بے اصل کہا ہوا ہے'' حالانکہ مسند امام اعظم میں اس بات کا نام نشاں تک نہیں۔ اس لئے اب اس کی اصلاح یوں فرمائی ''مسند امام ابوحنیفہ (کے حاشیہ) میں بھی اس دعا کی زیادتی کو نوٹ کرکے بے اصل کہا ہوا ہے (تسہیل ص۳۱۴) یہاں بھی امام اعظم کی جگہ ''امام ابوحنیفہ'' کردیا اور صادق صاحب کو جھوٹ سے بچانے کے لئے (حاشیہ) کا اضافہ کردیا گویا صادق صاحب نے حاشیہ کی بات کو متن کی طرف جھوٹ موٹ منسوب کردیا تھا جیسے تفہیم القرآن کی بات کو کوئی قرآن کی طرف منسوب کردے۔

(۳) صلوٰۃ الرسول ص۳۷۷ پر قبروں کو پختہ بنانے کی ممانعت کے تحت فتاویٰ قاضی خاں کا حوالہ ''امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ'' لکھا تھا اس جوڑی نے اصلاح فرمادی ''امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ''

نوٹ: حکیم صادق صاحب نے اپنی کتاب تسہیل الرسول ص۲۲۱ پر لکھا ہے کہ قاضی خاں امام صاحبؒ کے چار سو سال بعد لکھی گئی اس لئے یہ مسائل امام صاحبؒ کے نہیں۔ لیکن یہاں کسی سند کی ضرورت نہیں سمجھی۔ پورے یقین سے قاضی خاں میں درج عبارت کو امام صاحبؒ کا فتویٰ یعنی مضبوط ترین قول قرار دیا ہے۔

لطیفہ: حکیم صاحب کی ایک اور کرامت بھی ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں طحطاوی امام صاحبؒ کے چھ سو سال بعد لکھی گئی جب کہ درمختار امام صاحبؒ کے نو سو سال بعد لکھی گئی۔ حالانکہ طحطاوی درمختار کی شرح ہے۔ مگر حکیم صاحب کی کرامت سے بیٹی ماں سے تین سو سال پہلے پیدا ہوگئی۔ جب کہ ''صلوٰۃ الرسول'' رسول پاک ﷺ کے وصال کے ۱۳۵۸ سال بعد پیدا کرلی گئی۔ شاید آپ سوچ رہے ہوں گے کہ حکیم صادق صاحب پوری امت کی طرح امام صاحب کو ''امام اعظم'' تسلیم کرتے ہوں گے۔ اور محققین کی اس جوڑی کو کوئی آیت یا حدیث مل گئی ہوگی کہ امام اعظم کہنا جائز نہیں۔ نہیں یہ بات نہیں، یہ جوڑی بھی پوری امت کی طرح دل و جان سے امام صاحب کو امام اعظم تسلیم کرتی ہے۔ چنانچہ تسہیل الوصول ص۲۱۱ پر حکیم صاحب نے ''امام اعظم کے استاد کی شہادت'' امام اعظم اپنے استاد گرامی کے متعلق فرماتے ہیں، یہاں اس جوڑی نے دونوں جگہ لفظ ''امام اعظم'' کو برقرار رکھا ہے۔ اگر کسی دلیل شریعت کے یہ خلاف ہوتا تو یہاں بھی ضرور بدل ڈالتے۔ معلوم ہوا کہ جہاں تین جگہ بدلا ہے وہ دلیل شریعت کی بنا پر نہیں، نفس کی شرارت کی بنا پر ہے۔

نقل نویسی :

پہلی جماعت کے بچوں کو نقل نویسی کی مشق کروائی جاتی ہے کہ وہ دیکھ کر صحیح نقل کرسکیں۔ اس جوڑی نے حکیم صاحب کو اصلاح دے کر یہ بھی اعتراف کرلیا ہے کہ حکیم

صاحب نقل نویسی بھی صحیح نہ کر سکتے تھے۔ حکیم صاحب نے حضرت جندب کسری لکھا تھا انہوں نے اصلاح کر دی یہ قسری ہے۔ گویا حکیم صاحب کو سمجھایا کہ 'ق' کو 'ک' بنانے سے صادق کو صادک لکھنا پڑے گا ص۱۳۹۔ حکیم صاحب نے نافع بن زبیر لکھا تھا۔ انہوں نے اصلاح کر دی کہ یہ نافع بن جبیر ہے ص۱۶۱۔ حکیم صاحب نے حدیث رسول میں تبدیلی کر دی تھی اور ھذہ کو یدہ بنا دیا تھا۔ انہوں نے خاموشی سے یدہ کو ھذہ بنا دیا۔ لیکن ترجمہ انہوں نے بھی ہاتھ ہی کیا۔ جو غلط ہے ص۲۰۱۔ حکیم صاحب نے عمروؓ بن حرث لکھا تھا انہوں نے اصلاح کر دی کہ اصل عمرو بن حریث ہے۔ اصل میں یہ اصلاح مولانا عبدالرؤف صاحب نے دی تھی۔ مگر حاشیے پر انہوں نے کتاب کے متن میں اصلاح کر دی۔

ایک اہم اصلاح :

صلوٰۃ الرسول ص۱۱۷ پر ایک عنوان ہے ''نماز کے لا مثال محاسن'' اس عنوان کے تحت حکیم صاحب نے صحاح ستہ کے حوالہ سے ۲۴ احادیث کا اردو ترجمہ لکھا ہے۔ شروع میں بھی صحاح ستہ کا نام لکھا ہے اور حدیث ۲۴ کے بعد بھی ''انتخاب از کتب صحاح'' لکھا ہے۔ ان ۲۴ احادیث میں سے ۱۵ احادیث کا سرے سے صحاح ستہ میں نام نشان تک نہیں۔ صحاح ستہ کا حوالہ محض جھوٹ اور بہتان ہے۔ دو صفحات میں ۱۵ جھوٹ، اس کی مثال دنیا کے کسی بڑے سے بڑے جھوٹے کی کتاب میں نہیں ملتی۔ جس جماعت کے صادق کا یہ حال ہو دوسروں کا کیا حال ہوگا۔ اور جو صحاح ستہ میں ہیں ان میں سے پہلی کا ترجمہ ہے: ''نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔'' مولانا عبدالرؤف صاحب نے تو صاف تسلیم کیا ہے کہ یہ بھی صحاح ستہ میں نہیں۔ مگر زبیر صاحب مصر ہیں کہ یہ ابن ماجہ میں ہے۔ اور جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اس میں ایک دفعہ ہے الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم اس کا ترجمہ تین دفعہ ہے۔ نماز کے

بارے میں اللہ سے ڈرو۔ صحیح یہ ہے کہ یہ حوالہ بھی غلط ہے اور الصلوۃ وما ملکت ایمانکم کے بارہ میں بھی زبیر صاحب لکھتے ہیں: ضعیف والحدیث حسن لغیرہ۔ اس کی سند قتادہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس کے بہت سے ضعیف شواہد بھی ہیں (ص۱۴۵) ایک شاہد بھی جو ضعیف ہو ذکر نہیں کیا۔

حدیث ۱۳ : ۱۹۴ ترمذی میں ہے مگر زبیر صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ یہ بھی ضعیف ہے۔ یہ روایت سلیمان بن قرم اور ابو یحییٰ القتات کی وجہ سے ضعیف ہے ص ۱۴۷۔ حدیث ۱۹: ۲۰۰ جو ابن ماجہ میں ہے اس کے بارہ میں بھی جناب زبیر صاحب نے مانا ہے کہ سخت ضعیف ہے یہ سند عیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اسے ہیثمی نے ضعیف متروک کہا ہے ص ۱۴۸۔ ۲۱: ۲۰۲ ابوداؤد میں ہے۔ زبیر صاحب نے لکھا ہے "اسے ابن خزیمہ، ابن حبان وغیرہما نے صحیح کہا ہے" لیکن یہ جھوٹ ہے، انہوں نے اسے صحیح نہیں کہا۔ اس کا دل میں احساس زبیر صاحب کو بھی ہے، اس لئے اس کو صحیح نہیں کہا، بلکہ حسن کہا ہے۔ مگر یہ بھی غلط ہے کیونکہ اس سند میں سفیان اور زہری کے عنعنے ہیں۔ زبیر صاحب کے اصول میں ایک مدلس کا عنعنہ سند میں آ جائے تو وہ حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ اور یہاں مدلسین کے دو عنعنے ہیں تو یہ کیسے حسن ہوگئی۔ اسی طرح حدیث ۲۴: ۲۰۵ ابوداؤد میں ہے۔ زبیر صاحب نے اس کو صحیح کہا ہے اور دلیل میں لکھا ہے کہ ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ حالانکہ ابن حبان نے اسے بالکل صحیح نہیں کہا۔ جبکہ اس کی سند الولید عن سعید بن عبدالعزیز عن مکحول عن کثیر ہے۔ الولید اور مکحول دونوں مدلس ہیں اور عن سے روایت کر رہے ہیں تو اس کو صحیح کسی شافعی کے اصول پر بھی نہیں کہا جا سکتا۔

باقی احادیث جن کو حکیم صاحب بار بار صحاح قرار دے رہے ہیں ان کا حال بھی جناب زبیر صاحب سے سن لیجئے۔ ۱۸۲:۱ اس کی سند یزید الرقاشی کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن اس کے متعدد شواہد ہیں۔ ۱۸۶:۵ دنیا کی کسی حدیث کی کتاب کا حوالہ نہ دے سکا

۶: ۱۸۷ ضعیف ہے۔ اس کی سند عیسیٰ بن میسرہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ۷: ۱۸۸ ضعیف جداً عبداللہ بن محمد بن وہب کی وجہ سے یہ سند سخت ضعیف ہے۔ ۱۰: ۱۹۱ ضعیف الجامع الصغیر ۱۱: ۱۹۲ اس کی سند طریف بن صلت اور حجاج بن عبداللہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ۱۲: ۱۹۳ سخت ضعیف ہے۔ ۱۴: ۱۹۵ ضعیف جداً اس کی مندل اور حسن بن حسین کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ ۱۵: ۱۹۶ اس کی سند موسیٰ بن عبیدہ الربذی اور یزید بن ابان الرقاشی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ۱۶: ۱۹۷ ضعیف جداً سیوطی نے اسے ضعیف لکھا ہے۔ اس کی سند محمد بن مروان السدی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ ۱۷: ۱۹۸ اس کی سند انقطاع اور تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ تاہم اس کے معنوی شواہد موجود ہیں (موصوف کے پیٹ میں) ۲۰: ۲۰۱ اس کی سند ابن لھیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ہمت مردانہ:

ان ۲۴ میں سے صرف تین احادیث صحیح ہیں جن کو صادق صاحب صحاح صحاح پکار رہے ہیں۔ اور ان ۲۴ میں سے ۱۶ جھوٹ صحاح ستہ پر ہیں۔ یکم فروری ۱۹۳۹ء سے لے کر ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۹ء تک صلوٰۃ الرسول کے جتنے ایڈیشن چھپے حدیث نمبر ۲۴ کے بعد یہی لکھا تھا ''انتخاب از کتب صحاح''۔ لیکن اب ان جھوٹوں پر پردہ ڈالنے کے لئے لکھ دیا ''انتخاب از کتب صحاح وغیرہا'' دیکھو ایک لفظ وغیرہا کا اضافہ کر کے صحاح ستہ پر سولہ جھوٹوں پر بھی پردہ ڈال دیا اور کتنے ضعفوں پر بھی پردہ ڈال دیا۔ یقیناً یہ وغیرہا لکھنے کی ہمت ایرے وغیرے ہی کر سکتے ہیں۔ اگر خود شرم نہیں تھی تو مولانا عبدالرؤف صاحب ہی سے ادھار مانگ لیتے۔ آخر تخریج میں ۹۹٪ انہیں سے لیا ہے۔

غلط حوالہ جات :

حکیم صاحب نے نمازی اور شہید کا داخلہ بہشت کے عنوان کے تحت ایک حدیث

نسخی ہے جس کے لئے ابن حبان کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ وہ ابن حبان میں بالکل نہیں ہے۔ ص۱۴۲ زبیر نے یہاں پردہ پوشی کی ہے۔

(۲) ص۱۵۷، ۲۱۷ پر حکیم صادق صاحب نے نسائی کا حوالہ بھی دیا تھا۔ چونکہ یہ حدیث نسائی میں نہیں تھی اس لئے جناب مبشر صاحب نے بڑی رازداری سے نسائی کا لفظ ہی حذف کر دیا۔ البتہ زبیر نے لکھا کہ یہ نسائی میں نہیں ہے۔

(۳) حکیم صاحب نے ص۱۶۰ پر ''نماز کے فوت ہوجانے کا بیان'' کے تحت حضرت انسؓ کی حدیث لکھی اور حوالہ متفق علیہ لکھا کہ یہ حدیث بخاری مسلم دونوں میں ہے حالانکہ زبیر صاحب نے تسلیم کیا کہ صحیح بخاری میں یہ الفاظ نہیں۔

(۴) ص۱۶۴ پر مکمل اذان لکھی اور حوالہ بخاری مسلم کا دیا، زبیر نے مانا کہ اذان کے الفاظ صحیح بخاری و مسلم میں نہیں۔

(۵) ص۱۶۵ پر تکبیر کے طاق کلمات لکھ کر حوالہ بخاری مسلم کا دیا۔ زبیر نے مانا کہ اذان کے الفاظ صحیح بخاری و مسلم میں نہیں۔

(۶) ص۱۶۸ حدیث ۲۳۶ پر حکیم نے بخاری مسلم کا حوالہ دیا لیکن زبیر صاحب کو اعتراف کرنا پڑا کہ یہ نہ بخاری میں ہے نہ مسلم میں۔

(۷) حکیم صاحب نے ص۱۹۸ پر تکبیر اولیٰ کا عنوان دے کر لکھا ۲۸۲:- نیت کے ساتھ، باوضو، قبلہ کی جانب منہ کر کے اللہ اکبر کہتے ہوئے رفع یدین کریں یعنی دونوں ہاتھوں کو اٹھائیں (بخاری) زبیر صاحب نے بخاری ۷۳۸ کا حوالہ دیا ہے، وہاں یہ تفصیل نہیں ہے۔

(۸) ص۲۰۶ پر تعوذ، تسمیہ، فاتحہ، آمین مکمل لکھ کر بخاری مسلم کا حوالہ دیا ہے۔ یہ تفصیل بخاری مسلم میں بالکل نہیں ہے۔

(۹) ص۲۲۱ نماز کی مسنون قرأت ۳۲۹ پر مؤطا مالک کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ یہ موطا مالک میں موجود ہی نہیں۔

(۱۰) ص ۲۳۶ پر رکوع کی چوتھی دعا لکھ کر بخاری مسلم لکھا ہے حالانکہ نہ یہ بخاری میں ہے نہ مسلم میں۔ (۱۱) ص ۲۶۶ نمبر ۳ صحیح مسلم کا حوالہ دیا ہے حالانکہ یہ مسلم میں موجود ہی نہیں۔

(۱۲) ص ۲۳۹ پر ص ۲۶۷ پر دارمی کا حوالہ دیا ہے، یہ حدیث دارمی میں نہیں ہے۔

(۱۳) ص ۲۹۲ پر حدیث نمبر ۴۵۹ میں ابوداؤد کے حوالہ سے حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث کہ آپ اشارے میں انگلی ہلاتے تھے لکھی ہے۔ یہ ابوداؤد شریف میں بالکل موجود نہیں ہے۔ جناب زبیر صاحب اس پر بالکل خاموش ہیں۔

(۱۴) ص ۲۹۶ پر درود کے بعد کی دعا لکھی ہے۔ اس میں الفاظ ''میں اسے التحیات کے بعد پڑھا کروں'' حدیث میں ہرگز نہیں ہیں۔

(۱۵) ص ۳۲۴ ذکر دہم کی دعا لکھ کر نسائی کا حوالہ دیا ہے۔ یہ نسائی میں نہیں مگر زبیر صاحب بھی یہاں خاموش ہیں۔

(۱۶) ص ۳۲۹ حکیم صاحب نے فتاویٰ نذیریہ اور ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے نماز کے بعد دعا کے لئے حضور پاک ﷺ کی طرف یہ الفاظ منسوب کئے ہیں ورفع یدیہ ودعا مگر زبیر صاحب لکھتے ہیں یاد رہے ہمارے علم کے مطابق اس روایت کی کسی سند میں رفع یدیہ ودعا کے الفاظ نہیں ہیں۔

(۱۷) ص ۳۴۳ حدیث ۵۲۵ کے آخر میں حکیم صاحب نے بخاری کا حوالہ دیا تھا۔ زبیر صاحب نے ''ا، ب، ج'' تین ٹکڑے کر کے ''ا'' پر ابوداؤد کا اضافہ متن میں کر دیا تاکہ حکیم صاحب نے بخاری پر جو جھوٹ بولا تھا اس پر پردہ پڑ جائے۔

(۱۸) ص ۳۶۴، ۵۶۵ کے لئے بخاری کا حوالہ دیا ہے، یہ بخاری پر جھوٹ ہے اور زبیر بھی جھوٹ پر خاموش ہے۔

(۱۹) ص ۳۶۷ حدیث ۵۶۹ مؤطا مالک میں ابوھریرہؓ کا قول تھا حکیم صاحب نے ''رسول پاک فرماتے ہیں'' بنا ڈالا۔

(۲۰) ص۳۷۹ وتر کے درمیان کوئی تشہد نہیں حدیث ۵۸۹ پر بخاری کا حوالہ دیا ہے جو جھوٹ ہے، زبیر بھی خاموش ہے۔

(۲۱) ص۳۸۱ تین وتروں کی قرأت حدیث ۵۹۳ پر دارمی کا حوالہ دیا ہے جو بالکل غلط ہے۔ زبیر بھی گونگا ہوگیا ہے۔

(۲۲) ص۴۰۱ حدیث ۶۲۱ رسول اللہ ﷺ نے تین رات تراویح پڑھائی کے تحت حضرت ابوذرؓ کی حدیث نقل کی ہے۔ پہلی رات کے ذکر سے حتی ذھب ثلث اللیل دوسری رات کے ذکر سے حتی ذھب شطر اللیل اور تیسری رات کے ذکر سے حتی خشینا ان یفوتنا الفلاح کو حذف کردیا اور زبیر صاحب بھی ان خیانتوں پر گونگے بنے بیٹھے ہیں۔

(۲۳) ص۴۰۳ ''آپ غیر رمضان میں تہجد گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور حضور ﷺ نے وہی گیارہ رکعت تہجد، تراویح کے نام سے رمضان میں پڑھائی'' یہ جھوٹ ہے، حضرت ﷺ نے کبھی نہیں فرمایا کہ تہجد کا نام رمضان میں تراویح ہے۔

(۲۴) ص۴۰۴ حدیث ۶۲۵ کے بعد لکھا ہے ''ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو تین رات نماز پڑھائی تھی وہ گیارہ رکعت تھی۔'' حالانکہ اس حدیث میں نہ تراویح کا ذکر ہے نہ ہی ابن خزیمہ اور ابن حبان اس کو تراویح کے باب میں لائے ہیں نہ ہی اس میں تین رات کا ذکر ہے نہ ہی گیارہ رکعت کا اور زبیر صاحب بھی ان سب جھوٹوں پر گنگ ہیں۔

(۲۵) ص۴۰۷ پر بیس رکعت تراویح کو مستحب مانا ہے اور ص۴۰۵ پر بھی آٹھ سے زائد کو مستحب اور نفل تسلیم کیا ہے۔ اور ص۳۶۸ پر مستحب اور غیر مؤکدہ سنتوں کے بارہ میں لکھا ہے: ''جو آپ گاہے گاہے پڑھتے تھے'' مثلاً عصر کی سنتیں۔ یہاں بھی حوالہ دینا ضروری ہے کہ آپ ﷺ نے بیس تراویح کتنی دفعہ پڑھیں۔ تحیۃ الوضو بھی مستحب ہے، تحیۃ المسجد بھی مستحب ہے۔ عصر سے پہلے سنتیں بھی مستحب ہیں۔ ان مستحبات کے خلاف غیر مقلدین کوئی اشتہار بازی نہیں کرتے۔ اور یہ ایسا مستحب ہے کہ ابن خزیمہ کی حدیث کے مطابق رمضان

میں نفل کا ثواب فرض کے برابر ملتا ہے جیسا کہ فتاویٰ علماء حدیث میں بھی ہے۔ اس کے خلاف آخر اتنی اشتعال انگیزی کیوں؟

(۲۶) ص۴۲۶ حدیث ۶۶۵ لکھی ہے حضورﷺ نے فرمایا سفر میں وتر سنت ہے (ابن ماجہ) حالانکہ یہ فرمان رسول ہرگز نہیں۔ زبیر صاحب لکھتے ہیں یہ رسول اللہﷺ کا قول نہیں بلکہ ابن عباس اور ابن عمر کی طرف منسوب ہے اسے بوصیری نے ضعیف کہا ہے۔

(۲۷) ص۴۳۸ عیدین کا طریقہ وضو کرکے قبلہ کی طرف منہ کرکے اللہ اکبر کہتے ہوئے رفع یدین کریں (بخاری) بخاری میں عید کے بیان میں یہ کہیں نہیں۔

(۲۸) ہر تکبیر پر رفع یدین کریں اور ہر تکبیر پر ہاتھ باندھ لیا کریں (بیہقی) یہ محض جھوٹ ہے۔ زبیر نے ۲۸۲ کا حوالہ محض فریب کے لئے دیا ہے۔

(۲۹) پھر امام اونچی آواز سے اور مقتدی آہستہ الحمد شریف پڑھیں، پھر امام اونچی آواز سے قرأت پڑھے اور مقتدی سنیں (مسلم) یہ بات مسلم شریف پر سیاہ جھوٹ ہے، زبیر صاحب نے نمبر ۳۱۳ اور ۳۳۱ کا حوالہ محض فریب کے لئے دیا ہے۔

(۳۰) ص۴۴۳ پر سورج گرہن کی نماز کا جو طریقہ بخاری مسلم کے حوالہ سے لکھا ہے یہ بخاری مسلم میں تفصیل موجود نہیں ہے۔ جناب زبیر صاحب نے تینوں جگہ ۷۰۱ کا حوالہ دیا ہے۔ محض دھوکا ہے، وہاں بھی یہ تفصیل موجود نہیں ہے۔

(۳۱) ص۴۶۸ نماز جنازہ کی مشہور دعا اللھم اغفر لحینا الخ کا حوالہ حکیم صاحب نے مسلم کا دیا تھا۔ یہ بالکل غلط تھا۔ زبیر علی صاحب نے جرأت رندانہ کے ساتھ اصل متن سے مسلم کا لفظ ہی صاف کر دیا اور تخریج میں ترمذی کا حوالہ دے دیا۔

(۳۲) ص۴۷۶ جنازہ کے مسائل میں حکیم صاحب نے لکھا جنازہ میں امام کو قرأت اونچی آواز سے پڑھنی چاہئے اور حوالہ مسلم کا دیا ہے، حالانکہ مسلم شریف میں یہ ہرگز نہیں اور جناب زبیر صاحب اور مبشر صاحب بھی یہاں بالکل گونگے بن گئے ہیں۔

(۳۳) ص۴۹۲ حدیث ۷۹۷ جب بادل گرجے اور بجلی کڑکے تو یہ دعا پڑھیں۔ اس دعا پر حکیم صاحب نے بخاری کا حوالہ دیا ہے جو بالکل جھوٹ ہے۔ رندوں کی اس جوڑی نے متن سے بخاری کا لفظ اڑا دیا اور تخریج میں ترمذی کا حوالہ دے کر اس کو ضعیف بھی کہہ دیا۔

(۳۴) ص۴۸۵ حکیم صاحب نے عنوان لکھا ہے: تمام مطالب و حوائج کے لئے مجرب اتاثیر وظیفہ۔ دعائے یونس علیہ السلام پھر ایک حدیث لکھی ہے ۷۹۰ اور حوالہ مسند احمد کا دیا ہے، حالانکہ مسند احمد میں یہ حدیث نہیں ہے۔ اس لئے ان دونوں محققوں نے خاموشی سے رواہ احمد کو حذف کر دیا اور تخریج میں حاکم کا حوالہ دے کر تحت ضعیف قرار دے دیا۔

(۳۵) ص۴۹۱ آئینہ دیکھنے کے وقت کی دعا بحوالہ ابن حبان لکھی جب کہ حدیث میں آئینہ دیکھنے کا ذکر تک نہیں مطلق کو مقید بنا ڈالا۔

(۳۶) ص۴۹۴ گھر میں داخل ہونے کی دعا لکھی اور حوالہ نسائی کا دیا۔ جبکہ نسائی میں اس کا نشان تک نہیں۔ اس لئے اس جوڑی نے ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہوئے متن سے نسائی کا لفظ ہی چلتا کر دیا، واقعی خائن بھی محقق بن بیٹھے۔

(۳۷) ص۹۷۱ سحری کی اذان کے عنوان کے تحت حدیث لکھی ہے بخاری مسلم کے حوالہ سے لیکن اس کے ساتھ جو یہ لکھا تھا **قال القاسم ولم یکن بین اذا نیھما الا ان یرقی ذا وینزل ذا**. حضرت قاسم جو حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پوتے اور مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن ام مکتومؓ اور حضرت بلالؓ کی اذان کے درمیان صرف اتنا وقت ہوتا تھا کہ ایک اذان دے کر مکان سے نیچے اترتا دوسرا چڑھ کر اذان کہہ دیتا۔ ظاہر ہے کہ یہ وقفہ دو تین منٹ کا ہے غیر مقلدین جو تین چار گھنٹے پہلے اذان کہتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ چونکہ یہ عبارت حکیم صاحب کے مسلک کے خلاف تھی اس لئے اس کو حذف کر دیا اور محقق و مخرّج بھی یہاں گونگے ہی بن کر گزر گئے۔

(۳۸) ص۱۰۰ حدیث ۱۰۹ میں یہ بھی تھا کہ حضرت ابوھریرہؓ وضو میں اپنے بازو بغلوں تک

دعویٰ کرتے تھے۔ چونکہ مسلم شریف کی حدیث کا یہ حصہ حکیم صاحب کے خلاف تھا، اسے حذف کر دیا، اور ان کے صاحبین بھی خاموش گزر گئے۔

(۳۹) ص ۹۶ حدیث ۱۰۵ عبداللہ الصانجی تابعی ہیں اور حدیث مرسل ہے مگر حکیم صاحب اور زبیر صاحب نے اس بات کو ظاہر نہ کیا۔

(۴۰) ص ۲۲۶ حدیث ۳۳۹ عبداللہ بن عتبہ بن مسعود بھی تابعی ہیں اور حدیث مرسل ہے مگر تینوں نے اس کو چھپایا ہے۔

(۴۱) ص ۲۳۹ مزید تاکید کے تحت حضرت نعمان بن مرہ کی روایت ہے، یہ بھی تابعی ہیں اور حدیث مرسل ہے۔

(۴۲) ص ۴۴۵ حدیث ۷۱۲ حضرت عبید بن عمیر بھی تابعی ہیں مگر حکیم صاحب نے ان چاروں تابعیوں پر ؓ کی علامت ڈالی ہے تاکہ قارئین دھوکے میں رہیں اور ان کو صحابی سمجھیں۔ اسی دھوکے میں اس جوڑے نے بھی عوام کو ڈالا ہے۔

(۴۳) ص ۲۰۷ آمین کا مسئلہ۔ جب آپ اکیلے نماز پڑھ رہے ہوں تو آمین آہستہ کہیں۔ تینوں نے اس پر کوئی حدیث پیش نہیں کی۔

(۴۴) جب ظہر اور عصر امام کے پیچھے پڑھیں تو پھر بھی آہستہ ہی کہنی چاہئے۔ اس پر کوئی حدیث تینوں پیش نہیں کر سکے۔

نوٹ: جناب زبیر علی زئی صاحب جب اہل سنت والجماعت کے خلاف قلم اٹھاتے ہیں تو اکاذیب کا عنوان باندھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن ان باتوں کو جھوٹ و اکاذیب کا عنوان نہیں دیا، کیونکہ گھر کا معاملہ تھا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ موصوف امت محمدیہ کے فرد نہیں۔ شعیب علیہ السلام کی امت دعوت کے فرد ہیں جن کے لینے کے باٹ اور اور دینے کے اور ہوتے تھے۔

ضعیف احادیث :

لامذہب غیر مقلدین پہلے تو یہ جھوٹ بولا کرتے ہیں کہ اہل سنت کے پاس فلاں مسئلہ میں کوئی حدیث نہیں اور جب احادیث پیش کی جاتی ہیں تو فوراً ضعیف ہے، جھوٹی ہے، من گھڑت ہے، بناوٹی ہے کی قوالی گانا شروع کردیتے ہیں۔ اب خود زبیر علی زئی کے اعتراف کو دیکھیں کہ نماز کی ناقص ترین کتاب جس میں بیس فیصد مسائل بھی نہیں کتنی حدیثیں ضعیف ہیں: ۱۳، ۱۶، ۲۹، ۳۴، ۴۳، ۵۴، ۵۷، ۶۸، ۷۵، ۷۷، ۹۰، ۱۲۰، ۱۲۹، ۱۴۷، ۱۸۷، ۱۸۹، ۱۹۱، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۸، ۲۴۳، ۲۶۴، ۲۷۲، ۲۹۱، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۱۱، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۴۰، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۹، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۴۱، ۴۵۱، ۴۷۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۷، ۵۰۳، ۵۱۱، ۵۱۴، ۵۲۳، ۵۳۹، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۹۳، ۶۳۲، ۶۷۶، ۶۸۲، ۶۸۴، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۴۲، ۷۴۶، ۷۴۹، ۷۵۱، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۷، ۷۹۰، ۷۹۷، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۳، ۸۰۵، ۸۰۹، ۸۱۲، ۸۱۶، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۷، ۸۳۱- یہ ۹۲ احادیث تو وہ ہیں جن کا زبیر صاحب نے ضعف مانا ہے اور کتنی احادیث ضعیفہ ہیں جن پر حسن لغیرہ کا لیبل چسپاں کر کے دھوکا دیا ہے۔ بلکہ بہت سی وہ احادیث بھی جن پر حسن یا صحیح کا حکم لگایا وہ بھی ضعف سے خالی نہیں۔ اس لئے بہتر تھا کہ کتاب کا نام ضعیف صلوٰۃ الرسول رکھا جاتا اور جو متواتر نماز کا طریقہ چھوڑ کر اس کتاب کے مطابق نماز پڑھتا اسے ضعیف اہل حدیث کے نام سے پکارا جاتا۔ زبیر صاحب کے اعتراف کے مطابق بھی جب وہ نماز پڑھتے ہیں تو حالت نماز میں کسی وقت صحیح اہل حدیث کسی وقت حسن اہل حدیث، کسی وقت حسن لغیرہ اہل حدیث، کسی وقت ضعیف اہل حدیث، کسی وقت مضطرب اہل حدیث اور جن مسائل کی احادیث ہی انہوں نے نہیں لکھیں وہاں جھوٹے اہل حدیث قرار پاتے ہیں۔ لیکن یہ صرف

اہل حدیث کہلا کر عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔

نوٹ: سنت چونکہ عملی تواتر سے ثابت ہوتی ہے اس لئے اہل سنت کی نماز میں نہ ضعف ہے نہ اضطراب۔

ضعیف راوی:

زبیر علی صاحب نے اکثر جگہ ضعیف راوی کے نام کی نشان دہی نہیں کی، جن کی نشاندہی کی ہے ان کے نام ملاحظہ ہوں: (۱) حسن بن قتیبہ، (۲) عبدالخالق بن المنذر ص۴۹، (۳) علی بن زید بن جدعان ص۵۰، (۴) رشدین ص۵۴، (۵) اسماعیل بن عبدالملک ص۵۹، (۶) حارث بن وجیہ ص۶۱، (۷) محمد بن عبیداللہ الغرزی ص۷۲، (۸) اسماعیل بن عیاش ص۷۹، (۹) عثمان بن ابی العاتکہ، (۱۰) علی بن یزید ص۸۳، (۱۱-۱۲) معمر اور اس کا باپ ص۸۹، (۱۳) ابن لھیعہ ص۹۷، (۱۴) یزید بن ابی زیاد ص۱۰۶، ص۱۱۱، (۱۵) عیسیٰ بن سنان ص۱۱۳، (۱۶) زبیر بن خریق ص۱۲۲، (۱۷) ابومسلم الثعلبی ص۱۴۴، (۱۸) یزید الرقاشی ص۱۴۵، (۱۹) عیسیٰ بن میسرہ، (۲۰) عبداللہ بن محمد بن وھب، (۲۱) زافر بن سلیمان ص۱۴۶، (۲۲) طریف بن صلت، (۲۳) حجاج بن عبداللہ، (۲۴) سلیمان بن قرم، (۲۵) ابویحییٰ القتات، (۲۶) مندل، (۲۷) حسن بن حسین، (۲۸) موسیٰ بن عبیدہ الربذی ص۱۴۷، (۲۹) محمد بن مروان السدی، (۳۰) عمیس ص۱۴۸، (۳۱) عبدالمنعم، (۳۲) عبدالرحمٰن افریقی ص۱۶۷، (۳۳) عبدالرحمٰن بن سعد، (۳۴) سعد بن عمار، (۳۵) عمار بن سعد ص۱۶۸، (۳۶) جابر جعفی ص۱۶۹، (۳۷) محمد بن ثابت العبدری ص۱۶۱، (۳۸) دراج ص۱۸۸، (۳۹) عمیر بن عمران ص۱۹۸، (۴۰) لیث بن ابی سلیم ص۲۰۴، (۴۱) بشر بن رافع، (۴۲) ابن ابی یعلی ص۲۰۹، (۴۳) طلحہ بن عمرو ص۲۱۳، (۴۴) سعید بن سماک بن حرب ص۲۲۵، (۴۵) احمد بن بدیل ص۲۲۶، (۴۶) زہیر بن محمد ص۲۳۱،

(۴۷) عصمہ بن محمد، (۴۸) عبدالرحمٰن بن قریش ص۲۵۰، (۴۹) مجالد بن سعید ص۲۹۹، (۵۰) فضیل بن سعید ص۳۲۱، (۵۱) داؤد بن راشد ص۳۲۳، (۵۲) عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن القرشی ص۳۲۹، (۵۳) ابو جناب الکلبی ص۳۴۰، (۵۴) فرخ بن فضالہ ص۳۵۱، (۵۵) عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن موہب ص۳۵۸، (۵۶) عمر بن ابی خنعم ص۳۷۵، (۵۷) ابراہیم بن ابی یحییٰ الاسلمی، (۵۸) معلیٰ بن ہلال ص۴۳۲، (۵۹) حفص بن سلیمان ص۴۳۵، (۶۰) عمرو بن شمر ص۴۳۶، (۶۱) کثیر بن عبداللہ ص۴۳۸، (۶۲) محمد بن عبدالعزیز ص۴۵۱، (۶۳) محمد بن الحسن بن عطیہ ص۴۶۳، (۶۴) شرجیل بن سعد ص۴۶۵، (۶۵) ابراہیم بن عثمان ص۴۶۶، (۶۶) عبدالرحمٰن بن ابی بکر الملیکی ص۴۸۱، (۶۷) عمرو بن محمد بن صبہان ص۴۸۲، (۶۸) عمرو بن بکر السکسکی ص۴۸۵، (۶۹) حجاج بن ارطاۃ ص۴۹۲، (۷۰) فائد بن عبدالرحمٰن ص۵۰۷، (۷۱) ابوداؤد الاعمیٰ ص۵۰۸، (۷۲) عقبہ بن عبداللہ الاصم ص۵۱۳۔ ان کے علاوہ بہت سے ضعفاء پر زبیر صاحب نے پردہ ڈال دیا ہے اور کتمان کا ثواب کمایا ہے۔

مجہول راویوں کی روایات

مجہول معروف کے مقابلہ میں ہے۔ جس راوی کا ایک ہی شاگرد ہو اس کو مجہول کہتے ہیں۔ احناف کے ہاں جہالت کا مدار روایت پر ہے۔ اگر کسی سے ایک دو ہی روایات ہوں تو وہ غیر معروف فی الروایۃ یعنی مجہول ہے۔ اور اس کی روایت کے رد و قبول کا حکم یہ ہے کہ اگر خیرالقرون کے فقہاء نے اس کو بالاتفاق قبول کرلیا تو وہ مقبول ہے اور اگر خیرالقرون کے فقہاء نے بالاتفاق اس کو ترک کردیا تو وہ متروک ہے۔ اور اگر خیرالقرون کے فقہاء میں اس مسئلہ میں اختلاف ہوا تو اب دوسری دلیل مثلاً قیاس کو ساتھ ملایا جائے گا۔ اگر قیاس اس کے قبول کی تائید کرے گا تو قبول کیا جائے گا اور اگر اس کے رد کی تائید

ہوگی تو رد کر دیا جائے گا (ملخص نورالانوار) شوافع کے ہاں جہالت کا مدار راوی پر ہوتا ہے۔ جس کا کوئی شاگرد نہیں یا ایک شاگرد ہے وہ مجہول ہے۔ صحابہ کرامؓ کی تعداد لاکھ سے زائد ہے لیکن روایت حدیث چند ہزار سے ہے۔ ان میں سے اکثر کا ایک ہی شاگرد ہے۔ ایسے راوی اصطلاحِ شوافع میں مجہول ہیں۔ مگر اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ سب عادل ہیں۔ ان میں جہالت جرح نہیں۔ احناف حدیثِ خیرالقرون کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ تابعین اور تبع تابعین میں بھی بنصِ حدیث خیر غالب ہے۔ اس لئے ان کی جہالت بھی جرح نہیں۔ تقریب التہذیب میں راویوں کے بارہ طبقے بیان کئے ہیں۔ ان میں سے پہلے ۹ طبقے خیرالقرون کے ہیں۔ ان کی نہ جہالت مضر ہے نہ تدلیس نہ انقطاع و ارسال۔ غیر مقلدین یہاں قرآن حدیث کے ماننے سے باہر ہیں۔ اور احناف کی ضد میں شوافع کے مقلد ہیں اور امام شافعی کی تقلید کو شرک کہنے والے۔ امام شافعی کے مقلدین جو ان کے ہاں مشرک ہیں۔ ان مشرکوں کی تقلید کو فرض جانتے ہیں۔ لیکن ان کی نماز کی ناقص ترین کتاب بھی مجاہیل کی روایات سے بھری پڑی ہے۔ (۱) ص ۸۸ حدیث ۸۷ پر لکھا ہے اسے ابن حزم نے ولید بن زوران کی جہالت کی وجہ سے ضعیف کہا ہے لیکن اس کے متعدد شواہد ہیں اس لئے حسن لغیرہ ہے۔ (۲) ص ۱۸۲ حدیث ۲۶۴ جس میں مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب ۵۰ ہزار اور مسجد جامع میں نماز پڑھنے کا ثواب ۵ سو نماز کے برابر بیان کیا ہے بوصیری نے کہا اس کی سند ضعیف ہے ابو خطاب الدمشقی کا حال معلوم نہیں (۳) ص ۲۳۰ حدیث ۳۵۰ یہ ضعیف ہے، سند میں اعرابی مجہول ہے۔ (۴) ص ۲۳۴ حدیث ۳۵۹ ضعیف ہے۔ اس میں اسحاق بن یزید ہذلی مجہول ہے۔ (۵) ص ۳۲۳ حدیث ۴۹۲ ضعیف ہے، ابو مسلم مجہول ہے۔ (۶) ص ۳۴۳ حدیث ۵۲۲ یہ امیہ راوی کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (۷) ص ۳۵۹ حدیث ۵۵۱ یہ سند راویوں کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے (اس ایک ہی سند میں تین راوی خباءہ، مہلب بن حجر، ولید بن کامل مجہول ہیں) (۸) ص ۴۳۵، اس کی سند میں عیسٰی

بن عبدالاعلیٰ مجہول ہے۔ (۹) ص۶۲۴ حدیث ۷۴۲ ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ابو عثمان مجہول ہے۔ (۱۰) ص۴۹۷ حدیث ۸۰۵ اس کی سند میں ابو علاء شامی مجہول ہے۔ (۱۱) ص۴۹۹ حدیث ۸۰۹ اس کی سند میں اسماعیل بن ریاح مجہول ہے۔ (۱۲) ص۵۱۱ حدیث ۸۲۷ اس کی سند عبداللہ بن ربیعہ دمشقی کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ہاتھ کی صفائی :

زبیر صاحب شوافع مقلدین (بقول خود) مشرکین کی تقلید کر کے مشرک در مشرک بھی بنے مگر حق پوشی میں امامت کے مقام پر ہیں۔ (۱) ص۶۰ حدیث ۳۰ کی سند میں عیاض بن ہلال ہے، ذہبی نے میزان ص۳۰۷، ج۲ پر مجہول کہا ہے مگر زبیر صاحب نے حدیث کو حسن بنالیا۔ (۲) ص۴۳ حدیث ۵۸ کو حسن کہا ہے جبکہ ابن حزم نے المحلی ص۱۸۴ ج۲ پر افلت کو مجہول اور اس حدیث کو ضعیف بلکہ باطل کہا ہے۔ زبیر نے یہ بھی جھوٹ بولا ہے کہ ابن خزیمہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔ (۳) ص۸۱ حدیث ۷۲ کو حسن کہا ہے جبکہ اس کی سند میں عصمہ مجہولہ ہے (عبدالرؤف ص۱۰۰) (۴) ص۱۰۶ حدیث ۱۱۸ کو حسن کہا ہے جبکہ اس کی سند میں مسلم بن سلام مجہول ہے۔ (۵) ص۱۲۸ حدیث ۱۵۶ کو حسن کہا ہے جب کہ اس کی سند میں عبداللہ بن یعقوب المدنی مجہول ہے۔ (۶) ص۱۴۵ حدیث ۱۸۳ کو ضعیف والحدیث حسن لغیرہ کہا ہے جبکہ اس کی سند میں بشر بن منصور مجہول ہے۔ (۷) ص۱۵۸ حدیث ۲۱۹ کو صحیح کہا ہے جبکہ اس کی سند میں سعید بن عبداللہ جہنی مجہول ہے (تلخیص الحبیر ۱-۱۸۶) (۸) ص۱۸۴ حدیث ۲۶۵ کو حسن کہا ہے جبکہ اس کی سند میں حمید مکی مجہول ہے۔ (۹) ص۲۹۱ حدیث ۴۵۶ کو حسن کہا ہے جبکہ اس کی سند میں مالک بن نمیر ہے لا یعرف (میزان الاعتدال ۳:۴۲۹) (۱۰) ص۳۴۴ حدیث ۵۲۶ کو حسن کہا ہے جبکہ اس کی سند میں یحییٰ بن ابی جعفر، یحییٰ بن ابی کثیر انصاری مدنی مجہول ہیں (تحقیق مشکاۃ ۱-۲۳۸) (۱۱) ص۳۱۴ اور

ص۱۳۱۴ پر دو حدیثوں کو حسن کہا ہے جبکہ دنوں سندوں میں ایاس بن ابی رملہ راوی مجہول ہے۔

ایک اور کمال:

ص۲۱۲ حدیث ۳۰۹ دو سو صحابہ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پیچھے آمین کہی اور مسجد گونج گئی۔اس کی سند میں خالد بن ابی ایوب ہے۔البانی نے کہا ہے **ذکرہ ابن ابی حاتم ولم یذکر فیہ جرحا وتعدیلا (الضعیفہ ۲:۳٦۸)** جب اس کی توثیق ثابت نہیں تو مجہول ہے۔مگر زبیر صاحب نے کتنا بڑا فریب کیا یہ لکھ دیا کہ اس کی سند ابن حبان کی شرط پر صحیح ہے۔حالانکہ ابن حبان کے ہاں مجہول کی روایت صحیح ہے۔اس لئے اکثر جگہ کتاب میں یہ لکھتا گیا ہے کہ ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔یہ سارا فریب ہے اور اسی فریب پر زبیر صاحب محقق بھی کہلاتے ہیں اور امام الجرح والتعدیل بھی۔

صلوٰۃ الرسول میں مدلسین کی روایات:

احناف کے ہاں خیرالقرون کی تدلیس مضر نہیں۔مگر شوافع کے ہاں بعض خیرالقرون کے راویوں کی تدلیس بھی مضر ہے۔زبیر صاحب کے اس اصول میں احناف کی تقلید شرک ہے اور شوافع مقلدین کی تقلید ایمان اور فرض ہے۔مگر اس پر کوئی دلیل شرعی آیت یا حدیث ان کے پاس نہیں ہے کہ احناف کی تقلید شرک ہے اور شوافع کی تقلید ایمان ہے۔وجہ صرف یہ ہے کہ یہاں سب احناف ہیں، ان کی تقلید کرنے سے مسجد میں مسلمانوں میں اتفاق اور اتحاد رہتا ہے جو انگریز حکومت کے لئے سوہان روح ہے۔اور شوافع کی تقلید سے یہاں احناف کے ساتھ لڑائی اور فتنہ کھڑا کیا جا سکتا ہے جو عین انگریز کا منشا ہے۔اس لئے فتنہ وفساد اور مسجد کو میدان جنگ بنانے کے لئے یہ ضد اپنا لی گئی۔(۱) ص۵۹، ص۱۴۵، ۳۸۱، ۴۸۱ پر چار حدیثوں کو تدلیس کی وجہ سے ضعیف کہا ہے لیکن

ص۱۵۲،ص۱۶۰،ص۳۵۹،ص۳۷۷،ص۳۸۰،ص۴۱۳،ص۴۷۴ پر سات حدیثوں کو صحیح کہا ہے جبکہ یہاں بھی مدلسین کا عنعنہ ہے اور ص۱۷۰،ص۲۲۰،ص۳۱۰ پر تین حدیثوں کو حسن کہا ہے حالانکہ ان سندوں میں بھی قتادہ کا عنعنہ ہے۔ (۲) ص۲۲۱،ص۲۳۴،ص۵۰۲ پر تین حدیثوں کو محمد بن اسحاق کی تدلیس ہے۔ اسے حسن اور ص۲۱۴ حدیث ۳۱۴ میں بھی محمد بن اسحاق کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف کہا ہے مگر ص۲۳۲ حدیث ۳۵۳ کی سند میں بھی محمد بن اسحاق کی تدلیس ہے بلکہ ساتھ مکحول کی تدلیس بھی ہے، اسے صحیح کہا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ کے ساتھ ایسی ناز برداریاں اسی جوڑی کو زیبا ہیں۔ (۳) ص۲۲۹ پر ایک حدیث کو اس لئے ضعیف کہا ہے کہ اس میں ابواسحاق کی تدلیس ہے۔ مگر ص۲۰۸ حدیث ۳۰۰ ابن ماجہ میں ابوبکر بن عیاش عن ابی اسحاق عن عبدالجبار عن ابیہ کی سند کو صحیح کہا ہے، حالانکہ زبیر صاحب کے نزدیک ابوبکر بن عیاش ضعیف ہے ابو اسحاق مدلس ہے اور عبدالجبار کا اپنے باپ سے سماع نہیں۔ ص۳۰۹ حدیث ۴۷۶ میں ابوداؤد کی سند میں ابواسحاق کی تدلیس ہے یہاں اسے صحیح کہا ہے۔ ص۳۷۴ حدیث ۵۸۴ میں بھی ابواسحاق کا عنعنہ ہے مگر حدیث کو حسن کہا ہے۔ ص۳۸۲ حدیث ۵۹۶ میں ابواسحاق کی تدلیس ہے مگر حدیث صحیح۔ ص۳۸۴ ص۶۰۲ میں ابواسحاق کی تدلیس ہے مگر خاموشی ہے۔ ص۴۸۴ حدیث ۷۸۹ کی سند میں ابواسحاق کی تدلیس ہے مگر حدیث کو حسن کہا ہے۔ عجب اٹکھیلیاں ہیں۔ (۴) زبیر صاحب نے نام نہاد رسالہ نور العینین میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین کی حدیث کو جو نسائی، ابوداؤد اور ترمذی میں ہے اس لئے ضعیف قرار دیا ہے کہ اس میں سفیان ثوری کی تدلیس ہے۔ مگر اس کتاب میں ص۲۰۰ حدیث ۲۸۷ سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث کو ص۲۸۶ پر صحیح قرار دیا ہے جبکہ اس کی سند میں سفیان کے عنعنہ کے علاوہ عاصم بن کلیب کا تفرد بھی ہے۔ اور اسی سند میں مؤمل بن اسمٰعیل بھی ہے جس کو بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے اور مؤمل اس زیادت میں بھی منفرد ہے کیونکہ حضرت وائلؓ کی یہ حدیث مسلم، نسائی،

ابوداؤد، ابن ماجہ، طیالسی، ابن حبان اور بیہقی میں بھی ہے۔ ان ساتوں کتابوں میں نہ سند میں مؤمل ہے نہ متن میں "صَـــدْرِہٖ" یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے اور جھوٹ یہ بولا کہ یہ حدیث شواہد کی وجہ سے صحیح ہے جبکہ شواہد جمع کا صیغہ ہے کم ازکم تین شاہد ذکر کرنے چاہئیں تھے اور ایک شاہد کا حوالہ دیا ہے (مسند احمد ۵:۲۲۶) جبکہ ہلب طائی کی یہ حدیث صحاح ستہ میں سے ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔ مگر دونوں میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا کوئی ذکر نہیں۔ اس حدیث کا مدار سماک بن حرب پر ہے۔ اس کے تین شاگرد ابوالاحوص، شعبہ، زائدہ سینے کا لفظ ذکر نہیں کرتے۔ چوتھا شاگرد سفیان ہے، اس سے وکیع سینے کا ذکر نہیں کرتا۔ یحییٰ بن سعید کی روایت میں سینے کا ذکر ہے مگر ہاتھوں کا ذکر نہیں ہے۔ اور یہ سینے کا لفظ بھی کاتب کی غلطی سے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں علی متقی نے کنزالعمال میں اور سیوطی نے جمع الجوامع میں یہ لفظ نقل نہیں کیا۔ ایسی روایات کا نام زبیر نے شواہد رکھا ہے۔ پھر خود صلوٰۃ الرسول میں ہے کہ سنت مؤکدہ کے لئے مداومت ضروری ہے۔ یہاں مداومت بھی نہیں ہے تو سنت کہنا بھی جھوٹ ہوا۔ پھر ص ۲۲۷ حدیث ۳۴۴ کو صحیح کہا ہے جب اس کی سند میں سفیان کا عنعنہ ہے۔ اسی طرح ص ۳۲۷ حدیث ۴۹۵ کو صحیح کہا ہے باوجود اس کے کہ اس میں سفیان ثوری کی تدلیس ہے اور ص ۳۶۸ میں تو کمال ہی کر دیا ہے کہ حدیث ۵۷۱ کو صحیح ہے جبکہ اس کی سند میں سفیان ثوری اور ابواسحاق دونوں کی تدلیس کے ساتھ ساتھ مؤمل بن اسماعیل جیسا منکر الحدیث راوی بھی ہے۔

؎ جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

(۵) ص ۱۰۷ حدیث ۱۲۰ کہ قئے اور نکسیر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کو ضعیف کہا ہے مگر ضعف کی وجہ نہیں بتائی۔ اس میں ایک تو اسماعیل بن عیاش ہے جو ابن جریج سے روایت کر رہا ہے اور دوسرے ابن جریج کی تدلیس ہے۔ مگر ص ۲۱۱ پر حدیث ۳۰۷ کہ عبداللہ بن زبیر اور ان کے مقتدی اتنی بلند آواز سے آمین کہا کرتے تھے کہ مسجد گونج اٹھتی تھی کے بارہ میں البانی نے

لکھا ہے فیہ علتان ضعف مسلم بن خالد و عنعنہ ابن جریج (الصفیفہ البانی ۲/۳۶۸) کہ اس روایت میں دو علتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مسلم بن خالد ضعیف ہے اور دوسری یہ کہ ابن جریج کی تدلیس ہے۔ مگر زبیر صاحب نے اسی عیب کو چھپا کر صحیح قرار دیا ہے۔ اسی طرح ص ۳۵۷ حدیث ۵۴۶، ص ۴۴۵ حدیث ۷۱۲ کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ دونوں میں ابن جریج کی تدلیس موجود ہے (۶) ص ۲۸۸ حدیث ۴۵۱ کو ضعیف کہا ہے۔ یہ سند محمد بن عجلان کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن ص ۵۹ حدیث ۲۷ کو حسن کہا ہے جبکہ اس میں بھی محمد بن عجلان کا عنعنہ ہے مگر زبیر صاحب گونگے ہو گئے ہیں۔ اور ص ۳۸۹ حدیث ۶۰۷ کو حسن کہا ہے جبکہ اس میں بھی محمد بن عجلان کا عنعنہ ہے۔ اور ساتھ یہ جھوٹ بھی لکھ مارا ہے کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے جو بالکل جھوٹ ہے۔ (۷) علاوہ ازیں ہشیم، اعمش، ابوزبیر، ابوقلابہ، زہری کی تدلیس والی احادیث بھی اس کتاب میں موجود ہیں مگر زبیر علی صاحب نے یہاں پوری تقیہ بازی سے کام لیا ہے۔ اس کتاب میں مرسل اور منقطع احادیث بھی ہیں۔ اب یہ واضح حقیقت ہے کہ لامذہب غیر مقلدین کی نماز کے اکثر مسائل تو ضعیف احادیث سے بھی ثابت نہیں اور ناقص مسائل بھی ضعاف سے پر ہیں۔ اپنے گھر کا یہ حال ہے اور منہ چڑاتے ہیں اہل سنت کی متواتر نماز کا۔

قیامِ حشر کیوں نہ ہو کہ اک کلچڑی کنجی کرے ہے حضور بلبل بستاں نوا سنجی

کچھ تخریج کے بارہ میں:

(۱) جرح و تعدیل میں زبیر صاحب کا فرض تھا کہ وہ پہلے مجروح راوی کا نام، زمانہ، مذہب اور علاقہ لکھتے۔ پھر جارح کا نام، زمانہ، مذہب اور علاقہ لکھتے۔ بعدازاں یہ بتاتے کہ جارح ناصح ہے یا متعصب۔ متشدد ہے یا متعنت۔ اس کے بعد بتاتے کہ جرح مبہم ہے یا مفسر اور مفسر ہے تو سبب جرح متفق علیہ ہے یا مختلف فیہ۔ اور جرح کا صرف دعویٰ کیا

ہے یا ثابت بھی کیا ہے؟ پھر ناقل کون ہے؟ اس کا نام، زمانہ، مذہب اور علاقہ کیا ہے؟ اور ناقل تک وہ جرح تواتر سے پہنچی ہے یا خبر واحد سند صحیح سے۔ لیکن زبیر صاحب کے رسائل پڑھنے سے یہ بات دوپہر کے آفتاب کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ ان کو نہ یہ پتہ ہے کہ دعویٰ کیا ہے اور دلیل کیا ہے اور جارح اور ناقل کی بھی انہیں تمیز نہیں ہے۔ ایک جج کوئی فیصلہ دے اور چالیس اخبارات اس کو نقل کریں تو کوئی جاہل اس کو چالیس فیصلے نہیں کہے گا۔ مگر زبیر صاحب اپنے قارئین کو ایسے فریبوں میں مبتلا کردیتے ہیں۔ اب جو کچھ انہوں نے تخریج کے نام سے لکھا ہے وہ تحقیق نہیں بلکہ خالص تقلید ہے۔ کیونکہ کسی حدیث کی صحت یا ضعف کسی امتی کی رائے پر موقوف ہے۔ کسی کی رائے کو ماننا تقلید ہے۔ اگر اس سے بھی واقفیت نہ ہو تو البانی کی الصیغہ جلد سوم ص۱۳، ص۶۹، ص۹۵، ص۲۶۵، ص۳۱۳، ص۳۱۵ اور ص۳۱۶ ہی دیکھ لیں۔ چونکہ اس تخریج میں مدار حدیث رسول پر ہے ہی نہیں اس لئے محقق اہل حدیث کہلانا جھوٹ ہے۔ ہاں مقلد مشرکین نام کے ساتھ لکھا کریں تو بالکل بجا ہے۔

(۲) نیز اس تخریج اور تقلید میں زبیر صاحب نے سارا زور شواہد پر رکھا ہے۔ تو شاہد کی تعریف اور کونسی جرح شواہد سے ختم ہوتی اور کونسی سے نہیں اس کی کوئی وضاحت نہیں کی نہ شواہد کا ذکر کیا۔ بس اندھے کی لاٹھی چلائی ہے۔ اور بس اس سے آپ کے اندھے مقلد تو خوش ہوجائیں گے مگر اہل علم کی طمانیت کا کوئی سامان اس میں نہیں ہے۔ پھر شاہد کیا کیا بن سکتا ہے؟ کیا عملی تواتر بھی آپ کے ہاں شاہد ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو فرمائیں۔ ضعیف، مجہول، مدلس راوی تو شاہد بن سکتا ہے اور عملی تواتر امت کا شاہد کیوں نہیں بن سکتا۔ جبکہ خیرالقرون میں عملی تواتر ہی اصل شاہد تھا۔

(۳) تخریج میں قرآن پاک کا ذکر تو برائے نام کہیں بطور تبرک آ گیا ہے۔ احادیث میں بھی خیرالقرون میں لکھی گئی کتب حدیث کو تقریباً نظر انداز کردیا گیا ہے۔ مسند امام اعظم

۱۵۰ھ، موطا امام مالک ۱۷۹ھ، کتاب الآ ثار ابی یوسف ۱۸۲ھ، کتاب الآ ثار امام محمد ۱۸۹ھ، موطا امام محمد ۱۸۹ھ، کتاب الحجہ امام محمد ۱۸۹ھ، المدونۃ الکبریٰ ۱۹۱ھ، ابوداؤد طیالسی ۲۰۴ھ، عبدالرزاق ۲۱۱ھ۔ یہ کتابیں خیرالقرون میں لکھی گئیں۔ کیونکہ خیرالقرون ۲۲۰ھ تک ہے۔ ان کے لکھنے والے بھی ایک دو کے سوا سب مجتہدین ہیں اور وہ بھی خیرالقرون کے، جبکہ صحاح ستہ کے جامع مابعد خیرالقرون کے مقلدین ہیں۔ ان کی اسانید بھی صحاح ستہ کی اسانید سے عالی ہیں۔ اور ان میں سے خاص طور پر کتاب الآ ثار کا ہر ہر راوی اپنے زمانہ کا افقہ الناس ہے۔ پھر عملی تواتر کی تائید بھی انہیں حاصل ہے۔ تو ان کو پیچھے ڈالنا تحقیق نہیں تعصب ہے۔

احکام کا بیان:

جناب صادق صاحب لکھتے ہیں: ''سنتیں دو قسم کی ہیں۔ ایک رواتب یا مؤکدہ، دوسری غیر رواتب یا غیر مؤکدہ۔ رواتب یا مؤکدہ وہ ہیں جن پر رسول اللہ ﷺ نے مداومت فرمائی، مثلاً فجر کی سنتیں وغیرہ اور غیر رواتب یا غیر مؤکدہ وہ ہیں جو آپ گاہے گاہے پڑھتے تھے۔ مثلاً عصر کی سنتیں اور واضح ہو کہ سنت نفل مندوب مستحب مرغب فیہ۔ حسن یہ تمام الفاظ ہم معنی اور مترادف ہیں جو عبادت نافلہ (غیر فرض) پر بولے جاتے ہیں، ص ۳۶۸۔ مزید لکھتے ہیں: ''نوافل اپنی خوشی اور مرضی کی عبادت ہے۔ اللہ اور رسول ﷺ نے کسی کو پڑھنے کے لئے مجبور نہیں کیا۔ اس لئے ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم اپنے نفلوں کو فرضوں کا ضروری اور لازمی ضمیمہ بنا ڈالیں۔ فرضوں کے ساتھ حضرت انور ﷺ کی نافلہ عبادت یعنی سنتیں آ گئی ہیں جن سے نماز پوری اور مکمل ہوگئی ہے، ص ۳۷۶۔

اس سے معلوم ہوا (۱) بعض چیزیں فرض ہیں بعض سنت مؤکدہ۔ بعض نفل۔ مگر ان کی تفصیل کتاب میں نہیں ہے کہ دو رکعت نماز میں کل فرائض کتنے ہیں؟ کل مؤکدہ سنتیں

کتنی ہیں اور کل نوافل اور مستحب کام کتنے ہیں؟ (۲) یہ تقسیم قرآن حدیث میں ہے تو قرآن حدیث سے یہ تفصیل دکھائیں اور اگر امتیوں سے لی ہے تو اہل حدیث کہلا کر لوگوں کو فریب نہ دیں۔ (۳) سنت مؤکدہ کی تعریف یہ کی ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ وہ کام کیا ہو۔ یہ تعریف قرآن حدیث میں ہے یا کسی امتی سے چوری کی ہے۔ (۴) مداومت اور ہیشگی کے لئے ہمیشہ کا لفظ ہو تو نص ہوگا۔ لیکن غیر مقلدین اپنے مخصوص مسائل ٹانگیں چوڑی کرنا، پہلوانوں کی طرح اکڑ کر سینے پر ہاتھ باندھنا، مقتدیوں کا جہری رکعتوں میں اونچی آمین کہنا، امام کا جہری رکعتوں میں اونچی آمین کہنا، رکوع کی رفع یدین، تیسری رکعت کے شروع کی رفع یدین، جلسہ استراحت۔ ان میں سے کسی ایک مسئلہ میں بھی ہمیشہ کا لفظ حدیث پاک میں ثابت نہیں کر سکے۔ تو ان کو سنت مؤکدہ کہنا گویا اللہ کے نبی پاک ﷺ پر جھوٹ بولنا ہے۔ (۵) جب ان افعال کا دوام ثابت نہیں کر سکے تو ان کو فرض نمازوں کا لازمی ضمیمہ بنانا اور اپنے فرقے کا شعار بنانا کس دلیل سے ثابت ہے۔ (۶) ماضی استمراری کے بارہ میں لکھا ہے: ''کان یرفع کے الفاظ میں استمرار یعنی ہیشگی پائی جاتی ہے (صادق ص۲۶۱)'' کان جب مضارع پر ہو تو ماضی استمراری بن کر علی الدوام کا فائدہ دیتا ہے (زبیر) ص۲۶۱۔ حالانکہ یہ بات محققین کے خلاف ہے (نووی ص۲۵۴، ج۱) اور خود غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے فتاویٰ ثنائیہ میں لکھا ہے کہ ماضی استمراری قضیہ مہملہ ہے، لیکن اگر صادق صاحب، مبشر صاحب، زبیر صاحب کی تثلیث اس بات پر بضد ہے کہ ماضی استمراری دوام کے لئے ہے اور جو کام ماضی استمراری سے ثابت ہوگا وہ سنت مؤکدہ ہوگا۔ اور جو ماضی استمراری نہ ہوگا وہ سنت مؤکدہ نہیں ہوگا۔ تو صرف نام نہاد صلوٰۃ الرسول ہی غور سے پڑھیں۔ ص۸۷ حدیث ۶۷۔ متفق علیہ حدیث سے ثابت ہوا کہ حائضہ بیوی سے مباشرت کرنا سنت مؤکدہ ہے اور ص۳۴۸ حدیث ۵۳۱ کے مطابق ٹخنے سے ٹخنہ، گھٹنے سے گھٹنا، پنڈلی سے پنڈلی، مونڈھے سے مونڈھا ملانا ہرگز سنت مؤکدہ نہیں۔

اس کو خواہ مخواہ نماز کا لازمی ضمیمہ بنانا بالکل غلط ہے۔ (۲) ص ۲۲۲ حدیث ۳۳۰ سے ثابت ہوا کہ جمعہ کے دن نماز فجر میں پہلی رکعت میں الم تنزیل اور دوسری رکعت میں ھل اتی علی الانسان دونوں سورتیں امام (یا منفرد) کے لئے سنت مؤکدہ ہے۔ اس کے علاوہ اور قرآن پڑھنا خلاف سنت ہے۔ لیکن ص ۲۰۰ حدیث ۲۸۷ میں ماضی استمراری کا صیغہ نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ سینے پر ہاتھ باندھنا ہرگز ہرگز سنت مؤکدہ نہیں۔ اس کو نماز کا لازمی ضمیمہ بنانا اہل حدیث کا کام نہیں، بلکہ اس کو سنت مؤکدہ قرار دینا اللہ کے نبی پاک پر جھوٹ باندھنا اور پکا دوزخی بننا ہے۔ (۳) نماز عیدین میں ہمیشہ پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور ق والقرآن المجید پڑھنا اور دوسری رکعت میں سورۃ الغاشیہ اور اقتربت الساعۃ پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا ترک سنت مؤکدہ کا چھوڑنا ہے ص ۲۲۳،۲۲۴۔ حدیث ۳۳۱-۳۳۳ لیکن کسی نماز میں امام یا مقتدی کا اونچی آمین کہنا ہرگز سنت مؤکدہ نہیں۔ اس کو سنت مؤکدہ کہنا نبی پاک پر جھوٹ بولنا ہے۔ کیونکہ یہاں ماضی استمراری نہیں ص ۲۰۸ حدیث ۳۰۰ وغیرہ۔ (۴) ص ۲۲۴-۲۲۵ حدیث ۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷ چار جگہ ماضی استمراری ہے۔ تو مغرب کی نماز میں روزانہ پہلی رکعت میں سورۃ جمعہ، سورۃ الکافرون اور نصف سورۃ طور اور آدھی مرسلات اور دوسری رکعت میں ہمیشہ روزانہ سورۃ اخلاص، سورۃ منافقون اور آدھی سورت طور اور آدھی مرسلات پڑھنی سنت مؤکدہ ہے۔ ان میں سے کسی ایک کے چھوڑنے سے نماز یقیناً خلاف سنت ہوگی۔ لیکن ص ۲۰۴ حدیث ۲۹۷ پر جو دعا اللھم باعد بینی ہے اس کا پڑھنا سنت مؤکدہ بالکل نہیں ہوگا، کیونکہ وہاں ماضی استمراری نہیں ہے۔ (۵) ص ۲۸۰ سجدہ میں حضور ﷺ دس دعائیں پڑھتے تھے۔ کیا ان میں سے ہر ایک دعا پر آپؐ نے مداومت فرمائی تھی تو پوری دس سنت مؤکدہ ہوں گی۔ کسی ایک کے ترک سے بھی نماز خلاف سنت ہوگی۔ اور اگر کسی ایک پر بھی مداومت نہیں فرمائی تو کوئی بھی سنت مؤکدہ نہ ہوگی۔ پھر فرائض کی تفصیل نہ لکھنا اور مستحبات کی اتنی تطویل

کرنا گویا مستحبات کو فرائض سے بھی بڑھانے کے مترادف ہے۔ (۶) ص ۲۳۷ رکوع میں پڑھنے والی چھ دعائیں لکھی ہیں۔ کیا ان ہر چھ پر آنحضرت ﷺ نے ہر رکوع میں مداومت فرمائی اور یہ ہر چھ سنت مؤکدہ ہیں کہ ایک کا ترک بھی خلاف سنت ہو۔ یا ان میں سے کسی ایک پر بھی مداومت نہیں فرمائی اور ان میں سے کوئی ایک بھی سنت نہیں ہے۔ تو رکوع میں کچھ پڑھنا سنت نہ رہا۔ زیادہ سے زیادہ مستحب ہوا جس کو لازمی ضمیمہ بنانا ہرگز درست نہیں اور ص ۲۸۲ میں جلسہ میں پڑھنے کی مسنون دعا میں ماضی استمراری ہے تو وہ سنت مؤکدہ ہوئی۔ اس کے ترک سے نماز خلاف سنت ہوگی۔ گویا نہ رکوع میں کچھ پڑھنا سنت نہ سجدوں میں، البتہ دو سجدوں کے درمیان یہ دعا سنت مؤکدہ بن گئی۔

(۷) ص ۲۹۵ پر درود شریف لکھا ہے۔ اس حدیث میں نہ نماز کی صراحت نہ ماضی استمراری۔ تو نماز میں درود شریف پڑھنا تو سنت مؤکدہ نہ ہوا۔ البتہ نماز میں کسی نامعلوم جگہ دعا ص ۲۹۸ والی پڑھنی سنت مؤکدہ ہوئی۔ اس کے پڑھے بغیر نماز خلاف سنت ہوگی، کیونکہ یہاں ماضی استمراری ہے۔

(۸) ص ۳۶۲ حدیث ۵۶۱ میں ماضی استمراری ہے۔ تو امام کا بعد نماز دائیں طرف سے پھرنا سنت مؤکدہ ہوا۔ اور بائیں طرف پھرنا خلاف سنت ہوا۔ اگرچہ ابن مسعودؓ دائیں طرف سے پھرنے کو ضروری سمجھنے کو حظ شیطان فرما رہے ہیں۔ فرمایئے جو سنت مؤکدہ کو حظ شیطان کہے اس کا شریعت مقدسہ میں کیا حکم ہے اور چار رکعت میں دس جگہ رفع یدین کرنے کی جو حدیث جو ص ۲۴۹ پر حدیث ۳۸۰ نقل کی ہے اس میں ماضی استمراری نہیں۔ وہ تو سنت مؤکدہ بالکل نہ ہوئی نہ ہی وہ متفق علیہ ہے۔

(۹) ص ۳۷۰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (۱) عام طور پر سنتیں گھر پر ہی پڑھتے تھے اور فرض مسجد میں ہمیں بھی چاہئے کہ ہم سنتیں (۲) ہمیشہ گھر میں ہی پڑھا کریں۔ اگرچہ مسجد میں ان کا پڑھنا (۳) جائز ہے۔ لیکن گھر میں پڑھنا (۴) افضل ہے۔ اس عبارت میں چار باتیں

ہیں۔ ان کی تفصیل کسی حدیث میں ہے یا حکیم صاحب کی محض رائے ہیں۔

(۱۰) ص۴۴۴ میں جمع بین الصلاتین درسفر میں ماضی استمراری ہے۔ تو کیا سفر میں ہمیشہ دو نمازوں کا جمع کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ اور سفر میں فجر کے وقت معتاد اور عصر کے وقت معتاد پر پڑھنا خلاف سنت ہے۔ اسی طرح ص۳۷۹ پر نماز تہجد کی گیارہ رکعت کا ذکر ماضی استمراری سے ہے۔ کیا گیارہ رکعت ہمیشہ پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ اس سے کم و بیش کرنا یا اس کا ترک خلاف سنت ہے؟

(۱۱) حکیم صاحب نے ص۳٦۸ پر لکھا ہے: ''رات اور دن کی مؤکدہ سنتیں بارہ ہیں'' اور ص۳۷۱ پر لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوافل (سنن) میں سے کسی چیز پر اتنی محافظت اور مداومت نہیں فرماتے تھے جس قدر فجر کی دو رکعتوں پر مداومت کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ باقی دس پر مداومت نہیں تھی تو وہ سنت مؤکدہ نہ رہیں۔

(۱۲) ص۱۲٦ پر متفق علیہ حدیث نقل کی ہے کہ جمعہ کا غسل واجب ہے۔ مگر اس حکم نبویؐ کو حکیم صاحب مستحب کا درجہ دیتے ہیں اور امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کو کسی متفق علیہ حدیث میں اس طرح صراحتاً واجب نہیں کہا گیا مگر حکیم صاحب اسے فرض کہتے ہیں۔

(۱۳) جب حکیم صاحب کے ہاں سنت مؤکدہ ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ آپ ﷺ نے اس پر مداومت فرمائی ہو، تو اذان اور اقامت تو سنت مؤکدہ نہ رہی کیونکہ اس پر مداومت تو کجا ایک دفعہ بھی آپ ﷺ نے خود نہ اذان کہی اور نہ اقامت۔ اور اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ جہاں احادیث متعارضہ ہیں وہاں مداومت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو ان میں سے کسی ایک پہلو کے سنت مؤکدہ ہونے کا دعویٰ دوسری احادیث کا انکار ہے۔ لیکن غیر مقلدین کا سارا زور ہی متعارضات پر ہوتا ہے۔ حکیم کی صلوٰۃ الرسول کو کتاب حدیث اور اہل حدیث کے ساتھ رکھ کر پڑھیں تو آپ کو دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہو جائے گا کہ نام نہاد اہل حدیث صرف نماز کے مسائل میں کتنی احادیث کے منکر ہیں۔

یہ بات دوپہر کے سورج کی طرح کھل گئی کہ یہ فرقہ فرض، واجب، سنت مؤکدہ، مستحب، مباح، مکروہ اور حرام کی جامع مانع تعریف بھی قرآن و حدیث کے ترجمہ سے نہیں دکھا سکتا۔ تو ان کا صرف قرآن حدیث پر عمل کرنے کا دعویٰ بالکل جھوٹ ہے۔ اسی طرح صحیح، صحیح لغیرہ، حسن، حسن لغیرہ، ضعیف، موضوع احادیث کی تعریفات بھی جامع مانع یہ نہ قرآن پاک کے ترجمہ سے دکھا سکتے ہیں نہ حدیث کے ترجمہ سے۔ تو صرف قرآن حدیث پر عمل کا دعویٰ باطل محض ہے۔

معنی حدیث:

حکیم صاحب نے ص۳۹۴ پر حدیث عائشہؓ تحریر کی ہے کہ ''رمضان ہوتا یا نہ ہوتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات کی نماز علی العموم) گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے (پہلے) آپ چار رکعت پڑھتے۔ ان کی خوبی اور درازی تو تم دریافت ہی نہ کرو۔ پھر آپ چار رکعت پڑھتے۔ پس ان کی خوبی اور درازی (بھی) کچھ نہ پوچھو۔ پھر (اخیر میں) آپ تین رکعت (وتر) پڑھتے۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کا غالب معمول یہ تھا کہ آپ آٹھ رکعت تہجد چار چار رکعت کی نیت سے دو سلام میں پڑھتے تھے اور پھر تین وتر''۔ یہاں حکیم صاحب صاف فرما رہے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ چار چار رکعت ایک سلام سے پڑھتے تھے۔ مگر زبیر علی زئی نے اپنے رسالہ'' تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ'' ص۶ پر لکھا ہے کہ تقلید پرستوں کا سارا لٹریچر درج ذیل نمبروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ (۱) اکاذیب اور اس میں مولوی محمد حسین نیلویؒ، مولوی مسعود احمد خاں کامل پوریؒ اور مولانا خیرمحمد صاحب جالندھریؒ کے بارہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے جھوٹ بولا ہے کہ اس حدیث میں چار چار رکعت ایک سلام سے پڑھنے کا ذکر ہے۔ اگر یہ جھوٹ ہے تو صادق صاحب کو یہاں جھوٹا

کیوں نہ کہا؟ کیا لا مذہب فرقے کے صادق کو بھی حدیث پر جھوٹ بولنے کی اجازت ہے، اور اگر یہ سچ ہے تو زبیر علی زئی حدیث رسول کو جھوٹا کہہ کر محقق اہل حدیث کیسے بن گیا، منکر حدیث کیوں نہ ہوا؟

آخری بات:

ص۲۱ (۳) ہے "مختصر تخریج عوام الناس کو مدنظر رکھ کر کی گئی ہے تا کہ قارئین حدیث کا حکم معلوم کر سکیں اور ضعیف روایت کی وجہ ضعف بتا کر کتاب کا حوالہ ذکر کر دیا گیا ہے"۔

سوال یہ ہے کہ وجہ ضعف جو لکھی ہے وہ حدیث کے ضعیف ہونے کا دعویٰ ہے یا دلیل اور اگر دعویٰ ہے بے دلیل تو اس کی قارئین کو ماننے کی دعوت دینا تقلید ہے۔ تو آپ کی تقلید کرنے والے "مشرک" ہو گئے اور آپ "مشرک گر"۔ اہل حدیث تو کوئی بھی نہ رہا۔ اور اگر دلیل ہے تو فرمان خدا ہے یا فرمان رسول؟ کیونکہ آپ کا اعلان تو یہی ہے کہ اہل حدیث کے دو اصول فرمان خدا، فرمان رسول۔ اگر جن کے اقوال آپ نے نقل کئے ہیں وہ آپ کے خدا اور رسول ہیں تو آپ کے خدا تو مشرکین مکہ سے بھی بڑھ گئے اور قادیانی انبیاء سے بھی۔

ص۲۱ (۴) احادیث پر صحت وضعف کا حکم لگانے میں جمہور ائمہ محدثین کے اصول وقواعد کو پیش نظر رکھا گیا ہے: "سوال یہ ہے کہ آپ کے دلائل تو دو ہیں: قرآن، حدیث۔ جمہور آپ کے کتنے نمبر کی دلیل ہے۔ اجماع کا انکار اور جمہور کو ماننا عجیب بات ہے۔ بہرحال جمہور کی بات آپ کے ہاں خدا کی بات کے برابر ہے یا رسول کی بات کے برابر؟

محدثین:

محدثین کا ذکر یا طبقات حنفیہ میں ملتا ہے یا طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ اور

طبقات حنابلہ میں۔ طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب کسی محدث نے نہیں لکھی۔ جب یہ محدثین مقلد ہیں اور ظاہر ہے کہ جو مسائل ائمہ اربعہ میں مختلف فیہ ہیں ان میں شافعی محدث اپنے امام کے اصول پر بات کرے گا۔ حنفی محدث اپنے امام کے اصول پر۔ تو جب حنفی امام شافعیؒ کی تقلید نہیں کرتا تو ان کے مقلد کی تقلید کیوں کرنے لگا۔ اور جمہور محدثین کہنا بھی جھوٹ ہے۔ حنفی محدثین اور مالکی محدثین کو نظر انداز کیا گیا۔

قواعد و اصول:

محدثین کے یہ قواعد قرآن و حدیث میں منصوص ہیں یا ان کی رائے پر مبنی ہیں اور ان کی رائے کا ماننا تقلید ہے یا نہیں؟ یقیناً تقلید ہے، تو محدثین کی تقلید کے فرض ہونے کی دلیل کونسی آیت اور کونسی حدیث ہے؟ بلکہ زبیر علی زئی صاحب نے تو اپنے رسالہ نور العینین میں صاف لکھا ہے کہ محدثین حدیث کے صحیح ضعیف ہونے کا فیصلہ اپنے الہام سے کرتے ہیں۔ اور اس پر کوئی دلیل بیان نہیں کر سکتے۔ تو گویا یہ تخریج شافعی مقلدین کے الہامات پر مبنی ہوئی۔ ذرا قرآن و حدیث سے الہام کی شرعی حیثیت اور حکم کو واضح فرمائیں!

مسئلہ رفع یدین:

ص۲۵۴ پر صاحب قاموس کی عبارت کا غلط سلط ترجمہ کیا ہے ''کثرت روایات کی وجہ سے (تین مواقع پر ثابت شدہ رفع الیدین) متواتر حدیث کے مشابہ ہے۔ اس مسئلہ میں چار سو حدیثیں اور آثار آئے ہیں۔ عشرہ مبشرہ صحابہؓ (جنہیں حضور ﷺ نے ان کی زندگی میں جنتی کہا تھا) نے ان کو روایت کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اسی طرح نماز پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ اس دنیا سے رحلت فرما گئے، اس کے سوا کچھ ثابت نہیں۔'' اس عبارت میں مذکور روایات کی تخریج میں جناب زبیر صاحب نے ایک فہرست تو عبدالرشید انصاری صاحب کی کتاب الرسائل سے دی ہے، جس پر تبصرہ ''مجموعہ رسائل'' میں چھپ چکا ہے۔

اس میں ۲۲ کتابوں کے حوالے تھے۔ اب زبیر صاحب نے ۵۰ کتابوں کی فہرست پوری کرنے کے بعد لکھا ہے: ''یہ چار سو سے زیادہ روایات ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری بہت سی کتب ہیں جنہیں اس عجالت میں دیکھا نہیں گیا۔ اور ہمارا مذکورہ بالا کتب میں دیگر بہت سی روایات ہیں جن کے تتبع کا ہمارے پاس وقت نہیں''۔ صادق صاحب تو فوت ہو چکے ہیں اب مخرج اور مصحح کی خدمت میں گزارش ہے کہ ان چار سو سے زائد روایات میں سے صرف اور صرف ایک حدیث پیش کریں جس میں غیر مقلدین کی رفع یدین کا مکمل مسئلہ ہو کہ دو سجدوں سے اٹھ کر (دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں) رفع یدین ممنوع ہے اور دو رکعتوں سے اٹھ کر (تیسری رکعت کے شروع میں) رفع یدین کندھوں تک سنت مؤکدہ متواترہ ہے اور دو سجدوں سے پہلے اور بعد میں رفع یدین ممنوع ہے اور ہر رکوع سے پہلے اور بعد کندھوں تک رفع یدین سنت موکدہ متواترہ ہے۔۔۔۔۔ اس میں ایک جگہ جہاں رفع یدین کرنا ہے رفع یدین چھوڑنے سے نماز نہیں ہوتی۔ اور جہاں آپؐ نے نہیں کی وہاں ایک جگہ بھی رفع یدین کرنے سے نماز نہیں ہوتی۔ اور یہ طریقہ آپؐ کا وفات تک رہا۔ اور اس حدیث کا صحیح ہونا دلیل شرعی سے ثابت کریں اور دلیل شرعی کے بارہ میں آپ کا ایک ہی اعلان ہے۔'' اہل حدیث کے دو اصول فرمان خدا اور فرمان رسول''۔ لیکن ہم صاف کہتے ہیں ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اگر یہ ایک بھی ایسی حدیث نہ لا سکے اور قیامت تک نہ لا سکیں گے تو یاد رکھیں کہ یہ فرقہ ایک ہی مسئلہ میں نبی پاک ﷺ پر چار سو سے زیادہ جھوٹ بولتا ہے اور حضرت آدمؑ کے زمانہ سے لے کر تا ایں دم اور کوئی اتنا جھوٹا فرقہ پیدا نہیں ہوا جو ایک ہی مسئلہ میں نبی پاکؐ پر چار سو سے زائد جھوٹ بولے۔

(۲) بقول اس فرقہ کے ''ان چار سو احادیث میں عشرہ مبشرہ سے بھی ان کی مکمل رفع یدین کے بارہ میں احادیث ہیں جن میں صراحت ہے کہ آنحضرتؐ اس دنیا سے رحلت فرمانے تک یہ رفع یدین کرتے رہے'۔ یہ بھی نبی پاکؐ اور عشرہ مبشرہ سے ثابت نہیں۔ نامعلوم یہاں زبیر صاحب کو شاید سانپ سونگھ گیا کہ نہ تو اس کی تخریج کی اور نہ ہی یہ بتایا کہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ صاحب پچاس سے زیادہ کتب کی ورق گردانی کرنے کے بعد بھی اس سے عاجز رہے ہیں کہ ان عشرہ مبشرہ میں سے کسی ایک سے بھی ایسی حدیث پیش کرتے کہ آپ ؐ آخر عمر تک یہ مکمل اختلافی رفع یدین کرتے رہے۔ مگر گونگے ہو گئے ہیں، حق بات نہیں کہہ سکے۔

(۳) جس طرح غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ بخاری مسلم سب سے زیادہ شان والی کتابیں ہیں اس لئے پہلے ان سے احادیث لی جائیں گی اور کسی طرف نظر اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح جناب رسولؐ کے تمام صحابہ کرام میں سے یقیناً حضرات عشرہ مبشرہ کا مقام بہت بلند ہے۔ اس لئے غیر مقلدین کا فرض ہے کہ جب رفع یدین پر کتاب لکھیں یا اس مسئلہ پر مناظرہ کریں تو سب سے پہلے عشرہ مبشرہ کی وہ دس احادیث جن میں مکمل اختلافی رفع یدین ہو اور آخر عمر تک کی تصریح ہو پیش کیا کریں۔ جیسا یہ بخاری مسلم کو چھوڑ کر کسی اور کتاب کی طرف جانے کو گناہ سمجھتے ہیں ایسے ہی عشرہ مبشرہ کو چھوڑ کر ادھر ادھر جانے کو گناہ سمجھیں اور مناظرہ سے پہلے صحاح ستہ کے بارہ میں سب کو آگاہ کریں کہ صحاح ستہ والے عشرہ مبشرہ میں سے کسی ایک سے بھی یہ تفصیلی رفع یدین اور آخر عمر کی صراحت کے ساتھ حدیث نہیں لا سکے۔۔۔۔۔۔ اہل سنت والجماعت بھائیوں سے درخواست ہے کہ جب تک عشرہ مبشرہ کی احادیث سے اپنی مکمل رفع یدین اور آخر عمر کی صراحت نہ دکھائیں آگے نہ چلنے دیں۔ کیونکہ مناظرہ سے پہلے اور بعد یہی عشرہ مبشرہ والا جھوٹ بول بول کر یہ سادہ لوح عوام کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ اگر مناظرہ میں آپ نے اس مطالبہ سے چشم پوشی کی تو آپ بھی اس

جھوٹ کی اشاعت میں شریک سمجھے جائیں گے اور عین ممکن ہے کہ قیامت کو آپ سے بھی سوال ہو اور جناب نبی اقدسؐ اور حضرات عشرہ مبشرہ آپ سے پوچھیں کہ جب تقریروں اور تحریروں میں ہم پر یہ جھوٹ بولا جاتا تھا تو تم نے اس جھوٹ کو بند کرنے کی کوشش کیوں نہ کی اور اس جھوٹ کو کیوں پھیلنے دیا تو آپ کا جواب کیا ہوگا؟ اس لئے زبیر صاحب بھی نورالعینین کو ختم کر کے کوئی اور رسالہ لکھیں جس میں صرف عشرہ مبشرہ والی ہی دس احادیث ہوں ورنہ قیامت کو عشرہ مبشرہ کو کیا منہ دکھاؤ گے جب وہ پوچھیں گے کہ تو چارسو سے زیادہ گنتی تک کو چلا جاتا تھا لیکن ہم دسوں نے کیا گناہ کیا تھا کہ ہمارا نام لینا بھی گناہ سمجھا جاتا تھا اور ہماری احادیث لکھنا بھی گناہ سمجھا جاتا تھا اور اگر یہ جھوٹ ہے تو آخر جب رسول اقدسؐ اور عشرہ مبشرہؓ پوچھیں گے کہ کتاب میں ہم پر جھوٹ بولا گیا تھا اور تو نے اس کتاب کی تخریج کی تھی تو کیوں نہ اس کے جھوٹ ہونے کو تحریر و تقریر سے تو نے واضح کیا!

ثبوت:

(۴) دور وکٹوریہ سے جب سے یہ فرقہ بنا ہے اس فرقہ میں ایک فرد بھی ایسا پیدا نہیں ہوا جس کو اتنی سمجھ ہو کہ ثبوت عام ہے اور احکام فرض واجب سنت موکدہ مستحب اور مباح خاص خاص احکام ہیں۔ فرض ثابت ہوتا ہے لیکن ہر ثابت چیز فرض نہیں ہوتی ہے' ہر سنت ثابت ہوتی ہے مگر ہر ثابت چیز سنت نہیں ہوتی' ہر مستحب ثابت ہوتا ہے لیکن ہر ثابت مسئلہ مستحب نہیں ہوتا۔ یہ لوگ کسی بات کا ثبوت پیش کر کے اپنی رائے سے اس پر فرض' سنت موکدہ' مستحب وغیرہ کے احکام جڑ دیتے ہیں۔ اب یہ چارسو سے زیادہ روایات کا شور ہے ان میں سے کسی ایک میں بھی ان کی رفع یدین کا نفیاً اثباتاً مکمل مسئلہ نہیں۔ اسی طرح کسی ایک میں بھی سنت موکدہ متواترہ کا حکم مذکور نہیں اور اگر نہ ہوتا تو صادق صاحب کے ہاں سنت موکدہ میں مداومت ضروری ہے اور ان میں سے کسی ایک میں دوام کی صراحت

نہیں۔ دیکھو جوتے پہن کر نماز پڑھنا ثابت ہے اور حدیث متواتر ہے لیکن کوئی غیر مقلد اس کو سنت مؤکدہ متواترہ نہیں کہتا اور نہ ہی جوتے اتار کر نماز پڑھنے والوں کی نماز کو خلاف سنت یا باطل قرار دیتا ہے اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی انعامی اشتہار اور رسالہ شائع کرتا ہے۔ آخر اس متواتر کی اس قدر ناقدری کیوں کی جارہی ہے۔ اسی طرح ایک کپڑے میں نماز پڑھنا سنت موکدہ متواترہ ہے جو مرد یا عورت ایک سے زائد کپڑا نماز میں لے اس کی نماز خلاف سنت موکدہ متواترہ ہے یا باطل ہے۔ نہ اس تواتر کے ترک پر مناظرہ نہ تقریر نہ تحریر اور نہ اشتہار۔ اس تواتر سے اتنی سرد مہری کیوں۔ اب اگر یہ حرکتیں اس وجہ سے ہیں کہ یہ فرقہ ثبوت، فرض، سنت موکدہ، مستحب، مباح، مکروہ، حرام کی جامع مانع تعریف نہیں جانتا اس لئے یہ احکام اپنی جہالت سے بیان کرتا ہے تو اپنی جاہلانہ رائے سے بیان کردہ احکام کا نام عمل بالحدیث رکھنا اللہ کے نبی پاکؐ پر جھوٹ یا اپنی طرف سے دعویٰ نبوت تو نہیں ہے؟ اور اگر یہ کہو کہ یہ لوگ تو واقعی ناواقف ہیں مگر احناف کی ضد میں شوافع سے یہ احکام چوری کر کے لکھ دیتے ہیں تو پھر یہی سوال ہے کہ اس چوری کا نام عمل بالحدیث رکھنا اللہ کے نبی پاکؐ پر جھوٹ اور شوافع کی نبوت کا قائل ہونا تو نہیں؟ اور جو لوگ سنت فرض وغیرہ کی جامع مانع تعریف سے بھی جاہل ہوں ان سے اپنے دین کو بچانا چاہئے۔ آنحضرتؐ نے بہت ڈرایا ہے کہ علماء اٹھ جائیں گے اور لوگ جہلاء کو اپنا دینی پیشوا بنالیں گے وہ جہالت سے فتوے دیں گے، خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ ان سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان کی تقلید کر لی جائے جن کے ہادی ہونے پر امت کا اجماع ہے اور جن کا مذہب مدون اور متواتر ہے۔

(۵) جناب صادق صاحب لکھتے ہیں "امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ تینوں کے نزدیک رفع یدین کرنا سنت ہے گویا مذاہب اربعہ میں سے تین مذہب رفع یدین کے حامی ہیں"۔ ص ۲۵۳ اس عبارت سے ایک بات معلوم ہوئی کہ صادق صاحب اور ان کے طرفین کے

ہاں بھی مذاہب چار ہی ہیں (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) تو غیر مقلد لا مذہب ہوئے۔ مذہب اس راستے اور واسطے کو کہتے ہیں جو بواسطہ جماعت صحابہ منزل محمدی تک پہنچتا ہے۔ اس لئے ہم اپنے کو اہل سنت والجماعت حنفی کہتے ہیں ۔ یعنی حنفی وہ ہے جو امام اعظم ابوحنیفہؒ کی رہنمائی میں بواسطہ جماعت صحابہ کرام سنت نبویؐ پر عامل ہیں۔ معلوم ہوا مذہب صحابہ کرام اور نبی سے ملاتا ہے اور فرقہ صحابہ کرام اور نبی پاکؐ سے کاٹتا ہے۔ اس لئے لامذہب فرقہ پرست ہوتا ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنا بھی سنت موکدہ ہے اور ایک سنت کے چھوڑنے سے بھی نماز خلاف سنت ہو جاتی ہے تو غیر مقلدین کے نزدیک چاروں اماموں کی نماز خلاف سنت ہے۔ کیونکہ چاروں میں سے کسی ایک کے نزدیک بھی یہ رفع یدین سنت نہیں۔ تو کسی ایک کو بھی اپنے ساتھ ملانا محض دھوکا ہے۔ اگر قیامت کے دن حضور اکرمؐ نے تم سے پوچھ لیا کہ جو امام تمہارے عقیدے کے مطابق خلاف سنت نماز پڑھتے تھے میری سنت کے تارک تھے۔ تم اپنے آپ کو ان میں ملاتے تھے۔ جاؤ آج تمہارا حشر بھی تارکین سنت کے ساتھ ہوگا تو وہاں کیا کرو گے یہ جھوٹ فریب اور دھوکے اس دن کسی کام نہیں آئیں گے۔ یاد رہے جس طرح غیر مقلدین کی رفع یدین کیت (گنتی) میں کسی امام سے نہیں ملتی۔ اسی طرح کیفیت (حکم) میں بھی کسی امام سے نہیں ملتی۔ جو دو امام رفع یدین کے قائل ہیں وہ اپنے اجتہاد سے اس کو مستحب کہتے ہیں اور غیر مقلدین جس قدر رفع یدین کو لازمی مانتے ہیں یہ روافض کا مذہب ہے نہ کہ کسی اہل سنت امام کا۔ عجب بات ہے کہ اماموں کی تقلید کو شرک بھی کہتے ہیں اور ان کا نام لے لے کر عوام کو دھوکا بھی دیتے ہیں اس لئے احباب سے درخواست ہے کہ ایسے گندم نما جو فروشوں کے دھوکے سے اپنے دین کو بچائیں۔

فعل اور ترک:

دور برطانیہ میں جب سے یہ فرقہ بنا ہے ان میں ایک شخص بھی آج تک ایسا نہیں ہوا جس کو اتنا بھی علم ہو کہ روایت ہمیشہ فعل کی ہوتی ہے ترک کی روایت نہیں ہوتی یا بہت کم ہوتی ہے۔ لیکن یہ ان پڑھ فرقہ ترک میں بھی اتنی روایات کا مطالبہ کرتا ہے جتنی فعل میں ہوں۔ اس فریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے ہم زبیر اینڈ کو سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہر رکعت میں رکوع ایک ہوتا ہے اور سجدے دو۔ اگر آپ کے ہاں فعل اور ترک میں روایات کا معیار ایک ہی ہوتا ہے تو ایک رکوع کے لئے آپ نے بڑی عجلت میں تھوڑی سے محنت سے چار سو سے زیادہ روایات کی نشان دہی فرمائی ہے۔ اب دو سجدوں کے لئے پوری محنت کر کے آٹھ سو سے زائد روایات کی فہرست مہیا فرما دیں۔ اسی طرح آپ تیسری رکعت کے شروع میں ایک رفع یدین کرتے ہیں اس کے لئے معمولی کوشش سے اگر آپ چار سو سے زیادہ روایات کی فہرست بنا سکتے ہیں تو دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں ترک رفع یدین کی آٹھ سو سے زائد روایات کی فہرست آپ کو پیش کرنا ہوگی۔ لیکن آپ صبح قیامت تک بھی پیش نہ کر سکیں گے یا فعل اور ترک کی روایات کے بارہ میں کوئی صحیح معیار بتائیں لیکن ہمیں یقین ہے کہ یہ قرض بھی آپ سر پر لے کر قبر میں چلے جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو محقق اہل حدیث اور امام الجرح والتعدیل کہنے والے آپ کی نماز جنازہ ادا کرنے سے بھی گریز کریں اور آپ کے مقروض مرنے پر ماتم کریں۔

اہمیت: نماز میں فرائض و ارکان بھی ہیں اور سنن و مستحبات بھی۔ لیکن کتاب صلوۃ الرسول اور اس کی تخریج میں کسی متفقہ فرض یا سنت موکدہ کے لئے بیس روایات کی فہرست بھی نہیں دی گئی۔ آخر یہ اختلافی رفع یدین کے لئے چار سو سے زیادہ روایات اور عشرہ مبشرہ کا نام لے لے کر فرائض سے بھی اس کی اہمیت بڑھائی جا رہی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا اس

سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اختلافی رفع یدین کرنے والے ہمیشہ سے شدید قسم کے احساس کہتری میں مبتلا رہے ہیں اور اس احساس کی تسکین کے لئے مبالغہ آرائی میں اتنے آگے نکل گئے ہیں کہ تمام فرائض اور متفقہ سنن کی اہمیت کو بھی بھلا دیا اور اس مبالغہ کو غیر مقلدین نے انتہا تک پہنچا دیا ہے اس لئے مخرج صاحب سے گزارش ہے کہ وہ ہر ہر سنت کے لئے کم از کم چار چار سو روایات کی نشان دہی فرمائیں اور ہر ہر فرض کے لئے کم از کم ایک ایک ہزار روایات کی نشان دہی فرمائیں تا کہ رفع یدین والوں سے مبالغہ آرائی کا الزام دھل سکے۔

مطابقت: جب سے دنیا پیدا ہوئی اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ دعویٰ اور دلیل میں مطابقت بہت ضروری ہے لیکن جب سے یہ فرقہ پیدا ہوا ہے ان میں ایک شخص بھی نہیں ہوا جو دعویٰ اور دلیل کی مطابقت کو سمجھ سکتا ہو اسی ایک مسئلہ میں ہی دیکھیں ان کا دعویٰ ہے کہ چار رکعت نماز میں دس جگہ رفع یدین کرنا سنت موکدہ متواترہ ہے اور اٹھارہ جگہ رفع یدین نہ کرنا سنت موکدہ متواترہ ہے اور دلیل میں شاہ ولی اللہؒ کی نامکمل عبارت نقل کی ہے۔ حالانکہ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں سنت ہیں مگر رفع یدین کرنا سنت فتنہ ہے اور ملک میں فتنہ ڈالنا طریق نبویؐ کے خلاف ہے۔ آپ نے دیکھا دعویٰ یہ تھا کہ رفع یدین سنت موکدہ متواترہ ہے اور دلیل یہ کہ رفع یدین سنت فتنہ ہے اور فتنہ سے بچنا ہی طریق نبویؐ ہے۔ اسی طرح دعویٰ یہی ہے کہ دس جگہ رفع یدین سنت موکدہ متواترہ ہے اور دلیل میں مولانا عبدالحیؒ لکھنویؒ کا نامکمل قول پیش کیا ہے۔ حالانکہ ان کے فرمان کا خلاصہ یہ ہے کہ رفع یدین سنت غیر موکدہ ہے اور اس کا ترک صحیح حدیث سے ثابت ہے اور رفع یدین میں بھی دسویں رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں۔ کیا دعویٰ اور دلیل میں مطابقت اسی کو کہتے ہیں؟ پھر درمختار اور ذخیرہ کا حوالہ دیا ہے۔ دعویٰ یہ ہے کہ دس جگہ رفع یدین سنت موکدہ متواترہ ہے اور دلیل یہ ہے کہ درمختار میں لکھا ہے کہ رفع یدین سے نماز ٹوٹتی نہیں۔ حالانکہ درمختار کی

شرح میں صاف لکھا ہے کہ یہ اختلافی رفع یدین مکروہ ہے کیونکہ یہ ایک زائد فعل ہے اور نماز کے متممات میں سے نہیں (شامی ا۔۴۶۲) ماشاء اللہ! دعویٰ میں کیسی مطابقت ہے۔ دعویٰ یہ ہے کہ دس جگہ رفع یدین سنت موکدہ متواترہ ہے اور دلیل یہ ہے کہ اس رفع یدین سے نماز نہیں ٹوٹتی ہاں مکروہ ہو جاتی ہے۔ ؎

بریں فہم و دانش بباید گریست

دعویٰ تو یہ ہے کہ دس جگہ رفع یدین سنت موکدہ متواترہ ہے اور دلیل میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ مقلد حنبلی کا قول ذکر کیا ہے حالانکہ وہاں نہ تو دسویں رفع یدین کا ذکر ہے نہ ۹ جگہ کی رفع یدین کو انہوں نے سنتوں میں ذکر کیا ہے۔ ان کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ ۹ جگہ کی رفع یدین بھی سنت نہیں صرف ھیئات میں ہے۔ اور ھیئات وہ کام ہیں جو اپنے امام کی تقلید میں کئے جائیں۔ سبحان اللہ! دعوی یہ تھا کہ دس جگہ رفع یدین سنت موکدہ متواترہ ہے اور دلیل یہ کہ ۹ جگہ بھی سنت نہیں یہ حنابلہ کا ایک تقلیدی عمل ہے ایسے دلائل دیکھ کر بے ساختہ زبان پر یہ شعر آتا ہے۔ ؎

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند
درجہل مرکب ابدالدھر بماند

دعویٰ یہ ہے کہ دس جگہ رفع یدین سنت موکدہ متواترہ ہے اور دلیل میں لکھتے ہیں سرتاج احناف حضرت امام محمد کا نعرہ حق رفع الیدین برحق۔ حالانکہ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت سنت ہے اور تحریمہ کے بعد رفع یدین والی حدیث پر خود اس کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے عمل نہیں کیا اور ترک رفع یدین میں بہت سے آثار ہیں جبکہ رفع یدین کی تابعین میں نہ کسی نے سنی نہ دیکھی۔ ماشاء اللہ! دعویٰ اور دلیل میں کیسی مطابقت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب لکھتے وقت مصنف کا دل بھی یہ شعر پڑھتا رہا ہوگا۔ ؎

ان لـــم اقــل هـــذا و هـــذا و ذا
بـــای شـيـــی کـنـت ابـلـی الکتـاب

مکرم ناظرین فقہا سے بغاوت اور عداوت کا یہی انجام ہوتا ہے اس لئے دل چاہتا ہے کہ ہم بھی ان کی خدمت میں یہ اشعار پیش کر دیں ؎

تســامی اهـل فـقــه و اجتهــادفحقـا انت اغبی الاغبيـاء
اذا اجتهـدالـرجـال بغير علم فبطن الارض خير من فضاء
فهـم افتـوا فـضـلـوا و اضـلـواكـمـا قـال المكرم ذو العلاء
فـواعـجـبـا يـنـقـص اهـل فـقـهـانـاس هم اقل من الهبـاء

بلی تھیلے سے باہر آ گئی :

اختلافی رفع یدین کی بحث میں مبالغوں اور مغالطوں کی حد کر دی بڑی اچھل کود اور بلا کی ذہنی ورزش کرنا پڑی۔ دعویٰ یہ کیا کہ ''رسول اللہؐ وفات تک رفع یدین کرتے رہے''۔اس سلسلہ میں چار سو سے زائد روایات کا جھوٹ گھڑا گیا۔عشرہ مبشرہ پر بھی بہتان باندھا گیا مگر کھودا پہاڑ نکلا چوہا وہ بھی مرکر پھنا ہوا۔ص ۲۵۰ پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک روایت نقل کی۔اس فماز الت والی حدیث میں مفصل بحث مجموعہ رسائل اور رمزیہ ''الخیر'' میں کر چکا ہوں۔وہ ساری بحث زبیر صاحب کے سامنے تھی مگر اس کے جواب میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔علامہ نیمویؒ نے آثار السنن میں لکھا تھا۔یہ حدیث ضعیف بلکہ موضوع ہے۔ مبارکپوری صاحب نے ابکار المنن میں یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ ہمارا مدار اس حدیث پر نہیں ... ت ثنائی میں ہے کہ جلال پور پیروالا میں اس فرقہ کے شیخ الاسلام مولوی فاضل ایڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر جناب مولانا ثناء اللہ صاحب نے اس حدیث سے یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ ہم دوام رفع یدین کے قائل ہی نہیں اور مولانا عبدالروف صاحب نے یہ فرمایا کہ

''علی کل حال یہ روایت انتہائی ضعیف ہے'' (صلوۃ الرسول ص ۲۷۳) مگر جھوٹ کو سچ بنانے کی جو جسارت اس فرقہ میں جناب زبیر صاحب کو نصیب ہوئی وہ اپنی مثال آپ ہیں فرماتے ہیں ''التلخیص الجیر والی اس روایت میں دو راوی عصمہ بن محمد اور عبدالرحمٰن بن قریش سخت مجروح ہیں لیکن اس کے بہت سے صحیح شواہد موجود ہیں۔ اصول حدیث کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ جو روایت شواہد کے ساتھ صحیح ثابت ہو جائے اسے صحیح تسلیم کیا جاتا ہے۔ ص ۱۲۵ جل جلالہ اللہ رے یہ جسارت! ان دونوں راویوں پر سخت جرح ہے۔ ایک کے بارہ ہے کذاب یضع الاحادیث بڑا جھوٹا تھا من گھڑت حدیثیں بناتا تھا۔ دوسرے کے بارہ میں بھی سلیمانی نے یہی کہا ہے کہ جھوٹی حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ اب زبیر صاحب کا اصول حدیث کا متفقہ لفظ استعمال کر کے رعب ڈالنا۔ اصول حدیث تو امتیوں کی آراء کا مجموعہ ہے۔ آپ کب سے اہل حدیث سے اہل رائے بنے ہیں! پھر یہ ان بے چاروں پر بھی جھوٹ بولا ہے کسی نے نہیں کہا کہ جھوٹ شواہد سے سچ ہو جاتا ہے۔ پھر شاہد کی کیا تعریف ہے اور صحیح کی کیا تعریف ہے تاکہ صحیح شواہد کی جانچ پرکھ کی جا سکے۔

(۱) خود یہ جھوٹی حدیث بھی غیر مقلدوں کے دعویٰ کے مطابق نہیں حیرانی ہے کہ زبیر صاحب ۵۰ تک کتابوں کی گنتی کر سکتے ہیں۔ چار سو سے زائد روایات شمار کر سکتے ہیں لیکن دس کی گنتی نہیں جانتے۔

آپ کا دعویٰ ہے کہ چار رکعت نماز میں دس جگہ رفع یدین سنت موکدہ متواترہ ہے۔ آپ اس جھوٹی حدیث میں ہی دس جگہ اثبات رفع یدین اور اٹھارہ جگہ ترک رفع یدین کی گنتی پوری کر دیں تو ایک نہاری انعام اور جھوٹی حدیث کی وجہ سے جھوٹے اہل حدیث کا لقب مفت جب ایک سنت کے ترک سے بھی نماز خلاف سنت ہوتی ہے تو پہلے آپ کہا کرتے ہیں کہ احناف کی نماز خلاف سنت ہے اور خوب ترقی کی کہ نبی پاکؐ بھی وفات تک خلاف سنت ہی نماز پڑھتے رہے۔ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

سب مجھ کو ہی کہتے ہیں کہ نیچی رکھ نظر اپنی
کوئی ان سے نہیں کہتا نہ نکلو یوں عیاں ہو کر

(۲) آیئے ذرا شواہد کو دیکھیں۔ پہلے ذہن نشین کر لیں کہ شاہد سے کیا شہادت لینی ہے کہ چار رکعت نماز میں دس جگہ اثبات رفع یدین (کندھوں تک کی صراحت) اٹھارہ جگہ ترک رفع یدین کی صراحت اور وفات تک کی بھی صراحت ہو.... جب یہ تین باتیں ہوں گی تو اس کو شاہد مان لیا جائے گا۔ اب زبیر کا شاہد اول کہتا ہے۔حضور اکرم ﷺ نے تحریمہ میں ایک ہاتھ اٹھایا یہ معلوم نہیں کہاں تک۔ رکوع کے بعد دونوں ہاتھ اٹھائے معلوم نہیں کہاں تک۔ یعنی دس رفع یدین کی بجائے ڈیڑھ رفع یدین کا اثبات ہے اور اٹھارہ کے ترک کی بھی صراحت نہیں۔ ہاں فارق الدنیا کا لفظ ہے یعنی حضور اکرم ﷺ غیر مقلدین کے اعتقاد کے مطابق وفات تک نماز میں ساڑھے سات اثباتی سنتوں کے تارک رہے اور اٹھارہ ترک والی سنتوں کے تارک رہے۔ باقی اس روایت کی سند اور متن میں زبیر صاحب نے جو تحریف کی ہے وہ میں موقر ماہنامہ الخیر میں تفصیل سے ذکر کر چکا ہوں۔

دوسرا شاہد:

زبیر صاحب کہتے ہیں حضرت ابوہریرہؓ سے رفع یدین باسند صحیح ثابت ہے۔ حالانکہ سند میں زہری اور ابن جریج کی تدلیس ہے اور اس دو وجہ سے خود زبیر کے ہاں یہ ضعیف ہے اور اس میں رفع یدین کا ذکر کرنے والا راوی یحییٰ بن ایوب بھی متکلم فیہ ہے۔ اور فارق الدنیا والا جملہ رفع یدین والی حدیث میں نہیں تکبیر والی حدیث میں ہے۔ ایسا استدلال زبیر صاحب کی خصوصیات سے ہے، جیسے ایک جگہ لکھا ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہیں، دوسری جگہ لکھا ہو کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں۔ اب زبیر صاحب دونوں فقروں کا خلاصہ نکال لیں کہ موسیٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں تو یقیناً یہود

تحریف میں انہیں اپنا امام مان لیں گے اور اگر ایک جملہ ایک حدیث سے، دوسرا دوسری سے لے کر استدلال شروع کر دیئے جائیں، اب زبیر صاحب ہمت کر کے قرآن کی آیت غلام حلیم سے غلام اٹھالیں اور بـرسـولٍ یـاتی من بعده اسمه احمد سے احمد اور رسول کا لفظ اٹھا کر جوڑ لیں غلام احمد رسول تو یقیناً قادیانی اسے ورلڈ بینک میں اعلیٰ ملازمت دلا دیں گے۔

تیسرا شاہد:

زبیر صاحب لکھتے ہیں'' مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک (اوائل جولائی ۶۳۰ء بمطابق ۹ھ کـما وقع فی فتح البـاری) کے موقع پر حضورؐ کے پاس آئے (بحوالہ ابن سعد) اب انہوں نے کیا دیکھا رکوع سجدوں کی رفع یدین، ۲۵ جگہ کا اثبات، نفی کسی جگہ کی نہیں، البتہ تیسری رکعت کے شروع کی رفع یدین بھی انہوں نے ذکر نہ کی، نہ دس جگہ کا اثبات نہ ۱۸ جگہ کی نفی نہ وفات تک کا ذکر، ۹ ھجری کا ذکر جو فتح الباری اور طبقات ابن سعد کے حوالہ سے کیا ہے۔ طبقات ابن سعد میں کسی ضعیف سند سے بھی حضرت مالک بن الحویرث کا ۹ھجری میں تشریف لانا مذکور نہیں۔ ۹ھ کے بعد سجدوں کی جگہ رفع یدین کا ترک ثابت کریں۔ ۹ھ کے بعد تیسری رکعت کے شروع کی رفع یدین کا ثبوت دیں۔ ہاں بخاری ص۱۱۳، ج۱ پر حضرت مالک بن الحویرثؓ کا اپنے گھر والوں کو نماز سکھانے کا ذکر ہے۔ وہاں کسی رفع یدین کا بھی ذکر نہیں، جبکہ اصول ہے السکوت فی معرض البیان بیان.

چوتھا شاہد:

حضرت وائلؓ کو پیش کیا ہے کہ ان کی پہلی آمد ۹ھ میں بتائی ہے، حوالہ عمدۃ الباری کا دیا ہے۔ لیکن یہ کسی صحیح سند سے ثابت نہیں اور دوسری آمد ۱۰ھ میں ابوداؤد کا حوالہ دیا ہے، یہ بھی جھوٹ ہے، ابوداؤد میں ۱۰ھ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ابوداؤد میں پہلی روایت میں

تحریمہ، رکوع اور سجود کی رفع یدین کا ذکر ہے اور اس پر امام حسن بصری کی تصدیق بھی ہے۔ پھر دوسری روایت میں صرف تحریمہ اور رکوع کی رفع یدین کا ذکر ہے اور دوسری آمد کے وقت صرف تحریمہ کی رفع یدین کا ذکر ہے اور بس۔ تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوگیا کہ آخر میں صرف تحریمہ کی رفع یدین رہ گئی تھی۔ حضرت وائلؓ کی رفع یدین کی حدیث سن کر امام ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا تھا کہ اگر حضرت وائلؓ نے جو مسافر صحابی تھے آپؐ کو ایک دفعہ رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے (جو حاضر باش صحابی تھے) آپؐ کو پچاس مرتبہ رفع یدین نہ کرتے دیکھا (طحاوی) اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے کبھی کسی کو رفع یدین کرتے دیکھا نہ سنا (موطا محمد) اور کسی تابعی نے امام ابراہیم نخعیؒ کی ان دونوں باتوں کی تردید نہیں فرمائی اور یہ بھی یاد رہے کہ حضرت وائل بن حجرؓ بھی کوفہ میں ہی آباد تھے اور امام ابراہیم نخعیؒ نے کسی ایک کو بھی ترک رفع یدین سے مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ اس لئے زبیر صاحب ہمت کریں اور حضرت وائلؓ یا ان کی اولاد حضرت علقمہؒ، حضرت عبدالجبارؒ، ان کے پوتوں حجر اور سعید وغیرہ سے ہی اپنی رفع یدین ثابت کردیں۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

پانچواں شاہد:

خود زبیر کہتا ہے رسول اللہ ﷺ سے ساری زندگی میں ایک دن بھی کسی ایک نماز یا کسی ایک رکعت میں ترک رفع یدین ثابت نہیں --- زبیر کی اس بڑ کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ اگر چہ گندہ مگر ایجاد بندہ۔ تو کب حضور ﷺ کے زمانہ میں موجود تھا۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ ترک رفع یدین عملاً متواتر ہے، اور اس بارہ میں احادیث کا انکار زبیر کی تہمت ہے۔ اس نے اس جھوٹی حدیث کو صحیح کہہ کر اپنے پاؤں پر کلہاڑا مار لیا ہے۔ اب اسی حدیث کو ہم معیار رکھیں گے کہ جب کذاب اور وضاع راویوں

کی حدیث بھی تیرے نزدیک صحیح ہے، تو اب کس حدیث کو ضعیف کہہ سکے گا۔ چہ جائیکہ موضوع اور من گھڑت کہے۔ آہ! دعویٰ یہ تھا کہ دس جگہ کی دوام رفع یدین سنت مؤکدہ متواترہ ہے۔ مگر یہاں تو ایک متفق علیہ بھی نہ ملی۔ ایک صحاح ستہ سے بھی نہ ملی۔ اگر ملی تو ایک من گھڑت، جس پر عمل کر کے یہ سب جھوٹے اہل حدیث قرار پا گئے۔

تعارض:

اہل سنت والجماعت کے مذاہب اربعہ کے اصول ہیں مگر یہ لا مذہب فرقہ جب سے بنا ہے ان کا کوئی اصول نہیں۔ بلکہ عجیب بات تو یہ ہے کہ یہ اہل سنت کے اصول کو سمجھنے کی بھی اہلیت نہیں رکھتے۔ ان میں آج تک کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جو تعارض ادلہ کی حقیقت سے واقف ہو۔ یہ احادیثِ نبویہ میں ٹکراؤ کی پالیسی کے قائل ہیں۔ فوراً دو احادیث کو آپس میں ٹکرا کر ایک کو صحیح اور دوسری کو من گھڑت کہہ دیتے ہیں۔ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ تعارض کے لئے وحدتِ زمانی شرط ہے۔ آنحضرت ﷺ ۲۳ سال نمازیں ادا فرماتے رہے۔ جو نمازیں بیت المقدس کی طرف پڑھیں وہ اور نمازیں تھیں اور جو بیت اللہ شریف کی طرف پڑھیں وہ اور نمازیں تھیں۔ جب نماز میں باتیں جائز تھیں وہ زمانہ اور تھا اور جب کلام سے منع فرما دیا یہ زمانہ اور تھا۔ جن نمازوں میں سجدوں میں رفع یدین کی وہ اور زمانہ کی ہیں اور جن نمازوں میں رفع یدین نہیں کی وہ اور زمانہ کی ہیں۔ جن نمازوں میں رکوع کے وقت رفع یدین کی وہ اور زمانہ کی ہیں اور جن نمازوں میں رفع یدین نہیں کی وہ اور زمانہ کی ہیں۔ اس لئے ان احادیث میں حقیقی تعارض نہیں ہے۔ مگر غیر مقلدین غلط ترجمہ کر کے احادیث میں حقیقی تعارض پیدا کر لیتے ہیں۔ پھر ایک حدیث کو مان لیا دوسری کا انکار کر دیا۔ اور اس انکارِ حدیث کا نام عمل بالحدیث رکھ لیا ہے۔

مثال:

حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سچے نبی ہیں۔ ان کا زمانہ نبوت الگ الگ ہے۔ ایک زمانہ تک موسیٰ علیہ السلام کی اتباع رہی۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کا زمانہ آ گیا۔ ان میں کوئی تعارض نہیں۔ دونوں نبی سچے ہیں۔ دونوں پر ایمان ہے، ہاں عمل کا زمانہ الگ الگ ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں۔ یہ بات بالکل جھوٹ ہے۔ لیکن اس جھوٹ بولنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی جھوٹا ماننا لازم آتا ہے۔ کیونکہ اگر ان کو سچا مانا جائے تو موسیٰ علیہ السلام کا آخری نبی ہونا باقی نہیں رہتا۔ اب دیکھئے اس طرح ایک جھوٹ نے دونوں نبیوں پر ایمان سے محروم کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر صحیح ایمان یہی تھا کہ ان کو نبی مانا جائے۔ لیکن ان کو آخری نبی ماننا صحیح نہیں اور پھر ان کے زمانہ کے ختم ہوجانے کے بعد ان کی شریعت پر عمل کرنا بھی عمل بالمنسوخ ہے۔ اس طرح ایمان بھی غلط ہوگیا اور عمل بھی اور موسیٰ ؑ کو آخری نبی ماننے کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرنا پڑا۔ ایک سچے نبی کو جھوٹا کہہ کر ایمان بھی برباد کیا اور ان کی اتباع سے بغاوت نے اعمال بھی ختم کر دیئے۔ دیکھئے ایک جھوٹ نے کس طرح ایمان اور عمل کو برباد کر ڈالا۔ نبیوں میں ٹکراؤ پیدا کرلیا۔

رفع یدین :

تکبیر تحریمہ کی رفع یدین ثابت ہے۔ کوئی نص یا تعامل اس سے متعارض نہیں۔ دعائے قنوت کے وقت رفع یدین حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اسی طرح ثابت ہے جس طرح جمعہ کی اذان اول حضرت عثمانؓ سے اور اس سے بھی کوئی نص یا تعامل متعارض نہیں اور عیدین کی تکبیرات کے ساتھ رفع یدین بھی نص اور تعامل سے ثابت ہے اور کوئی نص اور تعامل اس سے متعارض نہیں۔ یہ مقامات رفع یدین کے وہ ہیں جہاں ہر رفع یدین کے ساتھ تکبیر بھی ہے اور اقم الصلوٰۃ لذکری. قائم کر نماز کو میری یاد کے لئے۔ یہ

رفع یدین تکبیر کے ملنے سے عبادت بھی ہے اور غیر متعارض بھی۔ اس کے خلاف رکوع اور سجود کی رفع یدین ایک تو تکبیر کے بغیر ہے، کیونکہ وہاں جو تکبیرات ہیں وہ تکبیرات انتقال ہیں، سجدے رکوع میں جھکنے کے ساتھ ساتھ تکبیر ہے، تکبیر رفع یدین نہیں۔ پھر جس طرح بلا تکبیر رفع یدین کرنے کی احادیث ہیں اس طرح یہاں رفع یدین کے نہ کرنے کی بھی احادیث ہیں۔ جس طرح اس بارہ میں احادیث میں اختلاف ہے کہ آنحضرت ﷺ ہاتھ کہاں تک اٹھاتے تھے۔ بعض احادیث میں ہے کہ آپ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے اور بعض میں ہے کہ کانوں کی لو تک۔ ان دونوں قسم کی احادیث کو غیر مقلد بھی مانتے ہیں۔ اسی لئے اپنی تقریر اور تحریر میں کہا کرتے ہیں کہ آپؐ کبھی کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے اور کبھی کانوں تک۔ لیکن عمل میں وہ صرف کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں، کانوں تک ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث بخاری مسلم دونوں میں ہے اور متفق علیہ ہے۔ اور کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث مسلم شریف میں ہے۔ اس لئے اس حدیث کو صحیح ماننے کے باوجود اس پر عمل نہیں کرتے۔ حالانکہ جزء رفع یدین بخاری میں ہے کہ صحابہ کرامؓ کانوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے۔ تو غیر مقلدین نے ایک قسم کی احادیث پر عمل بھی چھوڑا اور صحابہ کرامؓ کے تعامل کو بھی چھوڑا، جس کے بارہ میں جزء بخاری میں ہے کہ ایک صحابی بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھا۔ اور پھر بھی اپنا نام اہل حدیث رکھا۔ ادھر اہل سنت بھی مانتے ہیں کہ حضرتؐ کبھی کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے اور کبھی کانوں تک۔ ان میں تطبیق کی کیا صورت ہو، انہوں نے حضور ﷺ کی طرف رجوع کیا۔ آپؐ نے حضرت وائل بن حجرؓ کو فرمایا تھا جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ پستانوں تک اٹھائے (معجم کبیر طبرانی ص۱۸، ج۲۲) اب ہمارے مرد اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہیں اور عورتیں کندھوں تک۔ اس طرح تمام احادیث پر عمل ہو گیا۔ لیکن تمام احادیث پر اور تعامل صحابہ کرام پر عمل کرنے والوں کو غیر مقلد اہل الرائے کہتے ہیں۔ اور اپنی اس رائے

سے کہ فلاں حدیث اور فلاں تعامل صحابہ بخاری میں نہیں ان احادیث اور تعامل صحابہ پر عمل نہ کرنے کا نام عمل بالحدیث رکھا ہے، لیکن اس مسئلہ میں یہ تو غنیمت تھا کہ مانتے دونوں حدیثوں کو تھے، اگر چہ عمل ایک پر تھا دوسری پر نہ تھا۔ مگر رکوع اور سجدہ کی رفع یدین میں دونوں طرف احادیث ہیں۔ حضرت رکوع سے پہلے اور بعد (بلا تکبیر) رفع یدین کرتے تھے۔ اور بعض میں ہے نہیں کرتے تھے۔ آپ سجدوں کے وقت رفع یدین کرتے تھے (بلا تکبیر) اور یہ بھی کہ نہیں کرتے تھے۔ اب غیر مقلدین نے جھوٹا ترجمہ کر کے ان احادیث میں حقیقی ٹکراؤ پیدا کرلیا۔ وہ جھوٹ یہ بولا کہ آنحضرت ﷺ ساری عمر وفات تک رکوع کی رفع یدین کرتے رہے۔ ایک نماز بھی رکوع کی رفع یدین کے بغیر نہیں پڑھی۔ اس طرح دونوں قسم کی احادیث پر ایمان صحیح نہ رہا۔ کیونکہ یہ بات دوام والی رفع یدین والی حدیثوں میں نہیں۔ یہ رسول پاک پر جھوٹ ہے، جیسے یہ کہنا کہ قرآن پاک میں موسیٰ کو آخری نبی لکھا ہے قرآن پر جھوٹ ہے اور اس جھوٹ کی وجہ سے ترک رفع یدین کی احادیث جو عملاً متواتر ہیں ان کو جھوٹا کہہ کر ان کو ماننے سے ہی انکار کر دیا۔ اس طرح ایمان تو ان کا دونوں قسم کی احادیث میں سے کسی ایک قسم کی پر بھی صحیح نہ رہا۔ البتہ ایک قسم کی حدیث میں عمل کیا۔ لیکن ایمان غلط ہونے کے بعد اس عمل کی کیا قیمت رہی؟ ان کی وہی حالت ہوگئی کہ حضرت موسیٰ کو آخری نبی مان کر حضرت عیسیٰ اور موسیٰ کے بارہ میں اپنا ایمان بھی برباد کرلیا اور اعمال بھی۔ کیونکہ اب یہ عمل بالمنسوخ ہے۔

اس کے برعکس اہل سنت نے دونوں قسم کی احادیث پر بالکل صحیح صحیح اتنا ہی ایمان رکھا جتنا احادیث میں ہے کہ آپ نے رفع یدین کے ساتھ بھی نمازیں پڑھی ہیں اور بغیر رفع یدین کے بھی۔ اس لئے اہل سنت کے ایمان بالحدیث میں ذرہ برابر خرابی نہیں ہے۔ اب رہا عمل کہ عمل کے لئے کن احادیث کو راجح مانا جائے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ اس بارہ میں قرآن یا حدیث کا کوئی صریح فیصلہ نہیں ہے فلاں راجح ہے فلاں مرجوح .... اس لئے یہاں اہل

حدیث کہلانا گویا قرآن حدیث پر جھوٹ بولنا ہے۔ اس لئے یہاں مجتہد اجتہادی قواعد سے کسی کو راجح یا مرجوح قرار دے گا۔ اس کو سب جانتے ہیں کہ پہلے بہت سے کام مباح تھے، پھر حرام قرار دیئے گئے، پہلے شراب پیتے تھے، پھر حرام ہوئی، پہلے متعہ کر لیتے تھے، پھر حرام ہوا۔ پہلے نماز میں باتیں کر لیتے تھے، پھر منع ہوئیں۔ اس کی بے شمار مثالیں ہیں کہ رفتارِ شریعت اباحت اور جواز سے حرمت کی طرف آئی ہے۔ اس لئے جہاں دو قسم کی احادیث ہوں، ایک میں کام کا جواز ہو. دوسری میں عدم جواز اور اللہ و رسول کا صریح فیصلہ نہ ہو کہ فلاں حدیث پہلے کی ہے فلاں بعد کی۔ وہاں اس قاعدے کے مطابق جواز والی حدیث کو پہلے زمانے کی اور ترک والی کو بعد والے زمانے کی قرار دیا جائے گا۔ اس لئے رکوع، سجود میں رفع یدین کی دونوں قسم کی احادیث کو صحیح ماننے کے بعد رکوع، سجود میں ترک رفع یدین کی احادیث کو آخری زمانہ سے متعلق مانا کہ ان پر عمل جاری رہا۔ ایمان دونوں پر رکھا اور عمل ان پر کیا جن پر اس قاعدے کے مطابق عمل جاری رہنا ثابت ہو گیا۔ اور یہ فیصلہ کسی آیت اور حدیث کے صریح فیصلے کے خلاف نہیں.... اسی طرح یہ بھی کتاب وسنت سے ثابت ہے کہ نماز میں سکون مطلوب ہے۔ قوموا للّٰہ قانتین اور اسکنوا فی الصلوٰۃ. اور نماز کے احکام حرکت سے سکون ہی کی طرف آئے ہیں۔ ادھر آپ نے رفع یدین کو خلاف سکون فرمایا۔ مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذ ناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ. اب جو رفع یدین تکبیر والی اور غیر متعارض ہے وہ تو باقی رہی، لیکن جس طرح گھوڑے بغیر اللہ اکبر کہے دم اٹھاتے ہیں ایسی رفع یدین اور جو متعارض بھی ہو منسوخ ہو گئی۔ تو یہ سمجھ میں آیا کہ ان متعارض احادیث میں رفع یدین کرنے کی احادیث اس زمانے کی ہیں جب ابھی سکون کا یہ حکم نہیں ہوا تھا اور ترک رفع یدین کی احادیث سکون کے حکم کے بعد کی ہیں، اس لئے دونوں کو صحیح مان کر عمل میں یہی راجح ہیں.... ادھر اہل سنت والجماعت یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی پاکیزہ جماعت فہم حدیث اور عمل بالحدیث میں ہم

سے زیادہ مستعد ہے۔ تو دیکھا گیا کہ رفع یدین کی اعلیٰ ترین حدیث جس کی سند مدنی ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اپنا عمل بھی اس پر نہیں تھا اور اہل مدینہ کا تعامل بھی اس کے خلاف تھا۔ اسی طرح عشرہ مبشرہ صحابہ کرام میں سے صحاح ستہ میں صرف حضرت علیؓ سے رفع یدین کی حدیث ہے اور حضرت علیؓ اور تمام اصحاب علی کا عمل اس کے خلاف ترک رفع یدین پر تھا۔ اس کے برعکس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی بلا اختلاف اس حدیث کے موافق ترک رفع یدین پر عامل رہے اور تمام اہل کوفہ بھی اجماعًا اسی حدیث پر عامل رہے۔ اس سے بھی پتہ چلا کہ جلیل القدر صحابہ کرام اور تابعین میں عملی تواتر ترک رفع یدین پر رہا۔ اس سے بھی ترک کی احادیث کا راجح ہونا معلوم ہوا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اہل سنت والجماعت دونوں قسم کی احادیث پر نہایت صحیح اور کامل ایمان رکھتے ہیں۔ اور راجح احادیث پر عمل کرتے ہیں۔ جبکہ غیر مقلدین کا صحیح ایمان تو ان میں سے کسی قسم پر بھی نہیں، رہا عمل تو ایمان غلط ہونے کے بعد عمل کی کیا قیمت؟ پھر ان میں عمل کے لئے صرف اہل سنت کی ضد پر ان کا مدار ہے کہ اہل سنت کے ہاں جو احادیث مرجوح ہیں، راجح پر اہل سنت نے عمل کرلیا، ہم ان کی ضد میں مرجوح احادیث پر عمل کریں گے۔ غلط ایمان اور مرجوح پر عمل کرنے کا نام عمل بالحدیث رکھ لیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ غیر مقلدین ہر اختلافی حدیث میں ہمیشہ یا وفات تک کا جھوٹ اپنے پاس سے ملا کر اس حدیث پر بھی اپنا ایمان غلط کرتے ہیں اور دوسری کو جھوٹا کہہ کر منکر حدیث بنتے ہیں۔ اور دونوں کو حقیقتًا متعارض قرار دیتے ہیں، حالانکہ تعارض کے لئے وحدتِ زمان شرط ہے اور یہاں ان احادیث کا تعلق الگ الگ زمانوں سے ہوتا ہے۔ اس طرزِ عمل سے ان کی اپنی نظروں میں بھی احادیث رسول کی عظمت ختم ہوگئی ہے۔ صحاح ستہ میں سے سنن اربعہ کے باقاعدہ دو دو ٹکڑے کردیئے گئے ہیں۔ امام ترمذیؒ نے تین لاکھ

احادیث سے چن کر ترمذی شریف میں ۳۱۱۵ احادیث لکھیں۔ اب البانی غیر مقلد نے اس کے دو ٹکڑے کر ڈالے۔ ۲۲۸۳ احادیث صحیح ترمذی میں اور ۸۳۲ ضعیف ترمذی میں شائع کیں۔ امام ابوداؤدؒ نے ۵ لاکھ احادیث سے کئی سال کی محنت سے ۴۸۰۰ احادیث سنن ابی داؤد میں لکھیں۔ البانی نے اس کے بھی دو ٹکڑے کر دیئے۔ ۳۶۷۳ صحیح ابوداؤد میں، ۱۱۲۷ ضعیف ابوداؤد میں۔ اسی طرح امام ابن ماجہ نے ۴ لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے ۴۰۰۰ احادیث لکھیں۔ البانی نے ۳۰۵۲ کو صحیح ابن ماجہ اور ۹۴۸ کو ضعیف ابن ماجہ میں بانٹ دیا۔ امام نسائی نے دو لاکھ احادیث سے السنن المجتبٰی چنی۔ البانی نے ۳۸۷۴ کو صحیح نسائی اور ۴۴۷ کو ضعیف نسائی قرار دیا۔ اس طرح صحاح ستہ میں سے صرف چار کتابوں میں سے ۳۳۵۴ احادیث کو ضعیف قرار دے دیا۔ آجکل غیر مقلدین کا سب سے بڑا کارنامہ یہی رہ گیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ احادیث کو ضعیف کہہ کر انکار کردو۔ پہلے البانی نے الصحیحہ ۸ جلدوں میں لکھی، جس میں ۳۰۰۰ احادیث ہیں اور الضعیفہ ۵ جلدوں میں لکھی جس میں ۲۵۰۰ احادیث ہیں۔ اب اس کے شاگردوں علی حسن علی، ابراہیم طٰہٰ اور محمد مراد نے الموسوعہ الاحادیث والاثار الضعیفہ والموضوعہ ۱۲ جلدوں میں لکھی ہے، جس میں ۳۱۵۷۷ احادیث کا تذکرہ ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم ان سے پوچھ لے کہ جتنی غلط باتیں معاذ اللہ مسلمانوں نے اپنے نبی کی طرف منسوب کی ہیں کسی اور امت نے اپنے نبی کی طرف اتنی غلطیاں منسوب نہیں کیں۔ تو اس کا غیر مقلد کیا جواب دیں گے۔ اسی طرح غیر مقلدین فقہ، تصوف اور تاریخ کو غلط غلط کہتے رہتے ہیں۔ مگر ساڑھے اکتیس ہزار غلطیاں وہ ان تینوں فنون سے مل کر بھی نہیں نکال سکے۔ کیا غیر مقلد غور کریں گے کہ وہ حدیث کی خدمت کر رہے ہیں یا حدیث پاک کی عظمت کو یکسر ختم کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے نادان دوستوں سے حدیث کی حفاظت فرمائیں۔

کتاب کا انداز :

جس شخص کو تفقہ فی الدین کی ذرا ہوا بھی لگی ہو وہ اس نام نہاد کتاب صلوٰۃ الرسول کو پڑھتے وقت یہ بات شدت کے ساتھ محسوس کرتا ہے کہ اس کے مصنف کو فقہ کی ہوا بھی نہیں لگی۔ فرائض سے زیادہ زور سنن پر لگایا اور اس سے بھی زیادہ زور مستحبات پر ادعیہ و اذکار پر اور اتفاقی مسائل سے زیادہ زور اختلافات پر لگایا ہے اور کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ کتاب میں کسی بھی مسئلہ کی کوئی علمی تحقیق مقصود نہیں۔ اصل مقصد اہل سنت والجماعت کے خلاف پروپیگنڈہ ہے۔

چند عنوانات ملاحظہ فرمائیں:

وضو کی وضعی دعائیں ص۹۳، دعائے اذان میں اضافہ ص۱۷۵، دعائے رسول میں زیادتی ص۳۱۳۔ اس بارہ میں میرا خیال ہے کہ غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل بانی فرقہ میاں نذیر حسین دہلوی کی تحقیق ذکر کر دی جائے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ جمیع امور نیک مثل وقت وضو یا کھانے پینے یا وقت جماع وغیرہ کے سوائے شروع سورت قرآن شریف کے پوری بسم اللہ یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنی سنت ہے یا فقط بسم اللہ پر ہی اکتفاء کرنا چاہئے اور ہر دو صورت پوری بسم اللہ پڑھنے کے بدعت ہو جاتی ہے یا نہیں، بینوا وتوجروا۔

الجواب: میرے فہم میں یہ سب تشددات ہیں، الفاظِ ماثورہ پر اگر کچھ الفاظ حسنہ زیادہ ہو جاویں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے تلبیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی قدر تھا: **لبیک اللھم لبیک، لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمة لک والملک، لا شریک لک.** اور عبداللہ بن عمرؓ اس پر یہ کلمات زیادہ

کرتے تھے "لبیک وسعدیک والخیر بیدیک لبیک والرغباء الیک والعمل" بہت سے مواضع میں ثابت ہے کہ صحابہ کرامؓ اور علماء اسلام الفاظِ ماثورہ پر درود شریف اور دعوات میں بعض الفاظ زیادہ ذکر کرتے تھے اور یہ تعامل بلانکیر جاری رہا۔ نماز میں بھی اگر ادعیۂ ماثورہ پر زائد دعا پڑھی جاوے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ دیکھو صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث میں ہے ایک شخص نے جو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتا تھا قومہ میں یہ دعا پڑھی: ربنا ولک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه. جس وقت آپؐ نماز سے فارغ ہوگئے، آپؐ نے فرمایا یہ کلمات کس نے پڑھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تین دفعہ فرمایا۔ صحابہؓ ساکت ہوگئے اور پڑھنے والا ڈر گیا، شاید آپ میرے پڑھنے سے ناراض ہوگئے۔ آپؐ نے فرمایا من القائل نانه لم یقل باسا یعنی کس نے یہ کلمات کہے ہیں، اس نے کوئی بری بات نہیں کہی۔ پھر وہ شخص بولا انا قلتها لم ارد بها الا خیرا فقال رسول الله ﷺ رأیت بضعة وثلاثین ملکا یبتدرونها ایهم یکتبها اولاً یعنی تیس سے کچھ زیادہ فرشتے اس کے لکھنے کے واسطے آئے تھے۔ ہر ایک چاہتا تھا کہ میں اس کو پہلے لکھوں۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ ماثور پر زیادت جائز ہے۔ کیونکہ یہ دعا اس شخص نے اپنی طرف سے ماثور پر زیادہ کی تھی۔ اگر یہ تعلیم نبوی ہوتی تو خوف کس بات کا تھا جس سے وہ سکوت کرتا رہا اور جواب نہ دے سکا۔ اسی طرح ایک شخص نے نماز میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چھینک کر یہ دعا پڑھی: "الحمدلله حمدا کثیرا طیبا مبارکا علیه کما یحب ربنا ویرضی" آپ نے نماز سے فارغ ہوکر دو دفعہ پوچھا یہ پڑھنے والا کون تھا۔ کوئی نہ بولا۔ تیسری دفعہ پھر پوچھا۔ آخر وہ بولا کہ یا رسول اللہؐ میں نے پڑھا۔ آپ نے فرمایا کچھ اوپر تیس فرشتے دوڑے ان کلمات کے لئے کہ کون اوپر لے جاوے گا (رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی) حدیث میں تو فقط چھینک کے واسطے اس قدر وارد ہے الحمد لله علی کل حال. یہ زیادت اس شخص نے اپنی طرف سے کی اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی تحسین

فرمائی۔ اس کے نظائر بکثرت ہیں۔ اگر کل کا استیعاب کیا جاوے تو ایک مستقل کتاب بنے گی۔ غرضیکہ اس قسم کی زیادات بدعت سے نہیں بلکہ من تطوع خیرًا فھو خیرلہ میں داخل ہیں۔ فقط عبدالجبار عفی عنہ، سید محمد نذیر حسین ھوالموفق

O اس مسئلہ کی تحقیق عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ص۴۰۹، ج۴ میں بسط کے ساتھ کی گئی ہے۔ من شاء زیادۃ التحقیق فلیراجع الیہ کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکنوری عفااللہ عنہ (فتاویٰ نذیریہ ص۴۴۹، ج۱)

لیجئے بانی فرقہ، اس کے صاحبین مولانا شمس الحق ڈیانوی، مولانا عبدالرحمٰن المبارکنوری اور تلمیذ مولانا عبدالجبار سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ماثور دعاؤں پر اضافہ جائز ہے۔ اس سے رسول خدا خوش ہیں۔ خدا کے فرشتے راضی ہیں۔ صحابہ کرامؓ سے لے کر تمام امت میں یہ تعامل بلانکیر جاری ہے۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ یہ حضرات تو نماز کے اندر بھی ماثور دعاؤں پر زیادت اور اضافے کو جائز قرار دیتے ہیں اور اس کو بدعت کہنے کو ناجائز تشدد قرار دیتے ہیں۔ اور آجکل کے لامذہب نماز سے باہر بھی ایسے اضافہ کو بدعت کہتے ہیں۔ ''ماثور دعائیں'' ان دعاؤں کو کہتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ، صحابہ کرام اور سلف صالحین سے منقول ہوں، مذاہب اربعہ کی کتابیں ایسی دعاؤں سے بھری پڑی ہیں اور بلانکیر ان پر تعامل چلا آ رہا ہے۔ اب ذرا خود صادق صاحب غور فرمائیں۔ انہوں نے عنوان باندھا ہے رسول اللہ ﷺ کی فرمودہ دعائیں اور اذکار'' ص۴۸۰۔ پھر ضمنی عنوان باندھا ہے ''تمام مطالب اور حوائج کے لئے ایک مجرب التاثیر وظیفہ'' ص۴۸۴۔ پھر آیت کریمہ کے پڑھنے کے تین طریقے لکھے ہیں جو کسی حدیث رسول تو کجا کسی صحابی نے بھی بیان نہیں فرمائے۔ پھر ص۴۸۷ پر حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھنے کے دو طریقے لکھے ہیں۔ جناب عبدالرؤف صاحب کہتے ہیں یہ دونوں طریقے کسی حدیث میں نہیں۔ (ص۵۰۷) پھر ص۴۸۸ پر فراخی رزق کے دو اعمال لکھے ہیں۔ یہ دونوں عمل بھی کسی حدیث سے ثابت

نہیں۔ پھر ص۵۰۰ پر مصافحہ کی جو دعا لکھی ہے وہ حدیث میں نہیں اور ص۴۵۶ پر نماز تسبیح کے بعد مانگنے کے لئے امام احمد کے حوالہ سے ایک لمبی دعا لکھی ہے اور بڑے فخر سے لکھ ہے: ''اس دعا کے الفاظ بھی ٹکسالی ہیں، یعنی نبیؐ رحمت کی زبان سے نکلے ہوئے ہیں۔ لیکن مولانا عبدالرؤف غیر مقلد فرماتے ہیں'' یہ دعا کسی حدیث میں نہیں ملی'' (صلوۃ الرسول ص۴۶۸) معلوم ہوتا ہے کہ مصنف **ویل للمطففین** پر ایمان نہیں رکھتا۔ اسی لئے اپنوں اور بیگانوں کے لئے اس کے باٹ الگ الگ ہیں۔ اور صاحب تخریج وصاحب تصحیح بھی بے چارے اسی مرض کے مریض ہیں، **فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا**

خاتمہ:

اس فرقہ میں ہر ان پڑھ بھی اپنے آپ کو علامۃ الدھر سمجھتا ہے۔ جس طرح کنوئیں کا مینڈک سمندر کے مینڈک کو کہہ رہا تھا کہ اس کنوئیں سے بڑا ''پانی کا خزانہ'' خدا تعالیٰ نے پیدا ہی نہیں فرمایا۔ اسی طرح ان کنوئیں کے مینڈکوں کا خیال ہے کہ علم کے سمندروں یعنی فقہاء کرام نے جو لکھا ہے، جس کی دلیل ہمارے کنوئیں میں نہیں ہے وہ واقعتا بے دلیل ہے۔ اس نے جن دعاؤں کو وضو کی وضعی دعائیں کہا ہے ان دعاؤں کی حدیث ابن الجوزی نے **العلل المتناھیہ** جلد اول میں درج کی ہے۔ اور مسند الفردوس ص۳۲۶، ج۵ احیاء العلوم اور غنیۃ الطالبین میں بھی یہ ہیں۔ اور اذان کی دعا میں **والدرجۃ الرفیعہ** کا لفظ امام نسائیؒ کی کتاب **عمل الیوم واللیلہ** ص۳۳ پر موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقہاءِ اسلام کا علم ان اَن پڑھوں سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ مثال مشہور ہے کہ نور اندھیرے میں چمکتا ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر فقہ اور فقہاء کی عظمت، ضرورت، اہمیت دلوں میں اور بڑھ جاتی ہے جنہوں نے ایک ایک فرض، ایک ایک واجب، ایک ایک سنت، ایک ایک مستحب، ایک ایک مباح، ایک ایک مکروہ اور ایک ایک مفسد نماز و

د

پوری تفصیل سے بیان فرما دیا۔ اور ہر ہر قسم کو اپنے اپنے مقام پر رکھا۔ اور متواتر قرآن اور متواتر تعامل کو انہوں نے مدار بنایا۔ یہاں متواتر تعامل سے ٹکراؤ کے لئے ضعاف و مجاہیل کا راج ہے۔ ارسال و تدلیس کی حکومت ہے۔ اتفاق کی بجائے مسلمانوں میں شقاق اور سر پھٹول ہے۔ دعا ہے کہ خداوند قدوس سلف صالحین کی رہنمائی میں ہمیں کتاب و سنت کی اتباع پر قائم رکھیں اور اہل اسلام میں اتحاد و اتفاق پیدا فرمائیں۔ اور ہر شر سے ہماری حفاظت فرمائیں، آمین۔

"الرسائل فی تحقیق المسائل"
کا مختصر علمی جائزہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادران اسلام' پاک وہند میں اسلام اہل سنت حنفی حضرات کے ذریعہ آیا۔ احناف نے لاکھوں کافروں کو مسلمان کیا۔ ان کو نماز سکھائی۔ یاد رہے جس طرح خود نماز عملی تواتر سے ثابت ہے 'اسی طرح نماز میں ترک رفع یدین بھی عملاً متواتر ہے۔ اسلام کی تاریخ میں ایک دن بھی ایسا نہیں گزرا کہ حنفی نماز کو باطل 'بے ثبوت یا غلط کہا گیا ہو۔ بارہ سو سال تک یہاں سب مسلمان یہی نماز پڑھتے رہے۔ کوئی جھگڑا نہ تھا۔ یکایک اسلامی حکومت کا زوال اور انگریزی اقتدار کا آنا تھا کہ حنفی اسلام کو بھی غلط کہا گیا اور حنفی نماز کو بھی۔

انگریز کے دور میں اس ملک میں رفع یدین والی نماز شروع ہوئی'لیکن ابھی یہ فرقہ نیا تھا اس لئے ذرا پھونک پھونک کر قدم رکھتا تھا چنانچہ میاں نذیر حسین صاحب اور ان کے ساتھیوں نے یہ فتویٰ دیا کہ علمائے حقانی پر پوشیدہ نہ رہے کہ رکوع جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں لڑنا جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں (فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۴۱ ج ۳) ہمارا مذہب ہے کہ رفع یدین ایک مستحب امر ہے جس کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں آتا (ایضا صفحہ ۱۵۴ 'ج ۳) تارک اس کا لائق ملامت اور عتاب کے نہیں ہوتا اگرچہ عمر بھر نہ کرے۔ (ایضا ۱۵۱'ج ۳) بلکہ نواب وحیدالزمان صاحب نے رفع یدین والی نماز کو جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے برابر قرار دیا ہے (حاشیہ بخاری صفحہ ۱۵۸) اور یہاں تک لکھا کہ رفع یدین کا مسئلہ ایک ایسا

اختلافی مسئلہ ہے جیسے متعہ کرنے نہ کرنے کا' میلاد منانے نہ منانے کا اور بیوی اور لونڈی کے غیر فطری مقام کو استعمال کرنے نہ کرنے کا (ہدیہ المہدی صفحہ ۱۱۸ ج ۱) یہ ان کا مذہب تھا لیکن جب سے ان کو غیر ملکی سرمایہ ملنے لگا تو ان کا مذہب بھی بدل گیا۔ اسی مسئلہ رفع یدین پر چودہ سے زائد مجاہدین نے کتاب لکھی ہے جس کا نام الرسائل فی تحقیق المسائل ہے۔ اس میں پہلے ۹۳ صفحات کا عنوان اسلامی تعلیمات ہے جس میں صفحہ ۲۰ پر احناف کی نماز کا مذاق اور فقہ میں ہر برائی کا جواز بتا کر سنی نمازیوں کو دوبارہ دعوت اسلام دی گئی ہے۔ ص ۱۱۸ تک دوسرا حصہ حقوق مومن ہیں جس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ ایمان اور اسلام صرف اس فرقہ شاذہ غیر مقلدین ہی کے پاس ہے۔ پھر ص ۱۱۹ سے لے کر ص ۲۱۸ تک مقام سنت کو بیان کیا گیا ہے یہ رفع یدین کے سنت ہونے کی تمہید ہے' اس میں سنت کے تارک کو کافر' دوزخی' لعنتی' گمراہ' ان سے نکاح حرام' ان کے لئے دعائے استغفار حرام قرار دیا ہے، دیکھئے صفحات ۱۵۶ '۱۵۷ '۱۷۳ '۱۷۷ '۱۸۱ '۱۸۸ وغیرہ۔

پھر صفحہ ۲۱۹ پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ رفع یدین سنت نبوی ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ رفع یدین کی حتی کہ آپ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ پھر ۳۸۰ صفحہ تک اس دعویٰ کو ثابت کرنے کی بالکل ناکام کوشش کی ہے پھر آخر کتاب تک ان احادیث صحیحہ کا انکار کرنے کی کوشش کی ہے جن پر اکثریت امت کا متواتر عمل ہے۔ میرے سامنے اس کتاب کی طبع سوم ہے جس کی دو مرتبہ ترمیم واصلاح ہو چکی ہے جس پر ان کے مشہور اخبارات کے تبصرے اور علماء کی تقریظات موجود ہیں۔ یہ ان کی پوری جماعت کی مسلمہ مصدقہ کتاب ہے۔

(۱) ہر عقل مند جانتا ہے کہ مدعی کو سب سے پہلے اپنا مکمل دعویٰ لکھنا چاہیے' لیکن اس ۵۱۱ صفحات کی کتاب میں ان کا مکمل دعویٰ کہیں موجود نہیں۔ ہاں ان کا عمل جو ان کے ہر گھر اور ان کی ہر مسجد میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے' وہ یہ ہے کہ یہ لوگ دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں کبھی رفع یدین نہیں کرتے اور تیسری رکعت کے شروع میں ہمیشہ رفع یدین کرتے ہیں اور رکوع جاتے اور اس سے اٹھ کر ہمیشہ رفع یدین کرتے ہیں اور سجدوں سے پہلے'

ان کے درمیان اور ان کے بعد کبھی رفع یدین نہیں کرتے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ مکمل مسئلہ حضور ﷺ کی قولی و فعلی متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ پہلے پچاس صحابہ کا نام لیتے تھے جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں' اس کے راوی ہیں۔ اب ترمیم و اصلاح کے بعد ۴ ۴ رہ گئے ہیں یہ بھی جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں کہ تمام صحابہ' تمام تابعین اور تمام تبع تابعین اسی طریقہ سے ہمیشہ نماز پڑھتے تھے۔

(۲) دوسرا ان کا فرض تھا کہ وہ سنت موکدہ کی جامع مانع تعریف کرتے کیونکہ ہر ثابت فعل سنت نہیں ہوتا۔ دیکھئے وضو میں کلی کرنا سنت ہے مگر وضو کے بعد بیوی کا بوسہ لینا ثابت تو ہے' سنت نہیں۔ نماز میں ثناء پڑھنا سنت ہے مگر نماز میں بچے کو اٹھانا یا نماز پڑھتے ہوئے دروازہ کھولنا ثابت ہے' سنت نہیں۔ روزہ کے لئے سحر کھانا سنت ہے مگر کان یباشر وھو صائم بیوی سے مباشرت روزہ کی سنتوں میں سے نہیں۔ اب کوئی شخص وضو کے بعد بوسہ' نماز میں دروازہ کھولنے اور روزہ میں مباشرت کو سنت کہے' انکے تارک کو دوزخی کافر' گمراہ' لعنتی قرار دے تو وہ مجاہد اسلام بن جائے۔ اسی لئے ان مجاہدین نے سنت کی تعریف نہیں کی تاکہ لوگوں پہ راز نہ کھل جائے کہ رفع یدین کا ثبوت تو وضو کے بعد بوسہ اور روزہ میں مباشرت جیسا بھی نہیں کیونکہ ان کا ثبوت ہے اور ان کے منع اور ترک کی احادیث نہیں جبکہ رفع یدین کے دوام کا کوئی ثبوت نہیں اور اس کا منع اور ترک احادیث صحیحہ اور تواتر عملی سے ثابت ہے۔

(۳) ان حضرات کا دعویٰ یہ ہوتا ہے کہ ہم صرف قرآن و حدیث کو مانتے ہیں' کسی مجتہد کی تقلید کو بھی شرک مانتے ہیں مگر اس کتاب میں یہ مجاہدین اس دعویٰ سے دست بردار رہے ہیں کیونکہ جن احادیث کو صحیح کہا ہے' ان کی صحت نہ قرآن سے ثابت کی نہ حدیث سے بلکہ مابعد خیر القرون کے غیر مجتہد امتیوں کے بے دلیل اقوال بلکہ بعض جگہ خلاف دلیل رائے کی اندھی تقلید کی ہے اور جن احادیث کی صحت کا انکار کیا ہے' اس میں بھی ایسے لوگوں کی رائے کو من و سلویٰ سمجھ کر قبول کیا ہے اور اپنے مذہب کے مطابق شرک میں ایسے ڈوبے

ہیں کہ قیامت تک ساری غیر مقلد جماعت ان کو تلاش بھی نہیں کر سکتی۔ چہ جائیکہ ان کو شرک کی نجاست سے نکال سکے۔

اثبات دعویٰ میں ذلت آمیز ناکامی

اس طبع سوم میں اپنی روایات کو انہوں نے ۲۴۹ نمبروں میں پیش کیا ہے۔

(۱) ان میں ایک بھی قولی حدیث موجود نہیں ہے جب کہ قولی حدیث پیش کرنے پر رسالہ تحقیق مسئلہ رفع یدین میں دس ہزار روپے انعام کا چیلنج دیا گیا تھا اس میں یہ لوگ سو فیصد ناکام رہے ہیں۔

(۲) اپنے مکمل دعویٰ پر ایک بھی تقریری حدیث پیش نہیں کر سکے اور نہ قیامت تک کر سکیں گے۔

(۳) دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین کے منع یا دائمی ترک کی ایک حدیث بھی پیش نہیں کر سکے' ہاں اپنے دائمی عمل کے خلاف حضرت علیؓ کی حدیث تقریباً آٹھ نمبروں میں پیش کی کہ حضرت علیؓ دو سجدوں سے کھڑے ہو کر یعنی دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔

(۴) اپنے مکمل دعویٰ پر ایک بھی صحیح صریح غیر معارض حدیث جو دوام رفع یدین پر نص ہو' پیش نہیں کر سکے جب کہ اس پر ان کو دس ہزار روپیہ انعام کا وعدہ دیا گیا تھا۔

(۵) بیچارے عوام کو نبی پاک ﷺ اور صحابہؓ کے نام سے دھوکا دینے کے لئے صفحہ نمبر ۳۷۷ اور ۳۷۸ پر ۴۴ صحابہ کے نام درج کر دیئے جن میں سے حضرت ابو عبیدہ' حضرت ابی بن کعب' حضرت طلحہ' حضرت ابو درداء' حضرت سلمان فارسی' حضرت عثمان' حضرت زبیر' حضرت عمار بن یاسر' حضرت ابو مسعود انصاری' حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص' حضرت زید بن ثابت' حضرت سعید بن زید' حضرت سعد ابی وقاص، حضرت حسین بن علی، حضرت حسن بن علی، حضرت عقبہ بن عامر' حضرت عبداللہ بن جابر البیاضی' حضرت

ابو امامہ الباہلی' حضرت عمران بن حصین سے ان کا مکمل دعویٰ کسی ضعیف سند سے بھی ثابت نہیں۔ ایک ہی سانس میں ۱۹ صحابہ کا نام لے کر یہ صریح دھوکا۔ اتنا حوصلہ پادری فنڈ نے بھی نہ کیا تھا مگر ان مجاہدین اور ان کے مقرظین کا حوصلہ واقعی قابل داد ہے۔ فریب دہی کا ریکارڈ قائم کر دیا ہے۔

(۶) الاصابہ صفحہ ۱۴۴ج ا پر حضرت بریدہ، ص ۴۰۷ ج ۲ پر حضرت عدی بن عجلان، صفحہ ۵۸۰ ج ا پر حضرت زیاد بن حارث کے بارہ میں ہے کہ یہ صحابی نہیں تھے مگر ان مجاہدین نے ان کو صحابی بنا ہی دیا۔ ایسا فریب تو ماسٹر رام چندر کو بھی نہ سوجھا تھا۔

(۷) حضرت محمد مسلمہ' حضرت ابو اسید' حضرت سہل بن سعد اور حضرت ابو قتادہ کا ذکر حدیث ابو حمید الساعدی میں ہے۔ یہ حدیث نہ صحیح ہے نہ دوام رفع یدین پر نص صریح بلکہ اس سے تو یہ سمجھ آتا ہے کہ ایک ایسی مجلس جس میں دس صحابہ اور تابعین موجود ہیں' کسی کو رفع یدین کا علم بھی نہ تھا۔ عمل کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایسے متروک عمل کو سنت قرار دینا ان مجاہدین کا ہی کارنامہ ہے۔ کاش یہ لوگ سنت کی تعریف ہی جان لیتے۔

(۸) باقی آٹھ یا نو صفحات کی روایات کو ان مجاہدین نے خود ہی نقل نہیں کیا کیونکہ وہ ان کے نزدیک بھی نہ صحیح ہیں نہ ان میں مکمل دعویٰ نہ دوام پر نص صریح۔ پھر صرف ان کا نام لکھ کر عوام کو دھوکا میں ڈالنا کونسی دینی خدمت تھی۔

(۹) اگرچہ نمبر ۲۳۹ ہیں مگر روایات صرف آٹھ صحابہ کی ہیں۔ ۹۵ نمبر صرف ایک حدیث ابن عمر کو دیے ہیں۔ ۲۷ نمبر صرف مالک بن الحویرث کی روایت کو دیے ہیں جو حضرت کی خدمت میں بیس دن رات رہے۔ (بخاری ص ۸۸ ج ۱) ۴۳ نمبر حضرت وائل کی حدیث کو دیے ہیں یہ بھی مسافر صحابی ہیں، آپ کے ساتھ ہمیشہ نہیں رہے۔ تین احادیث کو ۱۲۴ نمبر دیے عوام کو ایسا فریب سوامی دیانند بھی نہ دے سکا تھا۔ اس کے چیمپئن صرف یہی غیر مقلد مجاہدین ہیں۔ ان میں بھی کسی حدیث میں مکمل دعویٰ نہ ان میں سے کوئی ایک حدیث بھی دوام پر نص صریح۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

(۱۰) حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی حدیث بیہقی سے نقل کی ہے، وہیں الجوہر النقی میں دونوں کا ضعف درج تھا۔ مگر مجاہدین اور مقرظین نے بالکل آنکھیں بند کر لیں۔ نہ ہی یہ صحیح نہ ان میں مکمل دعویٰ نہ ہی دوام پر نص صریح۔ ہاں ان سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ رفع یدین ایسا متروک تھا کہ خیر القرون میں اس کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔

احادیث صحیحہ کے انکار کی عبرتناک جسارت

کتاب کے چوتھے حصے میں اپنے مکمل دعویٰ پر ایک بھی نص صریح جو دوام پر دال ہو پیش نہ کر سکے۔ اس ناکامی کا اتنا شدید ردعمل تھا کہ احادیث نبویہ ﷺ کا وہ پوسٹ مارٹم کیا کہ ایسی جسارت کھلے منکرین اور قادیانیوں میں بھی دیکھنے میں نہیں آئی۔

پہلا دھوکا تو یہ دیا کہ یہ ترک رفع یدین کی احادیث ہماری پیش کردہ احادیث کے خلاف ہیں اس طرح احادیث نبویہ میں ٹکراؤ کی پالیسی بنائی گئی حالانکہ پہلے فتاویٰ علمائے حدیث کے حوالہ سے گزرا کہ یہ احادیث مختلف اوقات سے متعلق ہیں ہاں یہ اپنی پیش کردہ احادیث کا جو یہ جھوٹا مطلب نکالتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ہمیشہ وصال تک رفع یدین کرتے رہے۔ ان کی اس جھوٹی بات کے یہ احادیث واقعتا خلاف ہیں۔ اب ان کا فرض تو یہ تھا کہ وہ ایسا جھوٹ چھوڑ دیں جس سے احادیث صحیحہ کا انکار کرنا پڑتا ہے مگر ہائے افسوس' ان سنگدل لوگوں نے اپنے جھوٹ کو چھوڑنے کی بجائے رسول اقدس ﷺ کی احادیث صحیحہ کا بے دردی سے انکار کیا۔

(۱) حدیث جابر بن سمرہ جس میں اس رفع یدین کو شریر گھوڑوں کی دموں سے تشبیہ دی ہے اور محدث حرم مکہ حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں یہ حدیث نسخ رفع یدین کی دلیل ہے (شرح نقایہ) اس کا یہ جواب دیا کہ بعض محدثین اس کو فلاں باب میں لائے ہیں

حالانکہ فرمان رسول کے موافق فہم حدیث میں فہم فقیہ کا اعتبار ہے نہ کہ محض محدث کا۔ رب حامل فقہ غیر فقیہ (الحدیث)

(۲) صفحہ ۴۰۹ پر یہ جھوٹ لکھا کہ شرح وقایہ صفحہ ۲ پر ہے کہ پہلا درجہ بخاری و مسلم کا ہے یہ شرح نقایہ میں کہیں نہیں لکھا۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کی جو قولی حدیث تھی 'اس کا انکار یوں کیا کہ اس کی سند میں محمد بن عثمان بن ابی شیبہ اور محمد بن عمران بن ابی لیلیٰ ہیں۔ یہ کذاب اور ضعیف ہیں حالانکہ ان کی دو سندوں میں یہ راوی ہیں ہی نہیں مگر انکار حدیث کی جرات دیکھو کہ حدیث کا انکار کر دیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۴) صفحہ ۴۱۶ پر جولن عباس کی حدیث ہے 'اس کی دو سندیں نصب الرایہ صفحہ ۹۰ ج ۱ پر تھیں۔ ایک کا تو جواب ہی نہیں دیا اور دوسری کے بارہ میں کہا گیا کہ اس کا راوی محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کذاب ہے مگر اس کے ثقہ ہونے کے اقوال چھوڑ دیے۔ کان بصیرا بالحدیث والرجال ابن عدی فرماتے ہیں کہ اس کی ایک حدیث بھی منکر نہیں۔ یہاں تو یہ خیانت کی اور پھر لکھا کہ اس سند کا دوسرا راوی محمد بن عمران بن ابی لیلیٰ نہایت ضعیف ہے 'وہ ردی الحفظ 'فاحش الخطاء 'مضطرب الحدیث 'کثیر الوہم ہے 'اس کی اکثر روایات منکر ہیں (تہذیب) اس محمد بن عمران کا ترجمہ تہذیب التہذیب صفحہ ۸۱ ج ۹ پر ہے وہاں ان مذکورہ الفاظ میں سے ایک لفظ بھی موجود نہیں ہے دیکھئے حدیث رسول کا انکار کرنے کے لئے کتنے جھوٹ لکھے۔ صرف اس لئے کہ یہ حدیث ان کے اس جھوٹ کے خلاف تھی کہ حضرت ﷺ ہمیشہ رفع یدین کرتے تھے۔

(۵) صفحہ ۴۱۷ پر حضرت عبداللہ بن عباس کے فتویٰ کے بارہ میں لکھا کہ یہ محض الزام ہے جب کہ نصب الرایہ صفحہ ۹۰ ج ۱ پر دو سندوں سے موجود ہے۔

(۶) مسند حمیدی اور صحیح ابو عوانہ کی صحیح صریح حدیث کا صرف اس لئے انکار کر دیا کہ اس پر غیر معصوم غیر مجتہد امتی نے یہ باب نہیں باندھا۔ نبی پاک ﷺ کے مقابلے

میں ایسے امتیوں کی تقلید کرتے ہیں اور نام اہل حدیث ہے۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث کو مجاہدین نے ۹۵ نمبر دیے ہیں ہم نے صحیح سند پیش کی کہ وہ تو خود رفع یدین نہ کرتے تھے تو اس کا انکار کر دیا کہ سند میں ابو بکر بن عیاش اور حصین بن عبدالرحمان دونوں ضعیف ہیں حالانکہ یہ دونوں راوی اکٹھے صحیح بخاری ۲۵ ے ج ۲ کی سند میں موجود ہیں۔ کیا صحیح بخاری کی اس حدیث کا بھی انکار کرو گے ؟

(۸) حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث نمبر ۱۴، ۱۵، ۱۶ پر ہے اس کی سند پر کوئی اعتراض نہیں کر سکے مگر حدیث پھر بھی نہیں مانی۔

(۹) حضرت عبداللہ بن مسعود سے آنحضرت ﷺ، حضرت ابو بکر، حضرت عمر کا رفع یدین نہ کرنا مروی ہے اس صحیح حدیث کا انکار کرنے کے لئے یہ بہانہ بنایا کہ اس کی سند میں محمد بن جابر ہے اور وہ بہت ضعیف ہے اور نصب الرایہ صفحہ ۷ ۹ ۳ ج ا کا حوالہ دیا یہ نہایت ناقص حوالہ ہے۔ محمد بن جابر نہایت ثقہ راوی تھا آخر عمر میں اس کا حافظہ نہایت کمزور ہو گیا اس لئے ضعیف ہو گیا اس لئے اس نے جو احادیث اس وقت بیان کیں جب اس کا حافظہ قوی تھا وہ صحیح ہیں اور بعد والی ضعیف ہیں یہ حدیث اس سے اسحاق بن ابی اسرائیل نے روایت کی ہے کہ جب محمد بن جابر کا حافظہ سفیانین سے بھی قوی تھا اسی لئے اسحاق نے کہا و به ناخذ ہم سب اسی حدیث کے مطابق نماز پڑھتے ہیں۔ اب اس حدیث کے صحیح ہونے میں کیا شک ہے ؟ مگر انکار حدیث کا شوق ہے بلکہ احادیث صحیحہ کا انکار جہاد قرار پا چکا ہے۔

(۱۰) حضرت فاروق اعظم کا رفع یدین نہ کرنا دو سندوں سے لکھا تھا، ان کو ماننے سے انکار کر دیا کہ پہلی سند میں حمانی مجہول ہے جبکہ یہ حمانی ہرگز مجہول نہیں ہے اور پھر امام ابو بکر بن ابی شیبہ اس کے متابع بھی ہیں لیکن جب اصول ہی یہ ہو کہ میں نہ مانوں تو ایسے لوگ خود نبی پاک کو نہیں مانتے ان احادیث کی کیابات ہے۔

(۱۱) ان صحیح احادیث کا انکار کرنے کے بعد حضرت عمر کا ایک اثر صفحہ ۲۴۷ پر پیش کیا ہے کہ آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں رفع یدین کی تعلیم دی اور سب صحابہ نے اس کی

تصدیق کی۔ اس کی نہ تو امام بیہقی سے لے کر ابن وہب تک کوئی سند' پھر سلیمان بن کیساں اور عبداللہ بن القاسم دونوں راوی غیر معروف اور مجہول اور پھر عبداللہ بن قاسم کی ملاقات بھی حضرت عمر سے ثابت نہیں۔ پھر اس میں رکوع کی رفع یدین کا صراحتاً ذکر بھی نہیں۔ اس ظلم کے ساتھ یہ زیادتی بھی یاد رکھیں کہ فقال للقوم اس میں حضرت عمر کا مقولہ تھا۔ ان مجاہدین نے فقال القوم بنا کر قوم کا مقولہ بنا دیا اور سب صحابہ کی رفع یدین ثابت کر ڈالی۔ افسوس ایک اپنے جھوٹ کی لاج رکھنے کے لئے نہ صحابہ کو معاف کیا جاتا ہے نہ خلفاء کو۔

(۱۲) صفحہ ۴۲۹ اور ۴۳۱ پر دو حدیثوں کو اس لئے ضعیف کہا کہ ان کی سند میں عاصم بن کلیب ہے حالانکہ ان مجاہدین نے اسی کتاب میں عاصم بن کلیب کی سند سے ۳۹ نمبر درج کئے ہیں اب سوال یہ ہے کہ اگر عاصم بن کلیب سچا راوی ہے تو ان احادیث کا انکار کیوں کیا اور اگر واقعی جھوٹا ہے تو حضور پر ۳۹ جھوٹ باندھ کر یہ مجاہدین دوزخ کے کس طبقے میں پہنچے اور کتنے سادہ لوگوں کو اپنے ساتھ لے ڈوبے؟

(۱۳) نہایت صحیح سند سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی کے تمام ساتھی جن کی تعداد ہزاروں سے متجاوز تھی وہ پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اس صحیح سند کے بارہ میں یہ بے حوالہ جھوٹ بول دیا گیا کہ ابن حجر نے کہا ہے کہ ابو اسحاق کوئی قابل اعتماد راوی نہیں حالانکہ تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۱۱۴ ج ۱ نمبر ۹۹ دیکھیں۔ یہ نہایت ثقہ راوی ہے اس صحیح سند کا انکار صرف اس لئے کیا کہ یہ جو جھوٹ بولا کرتے ہیں کہ تمام صحابہ اور تابعین رفع یدین کیا کرتے تھے' اس کی قلعی نہ کھل جائے۔

(۱۴) نہایت صحیح سند سے ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر بن عیاش جن کی پیدائش ۱۰۰ھ اور وفات ۱۹۳ھ ہے۔ انہوں نے اس خیر القرون میں کسی بھی سمجھ دار کو پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔ اس سے ترک رفع یدین کا متواتر عملی ہونا واضح تھا اور ان کا جھوٹ ظاہر ہو رہا تھا۔ اس لئے ابو بکر بن عیاش پر ہی ہاتھ صاف کر دیئے کہ وہ قابل اعتماد نہیں حالانکہ تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۲۵۰ پر ان کا ترجمہ ہے اور صحیح بخاری صفحہ ۱۸۶' ۲۳۲' ۲۶۰'

۲۶۳' ۲۷۴' ۴۰۴' ۴۹۶' ۶۵۵' ۷۲۵' ۷۴۸' ۸۸۹' ۹۰۳' ۹۵۲' ۹۵۴' ۹۶۳' ۱۰۵۲' ۱۱۱۸ پر ابو بکر بن عیاش سے حدیث لی گئی ہے مگر غیر مقلد مجاہدین نے ضعیف بنا ہی ڈالا۔

(۱۵) حضرت براء بن عازب کی ترک رفع یدین کی حدیث دو سندوں سے مروی ہے دونوں سندیں حسن لذاتہ کے درجہ پر ہیں اور مل کر صحیح لغیرہ بن جاتی ہیں۔ یہ حدیث کسی حدیث کے خلاف نہیں۔ یہ حدیث خیر القرون کے تواتر عملی کے موافق ہے مگر چونکہ ان مجاہدین کے اس جھوٹ کے خلاف ہے کہ رفع یدین حضور ﷺ کی دائمی سنت ہے آپ نے وصال تک ایک نماز بھی رفع یدین کے بغیر نہیں پڑھی' ان مجاہدین کو چاہیے تھا کہ اس جھوٹ کو پھینک دیتے اور نبی پاک ﷺ کی احادیث اور خیر امت کے تواتر عملی رفع یدین کو سینے سے لگا لیتے مگر یہ مجاہدین اور ان کے مقرظین نبی پاک کی احادیث اور تواتر عملی کو چھوڑ سکتے ہیں مگر اس جھوٹ کو نہیں چھوڑ سکتے۔ چنانچہ یزید بن ابی زیاد پر برس پڑے جن کا اہل صدق میں سے ہونا مسلم ا۔ ۴ پر درج ہے لیکن تعصب کا یہ حال ہے کہ اپنے دلائل میں صفحہ ۳۷۸ پر نمبر ۳۵ پر حضرت براء بن عازب کا نام لکھا ہے اس کی سند میں بھی یہی راوی یزید بن ابی زیاد ہے البتہ اس کے ساتھ اس سند میں ابراہیم بن بشار راوی کذاب بھی ہے مگر یہ سند مقبول ہے اور وہ دونوں سندیں مردود۔ کیا کوئی شرعی عقلی یا اخلاقی ضابطہ ایسا ہے کہ یزید بن ابی زیاد کی جو حدیث دوسری سند سے بھی موید ہو اور تواتر عملی سے بھی موید ہو' وہ تو ضعیف ہو اور جو حدیث کذاب راوی سے دو صحیح سندوں اور تواتر عملی کے خلاف ہو' وہ مقبول ہو۔

(۱۶) پانچ صحیح سندوں سے یہ ثابت ہے کہ امام ابراہیم نخعی نے جب حضرت وائل کی حدیث رفع یدین کی سنی تو انہوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ انہوں نے ایسا دیکھا ہوگا۔ ورنہ صحابہ اور تابعین کا تواتر عملی ترک رفع یدین پر ہے۔ یہ پانچ روایات ان مجاہدین کے جھوٹ کا سر توڑ رہی تھیں اس لئے ان کا انکار کر دیا اور بہانہ یہ بنایا کہ حضرت وائل جب دوسری مرتبہ تشریف لائے تو بھی سب کو رفع یدین کرتے دیکھا مگر یاد رہے یہ بھی فریب ہے حضرت وائل

کی دوسری آمد میں کسی صحیح سند میں رکوع کی رفع یدین کی صراحت نہیں۔ ابو داؤد شریف میں عند افتتاح الصلوۃ کی صراحت ہے۔ ان چودہ مجاہدین نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے۔ اپنے جھوٹ پر قائم رہنے کے لئے صحیح حدیث میں خیانت کی اور دیگر صحیح احادیث کا انکار کیا۔

(۱۷) صفحہ ۴۴۰ پر پھر حصین بن عبدالرحمان کو ضعیف قرار دیا مگر اپنے دلائل میں صفحہ ۳۴۲ پر ۱۶۹ پر اسی حصین سے استدلال کیا۔

(۱۸) صفحہ ۴۴۳ پر حضرت ابو ہریرہ کی نہایت عالی سند حدیث ترک رفع یدین کی تھی جس کی سند پر کوئی اعتراض نہ ہو سکتا تھا۔ تو مرفوع حدیث کو دو موقوف آثار سے رد کر دیا جو دونوں ضعیف ہیں۔ پہلے میں محمد بن اسحاق کا عنعنہ ہے اور دوسری سند میں قیس بن سعید غیر معروف ہے۔ ان ضعیف آثار سے نہایت عالی سند مرفوع حدیث کو رد کر دیا۔ فیا للعجب

(۱۹) صفحہ ۴۴۵ پر امام زین العابدین پر بے سند جھوٹ بول دیا کہ وہ اس رفع یدین کے قائل و فاعل تھے۔

(۲۰) ان مجاہدین نے صفحہ ۴۵۷ اور ۴۵۸ پر حضرت عمیر کی حدیث کو رفدہ بن قضاعہ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ اس حدیث پر ان کا عمل نہیں مگر اپنے دلائل میں صفحہ ۳۸۷ نمبر ۲۳ پر عمیر لیثی کو شمار کیا ہے جبکہ اس کی سند میں یہی رفدہ بن قضاعہ ہے۔ ایک ہی راوی ایک جگہ جھوٹا اور ایک جگہ سچا بڑی ڈھٹائی ہے۔

(۲۱) صفحہ ۴۶۱ اور ۴۶۲ پر ایک حدیث جس میں ترک رفع یدین کا تواتر عملی ثابت ہے اور ان کے جھوٹ کا ستیاناس کرتی ہے اس کو ضعیف کہا کہ اس کی سند میں عبداللہ بن لہیعہ راوی ضعیف ہے مگر اپنے دلائل میں صفحہ ۳۸۷ نمبر ۳۰ پر حضرت عقبہ بن عامر کا نام درج فرمایا۔ اس کی سند طبرانی کبیر ۱۹۷ ج ۷ اپر ہے جس میں عبداللہ بن لہیعہ بھی ہے اور اس سند میں مشرح بن عاہان بھی ہے جس نے خانہ کعبہ پر منجنیق سے حملہ کیا تھا اور جو عقبہ سے منکر روایتیں بیان کرتا تھا (تہذیب صفحہ ۱۵۵ ج ۱۰) کیا اسی بات کا نام انصاف ہے؟ ہائے احادیث صحیحہ کو محض اپنے جھوٹ کی ضد میں کس ڈھٹائی سے رد کیا جارہا ہے۔

(۲۲) ص ۴۶۳، ۴۶۴ پر ایک حدیث جو ان کے جھوٹ کے خلاف تھی اس کو اس لئے ضعیف کہہ دیا کہ اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ ہے جبکہ صفحہ ۳۲۴ نمبر ۱۲۴ میں حجاج کی سند سے خود استدلال کیا ہے نیز تذکرۃ الحفاظ میں اس کو حجاج بن ارطاۃ الامام لکھا ہے۔ (صفحہ ۱۸۶)

(۲۳) صفحہ ۴۷۰ پر ایک صحیح سند والی حدیث جو ان کے جھوٹ کے خلاف ہے اس کو اس لئے ضعیف کہہ دیا کہ اس کی سند میں قتادہ مدلس ہے اس لئے حدیث صحیح نہیں جبکہ اسی قتادہ سے اسی کتاب میں ان غیر مقلد مجاہدین نے ۲۳ جگہ میں حدیث لی ہے لیکن پھر بھی اس حدیث کو رد کرنے پر ان مجاہدین کے ضمیر نے ان کو کبھی ملامت نہیں کی بلکہ حدیث کے رد کرنے کو اپنا فخر و کمال سمجھتے ہیں۔ کاش ان کو اگر خوف خدا نہ تھا رسول پاک سے شرم نہ تھی تو انسانوں سے ہی حیا کرتے۔

(۲۴) صفحہ ۴۷۶ پر ان مجاہدین نے ایک صحیح حدیث کو اس لئے رد کر دیا کہ اس سند میں حمید الطویل ہے مگر اپنے دلائل میں ص ۲۵۷، ۳۴۰، ۳۵۱ اور ۳۵۵ پر اسی راوی کی احادث قبول کرلی ہیں۔ حضرات دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ان کو اس جھوٹ سے توبہ کی توفیق عطا فرمائیں جس جھوٹ کے لئے بے دردی سے احادیث رسول کا انکار کر رہے ہیں۔

حضرات 'خدارا ان کے جھوٹوں سے اپنا ایمان بچایئے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنی زندگی کی آخری نماز بھی رفع یدین کے ساتھ پڑھی' جھوٹ ہے' یہ جو کہتے ہیں کہ تمام عشرہ مبشرہ ہمیشہ رفع یدین کرتے تھے' یہ بالکل جھوٹ ہے' یہ جو کہتے ہیں کہ تمام اکابر صحابہ رفع یدین کرتے تھے' یہ محض جھوٹ ہے" ترک رفع یدین والی نماز احادیث صحیحہ اور تواتر عملی سے ثابت ہے اور دور نبوت سے لے کر آج تک امت کی اکثریت اسی طریقہ پر نماز پڑھتی آ رہی ہے' بڑے رافضی قرآن کے خلاف شاذ و متروک قراءتوں کے ذریعہ وسوسے ڈالتے ہیں اور یہ چھوٹے رافضی نبی پاک سے جو نماز عملی تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی' اس کے خلاف وسوسے ڈالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہلسنت کے ایمان و عمل کی حفاظت فرمائیں۔

غیر مقلدین کے رسالہ "مکتوب مفتوح" پر ایک نظر

مسئلہ تقلید کی وضاحت :

یہ ایک مسلمہ اور تاریخی حقیقت ہے کہ پاک و ہند میں انگریز کے دور حکومت سے قبل غیر مقلدین کا وجود نہ تھا۔ دور برطانیہ میں اس ملک میں تقلید اور ترک تقلید پر بحث و مناظرہ کا آغاز ہوا اور رد تقلید پر پہلی کتاب معیار الحق میاں نذیر حسین دہلوی نے تحریر فرمائی اور آج تک روافض، منکرین حدیث، منکرین فقہ، مودودی، کیپٹن عثمانی وغیرہ تقلید کے خلاف محاذ آرائی کر رہے ہیں اور عوام کو پریشان کر رہے ہیں ہم ان غیر مقلدوں سے چند علمی سوالات کے ذریعہ یہ مسئلہ سمجھنا چاہتے ہیں، امید ہے کہ وہ ضرور ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔ سوالات سے پہلے گزارش ہے کہ آپ حضرات کا دعویٰ ہے کہ ہم ہر سوال کا جواب صرف قرآن و حدیث سے دیتے ہیں اس لیے جواب میں یا تو کوئی صریح آیت پیش فرمائیں یا صحیح صریح غیر معارض حدیث، ان دو کے علاوہ کوئی بات ہوئی تو جواب کالعدم سمجھا جائے گا۔

۱۔ تقلید کی تعریف :

تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلا دے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا (فتاویٰ ثنائیہ ص ۲۵۶ ج ۱، ص ۲۶۵ ج ۱، ص ۲۶۵

ج ۱ ص ۲۶۲ ج ۱) یہ تعریف قرآن کی کس آیت یا کس حدیث سے ثابت ہے ؟

۲۔ اس تعریف کے مطابق یا خدا یا رسول ﷺ کی بات کو بلا تحقیق دلیل مان لینا تقلید ہے یا نہیں ؟

۳۔ اس تعریف کے موافق محدث کی رائے کو ماننا کہ یہ حدیث صحیح ہے 'وہ ضعیف ہے' تقلید ہے یا نہیں ؟

۴۔ کسی محدث کا کسی راوی کو ثقہ یا ضعیف کہنا 'اس کو بلا مطالبہ دلیل ماننا تقلید ہے یا نہیں ؟

۵۔ اصول حدیث کے قاعدے خدا اور رسول کے بنائے ہوئے ہیں یا امتیوں کے گھڑے ہوئے ہیں 'اور ان کو ماننا تقلید ہے یا نہیں ؟

۶۔ تقلید کا حکم میاں نذیر حسین دہلوی ۱۳۲۰ھ 'مولانا محمد حسین بٹالوی ۱۳۳۸ھ 'مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی ۱۳۹۴ھ 'مولانا ثناء اللہ صاحب امر تسری ۱۹۴۸ھ 'مولانا نور حسین گھر جاکھی 'مولانا محمد داؤد غزنوی 'سب حضرات فرماتے ہیں کہ "مطلق تقلید کسی مجتہد کی اہل سنت سے واجب ہے"

(معیار الحق ص ۴۱ 'اشاعۃ السنہ ص ۱۲۶ 'ج ۲۳ 'تاریخ اہل حدیث ص ۱۲۵ 'نقوش ابوالوفا ص ۲۵۶ 'ارکان اسلام ص ۹۲ 'داؤد غزنوی ص ۳۷۵) تقلید کی کیا تعریف ہے اور واجب کی جامع مانع تعریف کیا ہے ؟

۷۔ اس تقلید کے واجب ہونے کی دلیل کونسی صریح آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث ہے ؟

۸۔ کیا اجتہاد دلیل شرعی ہے ؟ اجتہاد کی جامع مانع تعریف قرآن وحدیث سے بیان فرمائیں۔

۹۔ اجتہادی مسائل کون سے مسائل ہوتے ہیں ؟ ان کی تعریف قرآن وحدیث سے بیان فرمائیں۔

۱۰۔ مجتہد کی شرائط قرآن و حدیث میں کیا ہیں ؟

۱۱۔ صحابہ اور تابعین کے ہزاروں فتاویٰ جو کتب حدیث مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ 'مصنف عبدالرزاق میں موجود ہیں وہ سب احادیث رسول ہیں یا بعض فتاویٰ اجتہادی بھی ہیں ؟

۱۲۔ مجتہد پر اپنے اجتہادی مسئلہ کی دلیل تفصیلی بیان کرنا فرض ہے یا واجب ؟ کس دلیل سے ؟

۱۳۔ عامی پر اجتہادی مسئلہ میں مجتہد سے دلیل تفصیلی کا مطالبہ کرنا فرض ہے یا واجب ؟

۱۴۔ فرض اور واجب کے تارک کا قرآن و حدیث میں کیا حکم ہے ؟ کافر ہے یا فاسق یا کیا ؟

۱۵۔ جن صحابہ و تابعین نے اپنے اجتہادی مسائل کے ساتھ دلیل تفصیلی بیان نہیں کی وہ کس درجہ کے گنہگار تھے ؟ فرض کے تارک تھے یا واجب کے ؟

۱۶۔ جن صحابہ اور تابعین نے اجتہادی مسئلہ میں مجتہد صحابی سے دلیل تفصیلی کا مطالبہ نہیں کیا وہ سب لوگ فرض یا واجب کے تارک ہونے کی وجہ سے کس درجہ کے گنہگار تھے ؟

۱۷۔ آپ کے مندرجہ بالا بزرگوں کے نزدیک تقلید واجب ہے 'جو لوگ اس واجب کو بدعت یا حرام یا شرک کہتے ہیں ان کا شرعی حکم کیا ہے ؟ وہ کس درجہ کے گنہگار ہیں ؟

۱۸۔ تقلید مجتہد کو حرام کہنے والوں کی دلیل قرآن و حدیث سے کیا ہے ؟

۱۹۔ اگر تقلید شرک ہے تو شرک کی جامع مانع تعریف کریں اور اس کی دلیل میں آیت یا حدیث بتائیں۔

۲۰۔ بعض جذباتی لوگ کہتے ہیں کہ تقلید کتے کے پٹے کو کہتے ہیں 'اس کی دلیل قرآن و حدیث میں کیا ہے ؟

۲۱۔ جن علماء نے تقلید کو واجب کہا ہے 'ان کے نزدیک کتے کا پٹہ گلے میں ڈالنا واجب ہے یا نہیں ؟

۲۲۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ تقلید جہالت کا نام ہے تو کیا مندرجہ بالا علماء کے نزدیک جاہل رہنا واجب ہے ؟

۲۴۔ تقلید کی ماہیت میں عدم علم بالدلیل داخل ہے یا عدم مطالبہ دلیل خاص تفصیلی مجتہد کا؟

۲۵۔ کیا تقلید واجب ہے؟ اور واجب کا ترک حرام ہے تو آپ کے مندرجہ بالا علماء کے نزدیک دلیل کی تحقیق حرام ہوئی یا نہ؟ جو دلیل کی تحقیق کو حرام کہے وہ کس درجہ کا گنہگار ہے؟

۲۶۔ آپ کے مندرجہ بالا چھ علماء نے تقلید شخصی کو مباح کہا ہے' حوالہ جات وہی ہیں جو نمبر ۶ میں گزرے۔ مباح کی کیا تعریف ہے اور تقلید شخصی کے مباح ہونے کی دلیل قرآن وحدیث سے تحریر کریں۔

۲۷۔ یہودی اپنے احبار ورہبان کی جو تقلید کرتے تھے وہ اجتہادی مسائل میں تھی یا کفریہ مسائل میں؟

۲۸۔ کیا ان احبار ورہبان کا مجتہد ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟

۲۹۔ یہ یہودی اپنے احبار ورہبان کی تقلید شخصی کرتے تھے یا تقلید مطلق قرآن وحدیث سے واضح فرمائیں؟

۳۰۔ جیسے اب تقلید شخصی کرنے والے اپنے مجتہد کی طرف نسبت کر کے حنفی' شافعی وغیرہ کہلاتے ہیں' وہ یہودی اپنے کو منسوب کر کے کیا کہا کرتے تھے؟ ان کی نسبتیں قرآن وحدیث سے واضح کریں۔

۳۱۔ اتباع اور تقلید ہم معنی ہیں یا قرآن وحدیث نے ان میں کوئی فرق بیان فرمایا ہے؟

۳۲۔ مشرکین اپنے آباء کی جو اتباع کرتے تھے' بل نتبع ماوجدنا علیه آبائنا وہ بے دلیل تھی یا با دلیل؟

۳۳۔ کیا مشرکین کے آباء مجتہد تھے؟ اور مشرکین اجتہادی مسائل میں ان کی تقلید کرتے تھے؟

۳۴۔ مشرکین اپنے آباء کی تقلید مطلق کرتے تھے یا شخصی؟ اگر شخصی کرتے تھے تو ان میں کتنے فرقے تھے اور ان کے نام کیا کیا تھے؟ نسبتی نام قرآن حدیث سے تحریر کریں۔

۳۵۔ اگر یہود کے احبار اور مشرکین کے آباء مجتہد تھے تو کیا ان کو بھی صواب پر دو اجر

اور خطا پر ایک اجر ملتا تھا؟

۳۶۔ مذہب حنفی میں بعض مسائل میں فتویٰ حضرت امام اعظمؒ کے قول پر ہے' بعض میں صاحبین کے قول پر' بعض میں امام حسن یا امام زفر کے قول پر' یہ تقلید مطلق ہے یا تقلید شخصی؟

۳۷۔ اصول حدیث میں اختلاف کی صورت میں صرف شافعی اصولوں کو ماننا اور حنفی اصولوں کا انکار کرنا' یہ تقلید شخصی ہے یا تقلید مطلق؟

۳۸۔ کتب حدیث میں سے بخاری کو ماننا کتاب الآثار کو نہ ماننا' موطا امام مالک کو ماننا اور موطا امام محمد کو نہ ماننا' ترمذی کو ماننا اور طحاوی کو نہ ماننا' مشکوٰۃ المصابیح کو ماننا اور زجاجۃ المصابیح کو نہ ماننا' بلوغ المرام کو ماننا اور مستدلات حنفیہ کو نہ ماننا' تقلید مطلق ہے یا شخصی؟

۳۹۔ کسی حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کے بارے میں غیر مقلد صرف اپنے فرقے کے مولوی کی مانتے ہیں' حنفی محدثین کی بات کو بالکل نہیں مانتے' یہ تقلید مطلق ہے یا تقلید شخصی؟

۴۰۔ غیر مقلدین صرف اپنے فرقے کے مولویوں کے بتائے ہوئے مسئلہ پر اعتماد کرتے ہیں' دوسرے فرقوں کے علماء پر بالکل اعتماد نہیں کرتے' یہ تقلید شخصی ہے یا مطلق؟

۴۱۔ اجتہادی مسئلہ میں مجتہد کی طرف نسبت کر کے حنفی شافعی وغیرہ کہلانے کو جو غیر مقلد کفر اور شرک کہتے ہیں' ان کے پاس قرآن یا حدیث کی کون سی دلیل ہے؟

۴۲۔ مسلمان دو حال سے خالی نہیں' مسائل اجتہادیہ میں اجتہاد کا اہل ہوگا یا نہیں۔ اول صورت میں وہ مجتہد کہلائے گا' دوسری صورت میں جب وہ خود اجتہاد نہیں کر سکتا تو بھی دو حال سے خالی نہ ہوگا یا کسی مجتہد کی تقلید کرے گا یا نہ اجتہاد کرے گا نہ تقلید' اول صورت میں وہ مقلد ہے دوسری صورت میں غیر مقلد' جیسے نماز باجماعت میں ایک امام ہے' دوسرے مقتدی' تیسرے امام کے مخالف جماعت کے ثواب سے محروم، اول (امام) مجتہد کی جگہ ہے۔ دوسرا مقتدی مقلد کی جگہ اور تیسرا غیر مقلد۔ اسی طرح ملک میں ایک حاکم ہوتا ہے دوسرے رعایا اور بعض باغی۔ بعض ڈاکٹر ہوتے ہیں' بعض مریض ان سے علاج کرا کے صحت یاب

ہو جاتے ہیں اور بعض مریض علاج کرانے کی بجائے ڈاکٹر کو گالیاں بکتے ہیں اور بیماری کو بڑھاتے بڑھاتے مر جاتے ہیں۔ اس لئے کسی کو غیر مقلد ثابت کرنے کے لیے دو باتوں کا ثبوت ضروری ہے (۱) وہ اجتہاد کا اہل نہ تھا (۲) وہ نااہل ہو کر تقلید بھی نہ کرتا تھا۔

۴۳۔ کتنے صحابہ تھے جو نہ اجتہاد کر سکتے تھے نہ تقلید کرتے تھے بلکہ اجتہاد کو کار ابلیس اور تقلید کو شرک کہتے تھے ؟

۴۴۔ تابعین اور تبع تابعین میں ایسے لوگ کون کون تھے ؟

۴۵۔ محدثین کے حالات میں چار قسم کی کتابیں خود محدثین نے تحریر فرمائی ہیں۔ طبقات حنفیہ 'طبقات مالکیہ 'طبقات شافعیہ 'طبقات حنابلہ 'ان نسبتوں سے ظاہر ہے کہ یہ سب تقلید شخصی کرنے والے تھے 'کیا یہ سب مشرک اور بدعتی تھے ؟

۴۶۔ کسی محدث نے طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب لکھی ہو تو اس کا پتہ دیں کہ کہاں سے ملتی ہے ؟

۴۷۔ اصحاب صحاح ستہ کو بعض لوگ بے دلیل غیر مقلد کہتے ہیں اور بہت سے جاہل بلا مطالبہ دلیل ان کی بات مان کر ان کو غیر مقلد سمجھتے ہیں 'کیا یہ تقلید ہے یا نہیں ؟

۴۸۔ اصحاب صحاح ستہ جن کا غیر مقلد ہونا نہ ان کے اقرار سے ثابت ہے نہ شرعی شہادت سے 'ان کی کتابوں کو غیر مقلدین اپنی کتابیں کہتے ہیں اور نواب صدیق حسن 'نواب وحید الزمان 'مولانا عبدالواحد خانپوری 'مولانا ثناء اللہ امر تسری وغیرہ علماء جن کا غیر مقلد ہونا ان کے اقرار یا شرعی شہادتوں سے ثابت ہے 'ان کی کتابوں کو ماننے سے انکار کرتے ہیں۔

۴۹۔ علماء غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ ہم صرف قرآن وحدیث کے مسائل لکھتے ہیں اس دعویٰ سے انہوں نے ہدیۃ المھدی 'نزل الابرار 'نیج المقبول 'بدور الاہلہ 'الروضۃ الندیہ 'فقہ محمدیہ 'عرف الجادی وغیرہ بہت سی کتابیں لکھیں 'ان کتابوں کے بارے میں علماء غیر مقلدین اور عوام غیر مقلدین میں جھگڑا ہے 'علماء کہتے ہیں یہ قرآن وحدیث کے خالص مسائل ہیں ' ان میں قیاس ورائے کا کوئی دخل نہیں 'عوام غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہمارے علماء قرآن

وحدیث کا نام لے کر جھوٹ لکھ رہے ہیں۔ یہ مسائل تو قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ الغرض علماء کے نزدیک عوام غیر مقلدین ان کتابوں کا انکار کر کے قرآن وحدیث کے مسائل کے منکر ہیں اور عوام غیر مقلدین کے نزدیک علماء قرآن وحدیث پر جھوٹ بولنے والے تھے۔ صرف ایک ایسی کتاب پیش کریں جو پاک وہند کے کسی غیر مقلد عالم نے لکھی ہو اس میں نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' جہاد' قانون' وراثت وغیرہ کے مکمل مسائل ہوں اور ہر ہر جزئی مسئلہ پر صریح آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کی ہو اور عوام غیر مقلدین کا اتفاق ہو کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں قرآن وحدیث کے علاوہ یا اس کے خلاف کوئی مسئلہ نہیں۔ ایسی کتاب کا ضرور مکمل پتہ دیں کہ کہاں سے دستیاب ہے؟

۵۰۔ غیر مقلدین کا آپس میں بہت سے مسائل میں اختلاف ہے' ہاں ایک بات پر سب کا اتفاق ہے کہ ہمارے کسی غیر مقلد عالم نے ایک ایسی کتاب نہیں لکھی' جس میں دین کے مکمل مسائل ہوں اور ہر ہر جزئی مسئلہ صریح آیات واحادیث صحیحہ صریحہ سے ثابت ہو۔ اکثر کتابیں نامکمل بھی ہیں' بے دلیل بھی ہیں اور ایسے شرمناک مسائل سے پر ہیں کہ غیر مقلدین پریشان ہیں کہ کاش ان کو آگ لگا کر جلا دیا جائے۔

فقہ سے متعلق چند ضروری باتیں

فقہ کے بارے میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کریں اسے فقیہ بنا دیتے ہیں۔ لیکن اس دنیا میں تو لوگ قرآن پاک کے مخالف ہیں اور لوگوں کو قرآن پاک سے بد ظن کرنے کے لئے متواتر قرآن پاک کو چھوڑ کر شاذ وضعیف قراءتوں پر اعتراضات کرتے ہیں اور منکرین حدیث سنت رسول اللہ ﷺ سے بد ظن کرنے کے لئے بعض شاذ وضعیف روایات کو لے کر کبھی قرآن کے خلاف کہتے ہیں کبھی ننگ انسانیت کہتے ہیں اسی طرح فقہ کے مخالفین کا حال ہے' جس طرح حدیث کی کتابوں میں بعض احادیث صحیح' بعض منسوخ' بعض مؤول اور بعض ضعیف ومتروک ہوتی ہیں' اسی طرح فقہ کے شروح

و فتاویٰ پر جو علماء کے لیے لکھے گئے ہیں' ان میں بعض اقوال مفتی بہا اور معمول بہا ہوتے ہیں ان کو مذہب حنفی کہتے ہیں، بعض مرجوع عنہ، بعض مؤول اور بعض شاذ و متروک ہوتے ہیں۔ اس لئے فقہ حنفی پر اعتراضات کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ :

۱۔ پہلے یہ ثابت کرے کہ جس قول پر وہ اعتراض کر رہا ہے' وہ مفتی بہ (مضبوط) قول ہے اور احناف کا اس پر بلا نکیر عمل جاری ہے۔ ورنہ ضعیف و متروک اقوال پر اعتراض کرنے سے مذہب حنفی پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ جیسا کہ شاذ و متروک قراء توں پر اعتراض کرنے سے قرآن پاک پر کوئی اعتراض نہیں اور شاذ و متروک احادیث پر اعتراض کرنے سے سنت متواترہ ہرگز متاثر نہ ہوگی۔ بلکہ اعتراض کرنے والے کی حماقت اور جہالت ثابت ہوگی کہ جب مسلمان ان شاذ قراء توں کی تلاوت ہی نہیں کرتے' ان متروک احادیث پر عمل نہیں کرتے اور فقہ کے متروک اقوال پر عمل نہیں کرتے تو اعتراض کیا اور کن پر؟

۲۔ فقہ کے اصول چار ہیں۔ کتاب اللہ ' سنت رسول اللہ ﷺ ' اجماع امت اور قیاس شرعی' کتب فقہ کی شروح میں وضاحت ہے کہ فلاں مسئلہ قرآن سے ثابت ہے' فلاں حدیث سے، فلاں اجماع سے اور فلاں فلاں قیاس سے۔ اس لئے سائل کو پہلے مدعی کا دعویٰ بیان کرنا ہوگا کہ انہوں نے اس مسئلہ کو کس نام سے پیش کیا ہے؟ اگر قرآن کے نام سے پیش کیا ہے تو قرآنی دلیل کا مطالبہ کرو۔ اگر حدیث کے نام سے پیش کیا ہے تو حدیث کا مطالبہ کرو۔ اگر اجماع اور قیاس کے نام سے پیش کیا ہے تو اس کا مطالبہ کرو۔ الغرض جس طرح منکرین حدیث کہتے ہیں کہ حدیث کا ہر مسئلہ قرآن پاک کی صریح آیت سے ثابت کرو اور ان کا یہ سوال غلط ہے' اسی طرح فقہ کے بارے میں کسی خاص دلیل کا مطالبہ غلط ہے' ہاں مطلق دلیل کا مطالبہ صحیح ہے' مجیب کو حق ہے کہ وہ ادلہ اربعہ میں سے جس دلیل سے چاہے' ثابت کرے۔

۳۔ سائل کو یہ وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ فقہاء نے آج تک اس مسئلہ کی ادلہ اربعہ سے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

۴۔ اور یہ مفتی بہ' معمول بہ قول فلاں آیت فلاں حدیث صحیح صریح غیر

معارض کے صراحتاً خلاف ہے اور اس آیت پر یا حدیث کے بارہ میں فقہاء نے کوئی وضاحت نہیں فرمائی۔

عام طور پر غیر مقلدین کا یہ طریقہ ہے کہ مسائل ذکر کرتے وقت مفتی بہ اور معمول بہ قول چھوڑ کر غیر مفتی بہ اور متروک قول پر اعتراض کرتے ہیں اور اس کے خلاف بھی کوئی آیت یا حدیث نہیں لکھتے، بس اتنا لکھ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ یہ مسئلہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے اور اگر کہیں کوئی آیت یا حدیث پیش کرتے بھی ہیں تو ایک تو وہ دلیل چھپا جاتے ہیں جو فقہاء نے اس مسئلہ کی بیان کی ہے اور جس آیت یا حدیث کو اس نے اپنی غلط فہمی بلکہ کج فہمی اور بد فہمی کی وجہ سے فقہ کے خلاف سمجھا ہے اس کی جو وضاحت فقہاء نے فرمائی ہے اس کو بھی چھپا جاتے ہیں اور یہ کتمان اور چھپانا قرآن پاک کی تصریح کے مطابق یہود کی عادت تھی۔ اگر وہ مسئلہ اسی انداز میں لکھیں جس طرح فقہاء نے لکھا اور اس کے دلائل جو فقہاء نے بیان کیے ہیں اُن کو بھی بیان کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ فقہاء ان اعتراضات کے جوابات سے معترض کے پیدا ہونے سے بھی پہلے فارغ ہو چکے ہیں۔

صاحب "مکتوب مفتوح" اس اعلان کے ساتھ اسٹیج پر آئے ہیں کہ وہ بائیس سال حدیث اور فقہ پڑھاتے رہے ہیں، لیکن کتاب دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ یا تو انہیں حدیث و فقہ کی ہوا بھی نہیں لگی یا بد دیانتی اور دجل و فریب کا یہ شخص مجسمہ ہے۔ اصل کام تو یہ تھا کہ وہ عالمگیری، در مختار وغیرہ کا بالترتیب خلاف قرآن و حدیث ہونا ثابت کرتے اور پھر اس طرح مفصل کتابیں لکھتے، مگر لاکھوں مسائل میں سے صرف چالیس مسائل پر وہ اعتراض کر سکے ہیں جس میں صرف ان کی روایتی بد دیانتی اور جہالت کا دخل ہے۔

لکھتے ہیں کہ فقہ حنفی کے مندرجہ ذیل قرآن و سنت کے صریحاً خلاف اور ننگ انسانیت مسائل کو قرآن و حدیث سے ثابت کیا جائے اور ان پر عمل کرنے کی ممکنہ صورتیں بھی واضح کی جائیں۔ بینوا توجروا۔

اس سے یہ تو مفتی صاحب نے مان لیا کہ جن چالیس مسائل پر میں نے اعتراض کیا

ہے ان پر احناف کا عمل نہیں ہے 'اسی لیے عمل کی ممکنہ صورتیں پوچھ رہے ہیں، یہ فقہ کے متروک مسائل ہیں تو اب اعتراض کن پر ؟ عوام ان پر عامل نہیں تو کیا اعتراض ؟ اور علماء ان پر فتویٰ نہیں دیتے 'ان پر کیا اعتراض ؟

پھر یہ بھی جھوٹ بول دیا گیا کہ یہ مسائل قرآن وحدیث کے صریحاً خلاف ہیں مگر ایک مسئلہ کے خلاف بھی صریح آیت لکھی نہ صحیح صریح غیر معارض حدیث لکھی 'نہ یہ ہی ثابت کیا کہ ننگ انسانیت کیسے ہیں ؟

مسئلہ نمبر ا

حشفہ یا اس کے برابر عضو مخصوص پر کپڑا لپیٹ کر داخل کیا تو اگر جماع کی لذت پائے تو غسل واجب ہو گا ورنہ نہیں ہو گا (گویا ہندو مارہے) (درالمختار ص ۱۵۲ ج ۱)

(۱) اس مسئلہ کو نقل کرنے میں بددیانتی کی ہے 'پہلی جہالت تو یہ ہے کہ مفتی صاحب کو در مختار اور رد المختار کا فرق معلوم نہیں۔ یہ مسئلہ در مختار میں ہے اور مفتی صاحب اسے ردالمختار کے حوالہ سے لکھ رہے ہیں۔

(۲) پوری عبارت یہ ہے اولج حشفة الخ یعنی حشفہ اور اس کی مقدار کپڑا لپیٹ کر داخل کیا اگر جماع کی لذت پائی تو غسل فرض ہو گیا۔ (کیونکہ حدیث پاک میں ہے) اذا التقی الختانان و غابت الحشفة و جب الغسل (ردالمختار) یعنی جب دونوں ختنے کے مقام چھو جائیں اور حشفہ غائب ہو جائے تو غسل واجب ہو گیا۔ اس صورت میں حشفہ بھی غائب ہو گیا اور لذت کے احساس کی وجہ سے شرمگاہیں بھی چھو گئیں تو غسل فرض ہو گیا) اور اگر حشفہ تو غائب ہوا مگر کپڑے کی موٹائی کی وجہ سے لذت محسوس نہ ہوئی تو شرمگاہوں کا مس نہ پایا گیا۔ اس لیے کہ حدیث کی دونوں شرطوں میں سے ایک شرط نہ پائی جانے سے علی الاصح یعنی صحیح مذہب پر غسل واجب نہیں ہونا چاہیے مگر احتیاط اسی میں ہے کہ ایک شرط کی وجہ سے واجب ہی کہا جائے۔ پس غسل واجب ہو گا۔

(۳) یہ تو ہمارا مسئلہ تھا کہ ایسی حالت میں بھی احتیاط اسی میں ہے کہ غسل کو واجب کہا جائے 'لیکن مفتی صاحب اپنے گھر کو دیکھیں' مولانا وحید الزمان اپنی رائے نہیں بلکہ نبی کی فقہ کا مسئلہ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

اگر حشفہ پر کپڑا لپیٹا پھر داخل کیا اگر جماع کی لذت پائی تو غسل کرے ورنہ نہیں۔

(۴) مفتی صاحب' جناب نے تبصرہ فرمایا ہے کہ ہندو مار ہے' یہ ہندو تو آپ کو اپنے گھر میں مل گیا' پھر اس نے اس کو فقہ النبی کہا ہے' ذرا یہ مسئلہ صراحتاً حدیث سے دکھا دیں ؟ یا غیر مقلد بننے کے بعد کیا نبی پر جھوٹ بولنا آپ کے مذہب میں جائز ہو جاتا ہے ؟ کتاب کا پورا نام ہے "نزول الابرار من فقہ النبی المختار"

(۵) مفتی صاحب یہاں تو کپڑا لپیٹنے کا ذکر ہے' صحیح بخاری میں تو کئی صحابہ کا مذہب ہے کہ بغیر کپڑے کے بھی بالکل ننگے اگر دخول کر لیں تو غسل لازم نہیں' اور خود امام بخاریؒ کا بھی یہی مذہب ہے (بخاری ص ۴۳ ج۱)

مفتی صاحب آپ کے فرمان کے موافق تو بعض صحابہؓ اور امام بخاریؒ بڑے ہندو ہوں گے۔ (معاذ اللہ)

(۶) مفتی صاحب ! ایک مسئلہ میں آپ کو کتنی بد دیانتیاں کرنا پڑیں' ہمارا مسئلہ پورا نہ لکھا جو یقیناً ایک خیانت ہے اور خیانت حدیث میں منافق کی علامت بتائی گئی ہے نہ کہ اہل حدیث کی۔ اپنا مسلک بھی چھپایا اور امام بخاریؒ اور بعض صحابہ کا مسلک بھی چھپایا اور کتمان قرآن پاک کے موافق یہود کی علامت ہے نہ کہ اہل حدیث کی۔ اور پھر احناف کو ہندو بنانے کی کوشش کی مگر کسی نے سچ کہا ہے چاہ کن راہ چاہ در پیش۔ اس لئے یہ لقب ہم عطائے تو بلقائے تو کہہ کر واپس بھیج رہے ہیں اور سب حضرات کہہ رہے ہیں حق بحقدار رسید۔ ہم آپ کا حق چھین کر کیوں خائن اور غاصب کہلائیں۔

مسئلہ نمبر ۲

چارپائے' مردہ عورت یا کم سن لڑکی کے ساتھ جماع کیا تو غسل واجب نہ ہوگا' نہ وضو

ٹوٹے گا اگرچہ حشفہ غائب ہو جائے۔ (یعنی جنبی پاک کا پاک ہے)(ردالمحتار ص ۱۵۴ ج ۱)

(۱) اگر مفتی صاحب لوگوں کو یہ فریب دینا چاہتے ہیں کہ فقہ حنفی میں چوپائے سے بدکاری جائز ہے تو یہ بالکل جھوٹ ہے اگر کوئی مرد یا عورت چوپائے سے بدفعلی کرے یا کرائے تو تعزیر واجب ہے۔ (در مختار مع الشامی ص ۱۵۵ ج ۳)

(۲) مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ مسائل قرآن حدیث کے خلاف ہیں اس لئے ان کا فرض ہے کہ وہ کوئی آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کریں کہ چوپائے یا مردہ سے بدفعلی کرنے پر بلا انزال غسل فرض ہے ورنہ ان مسائل کو قرآن و حدیث کے خلاف کہنا قرآن و حدیث پر جھوٹ ہے۔

(۳) یہ تو چوپائے ' مردہ عورت کا ذکر ہے آپ کے مولوی محمد سعید بنارسی تو لکھتے ہیں "کہ حضرت عثمانؓ، ظاہری، امام بخاری اور بعض تابعین فرماتے ہیں کہ اگر بیوی سے صحبت کرے اور انزال نہ ہو تو غسل واجب نہیں ہوتا" (ہدایت قلوب قاسیہ ص ۳۶) اور نواب صدیق حسن غیر مقلد لکھتے ہیں "یہ مذہب حضرت عثمان، علی بن ابی طالب، طلحہ، زبیر 'ابی بن کعب اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم کا ہے (الروضۃ الندیہ ص ۴۳ ج ۱) یہ مذہب امام بخاری کا ہے (ہدیۃ المھدی ص ۴۲ ج ۳) کیا ان حضرات کو آپ ساری عمر کا جنبی ہی قرار دیں گے ؟

(۴) ذرا اپنے عقیدہ کے مطابق فقہ نبوی کا بھی مسئلہ پڑھ لیں "اگر چوپائے کی شرمگاہ یا جانور یا آدمی کی دبر میں عضو مخصوص داخل کرے تو غسل فرض نہیں۔ اور اگر مردہ عورت کی شرمگاہ میں داخل کر لے تو راجح یہی ہے کہ غسل واجب نہیں" (نزل الابرار ص ۲۳ ج ۱) کیا فقہ نبوی ﷺ میں بھی جنبی پاک کا پاک ہی رہتا ہے۔

(۵) کیا واقعی یہ مسائل حدیث صحیح سے ثابت ہیں یا وحید الزمان غیر مقلد نے اس کو فقہ نبوی کہہ کر حضور ﷺ پر جھوٹ بولا ہے ؟

(۶) مفتی صاحب 'ایک حدیث میں انما الماء من الماء (الحدیث) کہ غسل

انزال کے بعد فرض ہوتا ہے' دوسری حدیث ہے کہ جب عورت کو دخول ہو جائے' غسل فرض ہے 'انزال ہو یا نہ ہو' یہ دونوں حدیثیں بظاہر متعارض ہیں 'اس لئے اس تعارض کو رفع کرنے کے لئے اجتہاد کی ضرورت پڑی۔ احناف کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ حتیٰ الوسع تمام احادیث پر عمل ہو جائے۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ اصل سبب وجوب غسل کا انزال ہی ہے انماالماء من الماء لیکن کبھی انزال حقیقتاً ہوتا ہے اور کبھی حکماً۔

حکماً انزال یہ ہے کہ اپنی ہم جنس کے ساتھ جو مشتہاۃ (محل جماع اور قابل شہوت ہو) سے جماع کرے تو ہم جنس ہونے کی وجہ سے دخول ہی کامل شہوت ہے اس لیے اس کامل شہوت کو قائم مقام انزال کے قرار دیا گیا' جیسا کہ اذا مس الختان والی حدیث ہے۔ غیر ہم جنس جانور یا مردہ جو محل شہوت نہیں رہا' یہاں محض دخول کمال شہوت نہیں بلکہ انزال کمال شہوت ہے۔ اس لئے انزال سے قبل غسل لازم نہ ہوگا' انزال کے بعد لازم ہوگا۔ انماالماء من الماء (الحدیث) کے موافق ہے۔

(۷) اور صغیرہ اتنی چھوٹی کہ دخول ہو ہی نہ سکے' وہاں انزال سے پہلے غسل فرض نہ ہوگا' اور جس میں دخول ہو سکتا ہے وہاں صحیح یہ ہے کہ غسل واجب ہے۔ مفتی صاحب نے قہستانی کی ضعیف اور مرجوح روایت ذکر کر دی اور ردالمحتار ص ۱۱۲ ج ۱' بحر الرائق ص ۶۱ ج ۱' مراقی الفلاح ص ۵۷ 'طحطاوی ص ۵۷ پر ہے کہ صحیح یہی ہے اس پر غسل فرض ہے۔ مفتی صاحب بددیانتی نہ کرو' لا دین لمن لا دیانۃ لہ (الحدیث) کو یاد رکھو۔

مسئلہ نمبر ۳

انگلی یا غیر مرد مثلاً جن، بندر' گدھا' مخنث اور مردہ کا ذکر داخل کیا بھی تو غسل کی حاجت نہیں (مگر اس کی ترکیب بھی امت کو بتایئے) (ردالمحتار ص ۱۵۳ ج ۱)

(۱) مفتی صاحب نے اس مسئلہ کو بھی قرآن و حدیث کے خلاف کہا ہے مگر ایک صریح آیت یا صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش نہیں کر سکے۔ محض قرآن و حدیث پر جھوٹ بولا ہے۔ (۲) اب ذرا خود فقہ نبوی کا مسئلہ بھی سن لیں' نواب وحید الزمان فرماتے

ہیں "اگر کسی نے انگلی شرمگاہ میں داخل کی یا آلہ احتقان داخل کیا یا غیر آدمی (مثلاً ہاتھی' گھوڑے' گدھے' زیبرے وغیرہ) کا آلہ تناسل داخل کیا یا مخنث یا مردہ یا چھوٹے بچے کا عضو مخصوص داخل کیا یا لکڑی کا عضو مخصوص بنا کر داخل کیا خواہ پیشاب گاہ میں یا پاخانہ کی جگہ میں تو قول مختار کے مطابق غسل واجب نہیں "(نزل الابرار ص ۲۴ ج ۱)

(۳) مولانا آپ نے اپنے گھر میں یہ ترکیب یقیناً سمجھادی ہوگی لم تقولون ما لا تفعلون کاالزام سر پر نہ لیں۔

(۴) مفتی صاحب ہمیں ترکیب بتانے کی ضرورت نہیں بلکہ ہمارے ہاں اس پر تعزیر ہے۔الاستمناء حرام و فیہ التعزیر (در مختار ص ۱۵۶ ج ۳)

(۵) ہاں آپ پر ترکیب بتانا ضروری ہے کیونکہ آپ کے مذہب میں مشت زنی یا انگلی چلانے پر نہ حد ہے نہ تعزیر بلکہ بعض اوقات واجب ہے اور صحابہ بھی مشت زنی کیا کرتے تھے (عرف الجادی ص ۲۰۷) واجب کی ترکیب بتانا بھی واجب ہوگی۔

(۶) پھر ہمارا مسئلہ بھی آپ نے غلط لکھا ہے رد المختار ص ۱۱۲ ج ا پر ہے کہ عورت اگر شہوت کے لئے انگلی داخل کرے تو غسل فرض ہے۔ بہت افسوس کہ اس روایتی بددیانتی کا نام آپ نے عمل بالحدیث رکھا ہے باقی تفصیل مسئلہ نمبر ۲ میں گزر گئی ہے۔

مسئلہ نمبر ۴

کنواری عورت سے جماع کرے اور کنوارپن زائل نہ ہو تو بھی غسل واجب نہیں۔ (ردالمختار ص ۱۵۴ ج ۱)

(۱) فقہ حنفی اور بقول غیر مقلدین فقہ نبوی میں مسئلہ کا فرق ملاحظہ فرمائیں۔

فقہ حنفی :اگر کنواری کے پاس آیا اور کنوارپٹی زائل نہ ہوئی تو غسل فرض نہیں کیونکہ التقائے ختانین نہیں پایا گیا۔ہاں اگر وہ عورت حاملہ ہو جائے تو یہ دلیل انزال کی ہے' اس لئے غسل فرض ہوگا اور غسل سے پہلے پڑھی ہوئی نمازیں دہرانی ہوں گی۔(در مختار ص ۱۱۲ ج ۱)

فقہ نبوی :اگر کنواری کے پاس آیا' اس کی کنوارپٹی باقی رہی مگر حاملہ ہوگئی تو بھی نہ

غسل فرض ہے نہ نمازیں دہرانا۔ (نزل الابرار ص ۴۲ ج۱)

مولوی صاحب 'دونوں مسئلوں کو بار بار پڑھیں اور شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر نہ پھینکیں۔

(۲) مفتی صاحب نے اس مسئلہ کو قرآن وحدیث کے خلاف کہہ کر قرآن وحدیث پر جھوٹ بولا ہے کیونکہ کوئی صریح آیت وحدیث پیش نہ کی۔

مسئلہ نمبر ۵

کتا نجس العین نہیں 'پانی میں گر پڑے منہ داخل نہ کیا ہو تو پاک ہے (عالمگیری ص ۱۰ ج۱)

(۱) مفتی صاحب! فقہ نبوی بھی پڑھیں نواب صدیق حسن خان غیر مقلد فرماتے ہیں "کتے کے گوشت 'ہڈی 'خون 'بال پسینہ میں کسی چیز کی نجاست ثابت نہیں" (بدور الاہلہ ص ۱٦)

(۲) کتے کا پیشاب بھی پاک ہے (ہدیۃ المھدی ص ۸۷ ج ۳) کتے اور خنزیر کا لعاب بھی راجح قول پر پاک ہیں (نزل الابرار ص ۴۹ ج۱)

(۳) کتے کا پاخانہ بھی راجح قول پر پاک ہے (ایضا)

(۴) کتا پاک ہے اور اس کا تھوک بھی محققین کے نزدیک پاک ہے (نزل الابرار ص ۳۰ ج۱)

(۵) مفتی صاحب آپ کے مذہب کا مسئلہ ہے کہ کتا پانی میں گر جائے اور اس کا منہ بھی پانی میں ہو پھر بھی پاک ہے (نزل الابرار ص ۳۰ ج۱)

(٦) یہاں بھی مفتی صاحب نے قرآن وحدیث پر جھوٹ بولا ہے کیونکہ ایک بھی آیت یا حدیث پیش نہ کی 'جس کا ترجمہ یہ ہو کہ "کتا نجس العین ہے"

مسئلہ نمبر ٦

نکسیر پھوٹ پڑے تو پیشانی اور ناک پر سورت فاتحہ کو خون اور پیشاب سے لکھنا جا...

ہے۔(ردالمحتار ص ۱۹۴)

(۱) مفتی صاحب آپ کے مذہب میں خون بھی پاک ہے اور حلال جانوروں کا پیشاب بھی پاک ہے اور فاتحہ قرآن نہیں' پھر آپ کو کیا اعتراض ؟

(۲) ہمارے ہاں پیشاب اور خون ناپاک ہے اور ان سے قرآن پاک لکھنا ایسا ہی حرام ہے جیسے مردار حرام' خمر حرام' خنزیر حرام (ردالمحتار ص ۱۹۴ ج ۱) اور قرآن پاک کے ساتھ استخفاف اور بے ادبی کرنا ایسا کفر ہے جیسے نبی کو قتل کرنا' خانہ کعبہ گرا دینا' بت کو سجدہ کرنا (ردالمحتار ص ۲۸۴ ج ۳) قرآن کو بے وضو ہاتھ لگانا تک ناجائز (در مختار) یہ سب حالت اختیار کے مسائل ہیں۔

لیکن حالت اضطرار، جس طرح قرآن پاک نے مردار' خون' خنزیر کو حرام قطعی قرار دیا ہے' البتہ حالت اضطراری میں ان کے کھانے کی اجازت دی ہے کیا ایسی اضطراری حالت میں فا نہ بوجہ نکسیر خون سے لکھنی جائز ہے' شامی میں لکھا ہے کہ ایسا کام کہیں منقول نہیں۔ اور ہمارا ظاہر مذہب منع کا ہے، جواز کا قول ظاہر مذہب کے خلاف ہے' مفتی صاحب اگر بغیر حالت اضطرار بیان کیے کوئی کہے کہ قرآن میں خنزیر' مردار اور خون کو حلال لکھا ہے تو یہ قرآن پر جھوٹ ہے یا نہیں' یقیناً جھوٹ ہے اور ایسا ہی تم نے فقہ پر جھوٹ بولا ہے۔

(۳) کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس میں اختلاف تھا' حالت اضطرار میں بھی اور ظاہر مذہب بھی منع کا ہے آپ نے بددیانتی کی۔

(۴) یہاں بھی مفتی صاحب نے قرآن و حدیث پر جھوٹ بولا ہے نہ کوئی آیت یا حدیث ایسی پیش کی کہ حالت اضطرار میں حرام کی اجازت بالکل نہیں ہوتی۔

مسئلہ نمبر ۷

کتا نجس العین نہیں' پانی میں گر پڑے تو خیر سلا۔ لیکن مسلمان کی میت گر پڑے تو تمام پانی ناپاک ہو گیا (عالمگیری ص ۱۰ ج ۱)

یہ مفتی صاحب کا سفید جھوٹ ہے' عالمگیری میں تو یہ مسئلہ ہے کہ مرا ہوا کتا کنویں

میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہو جاتا ہے اس کا سارا پانی نکالا جائے۔(عالمگیری ص ۱۹ ج ۱) جبکہ فتاویٰ ثنائیہ اور فتاویٰ علماء حدیث میں ہے کہ کتا کنویں میں گر کر مر جائے تو کنواں پاک رہتا ہے اور مسلمان میت کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر غسل دینے سے قبل کوئیں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہو جاتا ہے (عموماً نجاست وغیرہ تنگی موت سے نکل جاتی ہے) اور غسل کے بعد گرے تو کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

یہاں بھی مفتی صاحب نے قرآن وحدیث پر جھوٹ بولا ہے کیونکہ ایک آیت یا حدیث پیش نہ کرسکا کہ میت غسل سے قبل کنویں میں گر پڑے تو کنواں پاک ہی رہتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۸

اپنی دبر میں انگلی داخل کرے پوری غائب نہ کرے تو وضو سلامت ہے۔(رد المحتار ص ۱۴۸ ج ۱)

(۱) یہاں بھی مفتی صاحب نے بددیانتی کی ہے، رد المحتار میں ہے "صحیح یہ ہے کہ انگلی پر رطوبت یابدبو لگے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے (کیونکہ حدیث میں ہے "الوضوء مما خرج" تری یا بدبو سے نجاست نکلنے کا یقین ہو گیا) اور انگلی حقنہ کے حکم میں ہے 'پھر لکھا ہے اگر اس پر تری یا بدبو نہ بھی ہو تو احتیاطاً وضو کرلے (رد المحتار ص ۱۰۱ ج ۱)

(۲) مفتی صاحب اس مسئلے کے خلاف کوئی آیت یا صحیح حدیث پیش کریں ورنہ فقہ کی دشمنی میں رات دن قرآن وحدیث پر جھوٹ بولنے سے توبہ کرلیں۔

مسئلہ نمبر ۹

اگر چوہا کنویں میں گر کر مر جائے تو بیس سے تیس تک ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا۔ لیکن اگر چوہے کی دم کاٹ کر گرادے تو تمام کنواں ناپاک ہو جائے گا۔(عالمگیری ص ۱۰ ج ۱)

جواب : دونوں مسئلوں میں ایک ایک قید تھی جو مفتی صاحب نے گرادی۔ پہلے میں یہ قید تھی کہ چوہا پھولا پھٹا نہ ہو اور دم کے ساتھ جو خون نجس ہے اس سے تمام کنواں

ناپاک ہوگا اور اگر دم کو موم لگادی کہ خون ساتھ نہیں تو حکم چوہے والا ہی رہے گا۔ جب خون نجس ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فاطمہ بنت حبیش کو دھونے کا حکم دیا۔" فاغسلی عنک الدم" (بخاری) یہ مسئلہ تو حدیث کا ہے آپ کو کیا اعتراض ہے؟

مسئلہ نمبر ۱۰

شراب میں روٹی بھگوئی ' پھر شراب سرکہ بن گئی تو روٹی پاک ہے۔ (عالمگیری ص ۲۳ ج۱)

جواب: (۱) جب شراب ہی سرکہ بن گئی تو روٹی کے ناپاک رہنے کی کیا وجہ 'کوئی آیت یا حدیث پیش کریں کہ سرکہ تو پاک ہو جاتا ہے مگر روٹی ناپاک رہ جاتی ہے۔

(۲) ذرا فقہ نبوی آپ کی بھی دیکھو "وہ روٹی جس میں شراب کی میل ڈالی جائے پاک ہے اور اس کا کھانا حلال ہے 'اس لئے کہ شراب کے نجس ہونے پر کوئی دلیل نہیں" (نزل الابرار ص۔ ج۱)

(۳) صحیح بخاری شریف میں صاف لکھا ہے کہ مچھلی خمر میں ڈال کر دھوپ میں رکھ دو' تھوڑی دیر بعد کھالو۔

مسئلہ نمبر ۱۱

شراب میں چوہیا گر گئی پھٹنے سے پہلے نکال لی گئی پھر شراب سرکہ بن گئی تو تناول فرمایئے (عالمگیری ص ۲۳ ج۱)

"نعم الادام الخل" حضور ﷺ نے فرمایا بہترین سالن سرکہ ہے (مسلم)

فقہ نبوی: مفتی صاحب یہاں آپ سرکے کا رونا رو رہے ہیں (۱) آپ کی فقہ میں تو خود شراب ہی پاک ہے (نزل الابرار ص ۴۹ ج ۱' کنز الحقائق ص ۱۶' عرف الجادی ص ۱۰' بدور الاہلہ ص ۱۵)

(۲) آپ کے ہاں تو چوہے نکالنے کی بھی ضرورت نہیں۔ "اگر چوہیا شراب میں گری

اور سب سر کہ بن جائے تو سب کچھ پاک ہے" (نزل الابرار ص ۵۴ ج ۱)

مسئلہ نمبر ۱۲

(الف) عورت کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے۔ (رد المحتار ص ۱۵۴ ج ۱)

الجواب: آپ اپنا مذہب سنیں عورت کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے (کنز الحقائق ص ۱۶ 'نزل الابرار ص ۴۹ ج ۱ 'تیسیر الباری ص ۲۰۷ ج ۱ 'نیز دیکھو نووی شرح مسلم ص ۱۴۰ ج ۱ 'اہل حدیث امرتسر ۱۶ جولائی ۱۹۰۹ء ۱۲ ستمبر ۱۹۱۹ء) آپ نے جھوٹ بولا ہے کہ یہ مسئلہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے کیونکہ کوئی آیت حدیث پیش نہیں کر سکے۔

(ب) اگر اپنی ہی دبر میں اپنا آلہ تناسل داخل کرلیا تو جب تک انزال نہ ہو غسل فرض نہ ہوگا۔ (یعنی صرف انزال پر کنٹرول رکھے باقی سب خیر ہے۔ معاذ اللہ فقہ کے نام پر یہ بے حیائی) (در مختار ص ۵۰ ج ۱)

جواب: (۱) ذرا اپنی فقہ نبوی پڑھو۔ "ولو ادخل ذکرہ فی دبر نفسہ لا یلزم الغسل الا بالانزال (نزل الابرار ص ۲۴ ج ۱) اگر اپنا آلہ تناسل اپنی دبر میں داخل کرلیا تو بغیر انزال کے غسل لازم نہیں۔ فرمائیں کنٹرول ہے یا نہیں؟ یہ تو ہے غسل نہ ہونے کا مسئلہ کیونکہ شامی میں لکھا ہے کہ یہ بہیمہ اور مردہ سے بھی شہوت کا کم داعی ہے اس لیے کمال شہوت انزال سے ہوگا۔

(۲) رہی یہ بات کہ کیا یہ فعل جائز بھی ہے؟ تو شامی نے اسے چوپائے سے بد فعلی کے ساتھ ذکر کیا ہے جس پر تعزیز واجب ہے اور ویسے بھی یہ استمناء کی ایک قسم ہے جو حرام ہے اور اس پر تعزیر ہے 'البتہ آپ کے نزدیک جب استمناء بعض صورتوں میں واجب ہے تو اس کے وجوب میں کیا شبہ ہے؟ ورنہ استمناء اور اس فعل میں فرق کسی آیت یا حدیث سے واضح کریں۔

مسئلہ نمبر ۱۳

نجاست والے عضو کو زبان کے ساتھ چاٹ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ (مگر زبان) عالمگیری۔

الجواب: (۱) فقہاء یہ بتاتے ہیں کہ تھوک پاک بھی ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے' جیسا کہ بخاری کی حدیث سے ثابت ہے (استدراک الحسن ص ۱۵۰ ج ۱) آپ کوئی آیت یا حدیث پیش کریں کہ تھوک نہ پاک ہے نہ پاک کرنے والا ہے۔

(۲) نجاست کا چاٹنا ہمارے ہاں جائز نہیں (بہشتی زیور)

(۳) گنا وغیرہ چوستے وقت بعض لوقات خون دانت سے نکل آتا ہے۔ پانی ساتھ نہیں پھر اس کو چاٹ چاٹ کر مجبوراً تھوکتے ہیں۔ جب اثر خون کا ختم ہو جائے تو منہ پاک ہو گیا۔ اسی طرح سفر میں بعض لوگوں کو قے آجاتی ہے ہونٹ اور منہ ناپاک ہو جاتا ہے' پھر مجبوراً پانی نہ ہونے کی وجہ سے تھوک تھوک کر ہی منہ صاف کر لیا جاتا ہے۔ سفر میں کسی کے ہاتھ میں سوئی چبھ گئی اور خون نکل پڑا پانی وغیرہ پاس نہیں تو اس پر تھوک تھوک کر بند اور صاف کر لیا جاتا ہے۔ آپ کسی آیت یا حدیث سے ثابت کر دیں کہ اس طرح منہ پاک نہیں ہوتا ہم ضد نہیں کریں گے۔ مان لیں گے۔

مسئلہ نمبر ۱۴

درہم برابر نجاست غلیظہ معاف ہے (گندگی سے پیار) (عالمگیری ص ۲۳ ج ۱)

الجواب: (۱) پہلے تو یہ سمجھیں کہ منی' خمر' خون' مردار' خنزیر جن کو ہم نجاست غلیظہ کہتے ہیں یہ سب چیزیں آپ کے نزدیک تو ویسے ہی پاک ہیں' یہ سب چیزیں درہم تو کیا پورے جسم اور کپڑوں پر بھی لگی ہوں تو آپ کے کپڑے اور بدن پاک ہیں۔

(۲) ہمارے ہاں معافی صرف فساد نماز سے ہے' ورنہ اس حال میں نماز مکروہ تحریمی ہے (در مختار) اس طرح نماز پڑھنے سے گنہگار ہوگا۔ (عمدۃ الرعایہ ص ۱۵۰ ج ۱) نماز کی نیت

باندھنے کے بعد ایک درہم نجاست کا علم ہو جائے تو نیت توڑ کر اسے دھولے (فتاوٰی غیاثیہ ص ۱۳ اور مکروہ تحریمی ہونا اجماعاً ہے۔) (طحطاوی ص ۹۰) یعنی ہمارے ہاں نماز فاسد نہیں ہوتی اتنی معافی ہے ورنہ اس کا دھوناواجب ہے' نماز مکروہ تحریمی ہے' اس کو لوٹاناواجب ہے' وہ شخص گنہگار بھی ہے ہمارا مسئلہ بیان کرنے میں بددیانتی کی ہے۔

(۳) اب ذرا اپنا مذہب جو قرآن وحدیث کے نام سے پیش کیا کرتے ہو سن لو۔ پس مصلی بانجاست بدن آثم ست و نمازش باطل نیست (بدور الاہلہ ص ۳۸) آپ تو صرف ایک درہم کو رو رہے تھے یہاں تو پورا چھ فٹ لمبادو فٹ چوڑا بدن بھی ناپاک ہو تو اس کی نماز باطل نہیں ہو رہی۔

(۴) طہارت محمول وملبوس را شرط صحت نماز گردانیدن کما ینبغی نیست (بدور الاہلہ ص ۳۹) ہر کہ در جامہ ناپاک نماز گزارد نمازش صحیح باشد (عرف الجادی ص ۲۲) طہارت مکان نماز واجب ست نہ شرط صحت نماز (عرف الجادی ص ۲۱) نہ بدن کا پاک ہونا شرط نہ لباس کا نہ جگہ کا۔ مفتی صاحب یہ مسائل آپ کے بڑوں نے قرآن وحدیث کے نام سے پیش فرمائے ہیں۔ ان کا انکار آپ کے نزدیک قرآن وحدیث کے انکار کے مترادف ہوگا' ان کا انکار ذرا سنبھل کے کرنا کیونکہ ان کے انکار کے دو ہی نتیجے ہیں ایک یہ کہ آپ اپنے اکابر کو قرآن وحدیث پر جھوٹ بولنے والا مان لیں اور دوسرا یہ کہ وہ آپ کو قرآن وحدیث کا منکر قرار دیں۔

(۵) اب اس مسئلہ درہم کا ماخذ بھی آپ نے نہیں بیان کیا، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ استنجاء کی جگہ پتھروں سے صاف نہیں ہوتی بلکہ نجس رہتی ہے جو نماز کے حق میں معاف ہے (شرح مسلم ص ۱۳۶) اس کا بیان قدر درہم سے کر دیا گیا ہے (ہدایہ ص ۵۸' شامی ص ۲۳۱ ج ۱) اور یہ اندازہ بھی امام صاحبؒ کا نہیں بلکہ ایک ضعیف حدیث میں بھی ہے (دارقطنی) قتادہ اور حمادؒ سے بھی لفظ درہم مروی ہے (عبدالرزاق) امام نخعیؒ سے بھی مروی ہے (کتاب الآثار)

(۶) مفتی صاحب جناب نے ہمارا مسئلہ بھی ادھورا بیان کیا' ہماری دلیل بھی ذکر نہ

کی اور قرآن و حدیث پر بھی جھوٹ بولا کہ یہ مسئلہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے مگر نہ وہ آیت آپ نے پیش کی نہ حدیث جس کے خلاف یہ مسئلہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۵

چوتھائی کپڑے کے برابر نجاست خفیفہ بھی معاف ہے۔ (حوالہ ص ۱۴)

(۱) مفتی صاحب جن کو ہم نجاست خفیفہ کہتے ہیں وہ آپ کے ہاں تو سب پاک ہیں اس لئے چوتھائی کی قید کی بھی کوئی ضرورت نہیں، پورا کپڑا لت پت ہو جائے تو پھر بھی پاک ہے تو آپ کا چوتھائی والوں پر اعتراض کیوں؟

(۲) پھر ہمارا مسئلہ بھی پورا نہیں لکھا، علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں " والصلوة مکروهة مع ما لا یمنع" (فتح القدیر ص ۱۸۱ ج ۱) اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ "کان ابو حنیفة یکرهه" (کتاب الآثار ص ۱۵) آپ کے ہاں تو مکروہ بھی نہیں۔

(۳) یہاں بھی آپ نے قرآن و حدیث پر جھوٹ بول دیا مگر وہ آیت یا حدیث پیش نہ کی جو اس مسئلہ کے خلاف ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۶

کتے کے دانتوں کا ہار پہن کر نماز پڑھنی جائز ہے۔ (ایضاً)

(۱) جب آپ کے مذہب میں کتے کی ہڈی پاک ہے تو دانت کس دلیل سے ناپاک ہیں؟

(۲) ہاتھی بھی حرام ہے اور کتا بھی، جب ہاتھی دانت کا استعمال ہار وغیرہ میں جائز ہے تو کتے کے دانت کا استعمال بھی اسی حکم میں کیوں نہیں؟

(۳) آپ نے نہ آیت پیش کی ہے نہ حدیث کہ کتے کے دانتوں کا ہار پہننا حرام ہے، پہننے والے کی نماز جائز نہیں، ہاں ذرا نواب صاحب کی کتاب کا یہ کلیہ بھی یاد رکھنا کہ "الاصل الطہارة" (الروضۃ الندیہ)

مسئلہ نمبر ۱۷

چوہیا کو ہمراہ لے کر نماز پڑھنی جائز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۳۲ ج۱)

(۱) آپ نے تو قرآن وحدیث کے نام سے خنزیر کو بھی پاک مان لیا ہے (عرف الجادی ص ۱۰ کنز الحقائق ص ۱۳ بدور الاہلہ ص ۱۶) اور پاک چیز کو ساتھ لے کر نماز پڑھنا کسی حدیث میں منع نہیں تو چوہیا پر آپ کو کیا اعتراض ہے؟

(۲) ہاں آپ صریح آیت یا صحیح حدیث پیش فرمادیں کہ چوہیا پاس آجائے تو نماز نہیں ہوتی' ہم اس مسئلہ کو غلط مان لیں گے۔

مسئلہ نمبر ۱۸

دباغت سے کتے کی کھال پاک ہو جاتی ہے۔ (در مختار ص ۱۸۹ ج۱)

(۱) آپ کے نزدیک تو کتا بھی' خنزیر بھی' مردار بھی پاک ہے' پھر کھال ناپاک ہی نہیں کہ دباغت کی ضرورت ہو۔

(۲) حدیث میں ہے ''ایما اھاب دبغ فقد طہر'' جس چمڑے کو دباغت دی گئی وہ پاک ہو گیا' ہم نے اس سے خنزیر اور انسان کے چمڑے کو مستثنیٰ کیا ہے' خنزیر نجس العین ہے وہ دباغت کو قبول ہی نہیں کرتا' اور انسان کی کرامت حال رکھنے کے لئے دباغت سے ہی منع کر دیا ہے مگر آپ کے نزدیک تو خنزیر اور انسان کا استثناء بھی نہیں (نزل الابرار ص ۳۰ ج۱)

مسئلہ نمبر ۱۹

کتے کو شرعی طریقے سے ذبح کر لیا جائے تو اس کی کھال پاک ہو جاتی ہے (اسلامی ممالک میں اس نفع مند صنعت کو جاری کریں)

(۱) آپ کے ہاں تو کتا مردار ہو جب بھی پاک ہے' پھر ذبح پر آپ کو کیا اعتراض؟

(۲) ہدایہ میں اس کی وجہ لکھی ہے کہ '' لانہ یعمل عمل الادباغ فی ازالۃ الرطوبات النجسۃ (رواہ النسائی) اورذکاۃ کل مسك دباغہ''(حاکم) آپ کوئی آیت یا

حدیث پیش کریں کہ ذبح دباغت نہیں۔ ہم تسلیم کر لیں گے۔

مسئلہ نمبر ۲۰

اور ذبح کر لینے سے کتے کا گوشت بھی پاک ہو جاتا ہے۔ (سبحان اللہ افریقی مسلمانوں کی غذائی قلت دور کرنے کا پاک حنفی منصوبہ) (در مختار ص ۱۸۹ ج ۱)

(۱) مفتی صاحب صرف پاک ہونا! غذا بھی ہے تو آپ کو ذبح کی کیا فکر' آپ کے ہاں تو مردار بھی پاک ہے۔ خنزیر بھی پاک ہے' منی بھی پاک ہے' خمر بھی پاک ہے' شرمگاہ کی رطوبت بھی پاک ہے' کتے کا پیشاب بھی پاک ہے آپ افریقی مسلمانوں کا فکر نہ کریں پہلے اپنی غذائی قلت دور فرمالیں۔

(۲) ہمارا ضعیف قول آپ نے نقل کیا اور صحیح قول چھوڑ دیا، یہ روایتی بد دیانتی کیا قبر تک آپ کے ساتھ ہی جائے گی؟ صحیح قول کے مطابق گوشت پاک نہیں ہوتا۔ (مراقی الفلاح ص ۹۷' حاشیہ ہدایہ ص ۲۵ ج ۱' فتح القدیر ص ۹۳ ج ۱' کبیری ص ۱۴۴)

(۳) آپ نے قرآن وحدیث کے نام سے جو فقہ نبوی مرتب کی ہے اس میں بھی یہی مسئلہ ہے کہ خنزیر کے علاوہ (کتا' چیتا' لومڑی' ہاتھی' گدھا) سب جانوروں کا گوشت ذبح سے پاک ہو جاتا ہے (نزل الابرار ص ۳۰ ج ۱) ابھی غذائی قلت دور ہوئی یا نہیں؟

مسئلہ نمبر ۲۱

کتے کی کھال کا ڈول اور مصلی بنایا جاسکتا ہے (پھر ایسے پاک مصلوں اور ڈولوں کو مساجد میں اور کنوئیں پر استعمال کیا کیجئے) (در مختار ص ۱۹۲ ج ۱)

جواب: (۱) آپ کے نزدیک تو کتا پاک ہے' خون بھی پاک ہے' مردار بھی پاک ہے اس لئے آپ کے مذہب میں تو مردار کتے کی خون آلود کھال کا مصلی اور ڈول بنانا جائز ہے' ورنہ کسی آیت یا حدیث سے ثابت کریں کہ پاک چیز کا مصلی اور ڈول بنانا منع ہے۔

(۲) جب کہ ہمارے نزدیک بلا دباغت کھال کا مصلی اور ڈول بنانا ہرگز جائز نہیں۔

(۳) جب حدیث کے مطابق کھال دباغت سے پاک ہو گئی' تو پاک کھال کا مصلی بنانا کس آیت یا حدیث میں منع ہے۔

(۴) آپ کی نام نہاد فقہ نبوی میں بھی یہی مسئلہ ہے "کتے کی کھال کا مصلی اور ڈول بنانا جائز ہے" (نزول الابرار ص ۳۰ ج ۱)

(۵) آپ نے قرآن وحدیث پر جھوٹ بولا ہے کہ قرآن وحدیث میں پاک کھال کا مصلی اور ڈول بنانا منع کیا گیا ہے

مسئلہ نمبر ۲۲

کتا ساتھ اٹھا کر نماز پڑھنا درست ہے (براہ کرم برطانیہ کے مسلمانوں کو یہ فتویٰ سنا دیجئے کہ وہ غریب کتا پرستی کا شوق پورا کر سکیں) (درمختار ص ۱۹۲ ج ۱)

(۱) زندہ کتا نجس العین ہے یا نہیں' اس بارے میں احادیث میں اختلاف ہے' جن احادیث سے کتے کی بیع کا منع ہونا بلکہ کتے کو رکھنا ہی منع ہے' ان سے اس کا نجس العین ہونا معلوم ہوتا ہے، لیکن جن آیات واحادیث سے کتے کے شکار کا حلال ہونا' رکھوالی کے لئے کتا رکھنے کا جواز نکلتا ہے' ان سے ثابت ہوتا ہے کہ کتا نجس العین نہیں' یہی زیادہ صحیح قول ہے۔

(۲) ہاں اس کا خون' پیشاب' پاخانہ اور لعاب احناف کے ہاں نجاست غلیظہ ہے اور غیر مقلدین کے ہاں پاک۔

(۳) جس طرح پاک بچہ نمازی کی کمر پر چڑھ جائے جیسے سیدنا امام حسینؓ آنحضرت ﷺ کی کمر مبارک پر چڑھ جاتے تھے یا کسی ضرورت کی بنا پر (عمل قلیل سے) بچے کو اٹھا لے جس طرح آنحضرت ﷺ اپنی نواسی حضرت امامہ بنت عاصؓ کو اٹھا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ ایسے ہی کوئی پاک جانور نمازی کی پشت پر سوار ہو جائے یا کسی ضرورت سے اسے اٹھا لے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ چنانچہ حدیث امامہؓ کی شرح میں حافظ ابن حجر فرماتے

ہیں : علی صحۃ صلوۃ من حمل آدمیاً و کذا من حمل حیواناً طاھراً (فتح الباری)
امام نوویؒ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں ففیہ دلیل لصحۃ صلوۃ من حمل آدمیا او حیوانا طاھرا من طیر و شاۃ و غیرھما (شرح مسلم)

(۴) آپ فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے' یہ آپ کا قرآن وحدیث پر جھوٹ ہے' ورنہ صریح آیت یا صحیح صریح حدیث پیش فرمائیں' جس میں یہ ہو کہ کسی ضرورت کے وقت پاک جانور کے اٹھانے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

(۵) آپ نے یہ جو لکھا ہے کہ برطانوی مسلمانوں کی کتاپرستی کا شوق پورا ہو۔ کیا واقعی برطانیہ کے مسلمان کتاپرست ہیں' خداپرست نہیں ؟

(۶) کیا کسی چیز کو نماز میں اٹھانا اس کی پرستش ہے اور کیا معاذ اللہ آنحضرت ﷺ امامہ پرست تھے ؟

(۷) آپ کے وحید الزمان فرماتے ہیں کہ "کتے کو اٹھا کر نماز پڑھی جائے تو فاسد نہیں" (نزل الابرار ص ۳۰ ج ۱) ہاں اس مسئلہ میں احناف اور آپ کے مذہب میں کئی فرق ہیں۔

(۸) شامی میں بدائع سے نقل کیا ہے کہ کتے کا منہ باندھا ہو کیونکہ اس کا لعاب ناپاک ہے، اگر اس کا لعاب نمازی کے بدن یا کپڑوں کو الگ گیا تو نماز نہیں ہوگی' مگر آپ کے مذہب میں کتے کا لعاب پاک ہے (نزل الابرار ص ۳۰ ج ۱) اس لئے کتا تے بھی نمازی غیر مقلد پر کرتا رہے۔ کتے کا لعاب نمازی کے جسم اور کپڑوں پر بہتا رہے' پھر بھی کتا اٹھا کر نماز پڑھنی جائز ہے۔ (آپ کے مذہب میں)

(۹) آپ کے ہاں محققین کے نزدیک کتے کا پیشاب یا پاخانہ بھی پاک ہے (نزل الابرار ص ۵۰ ج ۱) اس لئے کتا اپنے پیشاب پاخانے میں لت پت ہو اور غیر مقلد نمازی اٹھالے اور وہ کتا غیر مقلد نمازی پر مزید پاخانہ پیشاب کرتا رہے تو بھی غیر مقلد کی نماز درست ہے۔

(۱۰) کتا خون میں لت پت ہے غیر مقلد کے مذہب میں خون پاک ہے (کنز الحقائق ص ۱۶' نزل الابرار ص ۴۹) اس لئے غیر مقلد خون میں لت پت کتے کو اٹھا کر نماز پڑھتے تب بھی نماز جائز ہے' جب کہ ان (۸'۹'۱۰'۱۱) صورتوں میں احناف کے نزدیک نماز درست نہیں۔

(۱۱) غیر مقلد کے مذہب میں کتے کا گوشت اور ہڈی بھی پاک ہے' اس لئے کتے کا گوشت جیب میں ڈال کر اور کتے کی ہڈیوں کا ہار گلے میں ڈال کر غیر مقلد نماز پڑھے تو جائز ہے' مفتی صاحب! آپ کی کتا پرستی کتنی قابل ہے؟

(۱۲) اگر مفتی صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ وحید الزمان اور نواب صاحب نے یہ مسائل لکھ کر حضور ﷺ پر جھوٹ بولا ہے اور آنحضرت ﷺ پر جھوٹ بولنے والا قطعی جہنمی ہے اور جن غیر مقلدین نے ان کی تردید نہیں کی' وہ گونگے شیطان ہیں تو صاف الفاظ میں ان کا جھوٹا جہنمی ہونا لکھ کر مندرجہ بالا چیزوں کا ناپاک ہونا ایک ایک صریح آیت یا ایک ایک صحیح صریح حدیث سے ثابت فرما دیں۔

مسئلہ نمبر ۲۳

شامی میں استحقاق امامت کی اٹھارہ شرائط ہیں۔ مثلاً یہ کہ اس کی بیوی مقابلتاً زیادہ خوب صورت ہو۔ (در مختار ص ۵۲۱ ج ۱' ص ۵۷۳ ج ۱)

جواب (۱) نہ شامی میں امامت کے اٹھارہ شرائط ہیں' اور نہ ہی بیوی کی خوبصورتی کا مسئلہ شرائط امامت میں سے ہے۔

(۲) نزل الابرار ص ۹۶ پر ۱۸ کی بجائے ۲۲ کا ذکر ہے جن میں نمبر ۱۳ پر احسن زوجہ کا ذکر بھی موجود ہے۔

(۳) مفتی صاحب علم فقہ سے بالکل جاہل ہیں' شرط وہ ہوتی ہے کہ ''اذا فات الشرط فات المشروط'' کسی فقہ کی کتاب میں یہ مسئلہ نہیں لکھا کہ اگر امام کی بیوی خوبصورت نہ ہو تو اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز بوجہ فوات شرط باطل ہے۔

(۴) کپڑے کا بقدر ستر عورت ہونا شرط نماز ہے خواہ کسی رنگ کا ہو مگر سفید حضور ﷺ کو زیادہ محبوب تھا اس لئے اولی ہے۔ اب کوئی جاہل یہ مسئلہ پڑھ کر کہ سفید کپڑا اولی ہے اس کو شرط سمجھ کر یوں کہہ دے کہ سفید کپڑے کے علاوہ ہر کپڑے میں نماز باطل ہے تو ایسا احمق غیر مقلدوں میں سے ہی ہو سکتا ہے، کوئی عقل مند تو اس کی جہالت میں شک نہ کرے گا۔

(۵) اولیت امامت کے مسائل میں ہے کہ اگر کسی جگہ امامت میں جھگڑا ہو جائے تو سب سے پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ ان میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے اگر وہ سب امیدوار فقہ، علم سنت، ہجرت، پرہیزگاری، حسن اخلاق، تہجد گزاری، خوش خلقی، شرافت نسب، حسن صوت میں برابر ہوں، امامت کا اجر حاصل کرنے کے متمنی ہوں، تو ان سب باتوں کے بعد اولی اس کو قرار دیا جائے جس کی بیوی خوبصورت، نیک سیرت ہو، کیونکہ ایسی بیوی سے خاوند کو محبت ہوتی ہے، اور آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ " خیارکم خیارکم لنسائه " (مشکوۃ) اور یہ بھی فرمایا '' خیر کم خیر کم لاهله" تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ بہتر ہو۔ کیونکہ جو اپنی بیوی کے ساتھ بہتر ہو گا، محبت رکھے گا، وہ عادتاً غیر محرم عورتوں کی طرف نظر نہ اٹھائے گا اور پاک دامن ہو گا، اور بد صورتی اور بد سیرتی عورت میں ہو تو خاوند اپنی عورت سے نفرت کرے گا اور عادتاً دوسری عورتوں کی طرف نظر رکھے گا خلاصہ یہ ہے کہ نیک صورت اور نیک سیرت عورت کا خاوند عادتاً اس سے محبت اور نیک سلوک کی وجہ سے خیر ہو گا۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا" لیومکم خیارکم "(ابن عساکر) یعنی بہتر لوگ تمہاری امامت کرائیں، اب فرمایئے دلیل کے دونوں مقدمے حدیث سے ثابت ہیں کہ امام بہتر کو بناؤ اور بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی سے بہتر ہو اور اس بہتری کی بنیاد بیوی کا حسن صورت حسن سیرت ہے۔

(۶) آپ نے جھوٹ بولا ہے کہ یہ مسئلہ قرآن حدیث کے خلاف ہے وہ کون سی آیت یا حدیث صحیح ہے کہ امام اس کو بناؤ جس کی بیوی بد صورت اور بد کردار ہو۔ قرآن و حدیث

پر جھوٹ بولنے کا نام آپ نے عمل بالحدیث رکھا ہوا ہے۔ اعاذنا اللہ منھا

مسئلہ نمبر ۲۴

اور یہ بھی کہ امام بڑے سر والا اور چھوٹے عضو مخصوص والا ہو کیا خوب' فقہ حنفی کے روپ میں حسن پرستی اور عضو پیائی کا تماشا۔ (در مختار ص ۵۲۱ ج ا' ص ۵۷ ۳ ج ا)

جواب : وہاں عضو مخصوص کا نہ صرف یہ کہ ذکر نہیں بلکہ اس کی تردید ہے 'مفتی صاحب بلا وجہ ہی فقہائے احناف کے عضو مخصوص سے جا لپٹے ہیں 'وہاں صرف عضو کا لفظ ہے اور شامی میں وضاحت ہے کہ عضو مخصوص ہر گز مراد نہیں۔ پھر کیا مراد ہے ؟آپ کے غیر مقلد نواب وحید الزمان نے احناف کا مسلک بیان کرتے ہوئے لکھا ہے ۔ اکبر راساواصغر قدما اور یہی وضاحت عرف میں بھی ہے پنجابی میں کہتے ہیں " سر وڈے سر داراں دے تے وڈے پیر گنواراں دے " یعنی یہ اعتدال کے ساتھ سر بڑے ہوں اور اعضاء متناسب ہوں 'کمال عقل کی دلیل ہے اور اعضاء میں فتور اختلال مزاج کی دلیل ہے اس کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ حدیث پاک اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ جتنی جماعت بڑی ہو گی 'اتنا اجر و ثواب زیادہ ہو گا۔ جماعت کی کثرت میں جہاں اور اسباب ہیں وہاں سب سے بڑا سبب امام کا عقل مند ہونا بھی ہے ،وہ عقل مند ہو گا تو لوگوں کو ساتھ ملائے گا 'اگر کم عقل ہو گا تو جماعت میں افتراق وانتشار پھیلائے گا۔ تو مسئلہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ زیادہ عقل والا امام جو جماعت کی کثرت کا باعث ہو 'اس امام سے بہتر ہے جو کم عقل ہو اور لوگ اس کے رویے سے تارک جماعت بن جائیں۔

اب آپ کا فرض ہے کہ کوئی ایک آیت یا حدیث صحیح پیش کرو جس کا معنی یہ ہو کہ امام وہ بہتر ہے جو کم عقل ہو اور لوگوں کو لڑانے والا ہو ورنہ تمہارا یہ کہنا کہ یہ مسئلہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے 'قرآن و حدیث پر جھوٹ ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۵

فارسی میں ایمان 'لانا' تکبیر کہنا' سلام کہنا' تکبیر تحریمہ کہنا اور نماز کے تمام اذکار پڑھنا

حتیٰ کہ فارسی میں قراءت کرنا سب جائز ہے (در مختار ص ۳۲۵ ج ۱)

الجواب : (۱) معترض نے اپنی طرف سے مسئلہ کا خلاصہ گھڑ لیا ہے' یہاں قید عجز کی موجود ہے کہ جو عربی زبان سے عاجز ہو اس کے لئے یہ جائز ہے کہ غیر عربی میں قراءۃ اور اذکار ادا کر لے۔

(۲) جو عربی زبان پر قادر ہو اس کے لئے غیر عربی میں قراءت کے پہلے امام صاحبؒ قائل تھے بعد میں رجوع فرمالیا۔ (ہدایہ' شامی) مرجوع عنہ قول منسوخ کے حکم میں ہوتا ہے اب مفتی صاحب کا عجز قابل داد ہے کہ منسوخات پر اعتراض کر رہے ہیں جیسے منسوخ احادیث قبلہ بیت المقدس' متعہ، کلام در نماز وغیرہ کی احادیث پیش کر کے عوام کو دھوکا میں ڈال رہے ہیں۔

(۳) قراءۃ کے علاوہ باقی اذکار کا جواز ہے مگر اصل عربی میں ہیں مثلاً تکبیر تحریمہ میں اللہ اکبر کی جائے اس کا معنی ادا کرے تو فرضیت تو ادا ہو جائے گی' مگر ترک واجب گناہ ہوگا (شامی) تو خلاصہ یہ نکلا کہ لفظ اللہ اکبر سے نماز شروع کرنا واجب ہے فرض نہیں۔ آپ اگر ایک آیت یا حدیث پیش کریں جس کا ترجمہ یہ ہو کہ اللہ اکبر سے نماز شروع کرنا فرض ہے' واجب نہیں تو ہم ضد نہیں کریں گے' مان لیں گے کہ یہ فقہ کا مسئلہ حدیث کے خلاف ہے۔

(۴) آپ ایک ایک آیت اور ایک ایک حدیث پیش فرمائیں کہ غیر عربی میں ایمان لانے والے مسلمان نہیں' غیر عربی میں سلام کرنا جائز نہیں یا کوئی ذکر و دعا غیر عربی میں جائز نہیں ؟

مسئلہ نمبر ۲۶

نظم عربی بندے اور اللہ کے درمیان حجاب ہے (نور الانوار ص ۹) عربی اور فارسی اہل جنت کی زبان ہے (در مختار ص ۳۲۵ ج ۱) سبحان اللہ فارسی کے یہ فضائل' اس لئے کہ حضرت محمد رسول ﷺ عربی تھے اور امام اعظم فارسی۔

الجواب : (۱) سوال نمبر ۲۷ میں مفتی صاحب نے حضور ﷺ کو امام اعظم کہا تھا' اب امام ابو حنیفہؒ کو۔ غور فرماویں شاید رجوع فرمالیا ہے۔

(۲) نظم عربی ہر بندے کے لئے حجاب نہیں صرف اس کے لئے بن سکتا ہے جو قرآن پاک کی بلاغت اور مسجع مقفی عبارات پر دھیان لگائے اور اصل ذات و صفات الٰہی سے توجہ ہٹالے۔ پھر یہ توجیہ بھی اس قول پر مبنی ہے جس سے امام اعظمؒ نے رجوع فرمالیا تو اب یہ توجیہ بھی مرجوع عنہ قرارپائی۔

(۳) یہ درست ہے کہ آنحضرت ﷺ عربی النسل ہیں اور امام اعظم فارسی النسل ہیں'اور آنحضرت ﷺ کے فرمان " اعظم الناس نصیبا فی الاسلام اهل فارس لوکان الاسلام فی الثریا لتناوله رجال من اهل فارس "(مقدمہ کتاب التعلیم ص ۹۷ ج ۱۔ حلیۃ الاولیاء) کے کامل مصداق ہیں اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ "وہ (اہل فارس) میری سنت کے تابعدار اور میرے آثار کے پیروکار ہوں گے "اسی لئے تمام امت آپ کو امام اعظم کہتی ہے جن کی تقلید میں دنیا کے لوگ حضور ﷺ کی سنتوں کی پیروی کر رہے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۷

امام ابو یوسفؒ نے ہارون رشید کی خاطر عیدین میں بارہ تکبیرات پڑھیں۔(ردالمختار ص ۷۸۰)

(۱)اولاً توبصیغہ مجہول اس کا تذکرہ ہے اور ساتھ صراحت ہے کہ مذہب چھ تکبیرات کا ہی ہے اور خلیفہ کا ایسا حکم جس پر عمل کرنے میں گناہ نہ ہو اس کو ماننا ضروری ہے اور شامی میں یہ بھی لکھا ہے کہ حاکم کا ایسا حکم صرف اس کے وقتِ حکومت تک رہتا ہے' پھر ختم ہو جاتا ہے (ردالمختار ص ۵۹۵ ج ۱) آپ اگر کوئی آیت یا حدیث پیش کر دیں کہ خلیفہ کی امور غیر واجبہ میں نافرمانی واجب ہے تو آپ کا بڑا اکرم ہو گا اور انتظار رہے گا۔

مسئلہ نمبر ۲۸

جس نے اپنی محرم ماں بہن بیٹی سے نکاح کر کے ہم بستری کی اس پر کوئی حد نہ ہوگی۔ (ہدایہ ص ۵۱۶ ج ۲)

(۱) ہدایہ میں ان سب کے ساتھ نکاح کرنے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام لکھا ہے (کتاب النکاح)

(۲) نکاح کرنا تو کجا صرف ماں بہن بیٹی سے نکاح کو جائز کہنے والا مرتد اور واجب القتل ہے (فتح القدیر ص ۲۴۲ ج ۵ طحطاوی ص ۴۹۶ ج ۲)

(۳) ایسا نکاح باطل ہے جس طرح حدیث پاک میں ہے" ایماامراۃ نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل باطل باطل "(ترمذی)

(۴) اس کے بعد صحبت حرام ہے مگر یہ موجب حد ہے یا موجب تعزیر؟

اس میں اختلاف ہے کیونکہ نکاح باطل کے بعد صحبت کے بارے میں صراحتاً کوئی حدیث موجود نہیں اس لئے امام صاحبؒ اس پر تعزیر واجب قرار دیتے ہیں۔" ویکون التعزیر بالقتل کمن وجدرجلاً مع امراۃ لا تحل لہ (در مختار ص ۱۷۹ ج ۳) اور یہ تعزیر قتل تک ہے۔

اس اختلاف میں بعض ائمہ قیاس پر عامل ہیں کہ نکاح باطل شبہ نہیں ہو سکتا۔ امام صاحبؒ قیاس کو چھوڑ کر حدیث کو لے رہے ہیں کہ مذکورہ بالا حدیث سے شبہ ثابت ہو رہا ہے اور حدیث و اجماع امت سے ثابت ہے کہ حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہے۔ (ترمذی ابن ماجہ، الروضۃ الندیہ)

نوٹ: شاید مفتی صاحب جاہلوں کو یہ دھوکا دیں کہ حد نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نہ گناہ نہ سزا ہے تو یہ خالص فریب ہے مفتی صاحب سے عرض ہے کہ وہ کسی صریح حدیث سے پیشاب پینے 'پاخانہ کھانے' خنزیر کھانے 'مردار کھانے' سود کھانے وغیرہ پر حد دکھادیں؟ اگر شرعاً ان پر کوئی حد نہیں تو یہ سب کچھ بر ملا کھانا پینا شروع کر دیں اور اپنی

جماعت کو بھی کھلائیں۔

مسئلہ نمبر ۲۹

اس لئے کہ آدم کی تمام بیٹیاں نکاح کے مقصد میں برابر سود مند ہیں (ماں' بہن اور بیٹی کی کیا تمیز) کیمونسٹ دہریے بھی یہی راگ الاپتے ہیں ان پر اس قدر غصہ کیوں؟

(۱) اگر مقصود کا مطلب یہ ہے کہ ماں' بہن' بیٹی سب کی تخلیق کا مقصد اولاد پیدا کرنا ہے تو اس کا منکر آپ کے سوا کون ہے؟ اور یہ کس آیت اور حدیث کے خلاف ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ ماں' بہن' بیٹی سے نکاح جائز ہے تو یہ آپ کا صاحب ہدایہ پر بہتان ہے اور افتراء ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۰

کوئی عورت نابالغ بچے کے ساتھ یا دیوانے کے ساتھ شوق ورغبت کے ساتھ زنا کرے تو اس پر بھی کوئی حد نہیں (کیسا رنگین مذہب ہے) (ہدایہ ص ۵۱۸ ج ۲)

(۱) مفتی صاحب! معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی غیر مقلد عورتیں نابالغوں اور دیوانوں سے بہت شوق ورغبت رکھتی ہیں تاکہ حد نہ لگے۔

(۲) نابالغ اور دیوانہ تو مرفوع القلم ہے۔ یہ زنا ایک ہی فعل ہے جس کا فاعل بچہ اور دیوانہ ہے اور مفعولہ عورت ہے۔ جب اصل فاعل پر حد ساقط ہو گئی تو مفعولہ پر بھی سقوط حد کے لئے شبہ بن گیا اور حد شبہ سے ساقط ہو جاتی ہے ہاں تعزیر واجب ہو جاتی ہے آخرت کی سزا بھی لازم ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۱

امام وقت قتل کے سوا جو گناہ بھی چاہیں کر لیں ان پر کوئی حد نہیں (ٹھیک ہے ان پر حد لگا کر آپ گداگری کہاں سے کریں گے) (ہدایہ ص ۵۲ ج ۲)

جواب: ہدایہ میں آگے وضاحت موجود تھی کہ قصاص میں حق عبد ہے اس کا

مطالبہ کرنے والا وہ صاحب حق موجود ہے جو مطالبہ کر سکتا ہے لیکن حدود حقوق اللہ میں سے ہیں اور ان کے نافذ کرنے میں سب سے بڑا مسلمان حاکم خدا کا نائب ہے 'وہ حدود دوسروں پر نافذ کرتا ہے 'لیکن اگر وہ نائب خود حد توڑ دے کہ اس سے اوپر کوئی حد نافذ کرنے والا نہ ہو تو اس کو خود خدا تعالیٰ ہی سزا دیں گے ' آپ کسی صریح آیت یا صحیح حدیث سے ثابت کر دیں کہ ایسے حاکم پر کون حدود نافذ کرے 'ہمیں ماننے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۳۲

زنا کرنے کے لئے عورت کرایہ پر لی اور منہ کالا کر لیا تو ایسی صورت میں کوئی حد نہیں (معاذ اللہ کیسا روپ اور کیسی فحاشی) (عالمگیری ص ۸۲۲ ج ۲)

جواب : (۱) مفتی صاحب نے روایتی بددیانتی سے کام لیا ہے 'در مختار میں صراحتاً مذکور ہے "والحق وجوب الحد" (ص ۷۵ ج ۳) حق یہ ہے کہ حد واجب ہے۔ معترض کو یہ حق بات کیوں نظر نہ آئی ؟ اور عالمگیری والے غیر مفتی بہ قول میں بھی آگے صراحت ہے " یوجعان عقوبة و یحبسان حتی یتوبا" (عالمگیری ص ۱۴۹ ج ۲) یعنی ان دونوں کو سخت سزا دی جائے گی اور دونوں کو اتنا عرصہ قید رکھا جائے کہ وہ توبہ کر لیں اور ان کی توبہ کا یقین حاکم کو ہو جائے۔

(۲) آپ کے مذہب میں تو غیر مقلد عورت متعہ کرواتی رہے تو حد یا تعزیر تو کیا زبان سے انکار بھی جائز نہیں (ہدیۃ المہدی ص ۱۱۸ ج ۱)

مسئلہ نمبر ۳۳

شراب کی تلچھٹ پینا حرام نہیں مکروہ ہے اور سرکہ میں ملا لیں تو کراہت بھی ختم (عالمگیری)

جواب : عالمگیری میں ہے " یکرہ شرب دردی الخمر " (ص ۴۱۲ ج ۵) اور آپ کی نزل الابرار میں ہے " یکرہ شرب دردی الخمر " (ص ۸۹ ج ۳) بتایئے ہمارے اور تمہارے

مسئلہ میں کیا فرق ہے' تمہارے نزدیک تو یہ مسئلہ فقہ نبوی کا ہے اور فرمایئے کس آیت یا حدیث کے خلاف ہے اور یہ میل سرکہ میں مل گئی تو سرکہ بن گئی۔ (عالمگیری ص ۳۱۲ ج ۵) اب سرکہ حلال ہے " نعم الادام الخل " (مسلم) آپ سرکہ کے حرام ہونے پر کوئی آیت یا حدیث پیش کریں آپ کو شراب کی تلچھٹ سے کیا کا... ؟ آپ خالص خمر میں آٹا گوندھ کر روٹی پکا کر کھالیں تو درست ہے (نزل الابرار ص ۸۹ ج ۳) اور خالص خمر میں مچھلی ڈال کر تھوڑی دیر دھوپ میں رکھ دیں اور کھائیں (سالن تیار ہے) (بزاری)

مسئلہ نمبر ۳۴

نبیذ مطبوخ شراب بھی حلال ہے (عالمگیری ص ۳۱۴ ج ۵)

جواب : خدا جانے مفتی صاحب نے شراب کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے ؟

اصل عبارت میں خمر کا لفظ ہی نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر ۳۵

البختج ایک خاص قسم کی شراب ہے جس کو امام ابو یوسف نے ہارون رشید کے لیے تیار کیا تھا۔ (عالمگیری) اماموں کو تو معاف کرو۔

جواب : یہاں بھی خمر کا کوئی لفظ نہیں خدا جانے مفتی صاحب نے شراب کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے' ہاں عالمگیری ص ۴۱۲' ۴۱۳ ج ۵ پر البختج ایک مشروب کا ذکر ہے جسے مثلث بھی کہتے ہیں جس کے پینے کا ثبوت صحیح بخاری میں بھی موجود ہے کہ صحابہ مثلث پیا کرتے تھے۔ (بخاری)

مسئلہ نمبر ۳۶

فتاویٰ عالمگیری کی کتاب الحیل میں اللہ کے فرائض سے جان چھڑانے کے بے شمار حیلے بتائے گئے ہیں ان سب کا قرآن و حدیث سے ثبوت دیں۔

جواب : کتاب الحیل عالمگیری ص ۳۸۹ ج ۶ سے لے کر ص ۴۳۶ ج ۶ تک ہے

اس کی پہلی فصل میں ہے:

ہمارے علماء کے مذہب میں ہر حیلہ جس سے آدمی دوسرے کا حق مٹائے یا اس میں شبہ ڈالے یا امر باطل کو مشتبہ بصدق وصواب کرنے کا وسیلہ کرے تو وہ مکروہ تحریمی ہے اور ہر حیلہ جس سے آدمی اپنے آپ کو حرام سے چھوڑاوے یا اس وسیلہ سے حلال تک پہنچ جاوے تو وہ امر نیک ہے "(عالمگیری ص ۳۹۰ ج ۶) بتایئے اس میں کون سی بات قرآن وحدیث کے خلاف ہے؟ (۲) مفتی صاحب کو شاید حیلہ کی تعریف ہی یاد نہیں ہے" الحیلة اسم من الاحتیال وھی التی تحول المرء عمایکرھه الی مایحبه (کتاب التعریفات ص ۴۲) یہ خفیہ تدبیر کبھی جائز ہوتی ہے کبھی ناجائز۔ جائز حیلہ کا ثبوت قرآن پاک میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوبؑ کو فرمایا کہ اپنی بیوی کو سو لکڑیاں مارنے کی بجائے سو تنکوں کا جھاڑو مارو۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ حضرت بلالؓ نے دو صاع ردی کھجوروں کے بدلے ایک صاع اچھی کھجوریں لے لیں' آپ نے فرمایا یہ ناجائز ہے اور اس کے جواز کا حیلہ بتایا کہ جو کھجوریں تمہارے پاس ہیں ان کو درہموں کے عوض بیچ دو' اور اتنے درہموں کی اچھی کھجوریں لے لو۔ ہمارے ہاں بھی ایسے ہی حیلے ہیں۔

حرام حیلے وہ ہیں جو اصحاب سبت مچھلیاں پکڑنے کے لئے حیلے کرتے تھے وغیرہ۔ جائز اور ناجائز حیلے میں فرق نہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کتیا کے دودھ اور بکری کے دودھ میں فرق نہ کرے۔

کتاب الحیل

غیر مقلدین کے اصاغر سے اکابر تک عوام کو فریب دینے کے لئے یہ بھی شور مچاتے ہیں کہ فقہ میں بہت حیلے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ پروپیگنڈہ وہ لوگ کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی صفات میں حیات علم اور قدرت کی صفات مانتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کو الاستھزاء ' السخریة والمکر و الخداع و الکید جیسی صفات سے بھی متصف مانتے ہیں' یعنی اللہ تعالیٰ معاذ اللہ

ٹھٹھے باز' مسخرہ' مکار' فریب کار' دھوکے باز ہے۔ حیلہ عربی لفظ ہے اس کی تعریف یہ ہے" الحیلة اسم من الاحتیال وھی التی تحول المرء عما یکرھه الی ما یحبه (کتاب التعریفات ص ۴۲)

یہ خفیہ تدبیر اگر ابطال حق یا اثبات باطل کے لئے ہو تو حرام ہے اگر مقصود احقاقِ حق اور ابطالِ باطل ہو تو واجب ہے۔ اگر مکروہ سے بچنے کے لئے حیلہ کرے تو مستحب ہے۔ اگر ترکِ ممدوح کے لئے حیلہ کرے تو مکروہ ہے' الغرض حیلہ کا لفظ جائز ناجائز دونوں پر استعمال ہوتا ہے جیسے دودھ کا لفظ بھینس اور کتیا دونوں کے دودھ پر استعمال ہوتا مگر حرام وحلال کا فرق واضح ہے یا جیسے سجدہ کا لفظ خدا اور بت دونوں کے سجدہ پر استعمال ہوتا ہے مگر ایمان اور کفر کا فرق واضح ہے۔

ایک اور وضاحت

احناف کے ہاں جواز اور نفاذ میں تلازم نہیں اس لئے بعض اوقات ایک چیز کا جواز نہ بھی ہو تو نفاذ ہو جاتا ہے جیسے حالت حیض میں طلاق کا جواز نہیں مگر طلاق دے دی تو نفاذ ہو جائے گا' ایک ہی دفعہ تین طلاق کا جواز نہیں' گناہ ہے مگر دینے سے واقع ہو جائیں گی' حلالہ کی شرط سے نکاح کرنا گناہ ہے مگر عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے گی' اس لئے یہ فرق کرنا بھی ضروری ہے کہ فقہ حنفی بعض جگہ صرف نفاذ حکم کی قائل ہے مگر اس کے جواز کا بہتان بھی فقہ پر لگا دیا جاتا ہے۔

قرآن پاک میں دونوں قسم کے حیلوں کا ذکر ہے " خذبیدك ضغثا فاضرب به و لا تحنث" حضرت ایوبؑ نے حالت ابتلاء میں اپنی پاک دامن بیوی کو غصہ سے سو چھڑیاں مارنے کی قسم کھائی تھی۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ نے حکم دیا کہ اے ایوبؑ قسم میں جھوٹے نہ ہونا' سو شاخیں ایک جگہ باندھ کر اس طرح مارو کہ سب اس کے بدن سے لگ جائیں' ظاہر ہے کہ یہ ایک تدبیر تھی اور ایک ضعیف الخلقہ شخص کو زنا کے سو کوڑے مارنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے بھی ایسا حکم فرمایا تھا (لغات الحدیث) کیا اب قرآن کو بھی حیلے

بتانے والا کھو گے؟ اور حرام حیلے کا ذکر بھی قرآن میں ہے کہ اصحاب سبت مچھلیاں پکڑنے کے لئے گڑھے کھودتے تھے' جب مچھلیاں ان میں آجاتیں تو پکڑ لیتے تھے یہ حیلہ حرام ہے۔

حدیث پاک میں بھی دونوں قسم کے حیلوں کا ذکر ہے حضرت بلالؓ نے دو صاع ردی کھجوروں کے بدلے ایک صاع اچھی کھجور لی' یہ سود بنتا ہے' حضرت ﷺ نے اس سود سے بچنے کا حیلہ تعلیم فرمایا کہ اپنی کھجوریں پیسوں سے بیچو پھر اس رقم کی اچھی کھجوریں لے لو اور حرام حیلے کا بھی ذکر ہے کہ بنی اسرائیل پر لونٹ کی چربی کو حرام کیا تھا' انہوں نے چربی پگھلا کر بیچنی شروع کر دی اور قیمت کھا لیتے' یہ حرام ہے' اس لئے غیر مقلدین کا فرض ہے کہ وہ ہر حیلہ فقہ کے الفاظ میں لکھ کر اس کے خلاف ایک ایک صریح آیت یا ایک ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کریں ورنہ ان کو بلاوجہ قرآن و حدیث کے خلاف کہنا' قرآن و حدیث پر جھوٹ ہے اور فقہ ثقہ پر بھی۔ خدا تعالٰی تمہیں اس جھوٹ سے توبہ کی توفیق دیں۔

معاریض کا بیان

غیر مقلد امام ابراہیم نخعی کی بعض معاریض پر بھی حیلہ کا لفظ استعمال کر کے عوام کو دھوکا دیتے ہیں' حالانکہ عالمگیری میں صراحت ہے کہ " یجب ان یعلم ان استعمال المعاریض للتحرز عن الکذب" (ص ۴۳۶ ج ۲) یعنی یہ جاننا واجب ہے کہ معاریض (توریہ) کا استعمال جھوٹ سے بچنے کے لئے ہوتا ہے، علامہ سید شریف فرماتے ہیں کہ توریہ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ایسی بات کرے کہ مخاطب اس کا مطلب اور سمجھے اور متکلم کی مراد اور ہو جیسے لڑائی میں دشمن کے فوجی کو کہے افسوس تمہارا امام مر گیا۔ وہ سمجھے گا کہ ہمارا کمانڈر مر گیا لیکن اس کی مراد یہ تھی کہ اگلا سپاہی مر گیا۔ (کتاب التعریفات ص ۳۲) تعریض کا یہ لفظ قرآن پاک سے لیا گیا ہے" لا جناح علیکم فیما عرضتم به من خطبة النساء (الآیہ)

اور ابن عدی نے مرفوعاً حدیث روایت کی ہے کہ ان فی المعاریض مندوحة عن الکذب (اتحاف سادة المتقین ص ۵۲۸ ج ۲)" بے شک معاریض (ذو معنی بات) میں جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بڑھیا جنت میں نہیں جائے گی۔ ایک بڑھیا سن کر رونے لگی' حضرت نے فرمایا بڑھیا جوان ہو کر جنت میں جائے گی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین دفعہ ایسی ذو معنی بات فرمائی کہ آپ کا مطلب اور تھا اور مخاطبین اس کا مطلب اور سمجھے 'اسی طرح حضرت صدیق اکبرؓ نے هادیهدینی ہجرت کی رات فرمایا جس سے صدیق اکبرؓ جنت کا راستہ مراد لے رہے تھے اور مخاطبین جنگل کا راستہ '(اتحاف سادۃ المتقین ص ۵۲۸ ج ۲)

تو اسی طرح کسی شدید ضرورت کے موقعہ پر اگر امام ابراہیم نخعیؒ نے ایسی ذو معنی بات فرمادی تو کسی آیت یا کسی حدیث کے خلاف نہیں کیا۔ خدا تعصب کا برا کرے' یہ حق سننے' سمجھنے اور ماننے کی توفیق سلب کر لیتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا بسم اللہ فاتحہ کا حصہ ہے؟

نحمدہٗ و نصلی علی رسوله الکریم اما بعد:

پاک و بھارت کا علاقہ پہلے ہندوستان کہلاتا تھا۔ امام الانبیاء سید الرسل خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جس طرح اور بہت سی پیش گوئیاں فرمائیں اور وہ دوپہر کے سورج کی طرح لوگوں کے سامنے پوری ہوئیں 'مثلاً بیت المقدس کی فتح کی پیش گوئی' قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کی ہلاکت اور بربادی کی پیش گوئی۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے فرمایا: یکون فی هذه الامة بعث الی السند و الهند۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۶۹) کہ اس امت میں سے کچھ لوگ سندھ اور ہند پر چڑھائی کریں گے چنانچہ اس پیش گوئی کے مطابق خلیفہ عبد الملک کے زمانہ ۹۲ھ میں محمد بن قاسم کی سرکردگی میں اسلامی فوج سندھ پر حملہ آور ہوئی جسے عراقی گورنر نے بھیجا تھا اور ۹۵ھ تک سندھ کو فتح کر لیا گیا۔

عبد الملک کا زمانہ:۔

بعض اوقات بعض لوگ سادہ اور ان پڑھ عوام کو مغالطوں میں مبتلا کر دیتے ہیں مثلاً نام نہاد اہل قرآن کہتے ہیں کہ اس وقت تک صحاح ستہ والوں میں سے کوئی امام پیدا نہ ہوا تھا، نہ ان میں سے کوئی کتاب لکھی گئی تھی 'اس لیے اس زمانہ کے لوگ صرف اہل قرآن تھے، کسی حدیث کو نہیں مانتے تھے، نام نہاد اہل حدیث ان کو تو کوئی جواب نہیں دیتے البتہ ان کا یہ وسوسہ آگے چلتا کر دیتے ہیں کہ اس زمانہ میں فقہ کے چاروں اماموں میں سے صرف امام ابو حنیفہؒ ہی پیدا ہوئے 'لیکن وہ امامت

کے درجہ تک نہیں پہنچے تھے، ابھی ابجد شناسی کی منزل میں تھے۔ اس لیے اس زمانہ میں لوگ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ ہمارے ان کرم فرماؤں کی یہ ایک منفی سوچ ہے اور منفی فرقے منفی سوچ سے آگے نکل بھی نہیں سکتے۔

۹۰ ہجری اور امام صاحبؒ :۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے، خطیب بغدادی کی ایک روایت کے مطابق ۶۱ھ ہے اور سمعانی کی کتاب الانساب، کتاب الجرح والتعدیل ابن حبان اور خطیب بغدادی کے ہم عصر ابو القاسم سمنانی نے روضۃ الصفا میں ۷۰ھ لکھی ہے، جب کہ بعض نے ۸۰ھ بھی لکھی ہے لیکن پہلے قول کے لیے ایک زبردست شاہد یہ ہے کہ امام عقیلی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ جب امام ابراہیم نخعیؒ کا وصال ہوا تو اہل کوفہ کے پانچ جید علماء جمع ہوئے جن میں عمر بن قیس اور ابو حنیفہ بھی تھے، انہوں نے چالیس ہزار درہم جمع کئے اور امام حکم بن عتیبہ کے پاس گئے کہ آپ مرجیہ (السنۃ) کے رئیس بن جائیں، تو حکم نے اس سے انکار فرمادیا، پھر یہ سب اکھٹے ہو کر امام حماد بن ابی سلیمان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے قبول فرمالیا اور چالیس ہزار درہم لے لئے۔ اس روایت سے یہ بات سورج سے زیادہ واضح ہو گئی کہ ۹۰ھ میں جب امام ابراہیم نخعیؒ کا وصال ہوا، حضرت امام اعظمؒ ابتدائی طالب علم نہ تھے بلکہ اتنے بڑے عالم تھے کہ کوفہ کے ان پانچ سربرآوردہ علماء میں شامل تھے جو علماء کا انتخاب فرماتے تھے اور عادتاً دس سال کی عمر میں انسان اتنے بڑے مقام پر فائز نہیں ہو سکتا، اس کا دوسرا شاہد یہ ہے کہ محدث حافظ محمد بن مخلد عطار نے حماد بن ابی حنیفہ عن مالک کی سند کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ اکابر کا اصاغر سے روایت کرنا ہے۔ گویا امام اعظمؒ کے یہ بیٹے امام حماد عمر میں حضرت امام مالک سے بڑے ہیں اور امام مالک کی پیدائش ۹۰ھ یا ۹۳ھ بیان کی جاتی ہے اگر حضرت امام اعظمؒ کی تاریخ پیدائش ۸۰ھ مانی جائے تو

ماننا پڑے گا کہ ۹ یا ۱۰ سال کی عمر میں امام صاحب کا پوتا حماد پیدا ہو گیا تھا ' یہ بھی عادتاً محال ہے اس لیے صحیح بات یہی ہے کہ ۹۰ھ میں بھی امام اعظمؒ علماء میں بدر تمام کی حیثیت رکھتے تھے ' اسی طرح دوسری بات بھی غلط ہے کہ اس زمانہ میں لوگ تقلید شخصی نہیں کرتے تھے۔

امام زہری اور عبد الملک کی گفتگو :۔

ایک دن امام زہری ' خلیفہ عبد الملک بن مروان کے دربار میں تشریف لائے تو خلیفہ نے امام زہری سے پوچھا 'آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں ؟ کہا : مکہ مکرمہ سے ' پوچھا وہاں کی دینی امامت کس کے پاس ہے ؟ (یعنی وہاں کون امام ہے جو بلا ذکر دلیل فتوے دیتا ہے اور لوگ بلا مطالبہ دلیل اس کے فتووں پر عمل کرتے ہیں) کہا : امام عطاء بن ابی رباح ' خلیفہ نے پوچھا : وہ عربی ہے یا عجمی ؟ کہا عجمی ' پوچھا وہ کس طرح اس مقام پر فائز ہوا ؟ کہا دیانت اور روایت کی وجہ سے ' خلیفہ نے کہا : واقعی یہ عہدہ ایسے ہی حضرات کے لائق ہے ' پھر پوچھا : اہل یمن کی دینی سیادت (فتویٰ دینا) کس کے پاس ہے ؟ زہری کہتے ہیں : میں نے کہا طاؤس بن کیسان کے پاس' پوچھا : وہ عربی ہے یا عجمی ؟ میں نے کہا : عجمی ' خلیفہ نے پوچھا وہ کیسے اہل عرب کا سردار بن گیا ؟ میں نے کہا جیسے عطاء بنا ' کہا : ایسا ہی چاہیئے پھر پوچھا کہ اہل مصر کی دینی سیادت کس کے پاس ہے ؟ میں نے کہا یزید بن حبیب کے پاس ' پوچھا وہ عربی ہے یا عجمی ؟ میں نے کہا عجمی ، پوچھا : اہل شام کا مذہبی امام کون ہے ؟ میں نے کہا مکحول ' پوچھا عرب سے ہے یا موالی سے ؟ میں نے کہا موالی سے یعنی عجمی ہے ' پوچھا : اہل جزیرہ (عراق) کا مذہبی امام کون ہے ؟ میں نے کہا : میمون بن مہران پوچھا عرب میں سے ہے یا موالی میں سے ؟ میں نے کہا : موالی سے ' پھر پوچھا، اہل خراسان کا مذہبی امام کون ہے ؟ میں نے کہا ضحاک بن مزاحم ، پوچھا عرب میں سے ہے یا موالی میں سے ؟ میں نے کہا : موالی سے ' پھر پوچھا اہل بصرہ کا مذہبی امام کون ہے ؟ میں نے کہا : حسن

بصری ، پوچھا عرب میں سے ہے یا موالی سے ؟ میں نے کہا موالی سے کہا، تجھ پر سخت افسوس ہے یہ بتاؤ کہ اہل کوفہ کا مذہبی امام کون ہے ؟ میں نے کہا ابراہیم نخعی ، پوچھا عرب میں سے ہے یا موالی میں سے ؟ میں نے کہا عرب میں سے ، کہا زہری ! تو نے میرا دکھ دور کر دیا، خدا کی قسم یہ عجمی موالی امامت کے مقام پر پہنچ گئے ، عجمی منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیتے ہیں جبکہ عربی نیچے بیٹھے ہوتے ہیں ،زہری کہتے ہیں میں نے کہا : اے امیر المومنین یہ خدا کی ۔دین ہے جس نے اس کے دین کی حفاظت کی وہ درجہ امامت پر فائز ہو گیا اور جس نے اس کے دین کو ضائع کر دیا،وہ گر گیا (معرفت علوم الحدیث امام حاکم ص ۱۹۹)

اس واقعہ سے یہ بات صاف ہو گئی کہ اس زمانہ میں پوری اسلامی سلطنت میں ہر علاقہ میں اپنے اپنے امام کی تقلید شخصی ہوتی تھی۔

دوسری یہ معلوم ہوئی کہ ان اماموں میں سے ایک بھی نہ مکہ کا تھا نہ مدینہ کا بلکہ سب عجمی تھے سوائے ابراہیم نخعی کے

تیسری یہ بات معلوم ہوئی کہ جن مفتی صاحبان کا نام آیا ہے ان کے بہت سے فتوے اب بھی کتاب الآثار امام ابو یوسف ؒ ،کتاب الآثار امام محمد ؒ ، مصنف عبد الرزاق ؒ اور مصنف ابن ابی شیبہ ؒ میں ملتے ہیں ، یہ جب فتویٰ دیتے تو کوئی آیت یا حدیث بطور دلیل اپنے فتویٰ کے ساتھ بیان نہ کرتے تھے ،اسی طرز پر ائمہ اربعہ نے اپنی اپنی فقہ مرتب کرائی اس زمانہ میں پوری اسلامی دنیا میں ایک بھی غیر مقلد نہ تھا جو ان کے بلا ذکرِ دلیل فتووں کو کارِ ابلیس اور غلط قرار دے ۔

چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ اس زمانہ میں سب لوگ اپنے مفتی کے فتویٰ پر بلا مطالبہ دلیل عمل کرتے تھے یہی تقلید شخصی ہے ،اس زمانہ میں کوئی غیر مقلد نہ تھا جو اس کو شرک قرار دیتا۔

پانچویں بات یہ معلوم ہوئی کہ غیر مقلدین کے سوالات و جوابات کا

طریقہ خیر القرون کے طریقے کے بالکل خلاف ہے۔

چھٹی بات یہ کہ محمد بن قاسم کے ساتھ جو فوج آئی تھی وہ عراقی تھی اور عراقی فقہ ہی کی پابند تھی چنانچہ نزہتہ الخواطر میں لکھاہے کہ اس فوج کا سالن یہ ہوتا تھا کہ جو سرکہ شراب سے بنایا جاتا اس سرکے میں روئی بھگو کر خشک کر لیتے، جب کھانا کھانے بیٹھتے تو تھوڑی سی روئی پانی میں ڈال لیتے سرکہ پانی میں آجاتا تو اس کے ساتھ روٹی کھالیتے۔

سندھ کے بعد ہند :۔

پھر ہندوستان پر چڑھائی کی پیش گوئی کے پورے ہونے کا وقت آگیا، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا" میری امت کے دو گروہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے حفاظت کا پروانہ سنایا، ایک وہ گروہ ہے جو ہندوستان کے ساتھ جہاد کرے گا، دوسرا وہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو کر جہاد کرے گا۔ (مسند احمد ج ۵/ص ۲۷۸، نسائی ج ۲ ص ۶۲) حضرت ابو ہریرہؓ فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے غزوہ ہند کا وعدہ لیااور فرماتے اگر میں اس میں شہید ہو گیا تو میں بہترین شہداء میں سے ہوں گا اور اگر واپس آگیا تو میں (ابو ہریرہ محرّر) دوزخ سے آزاد کہلاؤں گا (نسائی)۔ چنانچہ ۳۹۲ھ میں سلطان محمود غزنوی حنفی نے ہندوستان پر تابڑ توڑ حملے شروع کئے اور سومنات تک جا پہنچااور لاہور تک اسلامی سلطنت پھیلی پھر ۵۸۹ھ میں سلطان غوری آئے اور دہلی تک اسلامی سلطنت وسیع ہو گئی، پھر ۱۲۷۳ھ تک آپ اس ملک کی تاریخ پڑھ جایئے آپ کو کوئی غیر حنفی فاتح ہند یا مجاہد ہند یا غازی و شہید نہیں ملے گا۔

اعتراف حقیقت :۔

نواب معزول صدیق حسن خان صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں" خلاصہ حال

ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں 'اس وقت سے لے کر آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم ' فاضل ' قاضی ' مفتی اور حاکم ہوتے رہے یہاں تک کہ ایک جم غفیر نے مل کر فتاویٰ ہند یہ یعنی فتاویٰ عالمگیری جمع کیا اور اس میں شیخ عبد الرحیم دہلوی والد بزرگوار شاہ ولی اللہ مرحوم بھی شریک تھے۔ (ترجمان وہابیہ ص ۱۱) یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ اس ملک کے حاکم ' قاضی ' مفتی ہمیشہ حنفی رہے 'ان صدہا سالوں میں پوری تلاش و جستجو کے بعد بھی یہ نہیں ملا کہ کسی حنفی حاکم کا چوکیدار ہی کوئی غیر مقلد رہا ہو یا کسی حنفی قاضی و مفتی کا خاکروب ہی غیر مقلد رہا ہو۔ انگریز کے دور سے پہلے غیر مقلدین کی مسجد یا مدرسہ تو کجا پرانے سے پرانے کسی قبرستان میں کوئی قبر بھی دریافت نہیں ہو سکی جس کو تاریخ کسی غیر مقلد کی قبر ثابت کر دے :۔

انگریز حکومت :۔

آخر اس ملک پر منحوس برطانیہ نے غاصبانہ قبضہ کر لیا ' احناف نے اس کے خلاف جنگ آزادی لڑی ' اس میں کوئی غیر مقلد شریک نہ تھا ' چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں "کسی نے نہ سنا ہو گا کہ آج تک کوئی موحد متبع سنت ' حدیث و قرآن پر چلنے والا (انگریز سے) بیوفائی یا اقرار توڑنے کا مرتکب ہوا ہو یا فتنہ انگیزی یا بغاوت پر آمادہ ہوا ہو ' جتنے لوگوں نے غدر میں شر و فساد کیا اور حکام انگلشیہ سے برسر عناد ہوئے وہ سب کے سب مقلدان مذہب حنفی تھے نہ کہ متبعان حدیث نبوی۔

(ترجمان وہابیہ ص ۲۵)

سلور جوبلی :۔

ملکہ وکٹوریہ نے مذہبی آزادی کا عام اشتہار دیا کہ کسی مذہب (حنفی ' شافعی '

مالکی، حنبلی) کی پابندی ضروری نہیں ہے اس کے اشتہاری فرمان پر جو لوگ مذاہب اربعہ سے آزاد ہو گئے وہ غیر مقلد کہلائے چنانچہ غیر مقلدین کے مشہور محدث اور مؤرخ مولانا محمد شاہ جہانپوری لکھتے ہیں "کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل ناآشنا ہیں، پچھلے زمانہ میں اس خیال کے لوگ شاذ و نادر کہیں ہوں تو ہوں مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے بلکہ ان کا نام بھی ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے۔ اپنے آپ کو تو وہ لوگ اہل حدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے (الارشاد الیٰ سبیل الرشاد ص ۱۳ حاشیہ) یہ کتاب ۱۳۱۹ھ میں شائع ہوئی، عبارت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک یہ فرقہ چند دنوں کا بچہ تھا اور اس کا وجود صرف اور صرف انگریزی حکومت میں تھا، اسلامی حکومتیں ان کے نام سے بھی ناآشنا تھیں۔

ملکہ وکٹوریہ کی سلور جوبلی کے موقع پر غیر مقلدین نے ایک بہت بڑا دروازہ بنایا جس کے ایک طرف انگریزی میں اور دوسری طرف اردو میں لکھا "دل سے ہے یہ دعائے اہل حدیث ...... جشن جوبلی مبارک ہو" اور ملکہ وکٹوریہ کے سامنے جو سپاسنامہ پیش کیا وہ یہ تھا "بحضور فیض گنجور کوئین وکٹوریہ دی گریٹ قیصرۂ ہند بارك الله فی سلطنتها ہم ممبران گروہ اہل حدیث اپنے گروہ کے کل اشخاص کی طرف سے حضور والا کی خدمت عالی میں جشن جوبلی کی دلی مسرت سے مبارکباد عرض کرتے ہیں، آپ کی سلطنت میں جو نعمت مذہبی آزادی (غیر مقلدیت) کی حاصل ہے اس سے یہ گروہ اپنا خاص نصیبہ اٹھا رہا ہے وہ خصوصیت یہ ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص اس سلطنت میں حاصل ہے بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ ان کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی آزادی حاصل ہے۔ اس خصوصیت سے یہ یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام اور استحکام سے زیادہ مسرت ہے

اور ان کے دل سے مبارک باد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں"(اشاعۃ السنۃ ج ۹/ص ۲۰۶ شمارہ نمبر ۷)

نماز غلط ہے :۔

غیر مقلدین کے اس نئے فرقے نے سو سال یہی شور مچایا کہ حنفی نماز بالکل غلط ہے ' کبھی کہتے ہیں کہ یہ کوفی نماز ہے ' یہ نماز نبوی ہر گز نہیں ' حالانکہ حنفی نماز صرف مرتب کرنے کی وجہ سے اس کو کہا جاتا ہے ' یہ نسبت ایسی ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ یہ بخاری کی حدیث ہے یہ بات درست ہے 'لیکن یہ کہے کہ یہ بخاری کی حدیث ہے ، نہ نبی پاک ﷺ سے اس حدیث کو کوئی تعلق ہے نہ مکہ سے نہ مدینہ سے ۔ تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہؓ جب کوفہ تشریف لائے تو قرآن پاک بھی ساتھ لائے ، قاری عاصمؒ کوفی نے جب صحابہؓ والے قرآن کو مرتب فرمایا تو اس کو قاری عاصمؒ کوفی کی قرأت کہنے لگے 'لیکن اس کا یہ مطلب کسی نے نہیں لیا کہ یہ کوفہ کا قرآن ہے ' یہ نہ صحابہ والا قرآن ہے 'نہ مکے والا 'نہ مدینے والا نہ نبی پاک ﷺ والا 'نہ اللہ والا۔اسی طرح یہ صحابہؓ جب کوفہ تشریف لائے تو نماز مکہ مدینہ سے ہی لائے اور نبی والی نماز ہی لائے ' البتہ اسی نماز کو حضرت امام اعظمؒ نے مرتب کروادیا تو اس نماز کو حنفی نماز کہنے لگے ' یہی نماز صحابہؓ کی تھی یہی نبی پاک ﷺ کی۔ غیر مقلدین نے شور مچایا کہ یہ کوفی نماز ہے ' یہ حنفی نماز ہے ' یہ نبوی نماز نہیں ' حالانکہ جس طرح پہاڑوں پر بارش ہوتی ہے اسے بارش کا پانی کہتے ہیں ' وہ پانی چاروں طرف سے جمع ہو کر دریا کی شکل میں بہنے لگا اب اسی پانی کو دریا کا پانی کہتے ہیں ' پھر میدانی علاقہ میں دریا سے دور دراز علاقہ میں پانی لے جانے کے لیے یہ پانی نہروں میں تقسیم ہوا اب اس کو نہر کا پانی کہتے ہیں۔اب کوئی عقل کا پورا یوں کہے کہ یہ نہر کا پانی ہے دریا کا نہیں ہے تو اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے علم و عقل سے بیزار ہو کر غیر مقلد ہونا ضروری ہے ورنہ جس میں عقل کا ذرہ بھی موجود ہو وہ اس بات کو کبھی نہیں مان سکتا۔

قرآن غلط ہے :۔

جب سے غیر مقلدین نے متواتر اور متوارث نماز کو غلط قرار دینے کی جسارت کی تو اہل دانش و بینش کا ماتھا اسی وقت ٹھنکا تھا کہ اب قرآن کو غلط کہنے کی باری بھی آئے گی۔ چنانچہ پچھلی صدی میں نماز غلط ہے ' نماز غلط ہے کا شور مچا ' کچھ عقل کے پورے انکے ساتھ مل گئے تو اب وہ دن بھی آگئے کہ مسلمان کہلانے والے شور مچائیں کہ آج تک جتنے قرآن چھپے وہ سب غلط ہی چھپتے رہے۔ پادری فانڈر نے میزان الحق میں، سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں ' پنڈت لیکھرام نے کلیات آریہ مسافر میں ' پادری رام چندر نے تحریف قرآن میں قرآن پاک کے بارے میں بہت لے دے کی مگر یہ دعویٰ وہ بھی نہ کر سکے کہ یہ قرآن بالکل غلط چھپ رہا ہے اور قرآن میں تقریباً ۲ صد جگہ غلطی چھپ رہی ہے چنانچہ جناب نذر الحق لون راولپنڈی والے آج کل قرآنی اغلاط کی اصلاح کے لیے بہت سرگرداں ہیں۔ نوائے وقت ۲ مارچ ۹۸ء میں آپ نے اس پر ایک تحریر چھپوائی بات صرف اتنی تھی کہ آیات قرآنی کی گنتی کے وقت بعض جگہ اہل فن قراء کرام کا اتفاق ہوا کہ جہاں آیت ختم ہے وہاں گول دائرہ O کا نشان دیا گیا بعض جگہ اہل فن قراء کرام کا اختلاف ہوا، مثلاً سات میں سے چار پانچ قراء یہاں آیت کو ختم مانتے ہیں باقی دو تین فرماتے ہیں کہ یہاں آیت ختم نہیں ہوئی تو اس جگہ گول دائرہ کی جائے ۵ کا ہندسہ لکھ دیتے ہیں تاکہ پتہ چلے کہ بعض قراء حضرات کے نزدیک یہاں آیت ختم ہے اور اوپر لا بھی لکھ دیتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ بعض قراء کے نزدیک یہاں آیت ختم نہیں ہوئی اور جب سے قرآن پاک پر اعراب اور آیات کے نشان لگے اس وقت سے آج تک اہل فن قراء حضرات کا اس پر اتفاق و اجماع چلا آرہا ہے اور اسی طرح قرآن لکھے جاتے رہے۔ قرآن پاک کے جن نسخوں میں آیات کو شمار کرنے کیلئے ہندسے لکھے جاتے ان میں بھی یہ ۵ اور ڈ کی رمز ہوتی جن میں ہندسے نہ لکھے جاتے ان میں بھی ہوتی۔

اختلاف کا حق :۔

جس طرح قانونی مسائل کی تشریح میں اجماع یا اختلاف کا حق صرف قانون دانوں کو ہے ، کسی کمہار کو یہاں ٹانگ اڑانے کا کوئی حق نہیں ، ڈاکٹری تحقیقات میں اجماع و اختلاف کا حق ماہر ڈاکٹروں کو ہے ان سے کوئی چمار اختلاف کرے تو اسے قطعاً کوئی حق نہیں اور نہ ہی کوئی سلیم العقل اس اختلاف کی طرف کان لگائے گا ، اسی طرح یہ مسئلہ قراء کرام سے متعلق ہے اس میں اجماع کا حق بھی ان کو ہے اور اختلاف کا حق بھی ان کو مگر جناب نذر الحق لون صاحب جو ایک کاتب ہیں وہ چودہ سو سال کے قراء کرام کے منہ آگئے ، یہ لطیفہ تو پڑھا تھا کہ کسی جلد ساز کو قرآن پاک کی غلطیاں درست کرنے کا شوق چرایا تو اس نے عصیٰ آدم کی اصلاح کر کے عصیٰ موسیٰ لکھ دیا اور خرَّ موسیٰ کی اصلاح خرَّ عیسیٰ سے کر دی تھی۔ اسی طرح کاتب موصوف نے نہ تو کسی سپریم کورٹ کے فیصلے کی اصلاح کی ہمت کی نہ ہی کسی معروف ڈاکٹری کی کتاب پر تبصرے کی جرأت کی ، بس قراء حضرات سے روٹھ کر قرآن پاک کی اصلاح پر اتر آئے اور سب مسلمانوں کو دعوت دی کہ اس کے بغیر آپ کا اعمال نامہ نامکمل رہے گا ، سب قراء کرام کے خلاف کاتب صاحب کا فیصلہ واضح اور مبرم حقیقت بن گیا اور جو اہل فن کے فیصلے پر قائم رہے اس پر ضدی ہونے کی پھبتی کس ڈالی لیکن یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ وہ ناواقف جو سانپ اور مچھلی میں تمیز نہ کر سکیں وہ تو کاتب کی بات کو شاید مبرم حقیقت سمجھ لیں مگر اہل فن کے سامنے یہ ساری بحث سعی لاحاصل ہے۔

دو سو میں سے صرف ایک کیوں ؟

جناب لون صاحب نے کہ دو سو (۲۰۰) اغلاط کی نشاندہی فرمائی ، مگر جب بات ثبوت پر آئی تو (۱۹۹) اغلاط سے درگزر فرمایا گیا ، صرف ایک پر زور قلم صرف کیا گیا

حالانکہ ان کا فرض تھا کہ ان دو سو مقامات میں سے ہر مقام کا غلط ہونا کتاب و سنت یا اجماع سے ثابت کرتے اور اگر نہیں کر سکتے تھے اور قیامت کی صبح تک نہ کر سکیں گے تو ان کو غلط کہنے سے توبہ کا اعلان عام اخبارات میں شائع کروا دیتے ' اللہ کرے دوسروں کو ضدی کہنے والے خود ضد سے کنارہ کشی کر کے توبہ کا اعلان کر دیں۔

دعویٰ کی وضاحت :۔

لون صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن پاک کی ۱۱۴ سورتوں میں سے سورۃ توبہ سے پہلے تو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے ہی نہیں باقی ۱۱۳ سورتوں سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے لیکن ۱۱۲ سورتوں سے پہلے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ ان سورتوں کی آیات میں شامل نہیں اس لیے ان سورتوں میں سے اس کے بعد O گول نشان دیا جائے گا مگر اس میں نمبر (۱) نہیں لکھا جائے گا ' البتہ سورۃ فاتحہ سے پہلے جو بسم اللہ ہے وہ سورۃ فاتحہ میں شامل ہے اس کے بعد (۱) لکھا جائے گا چنانچہ لکھا ہے " سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت بلا کسی شک کے بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی ہے اور آیت انعمت علیھم کے بعد رمز (ڶ) کو آیت قرار دینا غلط ہے " نیز لکھا ہے " سورۃ الفاتحہ کی بسم اللہ چونکہ سورۃ کا حصہ ہے اس لیے اس کے بارے میں قرآن پاک کی دوسری سورتوں کی بسم اللہ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا " اب لون صاحب کا فرض تھا کہ پہلے ۱۱۲ سورتوں سے پہلے بسم اللہ کے بارے میں ثابت کرتے کہ وہ کیوں سورۃ کا حصہ نہیں ؟ تاکہ ایک پیمانہ سامنے آجاتا پھر پہلی سورۃ کے اختلاف کو اس پیمانے پر پرکھ لیا جاتا ' مگر لون صاحب نے تو ۱۱۲ سورتوں کے بارے میں کوئی ثبوت نہ دیا البتہ یوں جھڑک دیا کہ فاتحہ کو باقی سورتوں پر قیاس نہ کرنا، لون صاحب دعوی کرتے وقت تو عرش کو چھوتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں مگر دلیل اور ثبوت کے وقت تحت الثریٰ میں تلاش کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

لون صاحب یہ جانتے ہوں گے کہ آنحضرت ﷺ سے جو بات اس طرح

ثابت ہو کہ نہ اس میں صور تا شبہ ہو نہ معنی اسے حدیث متواتر کہتے ہیں اس سے علم یقینی حاصل ہو تا ہے اس کا منکر کافر ہے علماء اسلام نے اس تواتر کی مثال میں قرآن اور نماز کا ذکر فرمایا ہے اور اگر ثبوت میں صور تا شبہ ہو تو صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں تو وہ خبر واحد کے درجہ میں ہو مگر تابعینؒ اور تبع تابعین کے زمانہ میں اس کی خوب شہرت ہو گئی ' اسے حدیث مشہور کہتے ہیں۔ اس سے علم طمانیت حاصل ہو تا ہے اس کا منکر گمراہ ہے اور اگر صور تا اور معناً شبہ ہو تو اسے خبر واحد کہتے ہیں یہ وجب عمل ہوتی ہے جناب نے جو دعویٰ فرمایا کہ سورۃ الفاتحہ کی پہلی آیت بلا کسی شک کے بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی ہے 'اس سے معلوم ہو تا ہے کہ اس دعویٰ پر آپ کوئی متواتر حدیث پیش کریں گے۔ مگر جناب کی بلا جانے کہ دعویٰ اور دلیل میں مطابقت کیسے ہوتی ہے یہاں آپ کے دعویٰ پر نہ حدیث متواتر ' نہ حدیث مشہور بلکہ خبر واحد بھی صحیح نہیں بلکہ اس کے خلاف احادیث صحیحہ موجود ہیں۔

پہلی دلیل :

لون صاحب کی پہلی دلیل یہ ہے کہ "نزول قرآن سے لے کر آج تک امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ سبعاً من المثانی سورۃ الفاتحہ ہی کا نام ہے" مزید فرماتے ہیں کہ سورۃ الفاتحہ کی سات آیات ہونے میں کوئی اختلاف نہیں" یہ دونوں باتیں درست ہیں مگر اس میں یہ کیسے ثابت ہوا کہ ان سات آیات میں سے پہلی آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے۔ حضرت ابو سعید بن المعلی کو جب حضور ﷺ نے بتایا کہ قرآن میں اعظم سورۃ کونسی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا : الحمد للہ رب العالمین ھی السبع المثانی و القرآن العظیم (بخاری ج ۱/ص ۲۴۲ ' ۲۶۹ ج ۲/ص ۶۴۹ ' ۷ ابن ماجہ ص ۲۶۸ ' ابو داؤد ج ۱/ص ۱۰۵ ' نسائی ج ۱/ص ۱۴۵) دیکھئے ! یہ صاف حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے جب فاتحہ کو سبع مثانی فرمایا تو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی ہی نہیں۔

الحمد للّٰہ رب العالمین سے لے کر آخر سورۃ تک سبع مثانی فرمایا '
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الحمد للّٰہ رب العالمین ام القرآن ' ام الکتاب اور سبع مثانی ہے ۔ (مسند احمد ج ۲/ص ۴۴۸ ابو داؤد ج ۱/ص ۳۰۵ 'بیہقی ج ۲/ص ۳۷۶) حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تجھے ایسی سورۃ نہ بتاؤں کہ ایسی نہ توراۃ میں نازل ہوئی نہ انجیل میں اور نہ باقی قرآن میں پھر جب حضرت ابی بن کعبؓ نے پوچھا کہ وہ کون سی سورۃ ہے ؟ فرمایا کہ تو نماز کس سورۃ سے شروع کرتا ہے ؟ میں نے کہا : فاتحۃ الکتاب سے ' فرمایا یہی یہی اور یہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے (ابن خزیمہ ج ۱/ص ۲۵۲) یہاں بھی بسم اللہ کو اس میں شامل نہ فرمایا بلکہ یوں کہو کہ بسم اللہ کے فاتحہ میں سے ہونے کی نفی ہو گئی کیونکہ بسم اللہ الرحمن الرحیم تو آپ سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام پر بھی نازل ہوئی اور باقی قرآن میں بھی ۱۱۲ مرتبہ نازل ہوئی ۔ دوسری حدیث میں خود حضرت ابی بن کعبؓ سے وضاحت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ نماز کی قرأت کہاں سے شروع کرتے ہو ؟ میں نے عرض کیا الحمد للّٰہ رب العالمین سے آخر سورۃ تک 'آپ ﷺ نے فرمایا یہی سبع مثانی ہے اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا (مؤطا امام مالک ص ۲۸)

دیکھئے آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ سات آیات کو الحمد للّٰہ رب العالمین سے شروع کرتے ہیں لیکن لون صاحب نہ نبی کی مانیں نہ صحابہ کی ' وہ بسم اللہ کو داخل کئے بغیر چین ہی نہیں لیتے 'لون صاحب اس بات پر بھی غور فرمائیں کہ سبع مثانی میں سبع کا معنی سات ہے اور مثانی اس لیے کہتے ہیں کہ یہ نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی دوسری رکعت کے لیے اٹھتے تو قرأت الحمدللّٰہ رب العالمین سے شروع فرماتے اور ذرا بھی سکوت نہ فرماتے ۔ (مسلم ج ۱/ص ۲۱۹ 'الحاکم ج ۱/ص ۲۱۶ وقال

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ۔)اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ آپ ﷺ بسم الله الرحمن الرحيم کو دوسری رکعت میں نہیں دہراتے تھے تو یہ سبع مثانی میں کیسے شامل ہو سکتی ہے؟ ہاں جب سے اسلام میں نماز شروع ہے اس دن سے آج تک امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ غير المغضوب عليهم ولا الضالين آیت ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے اس میں بلاشبہ کوئی اختلاف نہیں۔

بسم اللہ کا جہر نہ کرنا

نزول قرآن سے آج تک امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ سورۃ نمل کا وہ حصہ جس میں انه من سليمان و انه بسم الله الرحمن الرحيم ہے امام جہری نماز میں پڑھتا ہے تو اس بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھتا ہے کیونکہ یہ سورۃ نمل کا حصہ ہے اور اس میں شامل ہے اگر بسم اللہ سورۃ فاتحہ میں بھی شامل ہوتی تو ہر جہری رکعت میں اس کا بھی باقی آیات کی طرح بلند آواز سے پڑھنا ضروری تھا لیکن حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ بلاشبہ نبی اکرم ﷺ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نماز الحمد لله رب العالمين سے شروع فرماتے تھے یہ حدیث بخاری و مسلم نے نقل کی ہے اور مسلم نے یہ الفاظ زیادہ نقل کئے ہیں اور یہ حضرات قرأت کے شروع اور آخر میں بسم الله الرحمن الرحيم ذکر نہیں فرماتے تھے۔(بخاری ج ۱/ص ۱۰۳، مسلم ج ۱/ص ۱۷۲) حضرت انسؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ہمراہ نماز پڑھی، میں نے ان میں سے کسی ایک سے بھی نہیں سنا جو بسم الله الرحمن الرحيم پڑھتے ہوں۔ (مسلم ج ۱/ص ۱۷۲) حضرت انسؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ ابو بکرؓ عمرؓ عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی میں نے ان میں سے کسی ایک سے بھی نہیں سنا کہ بسم الله الرحمن الرحيم اونچی آواز سے پڑھتے ہوں۔ (نسائی ج ۱/ص ۱۴۵) حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول

اللہ علیہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سب بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھتے تھے (مجمع الزوائد ج ۲/ص ۱۰۸) حضرت ابو وائل فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اعوذباللہ بسم اللہ اور آمین اونچی آواز سے نہیں کہتے تھے۔ (طبرانی کبیر ج ۹/ص ۲۹۳) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ایسے شخص کے بارے میں جو بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتا فرمایا کہ یہ گنوار پن ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ خود اور ان کے اصحاب میں سے کوئی بھی بسم اللہ اونچی آواز سے نہیں پڑھتا تھا۔ (کتاب الآثار محمد ص ۲۲) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ بسم اللہ کا بلند آواز سے پڑھنا یہ گنواروں کا فعل ہے۔ (طحاوی ج ۱/ص ۱۴۰) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر میں بھی بسم اللہ بلند آواز سے پڑھوں تو گنوار ہوں۔ (نصب الرایہ ج ۱/ص ۳۴۸) امام حسن بصری بھی فرماتے تھے کہ جہرا بسم اللہ گنواروں کا فعل ہے (نصب الرایہ) اس طرح کی بہت سی احادیث ہیں جن سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی آیت نہیں ورنہ وہ بھی بلند آواز سے پڑھی جاتی، بلکہ وہ تعوذ اور آمین کی طرح فاتحہ سے الگ ہے۔ لون صاحب نے ایک احتمال خلاف دلیل بھی ہے کہ آہستہ پڑھنے کی صراحت گزر چکی ہے اور یہ احتمال یہ نکالا ہے کہ شاید وہ پڑھتے ہی نہ ہوں یہ احتمال ان کے لیے سخت نقصان دہ ہے کہ وہ اسی لیے نہیں پڑھتے تھے کیونکہ یہ فاتحہ کا حصہ نہیں تھی۔

حدیث قدسی :۔

خداوند قدوس فرماتے ہیں : میں نے صلوٰۃ (فاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مانگا، جب بندہ الحمد للّٰہ رب العالمین کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : میرے بندے نے میری حمد بیان کی اور جب بندہ الرحمن الرحیم کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : میرے بندے نے میری ثناء بیان کی اور جب بندہ مالك یوم الدین کہتا ہے تو

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی اور جب بندہ اياك نعبد و اياك نستعين کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : یہ (آیت) میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مانگا، جب بندہ اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مانگا۔ (موطا مالک ص ۲۹ ' موطا محمد ص ۹۳، عبد الرزاق ج ۲/ص ۱۲۹، حمیدی ج ۲/ص ۴۳۰ ' احمد ج ۲/ص ۲۴۱ ' مسلم ج ۱/ص ۱۷۰، ابن ماجہ ص ۲۶۸ ' ابو داؤد ج ۱/ص ۱۱۹ ' ترمذی ج ۲/ص ۱۱۹ ' نسائی ج ۱/ص ۱۴۴ ابن خزیمہ ج ۱/ ۲۵۲ ' ابو عوانہ ج ۲/ص ۱۶۲ ' دار قطنی ج ۱/ص ۱۱۸ ' بیہقی ج ۲/ ص ۳۷۵ ' شرح السنہ ج ۳/ص ۴۷) اس حدیث قدسی میں خود خداوند قدوس نے فاتحہ کو اپنے اور بندے کے درمیان دو برابر حصوں میں تقسیم فرمایا اياك نعبد واياك نستعين درمیان والی آیت ہے جو اللہ تعالے اور بندے میں مشترک ہے ' تین آیات اس سے پہلے ہیں اور تین آیات اس کے بعد ہیں یہ تین جب ہی بنیں گی کہ رمز (ۃ) کو تسلیم کیا جائے ورنہ لون صاحب نستعین کے بعد تین آیات پر نشان لگائیں ' ہاں اللہ کے سامنے کوئی ضد کرلے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔

بدعت :۔

حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ کے بیٹے نے کہا کہ میرے والد نے سنا میں نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ رہا تھا تو انہوں نے مجھے کہا : اے میرے بیٹے! یہ (دین میں) نئی بات ہے اور تم نئی بات سے بچو اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ جس کے نزدیک اسلام میں نئی بات پیدا کرنے سے زیادہ کوئی چیز بری ہو اور (میرے والد نے) کہا : تحقیق میں نے نبی اکرم ﷺ ابو بکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ کے ہمراہ نماز پڑھی ہے میں نے ان میں سے کسی کو بھی نہیں سنا جو یہ (اونچی

آواز سے) پڑھتا ہو تو تم بھی یہ (اونچی آواز سے) نہ پڑھو، جب تم نماز پڑھو **الحمد للّٰہ رب العالمین** کہو۔ (مسند ابی حنیفہ ص ۵۸، عبدالرزاق ج ۲/ص ۵۸، ابن ابی شیبہ ج ۱/ص ۴۱۰، احمد ج ۴/ص ۸۵، ج ۵/ص ۵۴، ابن ماجہ ص ۵۹، ترمذی ص ۵۷، نسائی ج ۱/ص ۱۴۴، طحاوی ج ۱/ص ۹۹، بیہقی ج ۲/ص ۵۲) اب ظاہر ہے کہ اگر بسم اللہ فاتحہ کی آیت ہوتی تو اس کا فاتحہ کے ساتھ بلند پڑھنا کیوں بدعت کہلاتا، حضرت مغیرہ فرماتے ہیں کہ امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے تھے کہ امام کا بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنا بدعت ہے۔ (ابن ابی شیبہ ج ۱/ص ۴۱۱) اثرم نے ابراہیم نخعیؒ سے روایت کیا ہے کہ میں نے کسی کو جراً بسم اللہ پڑھتے نہیں پایا اور بسم اللہ جراً پڑھنا بدعت ہے (نصب الرایہ ج ۱/ص ۳۵۸)

آیت کا حوالہ :۔

اس بات پر اتفاق چلا آ رہا ہے کہ قرآن پاک کی آیت کا اگر حوالہ بیان کرنا ہو تو یا تو پوری آیت پڑھتے ہیں یا شروع سے پڑھ کر (الآیۃ) کہہ دیتے ہیں یہ کبھی نہیں ہوا کہ حوالہ میں آیت کا آخری حصہ پڑھا گیا ہو اور شروع سے چھوڑ دیا گیا ہو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام تکبیر کہے تم تکبیر کہو جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب **غیر المغضوب علیهم ولا الضالین** پڑھے تم آمین کہو (صحیح ابو عوانہ ج ۲/ص ۱۳۳) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب **غیر المغضوب علیهم ولا الضالین** پڑھے تم آمین کہو (ابن ماجہ ص ۶۱) آپ ﷺ نے **غیر المغضوب علهیم ولا الضالین** پڑھ کر حوالہ دیا۔ (بخاری ص ۱۰۸ ج ۱، ج ۱/ص ۴۵۸، ج ۲/ ۶۴۲ **عن ابی هریرة و عنه مسلم** ج ۱/ص ۱۷۷، **و عنه مجمع الزوائد** ج ۲/ص ۱۱۳،

وعن سمرة بن جندبؓ مجمع الزوائد ج ۲/ص ۱۱۳) ان احادیث سے صاف معلوم ہوا کہ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین مکمل آیت ہے اور یہی رمز (ﮯ) ہے۔ لون صاحب ان سب احادیث کے خلاف اب یہ دلیل دے رہے ہیں کہ سعودیہ نے جو غیر مقلدین کا ترجمہ قرآن چھاپا ہے غیر مقلدین نے بسم اللہ پر (۱) کا نشان دیا ہے ' پہلی بات تو یہ ہے کہ اس سے قبل جتنے قرآن مکہ مدینہ میں لکھے گئے یا چھپے ان میں یہ نہیں تھا اب پندرھویں صدی میں غیر مقلدین نے اگر یہ حرکت کی ہے تو کیا ان کی اس حرکت سے چودہ سو سالوں کے قرآن کو غلط کہا جائے گا ' دوسرا یہ کہ خود اسی قرآن پاک کے حاشیہ پر لکھا ہے ''بسم اللہ کی بابت اختلاف ہے کہ آیا ہر سورۃ کی مستقل آیت ہے یا ہر سورۃ کی آیت کا حصہ ہے یا صرف سورۃ فاتحہ کی ایک آیت ہے یا کسی بھی سورۃ کی مستقل آیت نہیں ہے ' اسے صرف دوسری سورتوں سے ممتاز کرنے کے لیے ہر سورۃ کے آغاز میں لکھا جاتا ہے، قراء مکہ وکوفہ نے اسے سورۃ فاتحہ سمیت ہر سورۃ کی آیت قرار دیا ہے جب کہ قراء مدینہ بصرہ اور شام نے اسے کسی بھی سورۃ کی آیت تسلیم نہیں کیا'' لون صاحب! جناب کا مؤقف سب کے خلاف ہے۔ غیر مقلدوں والا قرآن جواب ادھر سے چھپا ہے ' اس میں بھی قرآن کے چودہ سو سالہ اجماع کی مخالفت کی گئی ہے ' اگر انہوں نے قراء کوفہ مکہ کا قول لیا تھا تو ہر سورۃ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد (۱) دیتے اور اگر انہوں نے قراء مدینہ بصرہ ' شام کا قول لیا تھا تو فاتحہ کے شروع میں بھی یہ حرکت نہ کرتے بہر حال ان کا یہ طرز چودہ سو سال کے قراء کے اجماع کی مخالفت ہے ' لون صاحب کی شذوذ پسند طبیعت بھی اس طرف مائل ہوگئی اور من شذ شذ فی النار کی وعید کی ذرہ بھر پرواہ نہ کی۔

جوابِ آں غزل :۔

لون صاحب نے قسط دوم یعنی جواب الجواب میں کچھ روایات پیش کی ہیں '

موصوف اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم اس مرض میں مبتلا تھی کہ ان کے لینے کے باٹ اور ہوتے تھے اور دینے کے اور ' موصوف نے مولانا عبدالوحید حنفی مدظلہ کو تو دھمکا دیا ہے کہ ''مصنف عبد الرزاق ' مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ کتب بیہقی ' طحاوی ، طبرانی طبقہ ثالثہ کی کتابیں ہیں ' ان میں صحیح حسن ضعیف ' معروف شاذ منکر ' خطاء صواب ' ثابت اور مقلوب سب کچھ شامل ہے '' لیکن خود جو روایات نقل فرمائی ہیں ان کے بارے میں فرماتے ہیں '' یہ سب روایات تفسیر کبیر میں امام رازیؒ نے شیخ ابی اسحاق ثعلبیؒ کی تفسیر سے مع شیئی زائد نقل کی ہیں '' یہ نہ فرمایا کہ ثعلبی کی کتابیں کس طبقہ کی ہیں۔

اجمالی تبصرہ :۔

مولوی عبد الرؤف صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی فرماتے ہیں ''بسم اللہ جہراً پڑھنے کے بارے میں بعض ضعیف اور متعدد سخت ضعیف اور من گھڑت قسم کی روایات سنن دار قطنی وغیرہ میں موجود ہیں ابن تیمیہؒ اور زیلعیؒ نے بھی ذکر کیا ہے کہ دار قطنیؒ جب مصر تشریف لے گئے تو بعض مصریوں نے ان سے بسم اللہ جہراً پڑھنے کے بارے میں ایک مستقل رسالہ تالیف کرنے کی درخواست کی۔ انہوں نے جب رسالہ تالیف کر لیا تو کسی مالکی عالم نے ان سے سوال کیا کہ وہ یہ بتائیں کہ اس رسالے میں کتنی صحیح روایات ہیں ؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس بارے میں جتنی بھی مرفوع حدیثیں ہیں وہ سب کی سب غیر صحیح ہیں ' رہے آثار صحابہؓ تو ان میں بعض صحیح ہیں اور بعض ضعیف ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کی معرفت اور جان پہچان رکھنے والے اس امر پر متفق ہیں کہ بسم اللہ جہراً پڑھنے کے بارے میں کوئی صحیح صریح روایت نہیں اور نہ ہی مشہور سنن کے مؤلفین مثلاً ابو داؤد ' ترمذی اور نسائی نے اس بارے میں کوئی حدیث روایت کی ہے ' اس کو جہراً پڑھنے کا ذکر من گھڑت روایات میں ملتا ہے جن کو ثعلبی ' ماوردی اور ان جیسے مفسرین نے ذکر کیا ہے یا پھر یہ

روایات ان فقہاء کی کتب میں ملتی ہیں جو موضوع اور غیر موضوع روایات میں تمیز نہیں کرتے بلکہ ہر قسم کی احادیث سے حجت لے لیتے ہیں۔

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ سفر و حضر میں ہر دن اور رات میں پانچوں مرتبہ اگر بسم اللہ کو جہراً پڑھتے تو یہ خلفاء راشدینؓ اور آپ کے صحابہؓ پر مخفی نہ رہتا، یہ (مخفی رہنا) المحل المحال میں سے ہے حتی کہ اس مسئلہ کے ثبوت کیلئے مجمل الفاظ اور انتہائی ضعیف احادیث کا سہارا لیا جاتا ہے اس مسئلہ کی صحیح احادیث صریح نہیں ہیں اور صریح حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔ (زاد المعاد ج ۱/ص ۲۰۷ حوالہ حاشیہ صلوۃ الرسول ص ۳۵۵) نیز لکھتے ہیں: "مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ اور خلفاء ثلاثہؓ بسم اللہ کو جہراً نہیں بلکہ سراً پڑھتے تھے" بلکہ امام ترمذی حدیث عبد اللہ بن مغفلؓ کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ "اسی پر نبی ﷺ کے اکثر صحابہؓ جن میں ابو بکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ وغیرہ ہیں اور تابعین کا عمل ہے سفیان ثوریؒ ابن مبارکؒ، احمدؒ اور اسحاقؒ کا بھی یہی قول ہے یعنی وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم جہراً پڑھنے کے قائل نہیں اور ان کا کہنا ہے کہ اس کو آہستہ پڑھا جائے (ترمذی ج ۲/ص ۱۴ مع التحفہ)۔ فقہاء دین میں سے حنفیہ اور حنابلہ کا یہی مذہب ہے (ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱/ص ۲۹۱، مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۴۷۸) کبار اور محققین علماء بھی اسی طرف گئے ہیں کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نماز میں سراً پڑھنا چاہئے جن کے اسماء گرامی مع حوالہ جات کتب درج ذیل ہیں۔

ابن العربی (عارضۃ الاحوذی ج ۱/ص ۴۴، ۴۶)، ابن تیمیہ (فتاویٰ ج ۲۲ /ص ۴۱۰) زیلعی (نصب الرایہ ج ۱/ص ۳۲۸، ۳۶۳)، سید نذیر حسین محدث دہلوی و شمس الحق محدث ڈیانوی (تعلیق المغنی ج ۱/ص ۳۱۵، ۳۱۶) البانی (صفۃ الصلاۃ ص ۷۷) ابن باز (حاشیہ فتح الباری ج ۲/ص ۲۲۹) شعیب و عبد القادر

(تحقیق زاد المعاد ج ۱/ص ۲۰۶ بحوالہ حاشیہ صلوٰۃ الرسول ص ۳۵۴)

روایت ام سلمہؓ :۔

لون صاحب لکھتے ہیں : "حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فاتحہ پڑھتے تو بسم الله الرحمن الرحيم کو ایک آیت بناتے اور الحمد لله رب العالمين کو دوسری آیت قرار دیتے۔ الرحمن الرحيم کو تیسری مالك يوم الدين کو چوتھی اياك نعبد واياك نستعين کو پانچویں ' اهدنا الصراط المستقيم کو چھٹی صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين کو ساتویں علامہ ذہبی اس حدیث کے راوی عمر بن ہارون کے بارے میں فرماتے ہیں اجمعوا على ضعفه وقال النسائی متروك (تلخیص مستدرک ج ۱ ص ۲۳۲) پھر باوجود انتہائی ضعیف ہونے کے اس مشہور حدیث قدسی کے خلاف کہ فاتحہ اللہ اور بندے میں برابر تقسیم ہے یہاں اللہ تعالیٰ کے لیے ساڑھے چار آیات ہوئیں اور بندے کے لیے اڑھائی کیا اس کو نصف نصف کہتے ہیں لیکن لون صاحب ! میں نہ مانوں کا کیا علاج ؟

سیدنا معاویہؓ :۔

جناب نے لکھا ہے کہ "امیر معاویہؓ" مدینہ منورہ میں آئے اور لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی ' معاویہؓ نے جماعت کرائی ، جب اس میں سورۃ فاتحہ پڑھی تو بسم اللہ کو جہراً نہ پڑھا تو ہر گوشہ سے آواز بلند ہوئی ' بسم الله الرحمن الرحيم یعنی معاویہؓ بھول گئے تو امیر معاویہؓ نے ام القرآن کو دوبارہ پڑھا۔ آگے جناب نے لکھا ہے کہ یہ روایت صحابہؓ کے اجماع پر دلالت کرتی ہے ' یہ سب بے سند اور من گھڑت بات ہے اس کی سند کا مدار ابن خیثم پر ہے یحییٰ بن معین فرماتے ہیں : ليس بشىء پھر اس کی سند میں بھی اضطراب ہے اور متن میں بھی ' اس کا راوی الاسلمی بھی مکشوف الحال

اور یحییٰ بن سلیم بھی کثیر الوہم اور سیئی الحفظ ہے۔ (الجوہر النقی) اسماعیل بن عیاش کی روایت بھی اہل حجاز سے قابل رد ہے اور متن کا یہ حال ہے کہ بیہقی میں ہے نہ بسم اللہ پڑھی نہ تکبیرات انتقال کہیں (ج ۲/ص ۵۰) اور دار قطنی میں ہے کہ نہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھی نہ فاتحہ کے بعد سورۃ سے پہلے اور نہ ہی تکبیرات انتقال کہیں (ج ۱/ص ۳۱۱) اور حاکم میں ہے کہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ جہراً پڑھی اور سورۃ سے پہلے نہیں پڑھی اور نہ ہی تکبیرات انتقال کہیں (ج ۱/ ۲۳۳) امام شافعیؒ نے الام ج ۱/ص ۹۳ پر بھی یہی روایت کیا ہے کہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھی اور سورۃ سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھی نہ ہی تکبیرات انتقال کہیں اور عبدالرزاق میں ہے کہ نہ بسم اللہ پڑھی اور نہ ہی تکبیرات انتقال کہیں (ج ۲/ص ۹۲) لون صاحب! ہمارے نزدیک تو اس واقعہ کی کوئی بھی سند صحیح یا حسن نہیں ہے۔ آپ کے ہاں اگر صحیح ہے تو آپ یہ بھی اعلان کریں کہ **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ہر سورۃ میں شامل ہے' اس پر مہاجرین' انصار اور صحابہ کرام کا اجماع ہے' **افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض** پر تو عمل نہ کریں۔

الغرض جناب کی پیش کردہ روایات میں سے ایک بھی صحیح نہیں' اگر ہمت ہے تو ایک ہی صحیح صریح حدیث پیش کریں کہ بسم اللہ فاتحہ کا حصہ ہے مگر باقی سورتوں کے شروع کی بسم اللہ ہرگز ہرگز ان سورتوں میں شامل نہیں۔ ہمیں اس کا انتظار رہے گا۔

آخر میں گزارش ہے کہ مسلمانوں میں اتحاد کی ضرورت ہر زمانہ میں رہی ہے لیکن اس زمانہ میں تو اس کی ضرورت اور اہمیت بہت بڑھ چکی ہے' اس زمانہ میں نئے نئے اختلافات چھیڑنا دین کی کوئی خدمت نہیں' البتہ دین بیزار طبقہ کو دین پر تضحیک کا موقع دینا ہے' اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین حق پر استقامت عطا فرمائیں اور مسلمانوں میں انتشار کی بجائے اتحاد پیدا کرنے والا بنائیں۔

تعویذات کے متعلق مولانا سخی داد کی کتاب پر ایک نظر

آغاز سخن

حامدًا و مصلّیًا و مسلّمًا اما بعد :

حضرت مولانا سخی داد خوستی مدظلہ جامعہ خیر المدارس تشریف لائے اور تعویذات کے بارے میں کچھ تبادلۂ خیال فرمایا اور آخر میں فرمایا کہ اس بارے میں چند سوالات بھیجوں گا ان کے تحریری جوابات دیں، میں ان جوابات کی روشنی میں اس مسئلہ پر ایک کتاب لکھوں گا۔ چنانچہ آپ نے اٹھارہ کے قریب سوالات ارسال فرمائے، ان کے مختصر جوابات ۴ ذوالحجہ ۱۴۱۶ھ کو بھیج دیئے گئے۔ اب ۱۰ ذی القعدہ ۱۴۱۸ھ کو حضرت نے اپنی کتاب ''تعویذات کے متعلق صاف صاف باتیں'' ارسال فرمائی جس کا بہت بہت شکریہ۔ کتاب کا نام پڑھ کر یہی دل میں آیا کہ مسئلہ واقعی صاف فرمادیا ہوگا لیکن کتاب کے مطالعہ کے بعد حضرت سے ہم اس بات پر اتفاق نہ کر سکے۔ خیر ہمارے اتفاق کرنے یا نہ کرنے سے مسئلہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا، نہ ہی مجھے تعویذوں کا شوق ہے اور نہ ہی میرا یہ کاروبار ہے کہ اس کتاب سے اس میں کوئی فرق آئے گا، البتہ کتاب کے مطالعہ سے ایک بات شدت سے محسوس ہوئی کہ اس دین بیزاری کے دور میں کتنے لوگ بہت سے اچھے اچھے بزرگوں سے بھی بدظن ہو جائیں گے اور دین بیزار لوگوں کو پروپیگنڈے کا ایک بہانہ مل جائے گا کہ دیکھو فلاں بڑے بڑے علماء بھی شرک پھیلاتے رہے اور فلاں بڑے بڑے حضرات اس شرک پر خاموش رہے اور معاذاللہ الساکت عن الحق

شیطان اخرس کا کردار ادا کرتے رہے تو ایسے علماء جن کا اپنا دین ٹھیک نہیں تھا وہ دوسروں کو کب صحیح دین بتائیں گے ؟ اور جب علماء سے ہی بدگمانی ہو گئی پھر یہی بدگمانی نفرت بنے گی اور پھر عداوت تک پہنچے گی اور عوام دین سے بیزار ہوتے جائیں گے اور یہی کہیں گے :

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

علماء حق سے نفرت وعداوت کا کام دین بیزار طبقہ پوری قوت سے کر رہا ہے۔
اللہ کرے کہ ہم اگر ان دین بیزار لوگوں کا توڑ نہیں کر سکتے تو کم از کم سہارا تو نہ دیں۔

ایک واقعہ :۔

حضرت صاحب السیف مفتی بشیر احمد صاحب پسروری قدس سرہ حضرت سلطان العارفین شیخ التفسیر حضرت اقدس مولانا احمد علی صاحب لاہوری نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ حضرت ہی کے فرمان پر میں نے حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ سے بیعت کا تعلق جوڑا، اس مناسبت سے حضرت پسروری رحمہ اللہ مجھ پر بہت ہی شفقت فرماتے تھے، کئی سفروں میں حضرت کی خدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت مولانا سخی داد مدظلہ العالی نے اس مسئلہ میں جو حق سمجھا وہ صاف صاف بیان فرمادیا، میں مولانا کا یہ مضمون پڑھ رہا تھا اور حضرت پسروری رحمہ اللہ کی شفقتیں یاد آرہی تھیں، حضرت اقدس لاہوری برد اللہ مضجعہ کی محفلیں یاد آرہی تھیں، آہ! یہ لوگ دنیا سے چلے گئے اور دنیا اندھیر ہوتی جارہی ہے۔ ایک مولانا خوستی مدظلہ کا نظریہ ہے، اس کے برعکس حضرت مولانا پسروری رحمہ اللہ نے ایک دن بار بار اصرار فرمایا کہ دو تین اچھے دیندار عامل ہیں جو عالم بھی ہیں، سکول سے چھٹیاں ہو رہی ہیں میں تمہیں ان کے حوالے کر دوں گا، یہ کام سیکھ لو۔ میں نے عرض کیا : حضرت! اس کا کیا فائدہ ؟ چونکہ حضرت سے تھوڑی سی بے تکلفی بھی تھی میں نے عرض کیا : حضرت مجھے تو مطالعہ کا شوق ہے، مجھے کوئی نئی کتاب مل

جائے تو میں جب تک اس کا مطالعہ مکمل نہ کر لوں اپنے بیوی بچوں میں نہیں بیٹھ سکتا اور تعویذات کا کام شروع کر دیا تو علاقہ بھر کے مرد و عورتیں آئیں گے، میں مطالعہ کس طرح کر سکوں گا؟ فرمایا: یہ تو میں نہیں کہتا کہ مطالعہ وغیرہ کو چھوڑ کر اسی کام کے ہو جانا لیکن یہ بھی اس زمانہ کی ضرورت ہے۔ میں نے عرض کیا: حضرت! ضرورت؟ فرمایا: ہاں ضرورت ہے، اس کیلئے وقت نکالو۔ فرمایا: بالکل ٹھیک ہے اور تجھے اس کی ضرورت کا احساس نہیں کیونکہ تو نے کبھی اس ماحول پر غور نہیں کیا، اچھے اچھے لوگ بھی بعض اوقات آسیب وغیرہ اور سحر کے سلسلہ میں اس کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں پھر وہ ایسے لوگوں کی طرف بھی جانے پر مجبور ہوتے ہیں جن کے عقائد بھی صحیح نہیں ہوتے اور اعمال بھی، اور لوگ ان کے پاس جانے کی وجہ سے بعض عقائد میں اور اکثر عمل میں غلط ہو جاتے ہیں۔ فرمایا: میں ایک علاقہ میں گیا، وہاں ایک عیسائی دم کرتا تھا، لوگ کہتے ہیں کہ آج کل کے مولویوں سے تو یہ عیسائی اچھا ہے جس کے دم سے مجھے آرام آگیا۔ اگر ہم جائز طریقہ سے ان کی ضرورت پوری نہیں کرتے تو وہ لوگ روافض اور دیگر اہل الحاد و بدعت کے پاس جاتے ہیں، ان کے پاس جانے سے ایمان و اعمال خراب نہ ہوں تو کمزور ضرور ہو جاتے ہیں، اس لئے اپنے اہل سنت عوام کے ایمان و عمل کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ ہم میں سے کچھ لوگ اس ضرورت کے کفیل بنیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ کا فرمان بجا مگر دوسروں کے ایمان و عمل کی حفاظت کی جائے پہلے یہی خطرہ ہے کہ مجھ میں غلطیاں آجائیں تو پرائے شگون میں اپنی ناک آدمی کیوں کٹوائے؟ فرمایا: غلط کاروں کے مقابلہ میں کوئی صحیح آدمی نہ بیٹھے گا تو ان غلط کاروں کا توڑ کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا: ہمارے بزرگوں نے کبھی اس کو کاروبار نہیں بنایا مگر بوقت ضرورت بقدر ضرورت اس کو نبھایا ہے تاکہ لوگ غلط کاروں کے پاس جا کر عقائد و اعمال کو برباد نہ کریں۔ اگرچہ اس وقت مجھے اس بات کا انشراح نہ ہو سکا لیکن بعد میں واقعی بعض

مواقع ایسے آئے کہ مجھے حضرت کی شفقت یاد آئی اور میں کہنے پر مجبور ہوا کہ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔ مولانا خوستی بھی یہی چاہتے ہیں کہ اہل اسلام کے عقائد و اعمال صحیح رہیں لیکن وہ ناجائز کے ساتھ جائز کو بھی حرام تک پہنچاتے ہیں اور اس کا نام سد ذرائع رکھتے ہیں۔ دوسری طرف یہ حضرات ہیں جنھوں نے ہزاروں انسانوں کی اصلاح فرمائی، ان کا فرمان یہ ہے کہ جائز سے ہی ناجائز کا توڑ کرنا چاہئے۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ یہ حضرات، حضرت لاہوریؒ حضرت تھانویؒ، حضرت مدنیؒ حضرت کاشمیریؒ، حضرت پسروریؒ اور ان جیسے ہزاروں بزرگ جنھوں نے اپنی انتھک محنتوں سے ملکوں کی اصلاح کی اور ان کے اس کارنامے کا انکار دوپہر کے سورج کا انکار ہے، اور دوسری طرف ایسا آدمی ہو جو ساری زندگی میں اپنی بھی اصلاح نہ کر سکا۔ یہ بھی خداوند قدوس کا احسان ہے کہ ان حضرات کی یاد آجاتی ہے اور یہی اس دین بیزار دور میں ایمان کا سہارا ہے۔

ماہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم الا حدیث یار کہ تکرار مے کنیم

ان حضرات کی مجلسوں کی یاد اور ان حضرات کے ملفوظات ہی ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہیں۔

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

اگر چہ مولانا خوستی نے فرمایا ہے کہ یہ حضرات دلیل نہیں مگر مولانا! یہ حضرات منعم علیہم ہیں جن کی رہنمائی میں ہم صراط مستقیم پر چل سکتے ہیں، ان سے اعتماد اٹھ جائے تو دین کہاں؟ خلاصہ یہ ہے کہ جس مسئلہ پر مولانا نے زور قلم صرف فرمایا ہے وہ مسئلہ اتنا اہم نہیں جتنا اکابر پر اعتماد کا ہونا اہم ہے، دین کی بہار ان کے اعتماد سے ہی ہے۔ حضرت! اگر آپ کا خیال ہے کہ اکابر کے اعتماد سے لوگوں کو نکال کر آپ اپنے اعتماد میں لے سکیں گے تو ایں خیال ست و محال ست و جنوں اور اگر یہ خیال ہے کہ میں لوگوں کو ان اکابر کے اعتماد سے نکال کر قرآن، سنت کے دامن میں

لارہا ہوں تو یہ بات بھی آپ کی اپنی نہیں ہے، پرویز کا نعرہ یہی ہے کہ میں محدثین کے اعتماد سے نکال کر لوگوں کو قرآن کے اعتماد میں لارہا ہوں اور غیر مقلدین بھی یہی بولی بولتے ہیں کہ ہم لوگوں کو ائمہ اربعہ کے اعتماد سے نکال کر سنت نبویؐ کے اعتماد میں لارہے ہیں اور اہل سنت کا تو یہی نعرہ ہے کہ کتاب و سنت کی صحیح تفسیر ان حضرات کا متوارث تعامل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خود رائی (اعجاب کل ذی رای برایه) کے فتنہ سے محفوظ رکھیں اور اس سے حفاظت کا صرف اور صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ اکابر کے متوارث تعامل کے قلعہ میں پناہ گزین ہو جائیں۔

صاف صاف بات :۔

جو شخص بھی اس دنیا میں آیا اس نے ایک نہ ایک دن موت کا مزہ چکھ کر دوسرے جہان آخرت کو یقیناً جانا ہے۔ اس دنیا میں بھی ہماری کچھ ضروریات ہیں لیکن یہ دنیا ہمارا اصلی گھر نہیں یہ تو مسافر خانہ ہے۔ دنیا اور آخرت کے درمیانی بارڈر کا نام موت ہے، اس سے اس طرف دنیا اور اس طرف آخرت ہے۔ ہم نے چونکہ دنیا و آخرت دونوں کی ذمہ داریاں پوری کرنی ہیں اسلئے کچھ کام ہم موت سے پہلے کی زندگی کے نفع نقصان کیلئے کرتے ہیں ان کو دنیا کے کام کہا جاتا ہے اور جو کام موت کے بعد آخرت کی زندگی کے بناؤ یا بگاڑ کیلئے کرتے ہیں ان کو دین کے کام کہا جاتا ہے، مثلاً ہم نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد کرتے ہیں تاکہ آخرت کا گھر آباد ہو جائے اسلئے ان کو دین کے کام کہا جاتا ہے اور ان کے احکام کو دینی احکام کہا جاتا ہے اور دینی احکام کا چار شرعی دلیلوں میں سے کسی دلیل سے ثابت ہونا ضروری ہے۔ ہم بخار کیلئے دوا کھاتے ہیں، بخار کیلئے دم کرواتے ہیں یا بخار کے لئے تعویذ لیتے ہیں ان کا نفع نقصان موت سے پہلی زندگی سے متعلق ہے اس لئے یہ سب دنیوی طریق علاج ہیں۔ جس طرح بخار کی دوا کیلئے اس کا نسخہ، اجزاء اور اوزان، طریقہ استعمال اور پرہیز کا دلائل اربعہ میں ان امور کی مکمل تفصیلات کا مذکور ہونا ضروری نہیں البتہ امور آخرت کی

تفصیلات کا ادلۂ اربعہ میں مذکور ہونا ضروری ہے اسی طرح مختار کے دم اور مختار کے تعویذ کا بھی قرآن وحدیث میں مذکور ہونا ضروری نہیں۔ جس طرح بعض بیماریوں کی دواؤں کا ذکر بعض احادیث میں ملتا ہے لیکن بہت سی دواؤں کا نہیں ملتا اسی طرح بعض دم احادیث میں مذکور ہیں بعض مذکور نہیں۔ یہ اچھی طرح یاد رہے کہ کوئی اس لئے دم نہیں کرواتا کہ پل صراط سے آسانی سے گزر جائے نہ اس لئے تعویذ لیتا ہے کہ منکر نکیر کے سوالات کا جواب آسان ہو جائے یا دوزخ سے بچنے کا تعویذ مانگتا ہو۔

دنیوی امور :۔

جب دوا اور دم دنیوی طریق علاج ہیں تو دنیوی امور کے بارے میں رسول اقدس ﷺ نے تأبیر نخل کے قصے کے ضمن میں یہ قاعدہ ارشاد فرمادیا: **انتم اعلم بامر دنیا کم** (مسلم ج ۲ / ص ۲۶۴ عن انسؓ) **نحوه عن عائشة رضی الله عنها**۔ (ابن ماجہ ص ۱۸۰ عن ابی قتادۃ، کنز العمال ج ۶ / ص ۱۱۶) یہ لوگ دنیوی امور میں اپنے تجربے کی وجہ سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امور معاش میں آپ ﷺ کی رائے مبارک دوسروں کی طرح ہے اس لئے کہ آپ ﷺ کی توجہ معارف آخرت کی طرف ہے۔

مثال اول :۔

کتب حدیث وفقہ میں کتاب البیوع کا باب ہے۔ یہ تجارت اور آپس کا لین دین ایک دنیوی ضرورت ہے، ہر زمانے اور ہر علاقے میں تجارت کے انداز الگ الگ ہوتے ہیں اس لئے اپنے عرف وعادت پر جس طرح کوئی تجارت کرے درست ہے، ہاں اگر اس میں سود یا جوا آگیا تو اب یہ دین سے ٹکرا جائے گی اور منع ہوگی۔

مثال دوم :۔

لباس ہر قوم بلکہ ہر شخص کی دنیوی ضرورت ہے اور لباس کا انداز اور اس کا

عرف وعادت ہر زمانہ، ہر قوم اور ہر علاقہ میں مختلف رہا ہے تو اپنے عرف وعادت پر لباس کا استعمال جائز ہے، ہاں شریعت نے اسبال اور تشبہ سے منع فرمایا ہے تو جہاں اسبال اور تشبہ پایا جائے گا وہاں یہ دنیوی عرف شریعت سے ٹکرا جائے گا اور منع کیا جائے گا۔

ناراضگی :۔

جناب خوستی صاحب نے بہت ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ امر واحد کا صیغہ ہے اگر ساری دنیا کے کام مراد ہوتے تو صیغہ جمع امور ہونا چاہئے اور اس پر اتنے غصے میں آگئے کہ حدیث کی تحریف معنوی تک کا الزام لگا دیا۔ (ص ۶۱) مولانا! کیا واقعی امر دنیا صرف اور صرف تأبیر نخل ہے، **العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص المورد** امت کا اجماعی اور مسلمہ اصول نہیں، **خلق الانسان ضعیفا** میں انسان واحد کا صیغہ ہے یا جمع کا؟ علامہ نوویؒ نے شرح کرتے ہوئے امور معائش جو لکھا ہے کیا وہ تحریف معنوی ہے؟ کسی مسلمہ شارح حدیث کا صرف ایک حوالہ آپ پیش فرما سکتے ہیں کہ یہ صرف اور صرف تأبیر نخل کے ساتھ خاص ہے؟ اور غصے میں آپ تو بالکل اپنے آپ سے باہر ہو گئے ہیں۔ یہ کس نے کہا کہ حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر جو چاہو کرو **سبحانك هٰذا بهتان عظيم** میں نے تو بار بار لکھا ہے کہ جس طرح جائز غذا جائز اور ناجائز غذا ناجائز ہے اسی طرح جائز دوا جائز اور ناجائز دوا ناجائز ہے، اسی طرح جائز دم جائز اور ناجائز دم ناجائز ہے، اسی طرح جائز تعویذ جائز اور ناجائز تعویذ ناجائز ہے۔

مطالبہ :۔

حضرت آپ ادلۂ اربعہ میں سے کسی دلیل سے ثابت فرما دیں کہ دنیا کے جس کام کی صاف صراحت ادلۂ اربعہ میں سے کسی دلیل میں نہ ملے تو وہ کام کرنا شرک ہے اور حرام ہے۔ کیا ہر ہر دوا، ہر ہر انجکشن اور مزارعت اور مساقات کی ہر

ہر جزئی آپ صراحۃً دلیل شرعی سے دکھادیں گے ؟ اور جس کا ذکر نہ ملے اس کو شرک اور حرام لکھ دیں گے ؟ مولانا! غصے سے مسائل حل نہیں ہوا کرتے۔ مولانا! امور دنیا میں اباحت اصل ہے، خلق لکم ما فی الارض جمیعا وہ اباحت اباحت ہی رہے گی جب تک کسی شرعی دلیل سے نہ ٹکرائے۔

کیا حکم صاف ہو گیا ؟

آپ کے ہاں تعویذ اور دم کا کیا حکم ہے ؟ جو ہم نے آپ کی کتاب سے سمجھا ہے وہ یہ ہے۔

مثال...... سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا جائز ہے، سورۃ فاتحہ کے لکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں لیکن اگر وہ گلے میں لٹکائی گئی وہ شرک ہے۔ (ص ۳۱) اور شرک بھی کیسا کہ اس تعویذ کی وجہ سے نہ کفر سے توبہ قبول ہے نہ ہی نیک اعمال کو شرف قبولیت حاصل ہے (ص ۳۳) مثل تریاق (جس میں سانپوں کا حرام گوشت ہے) کے حرام ہے۔ (ص ۳۲) پھر اس جرنیلی حکم سے نیچے اترتے ہیں کہ خلاف توکل ہے۔ (ص ۳۳) اور پھر امام مالک رحمہ اللہ کا قول آپ نے نقل فرمایا ہے، امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تبرک کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے اسماء کاغذ پر لکھ کر بیمار کی گردن میں لٹکانے میں کوئی حرج نہیں جب کہ لٹکانے والے کی نیت بد نظری دور کرنا نہ ہو۔ (ص ۷۵) اس پر آپ نے لکھ دیا ہے : تبرک کے جواز میں کوئی جھگڑا نہیں۔ (ص ۳۰۹) مولانا! کس طرح آپ نے تسلیم کر لیا کہ تبرک کے لئے اللہ تعالیٰ کے نام مریض کے گلے میں لٹکانا بالکل جائز ہے اس پر کوئی جھگڑا نہیں ؟ اس سے تو معلوم ہوا کہ آپ کو لفظ تعویذ سے مخالفت ہے تعویذ لٹکانے میں کوئی جھگڑا ہی نہیں۔ مولانا! کیا صاف صاف باتیں ایسی ہی ہوتی ہیں کہ تعویذ کا حکم بھی آپ صاف صاف بیان نہ کر سکے ؟ کیا یہی مثال تو نہیں کہ

بر عکس نہند نام زنگی کافور

مولانا! جب آپ اپنا دعویٰ اور اس کا حکم ہی صاف صاف نہ لکھ سکے تو دلیل کی مطابقت کس حکم کے ساتھ دیکھی جائے گی؟

یہ دنیا عالم اسباب ہے :۔

دفع ضرر کے اسباب اس دنیا میں تین قسم کے ہیں۔

(۱)..... مقطوع، یعنی، یقینی، جیسے دس بھوکوں نے کھانا کھایا سب کی بھوک کا ضرر ختم ہو گیا، دس پیاسوں نے پانی پیا دس ہی کی پیاس کا ضرر ختم ہو گیا، دس نے زہر کھائی سب مر گئے، آگ میں گرے جل گئے۔ ان اسباب کے خلاف توکل درست نہیں، مثلاً ایک آدمی بھوکا مر رہا ہے ایسے وقت اسے صرف ایسی روٹی ملی جس میں شراب کی ملاوٹ ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ کھا کر جان بچائے اگر بغیر کھائے مر گیا تو گناہگار ہوگا۔

(۲)..... مظنون، جیسے دوا کہ دس مریض ایک ہی مرض کے آئے، سب کو ایک ہی دوا دی، چھ کو آرام آیا چار کو نہیں آیا، اگر اضطراری حالت میں صرف حرام دوا ملے تو تقویٰ تو یہ ہے کہ استعمال نہ کرے، اگر فوت ہو گیا تو کوئی گناہ نہیں، اس سے توکل درست ہے اگرچہ فتویٰ میں استعمال کی گنجائش ہے۔

(۳)..... موہوم، جیسے دم ۱۰۰اور تعویذ وغیرہ۔ ایک آدمی وہی تعویذ لکھتا ہے، دم کرتا ہے اثر ہوتا ہے، سو (۱۰۰) آدمی وہی کرتے ہیں اثر نہیں ہوتا ان سے بچنا توکل ہے اگرچہ مباح ہوں اور ان میں جو حرام ہوں اضطراری حالت میں بھی مفتی بہ قول یہی ہے کہ نہ ناجائز دم کروائے نہ ناجائز تعویذ لے اور نہ دے۔

ان تینوں اسباب میں جائز و ناجائز کی تقسیم ہے بعض غذائیں حرام ہیں مثلاً سکھ خنزیر کھاتے ہیں جو حرام ہے بعض حلال جیسے بکری، اسی طرح حرام سے دوا کرنا بھی حرام ہے حالت اختیار میں اور حلال دوا حلال ہے، یہی حال دم اور تعویذ کا ہے اگر اس میں شرکیہ مضمون ہے تو شرک ہے اور اگر حرام مضمون ہے تو حرام ہے اور

جائز کام کے لئے جائز مضمون ہے تو جائز ہے۔

مثال :۔

بکری حلال ہے مگر چوری کی ہو تو حرام ہے اور اگر غیر اللہ کے نام پر ذبح کر دی جائے تو گوشت حرام اور یہ فعل شرک ہوگا۔ اب اس کو حلال، حرام یا شرک کہنے کیلئے اس کی حیثیت کا جاننا ضروری ہے یہ نہیں کہ ایک حکم ہر جگہ جاری کیا جائے۔

نوٹ : یہ دفع ضرر کے تینوں طریقے ہر قوم، ہر ملک اور ہر مذہب میں چلے آرہے ہیں جیسے غذا ساری دنیا استعمال کرتی آرہی ہے کہ کافر حلال حرام سب کھا جاتے ہیں، ان کی نہ ہر غذا حلال ہے نہ ہر غذا حرام ہے، البتہ مسلمان حلال غذا ہی کھاتے ہیں، یہی معاملہ دوا کا ہے کہ کافر کی ہر دوا نہ حلال ہے نہ ہر دوا حرام ہے، وہاں حلال حرام کا فرق نہیں البتہ مسلمان حلال دوا استعمال کرتا ہے، اسی طرح دم اور تعویذات کافروں میں بھی رائج ہیں اور مسلمانوں میں بھی، کافروں کا ہر دم اور تعویذ نہ جائز ہے اور نہ ہر ناجائز بلکہ جائز اور ناجائز کا ملغوبہ ہیں البتہ مسلمان متوکلین تو مباح دم و تعویذ سے بھی بچتے ہیں اور عوام مباح دم اور تعویذ لیتے ہیں۔

تمیمہ کا مطلب :۔

زمانہ جاہلیت میں دعاء اور دوا کے علاوہ دفع ضرر کا ایک طریقہ رائج تھا جس کو وہ تمیمہ کہتے ہیں، در حقیقت یہ ایک منکا ہوتا تھا جس کو وہ گلے میں لٹکاتے تھے، اس کو تمیمہ اس لئے کہتے تھے کہ اس کو دفع ضرر کی علت تامہ سمجھتے تھے، اس کے بعد مجازا باقی چیزوں پر بھی یہ لفظ استعمال کرنے لگے جن کو وہ علت تامہ سمجھتے تھے جیسا کہ خمر حقیقی انگوری شراب کو کہتے ہیں مگر مجازا ہر عقل کو چھپانے والی چیز کو خمر کہتے ہیں، زنا حقیقی کی حقیقت سب پر واضح ہے مگر بد نظری اور بری نیت سے ہاتھ لگانے اور اس کی

طرف چلنے کو بھی احادیث میں مجازاً زنا کہا گیا۔ تمیمہ کا مادہ تمم ہے، تم علی امرہ یعنی اس نے اپنا کام پورا کر لیا، تم علی صومك یعنی اپنا روزہ پورا کرو، الجھالة المستیتمه یعنی کامل جہالت۔ امام لغت ازہری کہتے ہیں کہ تمام تمیمہ کی جمع ہے اور یہ وہ منکے ہوتے ہیں جو عرب لوگ بچوں کے گلے میں لٹکاتے تھے کہ نظر بد سے محفوظ رہیں۔ (مغرب ج ۱ / ص ۱۰۷، تہذیب اللغۃ ج ۱۴ / ص ۲۶۰) اور وہ باطل ہے جب موت اپنے پنجے گاڑ لیتی ہے تو کوئی تمیمہ فائدہ نہیں دیتا۔ (دیوان الھذلیین ص ۳) اور امام لغت قعنبی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کو یہ وہم ہو گیا کہ تعویذ ہی تمائم ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے تمیمہ تو ایک منکا ہے، لیکن ان تعویذات کی کوئی ممانعت نہیں جب کہ ان میں آیات قرآنی اور اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی لکھے ہوں اور ازہری نے کہا: جس نے تعویذ کو تمیمہ کہا وہ غلطی پر ہے۔ (مغرب ج ۱ / ص ۱۰۷)

تعویذ :۔

جاہلیت کے اس لفظ تمیمہ کے مقابلہ میں اسلام میں تعویذ کا لفظ استعمال ہونے لگا۔ مولانا خود لکھتے ہیں " تعویذ کا لفظ باب تفعیل کا مصدر ہے جس کے لغوی معنی پناہ لینے کے ہیں اور اصطلاح میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو رفع امراض اور دفع آفات کیلئے استعمال کی جائے۔ بعض اوقات آیات قرآنیہ وادعیہ ماثورہ کے ذریعہ سے بھی نظر بد، مرض، سحر، شیطان، آسیب وغیرہ سے پناہ لی جاتی ہے اسلئے اسکو بھی تعویذ کہتے ہیں" (ص ۲۶) نیز مولانا لکھتے ہیں: "اور کبھی رقیہ پر لفظ تعویذ کا بھی اطلاق ہوتا ہے جیسے اوجز المسالک وبریقہ اور مصباح اللغات میں رقیہ کا معنی دم کے علاوہ تعویذ بھی کیا گیا ہے، چونکہ بذریعہ دم بھی مرض سے پناہ حاصل کی جاتی ہے اس مناسبت سے تعویذ کا اطلاق رقیہ پر بھی ہوتا ہے۔ (ص ۱۹) اسی لئے بخاری شریف کے حاشیہ میں بھی یہ لکھا ہے: رقیه هو بمعنی التعویذ (ج ۲ / ص ۸۵۰ حاشیہ ۴، ج ۲ / ص ۸۵۴ حاشیہ ۲) اسلئے عربی زبان میں جہاں لفظ رقیہ آئے گا اس

سے پھونکنا اور لکھ کر دینا دونوں مراد ہوں گے اور جہاں تعویذ کا لفظ آئے گا وہاں بھی پھونکنا اور لکھنا دونوں ہی مراد ہوں گے البتہ اردو زبان میں پھونکنے کو دم اور لکھ کر دینے کو تعویذ کہتے ہیں اسلئے عربی لفظ رقیہ کا اردو میں ترجمہ دم اور تعویذ کیا جائے گا تاکہ پورا مفہوم صاف صاف سامنے آجائے۔ جاہلیت کے تمیمہ اور اسلام کے تعویذ میں فرق یہ ہوا کہ وہ تمیمہ کو ہی دفع ضرر کی علت تامہ سمجھتے ہیں اور اسلام میں دفع ضرر کے تین اسباب ہیں : وہ نہ تعویذ کو مقطوع مانتے ہیں نہ مظنون بلکہ موہوم یا موصوب کہتے ہیں ، اسلئے مولانا کا ہر تعویذ کو تمیمہ کہنا اس وہم پر مبنی ہے کہ وہ جاہلیت کے تمیمہ اور اسلام کے تعویذ میں فرق نہیں جانتے۔ مولانا تسلیم تو فرماتے ہیں کہ یہاں عربی محاورہ اور اردو محاورہ میں فرق ہے ، عربی میں پھونکنے ، جھاڑنے اور لکھ کر دینے سب کو تعویذ کہتے ہیں اور اردو میں جھاڑنے پھونکنے کو دم اور لکھ کر دینے کو تعویذ کہتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک پادری سے مناظرہ تھا، وہ حضرت سیدہ ہاجرہ کو لونڈی ثابت کرنے کیلئے قرآن پاک کی آیت سے استدلال کر رہا تھا کہ ہاجرہ کے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو قرآن میں غلام حلیم کہا گیا ہے ، پھر اردو دانوں سے پوچھتا تھا کہ بھائی غلام کسے کہتے ہیں جو زر خرید ہو یا لونڈی کے پیٹ سے پیدا ہو۔ اب دیکھو وہ عربی اور اردو محاورہ کو گڑبڑ کر رہا تھا، عربی میں غلام بچے کو کہتے ہیں خواہ وہ آزاد عورت کے پیٹ سے پیدا ہو یا لونڈی کے پیٹ سے مگر وہ پادری لفظ عربی بول کر اردو محاورہ مراد لے رہا تھا۔

ایک نئی تقسیم :۔

مولانا نے تعویذ اور رقیہ کا عربی محاورہ ترک کر کے اردو محاورہ لے لیا اور دم اور تعویذ کی تقسیم کر کے دم کو جائز قرار دیا اور تعویذ کو ناجائز۔

دم :۔

دم کے بارے میں مولانا کا موقف ہے کہ جائز ہے اس میں وہ تخصیص نہیں فرماتے کہ قرآن پاک کی صرف اسی آیت سے دم کیا جائے جس کا دم حضور ﷺ نے کیا ہو، کسی بھی آیت سے کسی بھی بیماری وآفت کے لئے دم جائز ہے جو دم احادیث میں آئے ہیں ان کی تخصیص نہیں، حدیث میں نہ ہو تب بھی جائز ہے بلکہ دم کے لئے قرآن، حدیث یا اللہ پاک کے اسماء مبارکہ کی قید تو کجا عربی زبان کی بھی قید نہیں، ہر زبان میں ہر اس عبارت سے دم جائز ہے جس میں شرکیہ مضمون نہ ہو۔

مطالبہ :۔

مولانا خود لکھتے ہیں : "شریعت میں کسی چیز کے جواز کو ثابت کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے اور دلائل شرعیہ چار ہیں ۔ کلام اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت اور قیاس، جن کی تفصیل اصول فقہ میں بیان ہوئی ہے اور نفی کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔" (ص ۳۱) مولانا نے یہاں تو فرمایا کہ نفی کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں لیکن صفحہ ۱۲ پر مخالف سے مطالبہ فرماتے ہیں : "اگر جواب نفی میں ہے تو دلیل باحوالہ تحریر فرمائیں۔" افسوس ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کی طرح مولانا کے لینے کے باٹ الگ ہیں اور دینے کے باٹ الگ ہیں۔ اب دیکھنا ہے کہ غیر عربی میں ہر زبان میں ہر آفت کے لئے ہر غیر شرکیہ دم جائز ہے ؟ اس کے جواز کے لئے مولانا نے کیا کوئی آیت قرآنی پیش فرمائی ہے ؟ ہرگز نہیں، کیا کوئی حدیث پیش کی ہے ؟ ہرگز نہیں، اگر فرمائیں کہ ہاں حدیث پیش کی ہے : **لا بأس بالرقی مالم تکن شرکا** (مسلم ج ۲ / ص ۲۲۴، ابو داؤد ج ۲ / ص ۵۴۲) جس دم میں شرک نہ ہو اس میں کوئی ممانعت نہیں۔ (ص ۲۲) تو ہم کہیں گے کہ یہاں ترجمہ میں مولانا نے عربی محاورہ کا لحاظ نہیں رکھا، عربی میں رقیہ

دم اور تعویذ دونوں کے لئے آیا ہے تو اس کا صحیح ترجمہ یوں ہوگا: ''جس دم اور تعویذ میں شرک نہ ہو اس کی کوئی ممانعت نہیں۔'' اب دیکھئے صحیح ترجمہ کرنے سے دم کے ساتھ تعویذ بھی جائز ہو گیا۔ ہم نے پورا ترجمہ کیا تو ہمیں مجرم قرار دیا گیا اور مولانا نے ادھورا ترجمہ کیا تو صاف صاف باتیں کہلایا۔

ترجمہ کا کمال :۔

یہاں اس حدیث میں مولانا نے **لا باس به** کا ترجمہ فرمایا: کوئی ممانعت نہیں مگر صفحہ ۵۸ پر فرماتے ہیں: ''لفظ لا بأس کراہت کے لئے آتا ہے۔'' ان دونوں تراجم پر غور کریں کہ صاف صاف باتیں ایسی ہی ہوتی ہیں؟

اجماع :۔

مولانا نے ہر غیر عربی دم کے جواز کیلئے صفحہ ۲۳ پر اجماع سے بھی دلیل ذکر کی ہے: **فقد اجمع العلماء علی جواز الرقی عند اجتماع ثلاثة شروط ان یکون بکلام الله تعالیٰ واسمائه وصفاته و باللسان العربی او بما یعرف معناه من غیره او ان یعتقد ان الرقیة لا تؤثر بذاتها بل بتقدیر الله تعالیٰ۔** (فتح الباری ج ۱۰ / ص ۱۹۵، او جز المسالک ج ۶ / ص ۳۰۱) اس عبارت کا صحیح مطلب یہ ہے: ''علماء کا اس پر اجماع ہے کہ دم اور تعویذ تین شرطوں کے ساتھ جائز ہیں:

(۱)...... اللہ کے کلام یعنی قرآن سے ہوں یا اللہ کے اسماء و صفات سے ہوں۔

(۲)...... عربی میں ہوں اور کسی عجمی زبان میں ہوں تو اس کے الفاظ کے معانی معلوم ہوں۔

(۳)...... دم کرنے اور کرانے والے کا یہ اعتقاد ہو کہ دم اور تعویذ میں بذاتہ کوئی تاثیر نہیں بلکہ مؤثر حقیقی صرف اللہ ہے، یہ دم اور تعویذ صرف سبب ہے۔''

لیجئے آپ کی اپنی ہی پیش کردہ دلیل سے دونوں چیزوں کا ثبوت مل گیا، آپ آدھی بات مانتے اور آدھی کا انکار کرڈالتے ہیں۔

شرائط اجماع :۔

مولانا!آپ تحریر فرماتے ہیں : ''اجماع کی تین شرائط نمایاں ہوئیں : علم، عدالت ،اجتہاد ، ان تینوں قیود لگانے سے عوام ، مشائخ اور مقلدین کا اتفاق اجماع امت کی تعریف سے نکل گیا تو اجماع امت وہ ہے جس میں یہ تینوں شرطیں بیک وقت موجود ہوں ، اگر ان میں سے ایک مفقود ہو جائے تو اجماع امت نہیں ہے۔'' (ص ۶۱) مولانا! یہ جو اجماع آپ نے نقل کیا ہے اس میں ان تینوں شرطوں کا انطباق آپ نے نہیں فرمایا، کیاوہی بات تو نہیں کہ آپ کے اجماع کے باٹ بھی لینے کے اور ہیں اور دینے کے اور ؟

دم اور مذاہب اربعہ :۔

مولانا مخالفت کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ ائمہ اربعہ سے تمہارے پاس نص نہیں ہے حالانکہ مولانا کو چاہئے تھا کہ ہر زبان میں ہر آفت کے لئے قرآن و حدیث کے علاوہ دم کرنا جس کے جواز کے وہ بھی قائل ہیں کی نص ائمہ اربعہ رحمہم اللہ سے پیش کرتے تاکہ ایک معیار بنادیتے ، پھر دوسروں سے بھی مطالبہ کرتے ، مگر وہ ایسا نہ کر سکے۔

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ :۔

مولانا نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دم کی روایت غیر عربی میں کوئی پیش نہیں البتہ سید سابق سے بے سند نقل کیا ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ تعویذات کو گویا شرک کہتے تھے حالانکہ رقیہ جس کا معنی دم اور تعویذ دونوں ہیں کے بارے میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :قال محمد و به ناخذ اذا كان من

ذکر الله او من کتاب الله وهو قول ابی حنیفة (کتاب الآثار ص ۷۷ ۳)
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہم اس مسئلہ (جواز دم و تعویذ) کو مانتے ہیں جب کہ وہ دم یا تعویذ اللہ کے ذکر یا اللہ کی کتاب سے ہو اور یہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ نے یہاں کسی اختلاف کی طرف اشارہ تک نہیں فرمایا۔

بخاری صفحہ ۳۰۴ حاشیہ ۸ میں ہے: **فیه جواز الرقیة و به قالت الائمة الاربعة و فیه جواز اخذ الاجرة** ۔ اس حدیث میں دلیل ہے دم اور تعویذ کے جائز ہونے پر اور چاروں ائمہ اس کے جواز کے قائل ہیں اور دم و تعویذ پر اجرت کے جواز کے بھی قائل ہیں، اب اس باحوالہ ثبوت کے خلاف مولانا کی بے حوالہ بات بھی پڑھ لیں: "مذاہب اربعہ میں کسی قسم کے تعویذ کی گنجائش نہیں۔ (ص ۴۰)

ایک سوال :۔

مولانا نے صفحہ ۲۳ اور ۲۴ پر آپ ﷺ کے دم کے چھ طریقے درج فرمائے ہیں لیکن صفحہ ۷۱ پر ترمذی شریف کی حدیث نقل فرمائی ہے کہ پہلے رسول اکرم ﷺ مختلف دم کیا کرتے تھے، جب معوذ تین نازل ہوئیں تو انہیں کو لے لیا اور باقی کو چھوڑ دیا۔ جب حضور ﷺ نے معوذ تین کے علاوہ سب دم چھوڑ دیئے تھے تو اب آپ کس دلیل سے جائز کہتے ہیں۔

شبہات کا ازالہ :۔

اب ہم مولانا کے شبہات کا ذکر کر کے اس کا ازالہ کرتے ہیں۔

پہلا شبہ ...... **ان الرقی و التمائم والتوله شرك** ۔ اس حدیث کی سند میں ابن اخی زینب مجہول ہے (**بذل المجهود** ج۱۶ / ص ۲۱۲) اور مولانا خود فرماتے ہیں: "مجہول روایت کا کوئی اعتبار نہیں۔ (ص ۳۹) جب یہ روایت ہی نا

قابل اعتبار ہے تو فائدہ؟

ترجمہ: بے شک رقی یعنی دم اور تعویذ، تمائم منکے اور تولہ محبت کا جادو شرک ہیں۔ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ رقی یعنی دم اور تعویذ میں شرک نہ ہو تو کوئی ممانعت نہیں، اب شرک دو ہی صورتوں میں ہوگا کہ صراحۃً اس کا مضمون ہی شرک ہو، شیاطین وغیرہ سے استمداد ہو تو یہ شرک اکبر ہوگا یا یہ صورت ہوگی کہ مضمون تو قابل اعتراض نہ ہو مگر اس کو ہی دفع ضرر کے لئے علت تامہ سمجھا جائے تو یہ شرک خفی ہوگا۔ چنانچہ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ شرک سے مراد شرک خفی ہے۔ (حاشیہ نسائی ج ۲ / ص ۱۷۱، ابوداؤد ج ۲ / ص ۵۴۲) یہ خلاف توکل اور ناپسند ہوگا، جس طرح حدیث پاک میں ریا کو شرک فرمایا تو ریا ایمان کے منافی نہیں ہاں اخلاص کے منافی ہے، چونکہ یہ شرک نفس مضمون میں نہیں ہوتا اس کو علت تامہ سمجھنے سے ہوتا ہے اس لئے حکم کراہت ہوگا، جس علاقہ میں ایسے لوگ زیادہ ہوں جو علت تامہ مانتے ہوں وہاں شرک خفی کی وجہ سے مکروہ ہوگا۔ مولانا نے صفحہ ۱۴ پر لکھا ہے کہ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: **کانوا یکرھون التمائم کلھا من القرآن وغیر القرآن** کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ قرآن اور غیر قرآن کے تمائم کو ناپسند مانتے تھے۔ تو چونکہ یہ حضرات کوفہ میں رہتے تھے جو روافض کا مرکز تھا اور روافض ان کو ہی علت تامہ مانتے تھے اس لئے یہ شرک خفی ہونے کی وجہ سے مکروہ کہتے تھے۔ رہی یہ بات کہ یہ کراہت تحریمی تھی یا کراہت تنزیہی؟ تو روافض کے حق میں یہ تحریمی تھی کیونکہ ان کا اعتقاد ان کے ہی علت تامہ ہونے کا تھا اور اہل سنت کے حق میں تنزیہی کہ ان کا اپنا اعتقاد یہ نہیں تھا مگر اس سے ایک مکروہ اعتقاد کی تائید کا امکان تھا، خود مولانا بھی دم کے بارے میں یہی تقسیم فرماتے ہیں۔ جس حدیث میں دم کو توکل کے خلاف کہا گیا ہے مولانا فرماتے ہیں: ''ان احادیث میں دم کی ممانعت بیان نہیں ہوئی بلکہ خاص لوگوں کی صفت

بیان ہوئی ہے، گویا یہ حسنات الابرار سیئات للمقربین کے قبیل سے ہے۔" (ص ۲۱) جیسے دم جو مولانا کے ہاں جائز ہے اس کو مقربین کے لئے سیئہ برائی فرما رہے ہیں کیونکہ توکل کے خلاف ہے تو امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور اصحاب ابن مسعود جو توکل کے اعلیٰ درجہ پر تھے وہ اپنے لئے اس لئے ناپسند سمجھیں کہ توکل کے منافی ہے اور روافض کے لئے اس لئے کہ وہ علت تامہ مانتے ہیں، تو مولانا اس سے عدم جواز کہاں سے نکال رہے ہیں؟

دوسرا شبہ ...... حضرت عیسیٰ بن حمزہ تابعی حضرت ابی معبد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے ہیں اور انہیں تمیمہ لٹکانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں: نعوذباللہ۔ حضرت نے فرمایا کہ جس نے کچھ لٹکایا اس کو اسی کے حوالے کر دیا گیا۔ چونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اعلیٰ درجہ کے متوکل تھے تو یہ فرمایا کہ لٹکانے کے بعد خدا سے توکل اٹھ کر اس پر توکل ہو جائے گا، تو یہاں سے عدم جواز ثابت نہ ہوا خلاف توکل ہونا ثابت ہوا، وہ تو آپ بھی دم کو جائز کہنے کے باوجود مقربین کے لئے سیئات میں سے قرار دیتے ہیں اور یہ میں بھی بار بار عرض کر تا آرہا ہوں کہ دفع ضرر کے اسباب موہومہ اور مظنونہ کو چھوڑنا توکل ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ اس حدیث کی سند کا مدار محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ پر ہے جس کو بعض نے سیّ الحفظ قرار دیا ہے۔

تیسرا شبہ ...... رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں نے تریاق استعمال کیا یا منکا لٹکایا یا شعر کہا تو اس کے بعد مجھے کسی کام کے کرنے میں کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ (ابو داؤد) اولاً البانی نے لکھا ہے: اسنادہ ضعیف۔ (مشکوٰۃ ج ۳ / ص ۱۲۸۵) ثانیاً تعلیق تمائم جب توکل کے خلاف ہے تو آپ ﷺ نے اس سے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا، اس سے عدم جواز نہ نکلا۔ آپ خود لکھ چکے ہیں کہ مقربین کے لئے جو سیئہ ہے وہ ابرار کیلئے حسنہ ہے۔

چوتھا اور پانچواں شبہ ...... حدیث نمبر ۴ ترمذی شریف میں ہے ہی نہیں پھر من تعلق تمیمة فقد شرك فرمایا، نمبر ۵ میں و کل الیه فرما کر واضح فرمادیا کہ یہ شرک وہ نہیں ہے جو توحید کے خلاف ہے بلکہ وہ شرک ہے جو توکل کے خلاف ہے اور یہ بار بار عرض کر رہا ہوں کہ توکل کے خلاف تو دم بھی ہے۔

چھٹا شبہ ...... من علق تمیمة فلا اتم الله سند کا مدار مشرح بن ہاعان پر ہے جس نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر گولہ باری کرتے ہوئے خانہ کعبہ شریف پر بھی گولہ باری کی اور خانہ کعبہ شریف کے پردوں کو آگ لگائی، پھر اس میں بھی زیادہ سے زیادہ تمیمہ کا خلاف توکل ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ تو دم بھی خلاف توکل ہے۔ اس کے بعد اونٹ کے گلے سے تانت توڑنے کا ذکر ہے، اس کی دو وجہیں شارحین نے بتائی ہیں کہ یا تو اس لئے تڑوائی گئیں کہ ان کے ساتھ گھنٹیاں باندھتے تھے یا اس لئے کہ وہ نظر بد کے لئے اس کو ہی علت تامہ مانتے تھے اور یہ توکل کے خلاف تھا تو صحابہ کرامؓ کو توکل کی تعلیم دی گئی۔

ناکامی ہی ناکامی :۔

ایک روایت بھی صریح نہیں لا سکے کہ جائز مقصد کیلئے جائز عبارت والا تعویذ حرام اور شرک ہے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے ایک قول بھی بسند صحیح نہیں لا سکے کہ جائز مقصد کے لئے جائز عبارت کا تعویذ شرک اور حرام ہے۔ ہاں یہ بات یاد رہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین توکل کے بلند مقام پر فائز تھے اسلئے وہ ایسے کاموں میں زیادہ رغبت نہیں رکھتے تھے۔ پھر صحابہ کرامؓ دعاء پر زیادہ زور دیتے تھے، ہاں جو خود نہ پڑھ سکے اس کو لکھ دیتے تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ناراضگی :۔

سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا : لیست بتمیمة ما علق بعد ان یقع البلاء (بیہقی ج۹ / ص ۳۵۰) کہ آفت آنے کے بعد جو چیز لٹکائی جائے وہ تمیمہ نہیں۔ اس پر مولانا بہت ناراض ہیں کہ "یہ حضرت عائشہؓ کا ذاتی اجتہاد تھا جو صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ (ص ۷۳) کوئی رافضی ایسی باتیں کرے کہ حضرت عائشہؓ خلاف احادیث اجتہاد کیا کرتی تھیں تو اس کو یہ بات بجتی ہے لیکن مولانا کو یہ بات زیب نہیں دیتی، نہ یہ اجتہاد ہے اور نہ کسی حدیث کے خلاف ہے البتہ آپ کو جو وہم ہو گیا ہے کہ ہر تعویذ تمیمہ ہوتا ہے اس وہم کے خلاف ہے، تو جائے ام المومنینؓ سے نارض ہونے کے اپنے وہم کا علاج کرائیں۔

نقوش :۔

مولانا نے عجیب انکشاف فرمایا ہے کہ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں کوفہ کے رافضیوں نے حروف ابجد کے حساب کی بنیاد ڈالی۔ (ص ۴۴) مولانا! حروف ابجد تو اسلام سے بہت پہلے سے آ رہے ہیں۔ اس وقت جو کتابیں سامنے ہیں ان میں زبور نمبر ۹۰ میں تمام حروف ابجد ہیں، یہ تو عبرانی زبان کے حروف تہجی ہیں ملاکی نبی کی کتاب میں دو آیات میں پورے حروف تہجی کے ابجد آ گئے ہیں۔ (دیکھئے عبرانی بائبل) مقدمہ ابن خلدون میں علم الحروف کا مطالعہ فرمائیں۔ درمنثور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں ابجد کا ذکر موجود ہے۔

دم اور تعویذ :۔

دم میں جو پڑھ کر پھونک دیا جاتا ہے ان الفاظ کی توہین کا خدشہ نہیں ہوتا مگر تعویذ میں ایسا خدشہ ہو سکتا ہے تو اس بے ادبی کے گناہ سے عوام کو کیسے بچایا جا سکتا ہے؟ اب اگر وہ ایک مقصد کے لئے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ کر دیں تو

بے وضو اس کو ہاتھ لگانا بھی درست نہیں، اس لئے اہل فن نے کہا کہ اگر اس کے اعداد نکال لئے جائیں (۷۸۶) تو یہ نہ لفظاً بسم اللہ ہے نہ معناً البتہ ان کا تجربہ ہے کہ اس کا اثر جو لینا چاہتے تھے وہ ان ہندسوں سے حاصل ہو جاتا ہے اور کسی دم یا تعویذ کے آثار کا قرآن وحدیث میں منصوص ہونا ضروری نہیں اس لئے کہ دم میں تو الفاظ پڑھتے ہیں اعداد نہیں پڑھتے البتہ تعویذ میں ان الفاظ کو بے ادبی سے بچانے کے لئے اعداد کا استعمال کر لیتے ہیں، شریعت مقدسہ میں اس کی کوئی ممانعت نہیں آئی، البتہ انتم اعلم بامر دنیا کم سے اجازت معلوم ہوتی ہے۔ پھر جہاندیدہ علماء کا تعامل یا عدم نکیر بھی اس دنیوی طریق علاج کے جواز کے لئے کافی ہے۔

یہ بسم اللہ کا نقش ہے

الرحیم	الرحمٰن	اللہ	بسم
بسم	الرحیم	الرحمٰن	اللہ
اللہ	بسم	الرحیم	الرحمٰن
الرحمٰن	اللہ	بسم	الرحیم

یہ نقش ۷۸۶ کے اعداد کا ہے

۱۹۶	۱۹۹	۲۰۲	۱۸۹
۲۰۱	۱۹۰	۱۹۵	۲۰۰
۱۹۱	۲۰۴	۱۹۷	۱۹۴
۱۹۸	۱۹۳	۱۹۲	۲۰۳

اب دیکھئے دائیں طرف قرآن پاک کے مبارک الفاظ ہیں ان کا احترام اور ہے لیکن بائیں طرف والا نقش بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اعداد ۷۸۶ کا ہے، اہل فن کا تجربہ ہے کہ یہ اعداد بھی دفع ضرر کا سبب ہیں۔ شریعت میں جو دنیوی امور مسکوت عنہ ہیں ان کو تحریف کا نام دینا یا حرمت کا حکم لگانا یہ خود شریعت سازی ہے، ما انزل اللہ بھا من سلطان۔

ح	و	د	ب
ب	د	و	ح
و	ح	ب	د
د	ب	ح	و

۸	۶	۴	۲
۲	۴	۶	۸
۶	۸	۲	۴
۴	۲	۸	۶

دائیں طرف لفظ بدوح کا تعویذ ہے جو عبرانی زبان میں اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی ہے اور بائیں طرف اس مبارک نام کے اعداد کا نقش ہے اور ۱۵ کے نقش کو کتے کی آواز حاؤ کا نقش قرار دینا تو آپ کے مزاج کی لطافت کا کمال ہے، کاش لا تقل لهما عولی کا ذرا بھی پاس ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ پندرہ کا نقش عاملوں کے یہاں مشہور ہے اور یہ سریانی (عبرانی) زبان میں اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور سریانی زبان میں اس طرح لکھا جاتا ہے: ۱۱۱۰حے H۱۱۱۱ھ، اس کو کسی عامل نے دو شعروں میں یوں بیان کیا ہے۔

صفر و سہ الف سائبانے بر سر   جیم کج وکور نردبانے بدو در
چہار الف مساوی ہاء واو معکوس   اینست ز اسماء الہ اکبر

اس میں عدد اسطرح نکالے گئے: الف ۱ + جیم ۳ + ھ ۵ + واؤ ۶ = ۱۵ اور اعداد کا نقش یوں لکھا جاتا ہے۔

۸	۱	۶
۳	۵	۷
۴	۹	۲

اسی طرح صفحہ ۳۰ پر لکھا ہے کہ ایک تعویذ لی خمسة اطفی بها حرّ الوباء الحاطمه، المصطفیٰ والمرتضی و ابنا هما و الفاطمه آپ اس کا دم جائز کہتے ہیں جب کہ ہمارے ہاں یہ شعر پڑھنا درست نہیں...... امداد الفتاویٰ میں ہے کہ ظن غالب ہے کہ یہ شعر شیعہ کی ایجاد ہے۔ (خیر الفتاویٰ ج ۱/ ص ۳۴۰) اور کبھی ناد علی کا تعویذ آپ کو یاد آرہا ہے۔ عرض ہے کہ دم تو آپ کے ہاں بھی جائز ہے تو پہلے آپ یہ بتائیں کہ اس کا ورد جائز ہے؟ ہمارے ہاں سے تو فتویٰ جا چکا ہے کہ ایہام شرک کی وجہ سے نادعلیا کا وظیفہ پڑھنا جائز نہیں۔ ایک نقش آپ نے یہ لکھا ہے: ۱۱۰۔۴۶۔۱۰۶۔۱۱۸۔۱۲۸۔۱۳۵۔۱۵۱۔۳۱۔۹۲ آپ اس کو

مشہور فرمارہے ہیں ہم نے کسی سنی کتاب میں دیکھا تک نہیں، پھر ان تعویذات کے ذکر سے کیا فائدہ؟ جس طرح آپ دم کے جواز کے قائل ہیں مگر ہر دم کے نہیں جو شرک اور ایہام شرک ہو اس کو جائز نہیں مانتے، اسی طرح ہم جواز تعویذ کے قائل ہیں مگر جن میں شرک یا ایہام شرک ہو ان کے قائل نہیں۔ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **لا بأس بالمعاذات اذا كتب فيها القرآن او اسماء الله تعالىٰ و يقال رقاه الراقى رقياً ورقيته اذا عوذه ونفث فى عوذته قالوا و انما تكره العوذة اذا كانت بغير لسان العرب ولا يدرىٰ ما هو ولعله يد خله سحرًا او كفراً او غير ذلك و اما ما كان من القرآن اوشيئ من الدعوات ولا بأس به اهـ** (شامی ج ۵ / ص ۲۴۰) کوئی حرج نہیں تعویذات میں جب ان میں قرآن پاک اور خداوند قدوس کے اسماء گرامی لکھے جائیں اور کہا جاتا ہے اس کو پھونکا، جھاڑنے والا وغیرہ۔ جب اس کو پناہ دی اور پھونک ماری سوائے اس کے نہیں وہ تعویذ مکروہ ہیں جب کہ عجمی زبان میں ہوں اور یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کیا ہیں؟ شاید ان میں جادو یا کفر وغیرہ ہو، البتہ جو قرآن سے اور کچھ دعائیں ہوں ان کا کچھ حرج نہیں۔

خلاصہ :۔

مولانا نے ان تعویذات کو جن کی عبارت میں شرک کی ہوا بھی نہ ہو شرک حقیقی ثابت کرنے کے لئے خوب زمین و آسمان کے قلابے ملائے مگر اس میں ناکام رہے۔ شرک کا لفظ جس طرح احادیث میں ریا کے لئے آیا ہے اسی طرح ان روایات میں بھی اگر ثابت ہو جائے تو دوسری احادیث کی تشریح کے مطابق یہ شرک توحید ایمان کے خلاف نہیں ہاں توحید توکلی کے خلاف ہے اور حرام ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل قطعی کی ضرورت تھی لیکن مولانا دلیل ظنی بھی نہ لا سکے۔ مولانا کو ایک وہم ہو گیا ہے کہ یہ تعویذ تمیمہ ہوتا ہے اور بس اس کے بعد امام ابراہیم نخعی

رحمہ اللہ کا فرمان کہ کانوا یکرھون کہ اصحاب ابن مسعودؓ مکروہ کہتے تھے، پھر مکروہ کو کھینچ کر حرام بنانے کی کوشش فرمائی ہے لیکن یہ کھینچا تانی خود امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی تصریح کے خلاف ہے، آپ فرماتے ہیں: **کانوا لا یکرھون الشیئ ولا یحرمونہ۔** (مسند جعد بن علی ج ۲ / ص ۵۳۷) کہ وہ ناپسند فرماتے تھے مگر حرام نہیں کہتے تھے، اور امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا جب دوسرا مفصل قول سامنے آتا ہے کہ **انہ کان یکرہ المعاذہ للصبیان و یقول انھم یدخلون بہ الخلاء۔** (ابن ابی شیبہ ج ۸ / ص ۱۸) کہ وہ صرف بچوں کے لئے تعویذ کو ناپسند فرماتے تھے اور وجہ یہ بیان فرماتے تھے کہ بچے ان کے ساتھ ہی پاخانہ کرتے ہیں، تو یہ ہو سکتا ہے کہ ایسے تعویذ ہوں کہ ان کا مضمون گلے میں لٹکا ہوا پڑھا جاتا ہو۔

جواز کے دلائل :۔

میں پہلے یہ بات خوب واضح کر آیا ہوں کہ یہ تعویذات دنیوی طریق علاج کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہر قوم میں ہر زمانہ میں دوا کی طرح یہ بھی رائج رہے ہیں اس لئے ان کے لئے کسی مستقل دلیل کی ضرورت ہی نہیں۔

(۱)...... جب تجربہ سے ان میں شفاء ثابت ہو نا امت میں تواتر سے ثابت ہے اور اس کے مضمون میں نہ شرک فی الذات ہو اور نہ شرک فی الصفات تو آخر اس کو حرام کہنا یہود کے احبار و رہبان کی طرح شریعت سازی نہیں؟

(۲)...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعویذ لکھ کر دینا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ / ص ۳۹، ابوداؤد ج ۲ / ص ۵۴۳ وسکت عنہ، ترمذی ج ۲ / ص ۱۹۲ وقال ہذا حدیث حسن غریب) اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ موحد صفحہ ۲۲۷ پر یہ دعا ہے اور لکھنے کا ذکر نہیں۔ اولاً تو وہ [illegible] ہے جس کی یحییٰ بن سعید سے حضور ﷺ تک سند ہی نہیں پھر وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے تعلق ہی نہیں رکھتی پھر اس میں لکھنے کا ذکر نہیں ہے، تو جہاں ہے اس کی نفی تو

نہیں ہوتی۔ ساکت اور ناطق میں کب تعارض ہوتا ہے؟ دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ اس محمد بن اسحٰق کے بارے میں شدید اختلاف ہے قول فیصل وہی ہے جو ہمارے ائمہ کے تعامل سے ثابت ہے۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے مسند میں، امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں، امام محمد رحمہ اللہ نے مؤطا اور کتاب الآثار میں اس سے کوئی حدیث نہیں لی کیونکہ وہ احکام حلال و حرام فرض وواجب میں حجت نہیں، البتہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کتاب الخراج میں تاریخی باتیں اس سے لی ہیں اس لئے کہ وہ مغازی و تاریخ کا امام ہے تو اس درجہ میں اس کی روایت لی جاسکتی ہے، اور چونکہ تعویذ لکھنا بھی ایک دنیوی طریق علاج ہے اس لئے ایسی باتوں میں اس کی روایت قابل اعتراض نہیں۔ رہے عمرو بن شعیبؒ تو ان سے امام صاحب رحمہ اللہ نے مسند میں حدیث لی ہے پھر آپ کو اعتراض زیب نہیں دیتا۔ تیسرا جواب آپ نے یہ دیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فعل قول رسول ﷺ کے خلاف ہے۔ یہ بالکل غلط ہے، آپ ﷺ نے کب اس دعاء کے لکھنے سے منع فرمایا؟ آپ انشاء اللہ صبح قیامت تک کوئی ضعیف ترین سند بھی پیش نہیں کر سکتے کہ آنحضرت ﷺ نے اس دعاء کے لکھنے سے منع فرمایا جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے تھے۔ آخر میں آپ فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ سے زیادہ تعویذ کی اباحت ثابت ہوگی اور اس کے بالمقابل تعویذ کی حرمت ثابت ہے، تو یہ بھی بالکل غلط ہے۔ اس دعاء جیسی غیر شرکیہ دعاء کا لکھنا حرام ہے کسی اضعف ترین سند میں بھی نہیں۔ آخر میں آپ اس کو مشتبہات میں داخل کرنے لگے ہیں جس کا ثبوت آپ نہیں دے سکے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بچے کی پیدائش کے لئے دو آیات قرآنی لکھ کر دیتے تھے کہ ان کو دھو کر مریضہ کو پلا دو۔ (ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۲۷) اور طبرانی میں یہ زائد ہے کہ کچھ پانی اس کے پیٹ اور منہ پر

چھڑک دو۔ (کنز العمال)

(۴)...... سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کو منع نہیں کرتی تھیں کہ پانی میں تعویذ ڈال کر وہ پانی مریض پر چھڑکا جائے۔ (ابن ابی شیبہ ج ۸ / ص ۲۸)

(۵)...... حضرت مجاہد رحمہ اللہ اس میں کوئی حرج نہ جانتے تھے کہ قرآنی آیات لکھ کر ڈرنے والے مریض کو پلائی جائیں۔

(۶)...... حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ جو بھی آتا اس کو تعویذ لکھ دیتے تھے۔ حجاج ابن الاسود کہتے ہیں کہ میں نے مکہ مکرمہ کے مفتی حضرت عطاءؒ سے اس بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ ہم نے تو نہیں سنا کہ کوئی اس کو مکروہ کہتا ہو، ہاں تمہارے بعض عراقی مکروہ کہتے ہیں۔ (ش) دیکھئے حضرت عطاءؒ بقول بعض جنہوں نے دو سو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ہزاروں تابعین رحمۃ اللہ علیہم کی زیارت کی انہوں نے کسی سے تعویذ کی کراہت بھی نہیں سنی چہ جائیکہ حرمت اور شرک ہونا سنتے۔

(۷)...... ابو عصمہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن المسیبؒ سے تعویذ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: کوئی حرج نہیں جب چمڑے میں ہو۔ (ش)

(۸)...... حضرت عطاءؒ مفتی مکہ مکرمہ سے پوچھا گیا کہ عورت کے گلے میں تعویذ ہے جب حیض آئے تو کیا کرے؟ فرمایا: اگر چمڑے پر لکھا ہو تو اس کو اتار دیا کرے اور اگر چاندی میں بند ہو تو چاہے اتارے چاہے نہ اتارے۔ (ش)

(۹)...... مدینہ منورہ کے جلیل القدر تابعی مفتی و مفسر حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعویذ لکھ کر لوگوں پر لٹکاتے۔ (ش)

(۱۰)...... حضرت امام باقر رحمہ اللہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ چمڑے پر قرآن لکھ کر لٹکایا جائے۔ (ش)

(۱۱)...... بصرہ کے علمی مرکز کے مفتی قرآن کے تعویذ میں حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (ش)

(۱۲)...... بصرہ کے عظیم تابعیؒ محدث فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبید اللہ جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے تھے ان کے بازو پر گنڈا دیکھا۔ (ش)

(۱۳)...... حضرت ضحاکؒ کتاب سے لکھ کر تعویذ بنانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے جب کہ رفع حاجت اور غسل کے وقت اتار لے۔ (ش)

ان روایات میں "ش" سے مراد امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ حدیث کی کتاب مصنف ابن ابی شیبہ ہے۔

ان اقوال اور ان جیسے دوسرے اقوال کے جواب میں مولانا نے فرمایا ہے: لا بأس بہ کراہیت کے لئے آتا ہے۔ (ص ۵۸) اگر اتنا جواب کافی ہے تو جناب نے لا بأس بالرقی ما لم تکن شرکا کا ترجمہ اپنی کتاب صفحہ ۲۲ پر اس طرح کیوں کیا کہ کوئی ممانعت نہیں؟

(۱۴)...... جناب نے خود عالمگیری کی عبارت لکھی ہے: **واختلف فی الاسترقاء بالقرآن نحو ان یقرأ علی المریض الملدوغ اویکتب فی ورق ویعلق او یکتب فی طست فیغسل ویسقی المریض فاباحه عطاء و مجاهد و ابو قلابة وکرهه النخعی والبصری۔** (عالمگیری ج ۵ / ص ۳۵۶) اس میں اختلاف ہے کہ قرآن کو کسی مریض یاڈسے ہوئے پر پڑھ کر دم کرے یا کاغذ پر لکھ کر گلے میں لٹکائے یا طشت پر لکھ کر دھو کر مریض کو پلائے، ان سب کو عطاء مجاہد اور ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہم نے جائز قرار دیا ہے اور نخعی اور حسن بصری رحمہما اللہ نے ناپسند کیا ہے۔

مولانا دم کے جواز کے قائل ہیں مگر اس جواز کی تلاش متون فقہ میں نہیں کرتے اور نہ ہی فقہاء کے طبقات یاد آتے ہیں لیکن تعویذ کے لئے حضرت متون اور طبقات کی تحقیق پر لگ گئے ہیں اور حضرت عطاء تابعی، حضرت مجاہد اور حضرت ابو قلابہ کو ساتویں طبقہ میں شامل فرمار ہے ہیں جن کو دائیں بائیں کی پہچان نہ تھی۔

کتابیں :۔

"اعمال قرآنی" حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب ہے اور جب سے لکھی گئی ہے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا، یہ مولانا کے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ تھی اسلئے پوری جرأت سے اس کا انکار کر دیا کہ یہ حضرت کی کتاب ہی نہیں۔ بہشتی زیور کا انکار بھی شائع فرمادیں، بیاض محمدی، مجربات عزیزی، شفاء العلیل وغیرہ سب کتابیں جو بلا نکیر علماء میں مقبول رہی ہیں ان سب کا بھی انکار کر دیں۔

حرز ابو دجانہ :۔

صفحہ ۶۹ پر تو مولانا نے یہ اقرار کیا کہ یہ حرز یعنی تعویذ خود حضور اکرم ﷺ نے لکھا تھا۔

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہو گی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہو گی

تعویذات برائے حیوانات :۔

حیوانات میں بھی بیماری اور نظر بد وغیرہ لگ جاتی ہے تو جس طرح جائز دوا اور دعاء ان کے لئے درست ہے اسی طرح جائز تعویذ کی بھی کہیں ممانعت نہیں ، چنانچہ اس بارے میں حافظ ابن صلاح کا فتویٰ آپ نے خود صفحہ ۴۷ پر لکھا ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ کیا جانوروں کے لئے قرآنی تعویذ درست ہے ؟ آپ نے فرمایا : یہ مکروہ نہیں ہے اور ترک مختار ہے۔ اس کے جواب میں تو آپ نے کمال ہی کر دیا کہ ابن صلاح مجہول آدمی ہے اس کے فتاویٰ معتبر نہیں۔

ابن صلاح :۔

آپ کا نام عثمان بن مفتی صلاح الدین عبدالرحمن بن عثمان کر دی ہے۔ آپ شہر وز کے رہنے والے بلند پایہ حافظ حدیث اور نامور مفتی ہیں۔ آپ ۵۷۷ھ میں

پیدا ہوئے۔آپ ابن قدامہ مقدسی کے لائق شاگرد اور مؤرخ ابن خلکان کے استاد ہیں۔امام ابن خلکان فرماتے ہیں کہ آپ تفسیر حدیث اور فقہ پر اپنے زمانہ میں کامل عبور رکھتے تھے،دوسرے علوم وفنون میں بھی آپ کی صلاحیت قابل رشک تھی،آپ کے فتاویٰ صحیح اور قابل قبول ہوتے تھے،آپ اپنے وقت کے امام تھے،پرہیزگار، عقل مند اور کریمانہ اخلاق کے حامل تھے،اصول و فروع میں تبحر تھے،طلب علم میں آپ کی جفاکشی ضرب المثل تھی اور اطاعت و عبادت میں پرجوش اور سرگرم تھے۔آپ نے ۲۵ ربیع الثانی ۶۴۳ھ میں وصال فرمایا،جنازہ جامع دمشق میں پڑھا گیا،عقیدت مندوں کا اتنا ہجوم تھا کہ پہلے کسی جنازہ پر اتنا ہجوم دیکھنے میں نہیں آیا۔(ملخصاً تذکرۃ الحفاظ) مولانا!آپ صحیح حدیث کی جو تعریف طلباء کو پڑھاتے ہیں وہ سب سے پہلے ابن صلاح نے ہی مقدمہ ابن الصلاح میں لکھی ہے۔

محبت کا تعویذ :۔

قولہ اس محبت کے تعویذ کو کہتے ہیں جس میں جادو کیا جائے اور جادو واقعی حرام ہے،ہاں جو جائز حد تک بہشتی زیور یا اعمال قرآنی وغیرہ میں ہیں ان کے عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں۔

نشرہ :۔

کسی پر جادو ہو جائے تو اس جادو کا توڑ اگر اسی طرح جادو سے ہی کیا جائے جس میں شیاطین سے استمداد ہو تو یہ واقعی عمل شیطان ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لیکن اگر اس جادو کا توڑ جائز طریقے سے کیا جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔چنانچہ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن المسیبؒ سے نشرہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مجھے نشرہ کا حکم دیا،میں نے پھر پوچھا کیا میں آپ کی طرف سے اس (جواز) کو روایت بھی کروں ؟ فرمایا : ہاں (ابن ابی شیبہ

ج ۸ / ص ۲۸) لیکن مولانا کے ہاں جائز بھی نا جائز ہے۔

نظر بد کا ایک علاج :۔

احادیث میں آتا ہے کہ جس کی نظر لگی ہو اس کے غسل کے پانی کو اس شخص پر ڈالا جائے جس کو نظر لگی ہے تو نظر بد ختم ہو جاتی ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس کا تجربہ بھی کروادیا۔ اس کے جواب میں مولانا فرماتے ہیں :''یہ صرف حضور ﷺ کی خصوصیت تھی۔''(ص ۶۹) مگر اس تخصیص پر دلیل لانا ان کے بس کی بات نہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا : نظر حق ہے، جب نظر والا آدمی نظر لگانے والے سے غسل کر کے پانی دینے کا مطالبہ کرے تو وہ غسل کا پانی اس کو دے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی یہی فرمایا کرتی تھیں کہ نظر لگانے والا اعضائے وضو دھو کر پانی دے اور جس کو نظر لگی ہو وہ اس پانی سے غسل کرے۔ (ابن ابی شیبہ ج ۸ / ص ۵۹) ان احادیث کے خلاف مولانا اپنا قیاس لکھ رہے ہیں کہ یہ پانی مستعمل ہے۔

ماء مستعمل :۔

بہ نیت قربت یا ازالۂ حدث کے لئے جو پانی استعمال کیا گیا ہو وہ مستعمل ہو جاتا ہے، اگر پہلے وضو یا غسل کیا ہوا تھا پھر صرف نظر بد والے کو پانی دینے کیلئے وضو یا غسل کیا تو وہ سرے سے مستعمل ہی نہیں ہو گا اور مستعمل پانی ازالۂ حدث کیلئے استعمال کرے گا تو ازالۂ حدث نہیں ہو گا اور علاج کیلئے مریض غسل کرے گا تو کسی فقہ کی کتاب میں اس کی کراہت مذکور نہیں۔

اجرت کا مسئلہ :۔

جس طرح جائز دوا ایک دنیوی طریق علاج ہے اس پر اجرت لینا جائز ہے، ایسے ہی جائز دم اور تعویذ بھی ایک دنیوی طریق علاج ہے اور اس پر اجرت لینا جائز

ہے اور اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کا اتفاق ہے کیونکہ دنیوی عمل پر اجرت لی گئی ہے، ہاں تعلیم قرآن جس کا مقصد دراصل ثواب آخرت ہے اس کے بارے میں ائمہ ثلاثہ تو اجرت کے قائل ہیں البتہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اس کو جائز نہیں فرماتے تھے کیونکہ یہ عمل آخرت ہے مگر اس زمانہ میں یہ یقین ہو گیا کہ اس طرح تعلیم قرآن ہی ختم ہو جائے گی اور قرآن پاک ضائع ہو جائے گا تو متأخرین حنفیہ نے اس کے جواز کا فتویٰ دے دیا، اب اس کے جواز پر امت کا اجماع ہے اور اجماع متأخر اختلاف متقدم کو ختم کر دیتا ہے اس لئے اب اس پر عدم جواز کا فتویٰ دینا خرق اجماع ہے اور اب وہ رائے مرجوح ہے جو ممنزلہ معدوم ہے، یہ خود آپ نے لکھا ہے ۔ (ص ۶۰) اب اس اجماع کے بعد امت میں پھر اختلاف ڈالنا کوئی دینی خدمت نہیں ہے۔

فاتحہ کے دم پر اجرت :۔

یہ حدیث نہایت صحیح ہے لیکن مولانا خود فرماتے ہیں کہ یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے، قرآن پاک میں ہے : **لا تشتروا بآیتی ثمنا قلیلا** لیکن اختلاف مولوی صاحب کے ذہن کی پیداوار ہے ورنہ مولوی صاحب قیامت تک یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہو کہ تم نے جو دم کر کے بکریاں لی ہیں یہ تو اس آیت کے خلاف ہے اور یہ بکریاں حرام ہیں۔ مولوی صاحب کے خیال میں یہ آیت حضور ﷺ کو یاد نہیں تھی، پھر مولانا نے اس حدیث کا معنی بگاڑنے کی کوشش کی ہے حالانکہ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد امام ابو بکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اس حدیث پر باب یوں باندھا ہے : **باب فی الاخذ علی الرقیۃ** (ج ۸ / ص ۵۳) دم تعویذ پر اجرت لینے کا باب امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک جگہ یوں باندھا ہے : **ما یعطی فی الرقیۃ** (ج ۱ / ص ۳۰۴) اور دوسری جگہ باب یوں باندھا ہے : **باب الشرط فی الرقیۃ بقطیع من الغنم** (ج ۲ / ص ۸۵۴) اور امام ترمذی رحمہ اللہ

نے باب باندھا ہے : باب ماجاء فی اخذ الاجرة علی التعوید (ج ۲ / ص ۲۶) اور امام ابو داؤد رحمہ اللہ اس حدیث کو دو جگہ لائے ہیں : پہلے کتاب الاجازة میں باب کسب العلم باندھ کر حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث لائے ہیں پھر باب کسب الاطباء باندھ کر یہ حدیث لائے ہیں اور دوبارہ کتاب الطب والرقیٰ میں باب کیف الرقیٰ میں اس حدیث کو لائے ہیں، گویا اس حدیث سے دوا اور دم کی اجرت کا جواز ثابت کیا ہے۔

مولانا کے نزدیک ہر آفت کے لئے ہر زبان میں ہر شخص کیلئے ایسے دم جائز ہیں جن میں شرکیہ کلمات نہ ہوں، توجو دم قرآنی آیات سے متعلق نہ ہوں اسی طرح نقوش ہندسی کو آپ بھی مانتے ہیں کہ نہ لفظاً قرآن ہیں نہ معناًان پر اجرت کے حرام اور ناجائز ہونے پر آپ نے کوئی آیت یا حدیث نقل نہیں فرمائی، اس کے بارے میں کوئی آیت یا حدیث ضرور پیش فرمائیں۔ نیز یہ فرمائیں کہ ہر ملک میں آج کل قرآن پاک کی خرید و فروخت ہو رہی ہے کیا یہ لا تشتروا بایٰتی ثمنا قلیلا میں شامل ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں تو کیوں ؟ کیونکہ ہر مدرسہ بلکہ ہر گھر والے قرآن خریدتے ہیں ، اس کی ضرور وضاحت فرمائیں۔ جو اساتذہ مدارس میں قرآن پڑھا کر یا حدیث ، فقہ یا تفسیر پڑھا کر تنخواہ لیتے ہیں یہ جائز ہے یا حرام ؟ سکولوں میں دینیات کے اساتذہ اور کالجوں میں اسلامیات کے پروفیسر صاحبان جو تنخواہ لیتے ہیں وہ جائز ہے یا حرام ؟

الغرض اس مسئلہ میں صاف بات یہی ہے کہ جس جائز دم اور تعویذ سے انسانوں کو دنیوی فائدہ پہنچ سکتا ہے وہ ایک دنیوی طریق علاج ہے اور جائز ہے اور اس پر اجرت لینا بھی جائز ہے، ہاں جہاں یہ دنیوی طریق علاج دین سے ٹکرائے گا مثلاً غیر محرم مستورات سے اختلاط وغیرہ تو وہاں ان عوارض کو بند کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس کو خواہ مخواہ دینی احکام میں داخل کرنا اور پھر کبھی سنت و بدعت کی بحث چھیڑنا اس مسئلے سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

سوالات کے جوابات

سوال (۱)...... حدیث میں تمائم کو شرک کہا گیا ہے، کیا پھر بھی تعویذ لکھنے، لکھوانے اور استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔

الجواب...... علامہ قعنبی فرماتے ہیں: وبعضهم يتوهم ان المعاذات هي التمائم وليس كذلك (مغرب ج ۱ / ص ۷۰۱، تہذیب اللغۃ ج ۱ / ص ۲۶۰) کہ بعض لوگوں کو وہم ہو گیا ہے کہ تعویذ تمائم ہی ہیں حالانکہ ایسا نہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ سوال اس وہم پر مبنی ہے۔

تمائم کو جو شرک کہا گیا ہے اگر تو اس کے مضمون میں شرک ہے مثلاً غیر اللہ یعنی شیاطین وغیرہ سے استمداد ہے جن میں توسل کا کوئی شبہ نہ ہو تو وہ تمائم شرک اکبر ہیں اور اگر مضمون تو شرکیہ نہیں لیکن اعتماد اس پر ہے اور علت تامہ دفع ضرر کی اسی کو جانتا ہے تو یہ شرک توکل کے خلاف ہے جیسا کہ حدیث میں ریا کو شرک فرمایا گیا حالانکہ ریا ایمان کے خلاف نہیں بلکہ اخلاص کے خلاف ہے اور جو تعویذ ان دونوں باتوں سے خالی ہو اس کا تمائم سے کوئی تعلق نہیں۔

سوال (۲)...... لغت کے مجموعہ کتب میں تمیمہ کی تعریف یہ معلوم ہوتی ہے: ''ہر وہ چیز جو انسان یا حیوان پر لٹکائی جائے جس کا مقصد دفع نظر یا ازالۂ مرض ہو خواہ وہ دھاگہ ہو یا خرزہ یعنی منکا یا سکہ یا لکھا ہوا کاغذ ہو یا ٹھیکرا یا کوئی اور چیز ہو'' تمیمہ کی یہ تعریف صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب...... تمیمہ تو وہ منکا ہے جس کو وہ لوگ دفع ضرر کے لئے علت تامہ سمجھتے تھے، پھر مجازاً ان چیزوں پر اطلاق ہونے لگا جن سے دفع ضرر میں علت تامہ کا اعتقاد تھا لیکن اگر تعویذ کو اسباب ضرر میں سے جو درجہ فقہاء نے بتایا ہے موہوب یا موہوم، یہ سمجھے اور شافی اللہ ہی کو سمجھے تو ایسے تعویذ گنڈے تمائم میں شامل نہیں

اس لئے یہ تعریف ناقص ہے بلکہ اسی وہم پر مبنی ہے۔ تمیمہ جو تم سے بنا ہے اس میں علت تامہ ہو اس کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

سوال (۳)...... تمائم عام ہے اور عام اپنی عمومیت پر رہتا ہے جب تک شارع کی طرف سے کوئی تخصیص نہ آئے اور یہاں کوئی تخصیص نہیں آئی ہے تو بعض لوگ جو تمائم کی عمومیت سے ان تعویذات کو مستثنٰی کرتے ہیں جن میں آیات قرآنیہ، ادعیہ ماثورہ اور اسماء الحسنٰی ہوں تو ان کی بنیاد کیا ہے؟

الجواب...... شارع علیہ السلام نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ آیات قرآنیہ، ادعیہ ماثورہ اور اسماء الحسنٰی بھی تمائم شرکیہ میں شامل ہیں، ان کو صرف بعض وہم پرستوں نے تمائم شرکیہ میں داخل کیا ہے اور معاذ اللہ اپنی وہم پرستی شارع علیہ السلام کے ذمہ تھوپ دی ہے، اس سے توبہ لازم ہے۔

سوال (۴)...... بالفرض اگر تمیمہ سے خرزہ یا وہ تعویذ مراد لیا جائے جس میں الفاظ شرکیہ لکھے ہوں تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے: من تعلق شینا و کل الیہ۔ یہاں لفظ شے ہر قسم کے تعویذ کو شامل ہے۔

الجواب...... یہ بالفرض اسی وہم کی وجہ سے لکھا گیا ہے جس تعویذ کو محض سبب دفعہ ضرر وہ بھی درجہ سوم کا سمجھا جائے اس کا تمیمہ سے کوئی تعلق نہیں اور من تعلق شینا کو عام لینا بھی صرف کم علمی کی وجہ سے ہے کہ حدیث کے تمام طرق پر نظر نہیں۔ مشکوٰۃ میں حوالہ ابو داؤد شینا کی بجائے من تعلق تمیمۃ ہے اور کنز العمال میں حرزا ہے تو شئ متعین ہو گئی تمیمہ میں وہ بھی خرزہ میں۔

سوال (۵)...... تعویذ کے جواز پر اگر کوئی صحیح حدیث آپ کو معلوم ہو تو براۓ کرم باحوالہ تحریر فرمائیں، عام طور پر اس مسئلہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر پیش کیا جاتا ہے لیکن یہ روایت کئی وجوہ سے قابل استدلال نہیں۔

الجواب...... ایک دنیوی طریق علاج کے لئے حدیث صحیح کا مطالبہ ہی غلط ہے، پھر

رقیہ کا استعمال عربی محاورہ میں تعویذ اور دم دونوں پر ہوتا ہے، اس بارے میں جو احادیث جناب نے خود جواز رقیہ پر پیش فرمائی ہیں وہ تعویذ اور دم دونوں کے جواز کی دلیل ہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر پر بحث گزر چکی البتہ آپ پر یہ قرض قیامت تک رہے گا کہ غیر شرکیہ تعویذ لکھنا شرک اور حرام ہے، اس پر آپ ضعیف حدیث بھی پیش نہیں کر سکتے۔

سوال (۶) ...... اگر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت قابل استدلال بھی قرار دی جائے تو اصول فقہ کی رو سے رسول اللہ ﷺ کی قولی حدیث سے اگر صحابی کا عمل متعارض ہو تو ترجیح کس کو دی جائے گی؟

الجواب... جو کلمات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھے ہیں کسی حدیث میں حضور ﷺ نے نہیں فرمایا کہ وہ پڑھ کر تو پھونک دینا مگر خبردار اسکو کبھی لکھ کر نہ دینا، جب سرے سے ایسی حدیث ہے ہی نہیں تو تعارض کیا اور ترجیح کیسی؟

سوال (۷) ...... اصول فقہ میں ایک اصل یہ بھی ہے کہ النص اذا ورد خلاف القیاس یقتصر علیٰ مورده تو عبداللہ بن عمرؓ کی روایت اگر قابل عمل تسلیم کر بھی لی جائے تو اسے دعاء اسی مرض اور نابالغ بچوں میں منحصر ماننا چاہئے، اس سے ساری دعاؤں کا ساری امت کے لئے لکھنا لکھوانا کیسے ثابت ہوگا؟

الجواب... یہی بات غلط ہے، یہ نص خلاف قیاس ہے، اس قیاس کو واضح کر کے پھر اس کا اس کے خلاف ہونا ثابت کیا جائے، دوسرا یہ کہ جب اس کے پڑھنے میں کسی قسم کی تخصیص نہیں وہ عام افادہ کے لئے ہیں تو لکھنے میں بھی وہ عام افادہ ہی باقی رہے گا، کیا ان کلمات سے دم کرنا خاص اسی مرض کے لئے اسی شخص کے لئے اسی دن اور تاریخ کو خاص ہوگا؟ یہ تو بچوں والی باتیں ہیں۔

سوال (۸) ...... اگر کسی چیز کے متعلق حلت و حرمت، فطر و اباحت اور سنت و بدعت کے دلائل متعارض ہوں تو اصول شرع کے اعتبار سے ترجیح کس کو ہوگی؟

الجواب...... جس طرح حرام دوا اور ہے اور حلال دوا اور ہے ان میں کوئی تعارض نہیں، خنزیر حرام ہے اور بکرا حلال ہے ان میں کوئی تعارض نہیں، اسی طرح جائز دم اور ناجائز دم میں کوئی تعارض نہیں، جائز دم جائز ہے اور ناجائز دم ناجائز ہے، اسی طرح جائز تعویذ جائز ہیں اور ناجائز تعویذ ناجائز ہیں ان میں کوئی تعارض ہے ہی نہیں۔

سوال (۹)...... جو تعویذ آیات قرآنیہ، ادعیہ ماثورہ اور اسماء الحسنٰی پر مشتمل ہو اس کے جواز میں اختلاف ہے لیکن اس کے علاوہ تعویذات کی ساری اقسام مثلاً تولہ (محبت کا تعویذ) ونشرہ (جن نکالنا) وغیرہ بالاتفاق حرام ہیں، اب اکثر وبیشتر تعویذ لکھنے والوں کا حرام اقسام میں مبتلا ہونا ایک خدشہ ہی نہیں بلکہ واقعہ ہے تو کیا مختلف فیہ قسم کے تعویذات کو سد ذریعہ کے طور پر ممنوع قرار نہیں دیا جائے گا؟

الجواب...... جو تعویذ آیات قرآنیہ، ادعیہ ماثورہ اور اسماء الحسنٰی پر مشتمل ہو اور اس کو سبب درجہ سوم سمجھے جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے، اس کے جواز میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں تولہ محبت کا جادو ناجائز ہے، نشرہ جس سے شیاطین سے استمداد کی جائے عمل شیطان ہے مگر جائز تعویذات سے ان ضرروں کا دفع کرنا قطعاً حرام نہیں۔ اب کتنے ڈاکٹر حرام ادویہ کا استعمال کروا رہے ہیں تو کیا سد ذریعہ کے طور پر جائز ادویات سے بھی منع کر دیا جائے گا؟

سوال (۱۰)...... آیت قرآنیہ اور اسماء الٰہیہ کی توہین یقیناً حرام ہے اور تعویذ بنا کر لٹکانے سے ان کی توہین یقینی ہے کیونکہ اکثر لوگ قضائے حاجت، صحبت، جنابت، حیض و نفاس کے حالات میں بھی انہیں پہنے رکھتے ہیں اور چوں اور پاگلوں کے تعویذوں پر گندگی تک دیکھی گئی ہے (اعاذنا اللہ منہ) تو کیا حرام کا سبب حرام نہیں؟

الجواب...... آیات قرآنیہ اور اسماء الٰہیہ کی توہین یقیناً حرام ہے لیکن تعویذ لکھ کر اس کو لپیٹ کر چمڑے میں سی لیا جائے یا چاندی کے تعویذ میں بند کر دیا جائے، اس کے

ساتھ بیت الخلاء چلے جانا وغیرہ اسی قرآن یا اسم الٰہی کی توہین ہے، اسی پر کونسی آیت یا حدیث دلیل ہے ؟ یا اس کے توہین ہونے پر فقہاء کے اجماع کی کوئی نص ہو تو وہ پیش فرمائیں اور جو تعویذ آیات پر مشتمل نہ ہو نقوش ہوں یا عجمی الفاظ ہوں وہ تو آپ کے اصول پر درست ہو گئے اور بچوں اور پاگلوں کے علاوہ کسی کے تعویذ باندھنے پر تو آپ کو کوئی اعتراض نہ ہونا چاہئے اور یہ بھی واضح فرمائیں کہ بچے اور پاگل آپ کے نزدیک احکام شرعیہ کے مکلف ہیں ؟

سول (۱۱)...... جانوروں کی گردنوں، سینگوں اور دیگر اعضاء میں تعویذ لٹکانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب...... آپ نے خود ہی ابن صلاح سے اس کا جواز صفحہ ۴۷ پر تحریر فرمایا ہے، جب ان سے دفع ضرر کا ایک ذریعہ دوا کی طرح تعویذ بھی ہے تو جب تک کوئی عارضی محذور شرعی نہ ہو اصل کے جواز میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔

سوال (۱۲)...... خیر القرون کے لوگ تعویذ کے متعلق کیا نظریہ رکھتے تھے ؟ اور ان کے نزدیک تمائم کا مصداق کیا تھا ؟ اور ائمہ مجتہدین کی نظر میں تعویذ کی کیا حیثیت تھی۔

الجواب...... خیر القرون میں رقیہ جس کو عربی محاورہ میں دم اور تعویذ کہتے ہیں عام رائج تھا اور تعویذ کی بھی روایات گزر چکی ہیں۔ خیر القرون کے کسی ایک مفتی نے بھی قرآن پاک، ادعیہ ماثورہ اور اسماء الحسنٰی کے دم یا تعویذ کو شرک اور حرام نہیں کہا۔ تمائم کا مصداق وہی علت تامہ تھا جو اس کے مادہ میں موجود ہے۔

سوال (۱۳)...... کیا یہ درست ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تعویذ ناجائز تھا جیسا کہ الشیخ سید سابق ہداہ اللہ نے فقہ السنہ (بر عکس نہند نام زنگی کافور) میں تحریر کیا ہے ؟ اگر جواب نفی میں ہے تو دلیل با حوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب...... بالکل غلط ہے، آیات قرآنیہ، ادعیہ ماثورہ اور اسماء الحسنٰی کے تعویذ کو

کبھی امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ناجائز نہیں فرمایا۔ ثبوت مذہب کے دو ہی طریقے ہوتے ہیں یا تو متون متواترہ میں ہو (اس پر سید سابق کوئی حوالہ پیش نہیں کر سکا) یا سند ہو (یہاں بھی وہ ناکام رہا) اور جناب نے صفحہ ۳۱ پر تو لکھا ہے کہ نفی کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں اور اب نفی پہ دلیل مانگ رہے ہیں۔

سوال (۱۴)...... تعویذ کا معاوضہ لینا درست ہے یا نہیں، اس کے جواز پر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال درست نہیں کیونکہ انہوں نے دینے کفار سے لئے تھے اور یہاں معاوضہ مسلمانوں سے لیا جاتا ہے، انہوں نے دم کا معاوضہ لیا تھا یہاں تعویذ کا لیا جاتا ہے، اس حدیث کے علاوہ اگر کوئی دلیل ہو تو ضرور تحریر کریں۔

الجواب...... جس طرح دوا کا معاوضہ لینا درست ہے اسی طرح تعویذ کا معاوضہ لینا بھی درست ہے، اگر دوا کافر کو دی جائے گی تو معاوضہ کافر سے لیا جائے گا اور مسلمان کو دی جائے گی تو معاوضہ مسلمان سے لیا جائے گا۔ جب دم کا معاوضہ جائز ہو گیا تو تعویذ کا کس نے حرام کیا؟ مولانا! آپ کے نزدیک تو معاذاللہ وہ صحابہ کرامؓ قرآن فروش تھے مثل یہود، اسی لئے آپ نے صفحہ ۸۴ پر ان پر یہود کے بارے میں جو آیت آئی لا تشتر و ا بایتی ثمنا قلیلا فٹ کر دی ہے۔

سوال (۱۵)...... کیا قرون اولیٰ میں تعویذ کا کام کرنے والوں کا مستقل نام ہوتا تھا (جیسا کہ آج کل عامل ہوتے ہیں) یا نہیں؟ نیز اس زمانے میں تعویذ فروشی کی دکانیں ہوتی تھیں یا نہیں؟

الجواب...... آپ ہی فرمائیں کہ اگر کوئی عامل نہ کہلائے اور تعویذ دے دے تو آپ کو کوئی شکایت ہے؟ یا تعویذ فروشی کی دکان نہ بنائے مسجد میں بیٹھ کر تعویذ لکھ دے تو آپ کو کوئی شکایت ہے؟ اور تعارف کے لئے کوئی نام رکھ لینا جیسے شیخ الادب وغیرہ یہ کس دلیل سے منع ہے؟

سوال (۱۶)...... دلائل شرعیہ چار ہیں، ان میں مولانا تھانویؒ اور علامہ کشمیریؒ کا نام نہیں۔

الجواب...... صراط مستقیم وہ ہے جو انعام یافتگان کی رہنمائی اور تقلید میں طے ہوا۔ اور انعام یافتگان چار جماعتیں ہیں: حضرات انبیاء علیہم السلام، صدیقین جو نبی کے علمی وارث ہیں، شہداء جو دین نبیؐ کی اشاعت کے راستہ میں آنے والی رکاوٹوں کو دور کرتے ہیں اور صالحین جو عمل میں نبی کے وارث ہیں۔ صراط مستقیم پر رہنے کے لئے جس طرح ان رجال اللہ کی رہنمائی ضروری ہے اسی طرح ان رہزنوں سے بچنا بھی ضروری ہے جو مغضوبین یعنی منعم علیہم کے گستاخ ہیں اور ضالین جو منعم علیہم کے بارے میں غالی ہیں۔ ہم ان حضرات کو منعم علیہم میں مانتے ہیں، یہ اس دور میں صراط مستقیم کے رہبر و رہنما ہیں، قرآن و سنت کے نقوش کا عملی نمونہ ان ہی حضرات کا تعامل ہے۔ علم کتاب و سنت کا اور نمونہ عمل منعم علیہم کا یہی صراط مستقیم کا مدار ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اسی پر زندہ رکھیں اسی پر موت دیں اور انہی کے ساتھ ہمارا حشر ہو، آمین۔

سوال (۱۷)...... اعمال قرآنی، گنجینۂ اسرار وغیرہ میں من گھڑت تعویذ و شرائط ہیں۔

الجواب...... کیا جن ادویات کا نام قرآن وحدیث میں نہیں مگر کتب طب میں اہل فن نے تحریر فرمائی ہیں ان کو آپ جیسے فن ناآشنا کے کہنے سے من گھڑت مان لیا جائے؟ دم کے جواز کے آپ بھی قائل ہیں، جو دم عجمی زبانوں میں ہیں کیا ان سب کو آپ من گھڑت قرار دیں گے؟ کوئی صرف نحو سے ناآشنا صرف نحو کے قواعد کو من گھڑت قرار دینے لگے تو کوئی عقل والا اس کی طرف کان بھی نہیں لگائے گا۔ جناب فرماتے ہیں کہ ادویہ پر قیاس نہ کریں یہ قیاس مع الفارق ہے۔ معلوم ہوا کہ من گھڑت ادویات سے آپ کے ہاں بھی علاج جائز ہے۔ آپ نے قیاس مع الفارق کا لفظ استعمال فرما دیا ہے کہ طلباء پر رعب پڑ جائے کہ حضرت قیاس سے بھی واقف ہیں اور مع

الفارق سے بھی۔ جب دوا بھی ایک دنیوی طریق علاج ہے اور دم بھی ایک دنیوی طریق علاج ہے، اسی طرح تعویذ بھی ایک دنیوی طریق علاج ہے یہ تینوں چیزیں اہل فن کے تجربات پر مبنی ہیں، جب یہ تینوں ہی دفع ضرر کے اسباب ہیں تو پھر ایک دوسرے پر قیاس سے کیا مانع ہے؟ آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ آیات کی تاثیر روحانی چیز ہے جس کے ثبوت کیلئے نص کی ضرورت ہے مولانا! آپ نے خود ہی صفحہ ۶۳ پر تحریر فرمایا ہے: "رہا اعمال قرآنی اور گنجینۂ اسرار وغیرہ کتابوں کا معاملہ تو ان میں دم اور تعویذ دونوں چیزیں مذکور ہیں، ہم خذ ما صفا و دع ما کدر پر عمل کرتے ہوئے دم کو لے لیں گے اور تعویذات کو چھوڑ دیں گے۔" مولانا! ان دونوں کتابوں میں جو دم ہیں جو آپ نے لے لینے کا وعدہ فرمایا ہے آپ ہر دم کی ذکر کردہ تاثیر پر نص پیش کرتے جائیں پھر ہم سے تعویذات پر مطالبہ کریں۔ اگر دم میں مولانا کے ہاں بھی صرف اہل فن کا یہ تاثیر بیان کر دینا کافی ہے تو تعویذات میں کیوں کافی نہیں؟ اور اس پر بھی کوئی نص پیش فرمائیں کہ تعویذات کی تاثیر امور روحانیہ توقیفیہ میں سے ہے مگر دم کی تاثیر امور روحانیہ محسوسہ تجربیہ میں سے ہے، محض اندھا دھند اور بے مقصد الفاظ استعمال کر دینے سے مسئلہ صاف نہیں ہوا کرتا۔

سوال (۱۸)......ان کتابوں میں تولہ اور نقوش والے تعویذ بھی ہیں جو بالاتفاق ناجائز ہیں۔

الجواب......ان تعویذات کو جو ہندسی نقوش میں ہیں کس نص سے ناجائز کہا ہے؟ اور کتنے اہل فن علماء کی کتابوں میں یہ تعویذات متواتر چلے آرہے ہیں مگر کسی ایک بھی اہل فن نے ان کو ناجائز نہیں کہا۔ آپ نے یہ کہاں سے بلا حوالہ لکھ دیا کہ سب کے ہاں بالاتفاق ناجائز ہیں، یہ بالکل غلط بات ہے۔

ہمارے سوالات

(۱)...... شرک کی کیا تعریف ہے ؟اور شرک کی کیا تقسیم ہے ؟ ہر قسم کا حکم کیا ہے ؟

(۲)...... بقول آپ کے اعوذ بعزة الله و قدرته من شرما اجد پڑھ کر دم کرنا عین ایمان ہے مگر اس کو لکھ کر باندھ لینا یا لکھ کر چاٹ لینا دھو کر پی لینا شرک اکبر ہے یہ کس تعریف پر شرک ہے۔

(۳)...... دم اور تعویذ دنیوی طریق علاج ہیں یا یہ احکام دینیہ سے متعلق ہیں ؟ احکام دنیوی اور احکام دینی کی جامع مانع تعریف فرمائیں ؟

(۴)...... بدعت کی کیا تعریف ہے اور بدعت کا تعلق امور دنیوی سے ہے یا احکام دینی سے ؟

(۵)...... حرام کی تعریف کیا ہے ؟ اس کے ثبوت کے لئے کس قسم کی نص درکار ہے۔

(۶)...... جو تعویذ نقوش ہندسی میں لکھے جائیں ان کے حرام اور شرک ہونے پر کون سی نص ہے ؟ اور کن کا اجماع ہے۔

(۷)...... جب رسول اقدس ﷺ کی حدیث آپ نے خود نقل فرمائی ہے کہ جب معوذتین نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے اس کا دم شروع کر دیا اور باقی سب چھوڑ دیئے مگر آپ باقی دم نہیں چھوڑ رہے کیوں ؟

(۸)...... کیا عجمی زبان کے دم جن کو آپ جائز کہتے ہیں ان کے جواز پر امام اعظم رحمہ اللہ کی کوئی نص متون معتبرہ سے آپ پیش فرمائیں۔

(۹)...... آپ صرف ایک آیت یا ایک حدیث پیش فرمائیں جس میں آپ ﷺ نے غیر شرکیہ مضمون کے تعویذ کو حرام فرمایا ہو۔

(۱۰)...... صرف ایک صحابیؓ کا قول پیش فرمائیں جنہوں نے قرآن یا اسماء الحسنیٰ کے

تعویذات کو شرک اور حرام فرمایا ہو۔

(۱۱)......احکام دینیہ کے ثبوت کے لئے کتنے دلائل ہیں؟

(۱۲)......احکام دنیا کے اثبات کے لئے کتنے دلائل ہیں؟

(۱۳) کیا احکام دنیا میں بھی بعض سنت، بعض بدعت، بعض فرض اور بعض حرام ہیں، باحوالہ جواب دیں۔

(۱۴)...... تعارض کی تعریف کیا ہے؟ اور اس کی شرائط کیا ہیں؟

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صلوٰۃ الرسول

(مفتی عبدالرحمٰن رحمانی کی نماز)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)......اس کتاب کے پہلے صفحے پر ہے : صلوا کما رایتمونی اصلی ۔ تم نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھو (فرمان رسول ﷺ) مفتی رحمانی صاحب جواب ۱۴۱۸ھ میں زندہ ہیں ۔ انہوں نے یقیناً رسول اقدس ﷺ کو ایک رکعت نماز پڑھتے بھی خود نہیں دیکھا تو کیا یہ دعویٰ جھوٹا نہیں کہ میں وہ نماز لکھ رہا ہوں جو میں نے حضرت محمد ﷺ کو پڑھتے خود دیکھا۔

(۲)......مؤلف نے یہ مسائل موطا مولک ۱۷۹ھ، مسند الشافعی ۲۰۴ھ، مسند احمد ۲۴۱ھ، بخاری ۲۵۶ھ، مسلم ۲۶۱ھ، ابن ماجہ ۲۷۳ھ، ابو داؤد ۲۷۵ھ ترمذی ۲۷۹ھ، نسائی ۳۰۳ھ، المنتقی ۳۰۷ھ، ابن خزیمہ ۳۱۱ھ، دار قطنی ۳۸۵ھ، حاکم ۴۰۵ھ، بیہقی ۴۵۸ھ، مشکوٰۃ ۷۳۷ھ تلخیص الحبیر ۸۵۲ھ، المحلی ۴۵۶ھ اور زاد المعاد ۷۵۱ھ (شوکانی، البانی) سے لئے ہیں ان میں سے کسی ایک نے بھی ایک رکعت بھی نبی کریم ﷺ کے پیچھے نہیں پڑھی، یہ تو دعویٰ بالکل جھوٹا ہے کہ یہ نماز مشاہدہ پر مبنی ہے۔

(۳)......اس کتاب سے یہ بات بھی الم نشرح ہو گئی کہ کسی بھی ایک حدیث کی کتاب میں نماز کی مکمل ترتیب اور احکام نہیں ہیں اسی لئے مؤلف کو مختلف اشخاص جو مختلف مکانوں اور مختلف زمانوں کے ہیں کی بیس سے زائد کتب سے نماز مرتب کرنا پڑی۔

(۴)......اہل سنت والجماعت حنفی : نبی ﷺ کی مسنون نماز کو صحابہ کرامؓ نے

براہ راست مشاہدہ فرمایا، صحابہ کرامؓ کا مبارک دور ۱۱۰ھ یا ۱۲۰ھ تک ہے جب کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی پیدائش باختلاف اقوال ۶۱ھ یا ۷۰ھ یا ۸۰ھ میں ہوئی۔ امام صاحب نے کم از کم ۳۰ سال اور زیادہ سے زیادہ ۵۹ سال صحابہؓ کا زمانہ پایا، کوفہ میں تقریباً ایک ہزار صحابہؓ اقامت پذیر ہوئے۔ صحابہؓ نے آپ ﷺ کی نماز کا مشاہدہ فرمایا، امام صاحبؒ نے صحابہ کرامؓ کی نماز کا مشاہدہ فرمایا اور قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے امام صاحبؒ کی نماز کو مرتب فرمایا جو آج تک متواتر پڑھی پڑھائی جارہی ہے، یہ متواتر نماز صلوا کما رأیتمونی اصلی کی مصداق کیوں نہیں؟

(۵)...... مؤلف نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ نماز محمدی کا مکمل مفصل اور مدلل نقشہ، تمام ضروری مسائل کا احاطہ، اہم مسائل کا صحیح اور مستند مجموعہ ہے، یہ دعویٰ بھی بالکل جھوٹا ہے، اس کتاب میں دسواں حصہ مسائل بھی نہیں آئے۔

(۶) مؤلف نے نہ ہی کتاب میں فقہاء کا طرز اختیار فرمایا ہے اور نہ محدثین کا، نہ ہی کسی حدیث کی سند لکھی نہ عربی الفاظ اور نہ ہی لفظی ترجمہ بلکہ ایک نیا انداز اختیار کیا ہے۔ لکھتا ہے: آیات و احادیث کے اصل الفاظ کی بلا ترمیم و اضافہ جامع ترجمانی (ص ۲) اور یہ سب کچھ مغالطہ دہی کے لئے کیا گیا۔

(۷)...... ہمیں تو یقین کامل ہے کہ جس طرح صرف کتب حدیث کو سامنے رکھ کر کوئی مکمل قرآن مرتب نہیں کر سکتا، اسی طرح صرف کتب حدیث کو سامنے رکھ کر کوئی بھی مکمل نماز مرتب نہیں کر سکتا۔ آپ کی کتاب نے یہ یقین کامل سے کامل تر کر دیا۔

(۸)...... یہاں ایک مسئلہ بطور مثال پیش کرتا ہوں، وہ مسئلہ بھی وہ ہے جو روزانہ ہر نماز کی ہر رکعت میں پیش آتا ہے اور جناب نے بھی اس کو سنن مؤکدہ واجبہ میں ذکر فرمایا ہے۔ جناب تحریر فرماتے ہیں: "پست آواز سے آمین کہنے کی روایت ضعیف اور

مبنی بر خطا ہے۔ (ص ۷۶) اور دل میں آمین کہنے کا طریقہ تو سراسر باطل موضوع اور خود ساختہ ہے۔ (ص ۶۸) لیکن :

(الف)...... ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی کوئی غیر مقلد اکیلا نماز پڑھتا ہے تو ہر ہر رکعت میں اسی ضعیف سراسر باطل موضوع اور خود ساختہ حدیث کے مطابق آہستہ آواز سے آمین کہتا ہے۔ جناب نے اس بے چارے کو باطل اور سراسر جھوٹا اہل حدیث کیوں بنا ڈالا۔ ایک بھی حدیث نہ لا سکے کہ اکیلے نمازی کے لئے آہستہ آواز سے آمین کہنا سنت مؤکدہ واجبہ ہے "اور سنت واجبہ مؤکدہ کا عمداً ترک کرنا بھی نماز کو ضائع کر دیتا ہے، البتہ سہواً ترک ہو جانے سے سجدہ سہو کے ساتھ تلافی ہو سکتی ہے۔" (ص ۹۸) تو آپ سب نمازیوں کی نمازیں ضائع ہو گئیں۔

(ب)...... سنت مؤکدہ واجبہ اور اس کے اس بیان کردہ حکم کو بھی کسی آیت یا حدیث سے ثابت کریں۔

(ج)...... آپ کے مقتدی روزانہ آپ کے پیچھے ۱۷ رکعت نماز ادا کرتے ہیں، ان میں سے گیارہ رکعتوں میں وہ جھوٹی حدیث کے مطابق آمین آہستہ کہہ کر ایک طرف تو جھوٹے اہل حدیث بنتے ہیں اور دوسری طرف سنت واجبہ مؤکدہ ترک کر کے اپنی نماز ضائع کرتے ہیں۔

(د)...... بلکہ جناب خود بھی امام بن کر اسی جھوٹی حدیث کے مطابق گیارہ رکعتوں میں آہستہ آمین کہہ کر جھوٹے اہل حدیث بنتے ہیں اور سنت واجبہ مؤکدہ کو عمداً ترک کر کے اپنی نماز کو ضائع کرتے ہیں۔

(ہ)...... جناب کے جو مقتدی پہلی رکعت میں دوران فاتحہ شامل ہوتے ہیں وہ ایک دفعہ تو اپنی فاتحہ کے درمیان میں بلند آواز سے آمین کہتے ہیں، پھر اپنی فاتحہ ختم کر کے دوبارہ آہستہ کہتے ہیں، اس مسئلہ کا کوئی ثبوت آیت اور حدیث سے جناب نے پیش نہیں فرمایا۔

(۸)...... جناب فجر کی نماز پڑھا رہے تھے اور دوسری رکعت میں جناب نے آدھی فاتحہ پڑھ لی تھی اس وقت ایک مقتدی شریک ہوا اور فاتحہ پڑھنی شروع کردی تھی وہ ایاك نستعین پر تھا کہ آپ نے آمین کہہ دی، اس نے بھی ایاك نستعین پر آمین کہی پھر باقی فاتحہ پڑھ کر اس نے آہستہ آمین کہی، پھر اٹھ کر پہلی رکعت پڑھی اس میں بھی آہستہ آمین کہی، یہ دو رکعت میں مقتدی کو دو آہستہ آمین اور ایک جہری آمین کا سنت واجبہ مؤکدہ ہونا ثابت کریں۔

(۹)...... جناب نے اختلافی مسائل میں ایک پہلو کی احادیث وہ بھی غلط ترجمانی کے ساتھ پیش کردی ہیں اور دوسرے پہلو کی احادیث جن پر شروع سے آج تک دو تہائی سے زائد امت کا متواتر عمل ہے ان کو چھپا کر کتمان کا پورا حق ادا کیا ہے، قرآن پاک یہود کے کتمان کا شاکی ہے اور دو تہائی امت محمدیہ ﷺ آپ کے کتمان سے نالاں ہیں۔

(۱۰)...... رسول اللہ ﷺ سے قرآن پاک اور احادیث بواسطہ امت ہی ہم تک پہنچے ہیں پھر یہ فرق کس آیت یا حدیث میں ہے کہ قرآن پاک کی تو ایک آیت بھی ضعیف نہ ہوئی اور احادیث اکثر ضعیف ہوئیں چنانچہ امام بخاریؒ کا ارشاد ہے کہ مجھے ایک لاکھ صحیح دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں۔

(۱۱)...... کیا وجہ ہے کہ جب قاریوں نے سات قرأتیں مرتب فرمائیں تو کہیں نہیں ملتا کہ انہوں نے کل اتنی آیات سے اتنی آیات کا انتخاب کیا، مگر امام بخاریؒ نے چھ لاکھ احادیث سے بخلاف مکررات صرف ۲۷۶۲ احادیث لیں باقی چھوڑ دیں۔ امام مسلمؒ نے ۳ لاکھ میں سے صرف ۴۳۲۸ احادیث کو قبول فرمایا، امام ترمذیؒ نے ۳ لاکھ احادیث میں سے صرف ۳۱۱۵ احادیث لیں ان میں سے اب جدید تحقیق میں ناصر الدین البانی نے ۸۳۲ احادیث صحیح ترمذی سے نکال دیں۔ امام ابوداؤد نے ۵ لاکھ احادیث میں سے صرف ۴۸۰۰ احادیث تحریر فرمائیں ان میں

سے بھی ناصر الدین البانی غیر مقلد نے تحقیق جدید میں ۱۱۲۷ احادیث کو ابو داؤد شریف سے نکال باہر کیا۔ امام ابن ماجہ نے ۴ لاکھ احادیث میں سے صرف چار ہزار احادیث لیں جن میں سے ۹۴۸ احادیث کو البانی نے پھر نکال باہر کیا۔ امام نسائیؒ نے ۲ لاکھ احادیث میں سے صرف ۴۳۲۱ احادیث لیں مگر البانی نے ان میں سے بھی ۴۴۷ کو چلتا کر دیا۔ یہ تو ان کتابوں کا حال ہے جن کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے باقی کتابوں کا کیا حال ہو گا؟

جس کی بہار یہ ہو اس کی خزاں نہ پوچھ

آخر قرآن اور احادیث میں اتنا فرق کیوں؟

(۱۲)...... ان محدثین نے لاکھوں احادیث میں صرف چند ہزار احادیث کا انتخاب فرمایا ان میں بھی سینکڑوں ضعیف آگئیں ان کے انتخاب اور رد و قبول کا معیار کوئی نص تو یقیناً نہیں تھی کہ اللہ یا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو کہ یہ لے لو وہ چھوڑ دو، اس میں دو ہی صورتیں ممکن ہیں کہ اس انتخاب کا مدار صرف اس محدث کی شخصی رائے پر ہو تو ظاہر ہے کہ ان کی شخصی رائے کو تسلیم کرنا ان کی تقلید شخصی ہے جو آپ کے ہاں شرک ہے۔ اب آپ لوگ جو ان کی تقلید کو اتباع رسول سے بڑھ کر فرض مانتے ہیں کیونکہ احادیث رسول ان کی رائے کے رحم و کرم پر ہیں جن کو چاہیں رائے سے صحیح کہہ دیں اور جن کو چاہیں اپنی رائے سے ترک کر دیں۔

(۱۳)...... اس انتخاب کی دوسری صورت یہ ہے کہ یہ محدثین خود ائمہ و مجتہدین سے کسی ایک امام کے مقلد ہوں جیسا کہ کتب طبقات سے ثابت ہے، امام بخاریؒ شافعی ہیں (طبقات شافعیہ ج ۲ ص ۲)، امام مسلمؒ شافعی ہیں (الیانع الجنی ص ۴۹) امام نسائیؒ شافعی ہیں (الحطہ ص ۱۲۷) امام ابو داؤد شافعی ہیں (طبقات شافعیہ ج ۲ / ص ۲۲۹)، امام ترمذیؒ، امام ابن ماجہؒ شافعی ہیں (عرف الشذی) تو پھر ان کے ہاں انتخاب کا معیار اپنے امام کا مذہب تھا کہ جن احادیث کے موافق ان کے

امام کا مذہب تھا ان کو لے لیا اور صحیح مان لیا اور جن احادیث پر ان کے امام کا عمل نہیں تھا ان کو ترک کر دیا یا ضعیف کہہ دیا۔ اب حنفی تو ان محدثین کے امام کی بھی تقلید نہیں کرتے ان کی تقلید کیوں کرنے لگے، لیکن آپ ان کے امام کی تقلید کو تو شرک قرار دیتے ہیں مگر ان مقلدین جو آپ کے ہاں مشرک ہیں کی تقلید کو پوری امت پر خدا اور رسول کی اطاعت سے بڑھ کر فرض کرتے ہو۔

(۱۴)...... یہ تو ان محدثین کا حال تھا، آپ کا تو دعویٰ ہے کہ ہم اللہ و رسول ﷺ کے علاوہ کسی امام کی رائے کو دلیل شرعی نہیں مانتے اور سب جانتے ہیں کہ اللہ ورسول ﷺ نے کسی ایک حدیث کو بھی نہ صحیح کہا نہ ضعیف اس لئے آپ کو تو کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنے کا حق ہی نہیں۔

(۱۵)...... محدثین صحاح ستہ سے پہلے خیر القرون میں صحت حدیث کا کیا معیار تھا اور صحیح اور ضعیف حدیث کی تعریف کیا تھی؟ محدثین صحاح ستہ نے اس معیار کو برقرار رکھا یا تبدیل کیا مسند حوالہ تحریر کریں۔

(۱۶)...... مقلدین کا معیار تو یہ ہے کہ جب اللہ ورسول ﷺ نے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف نہیں فرمایا تو جو بات ہمیں اللہ یا رسول ﷺ سے نہ ملے اس میں ہم اپنے مجتہد کے قول یا فعل کی تقلید کرتے ہیں، اس لئے جن احادیث پر ہمارے امام کا اور اس کے مقلدین کا متواتر عمل ہے وہ ہمارے نزدیک بالکل صحیح ہیں، اس تواتر کے خلاف ہم کسی کی بھی شاذ رائے کو قبول نہیں کرتے، خاص طور پر جب وہ رائے بھی خیر القرون کے بعد والے کی ہو اور وہ مذہب میں ہمارا مخالف بھی ہو۔

(۱۷)...... جناب نے جن کتابوں سے احادیث نقل کیں ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی ثابت نہیں کر سکے کہ نہ اس میں اجتہاد کی اہلیت تھی نہ تقلید کرتا تھا بلکہ قیاس کو کار ابلیس اور تقلید کو شرک کہتا تھا اور غیر مقلد کہلاتا تھا۔

(۱۸)...... جناب نے اختلافی احادیث میں بعض احادیث کو لیا اور اکثر کو چھوڑا تو

معیار صرف حنفیت کی مخالفت اور شافعیت کی تقلید رکھا اور اس اپنے انتخاب کو رسولؐ کا انتخاب قرار دے کر اس کتاب کا نام صلوٰۃ الرسول رکھا۔ اب جو آپؐ کو رسول مانے گا وہ تو واقعتاً اس کو صلوٰۃ الرسول ہی کہے گا اور جو آپ کو رسول نہیں مانتا وہ اس کتاب کو صلوٰۃ الرسول نہیں کہے گا بلکہ صلوٰۃ لا مذہب غیر مقلد کہے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

منکر حدیث محمد ایوب صابر کے ایک مضمون پر نظر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً اما بعد :

برادرم محمد شریف صاحب نے حیدرآباد سندھ سے ایک منکر حدیث محمد ایوب صابر کا مضمون بھیجا ہے جس میں ایک حدیث کا نہ صرف انکار ہے بلکہ پوری ڈھٹائی سے تحریف کاالزام اہل سنت پر لگایا گیا ہے۔

امام ابو بکر بن ابی شیبہ الکوفیؒ کی ایک کتاب "مصنف" نامی ہے ، امام موصوف ۲۳۵ھ میں فوت ہوئے ،اس کتاب کے مختلف نسخے ہیں :ایک نسخہ میں حدیث پاک یوں ہے :حدثنا وکیع عن موسیٰ بن عمیر عن علقمة بن وائل ابن حجر عن ابیه قال رأیت النبی صلی الله علیه وسلم وضع یمینه علیٰ شماله فی الصلوٰة ۔ دوسرا نسخہ : حدثنا وکیع عن موسیٰ بن عمیر عن علقمة بن وائل عن ابیه قال رأیت النبی صلی الله علیه وسلم وضع یمینه علیٰ شماله تحت السرة ۔ ہم دونوں نسخوں کو تسلیم کرتے ہیں۔اس حدیث میں دو مسئلے ہیں :

(۱)..... کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھا جائے۔

(۲)..... ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھا جائے ،چونکہ یہ دوسرا مسئلہ غیر مقلدین کے خلاف ہے ،ان کی عادت یہ ہوتی ہے کہ پہلے تو کہا کرتے ہیں کہ اہل سنت احناف کے پاس کوئی حدیث نہیں اگر احناف حدیث پیش کر دیں تو یہ اپنے مذہب اہل حدیث سے باغی ہو کر کسی امتی کی اندھی تقلید میں اس کو ضعیف کہنے لگتے ہیں لیکن اس حدیث کی سند اتنی عالی اور اعلیٰ ہے کہ کسی امتی کی اندھی تقلید میں بھی اس کو ضعیف

نہیں کہہ سکتے تو سرے سے اس صحیح نسخے کا انکار کر دیا بلکہ پوری بے شرمی سے اس کو تحریف قرار دے دیا، ہم منکر حدیث سے پوچھتے ہیں کہ کیا کتب احادیث کے مختلف نسخے ہوتے ہیں یا نہیں؟ اور ان میں آپس میں صرف الفاظ کا نہیں بعض اوقات کئی کئی احادیث کا اختلاف ہوتا ہے یا نہیں؟

الشیخ القاسم بن قطلوبغا بن عبد اللہ المصری زین الدین ابو المعدل الفقیہ الحنفی ۸۰۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۷۹ھ میں وفات پائی، آپ نہایت وسیع النظر محدث تھے، آپ نے کئی کتابوں کی احادیث کی تخریج کی:

(۱) بغية الراشد فی تخريج احاديث شرح العقائد النسفية۔

(۲) اتحاف الاحياء فيمافات من تخاريج احاديث الاحياء۔

(۳) تخريج احاديث البزدوی۔

(۴) منية الالمعی فيمافات من تخريج احاديث الهداية للزيلعی۔

(۵) تخريج احاديث الاختيار شرح المختار۔ اسی طرح اسماء الرجال پر بھی آپ کی وسیع نظر تھی آپ نے الايثار برجال معانی الآثار للطحاوی اور تاج التراجم فی طبقات الحنفية تحریر فرمائیں (علل حدیث) آپ مجتہدانہ شان کے مالک تھے ان کی کتابیں اسئلة الحاكم عن الدار قطنی۔ الاحتمام الكلی باصلاح ثقات العجلی۔ ترصيع الجوهر النقی فی تلخيص سنن البيهقی، اس بات کی روشن دلیل ہیں اس میں کسی حدیث کے طالب علم کو بھی شک نہیں کہ حافظ ابن حجر ۸۵۲ھ علم حدیث میں الحافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف الزیلعی الحنفی ۷۶۲ھ کے خوشہ چین تھے اور فن اسماء الرجال میں الحافظ علاء الدین مغلطائی البکجری الحنفی ۷۶۲ھ کے ممنون احسان تھے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ الحافظ علاء الدین علی بن عثمان المارديني الحنفی صاحب الجوہر النقی ۷۴۹ھ کے جواب سے بالکل عاجز رہے، بہر حال علامہ زیلعی کی وسعت نظر محدثین میں ہمیشہ مسلم رہی ہے

مگر شیخ قاسم بن قطلو بغاؒ کی نظر ابن حجرؒ بلکہ زیلعیؒ سے بھی بہت وسیع تھی۔منیۃ الالمعی میں انہوں نے کتنی ایسی احادیث کی تخریج فرمائی جو ابن حجرؒ اور زیلعیؒ سے او جھل رہیں۔اتحاف الاحیاء میں احیاء العلوم کی کتنی ایسی احادیث کی تخریج فرمائی جو سابقہ مخر جین الاحیاء سے او جھل رہیں ، ہم منکر حدیث محمد ایوب سے یہ پوچھنے میں حق جانب ہیں کہ جب حافظ ابن حجرؒ جیسے شخص سے کتنی ایسی حدیثیں او جھل رہیں جن کی تخریج شیخ قاسمؒ نے فرمائی تو دو لفظوں "تحت السرۃ" کا او جھل رہنا کون سا اچنبا ہے ، جس طرح ان سب احادیث کو سب محدثین نے تسلیم کیا اور شیخ قاسمؒ کو وسعت نظر پر خراج تحسین پیش کیا اسی طرح یہ الفاظ بھی تسلیم کئے گئے۔

(۳)..... منکر حدیث کے سامنے آثار السنن بھی ہے اس میں صاف لکھا ہے کہ شیخ عابد سندھیؒ نے طوالع الانوار شرح در مختار میں فرمایا اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں (ج ۱ / ص ۷۰) اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ شیخ محمد عابد بن احمد بن علی بن یعقوب انصاری سندھیؒ مدنی ۱۲۵۷ھ نے اس کو تسلیم کیا۔

(۴)..... **البقاعی** :ایوب صاحب نے لکھا ہے کہ بقاعی نے کہا کہ شیخ قاسمؒ کی نقل پر اعتماد نہیں ، یہ ابراہیم بن عمر البقاعی الشافعی ۸۸۵ھ حافظ ابن حجر کا شاگرد ہے ، یہ ایک شاعر تھا "اشعار الواعی باشعار البقاعی" اس کا دیوان ہے اور مؤرخ تھا ، اپنے استاد ابن حجر کی کتاب "ابناء الغمر" پر ذیل لکھی ہے جس کا نام "اظہار العصر لاسرار اہل العصر" ہے۔حدیث یا اسماء الرجال پر نہ اس کی کوئی کتاب نہ تخریج ، اس نے ہرگز ہرگز کسی کتاب میں "تحت السرۃ" کو تحریف قرار نہیں دیا۔ منکر حدیث اگر بقاعی کی اصل کتاب سے اس کیلئے تحریف کا لفظ دکھا دے تو ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے۔

(۵)..... منکر حدیث کے سامنے آثار السنن بھی ہے جس میں لکھا ہے کہ علامہ محمد ابو طیب مدنی نے شرح ترمذی میں اس حدیث کو قبول کیا اور فرمایا ھذا حدیث قوی من حیث السند (ج ۱ / ص ۷۰) ان کا وصال مدینہ منورہ میں ۱۱۴۰ھ میں ہوا

اس کا کوئی جواب ایوب نہ دے سکا۔

(۶)...... شیخ محمد حیات سندھیؒ ۱۱۶۳ھ نے صرف عدم علم کا بہانہ بنایا کہ میں نے کسی نسخہ میں یہ الفاظ نہیں دیکھے، اس کو تو منکر حدیث نے لکھ دیا لیکن شیخ قائم بن صالح ابو المحاسن السندی ثم المدنی نے اپنے رسالہ "فوز الکرام" میں جو جواب دیا تھا کہ خود میں نے خزانہ شیخ عبد القادر مفتی میں وہ نسخہ دیکھا ہے جس پر تصحیح کی امارات ہیں، اس میں "تحت السرۃ" ہے بلکہ شیخ قائم نے کہا کہ **فهذه الزيادة في اكثر نسخ الصحيحة** یہ عبارت بھی ایوب صابر کے سامنے تھی مگر منکر حدیث سے نہ اس کا جواب بنا اور نہ ہی حدیث کو ماننے کی توفیق ہوئی۔

(۷)...... منکر حدیث نے جو غلاظت بھری زبان ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی کے خلاف استعمال کی ہے کہ "انہوں نے دیانت وامانت کا خون کرتے ہوئے اور شرم وحیا کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اور یہودیوں کی روایت کو دہراتے ہوئے اس حدیث میں "تحت السرۃ" کا لفظ شامل کر دیا مگر اس بے حیا یہودی صفت نے یہ نہ بتایا کہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی نے شیخ ھاشم بن عبد الغفور سندھیؒ معاصر شیخ محمد حیات سندھیؒ کا رسالہ "درراہم الصرہ" بھی شائع کر دیا ہے جس میں اس حدیث کا ثبوت صحیح نسخوں سے دیا ہے اور اس کا جواب کوئی منکر حدیث آج تک نہیں لکھ سکا۔

(۸)...... منکر حدیث نے انکار حدیث کا آخری بہانہ یہ بنایا ہے کہ ریاض سے بکر بن عبد اللہ کی کتاب چھپی ہے اس نے بھی اس کو تحریف قرار دیا ہے لیکن بکر بن عبد اللہ کی علمی حیثیت کیا ہے؟ اس نے لکھا ہے کہ اس کا ذکر ابو اشبال صغیر احمد نے کیا ہے اور شیخ عبد الحق ہاشمی نوناری احمد پور شرقیہ کے بیٹے ابو تراب سندھی نے کیا ہے اور ارشاد الحق اثری فیصل آبادی کے ساتھ ضیاء الرحمٰن اعظمی ہندوستانی کا نام لیا ہے یہ چاروں ایوب کی طرح لا مذہب منکر حدیث ہیں ان کی اندھی تقلید میں بکر

بن عبداللہ نے یہ لکھ مارا :

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیواں کنند
ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویراں کنند

بحر بن عبداللہ کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ منکر حدیث لا مذہب قیامت کو اس کے کسی کام نہیں آسکیں گے اور میدان قیامت میں جب منکر حدیث سے یہ پوچھا جائے گا کہ یہ صحیح السند حدیث کا انکار کیوں کرتا تھا اور الٹا اس کو تحریف کا نام دیتا تھا تو یہ پانچوں اس کو چھڑا نہیں سکیں گے۔

ایک بہانہ یہ کیا کہ حضرت مولانا سرفراز خان صاحب نے ابو داؤد کے ایک نسخہ میں مذکور ابو داؤد کا بے دلیل قول نہیں مانا تو ہم بعض نسخوں میں موجود صحیح السند حدیث کیوں مانیں نیز کیا حضرت نے اس نسخہ کو تحریف قرار دیا ہے۔

بے حیا باش وہرچہ خواہی کن

محمد امین صفدر
۲۳/۱۰/۹۷

☆☆☆☆☆☆☆

انعامی چیلنج کی شرعی اور قانونی حیثیت

آج کل ہمارے غیر مقلدین احباب کی طرف سے مختلف مسائل پر انعامی چیلنج، اشتہارات کی شکل میں اتنی کثرت سے شائع ہو رہے ہیں کہ ان کی ہر مسجد، ہر گھر، ہر دکان پر وہ اشتہارات چسپاں ہیں، گلیوں، بازاروں، سکولوں، کالجوں میں تقسیم ہو رہے ہیں۔ یہ چیلنج دس روپے فی مسئلہ سے شروع ہو کر پھر سو روپے مسئلہ پھر ہزاروں روپے اب لاکھوں روپے کے انعام تک پہنچ چکے ہیں۔ اس دین بیزاری کے دور میں دینی جماعتوں میں فتنہ وفساد برپا کرنے کو یہ فرقہ جہاد اکبر سمجھتا ہے، ان کے چھوٹے بڑے ذمہ دار غیر ذمہ دار سب اس کام میں مشغول ہیں چونکہ کئی بار احباب ان کی شرعی یا قانونی حیثیت کے بارے میں پوچھتے رہتے ہیں، بلکہ بیرون ملک سے بھی ایسے سوالات آتے رہتے ہیں اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس پر ایک مختصر تحریر لکھ دی جائے۔

معزز قارئین! آپ جانتے ہیں کہ دعویٰ اپنے ثبوت کے لئے دلیل کا محتاج ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت اور رہنمائی کے لئے حضرات انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، ان مقدسین نے جب یہ دعویٰ فرمایا کہ ہم خدا تعالیٰ کے پیغمبر ہیں، اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان قدسی صفات انسانوں کے ہاتھوں پر معجزات کا ظہور ہوا۔ یہ اتنے مضبوط دلائل تھے کہ لوگ ان کے مقابلہ سے اسی طرح عاجز تھے جس طرح خدا کے سورج جیسا سورج بنانے، خدا کی پیدا کی ہوئی آنکھ جیسی آنکھ پیدا کرنے سے ساری دنیا عاجز ہے۔ چنانچہ سلیم الفطرت لوگ ان معجزات کے سامنے سرنگوں ہو جاتے۔ ان پیغمبروں پر ایمان لے آتے، اپنی دنیا اور آخرت کو سدھار لیتے۔ لیکن یہ دنیا ضدی اور عنادی لوگوں سے بھی خالی نہیں، وہ ضدی لوگ

ان معجزات کے مقابلہ سے تو عاجز تھے مگر ان معجزات کی عظمت کو کم کرنے کے لئے فرمائشی معجزات کا مطالبہ کرتے ،اللہ تعالیٰ نے سوائے ایک آدھ مرتبہ کے کبھی ان کی فرمائش پوری نہ فرمائی اور جن کی فرمائش پوری کر کے پہاڑ سے اونٹنی کو نکالا انہوں نے جب فرمائشی معجزہ کو بھی نہ مانا تو ان کا نام و نشان تک دنیا سے مٹا دیا گیا۔

جن اقوام کو فرمائشی معجزہ نہیں دکھایا گیا وہ ضدی لوگ یہ تو نہیں کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے فلاں فلاں معجزات دکھائے، لیکن فلاں ایک ہمارا فرمائشی معجزہ نہیں دکھایا گیا بلکہ وہ یوں شور مچاتے کہ سرے سے کوئی معجزہ دکھایا ہی نہیں گیا وہ اس بات کا اتنا پروپیگنڈہ کرتے کہ کوئی معجزہ نہیں دکھایا گیا، کوئی معجزہ دکھایا ہی نہیں کہ بعض اوقات خود پیغمبر ﷺ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہو جاتی کہ کاش اللہ تعالیٰ ان کی یہ فرمائش پوری فرما دیں، ایسا نہ ہو کہ یہ جھوٹے پروپیگنڈے کے زور سے کچھ سادہ دل لوگوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اکثر ان کفار کی فرمائش اور پاک پیغمبر کی خواہش کو پورا نہیں فرمایا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے کوئی بات مشکل اور انہونی نہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ معجزہ اور دلیل ایک قوت کا نام ہے جس کے سامنے سب کی گردنیں جھک جائیں، ایسے معجزات اور دلائل اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمائے، لیکن فرمائشی معجزہ اور دلیل میں ایک تو وہ قوت باقی نہیں رہتی کیونکہ اس فرمائشی معجزہ کے سامنے ایک آدمی کی گردن جھکے گی جس کی فرمائش تھی دوسرا دوسری فرمائش کر دے تیسرا تیسری اس طرح اصل معجزات کی عظمت بھی ان لوگوں نے نہ مانی کہ ان کی فرمائش پوری نہیں کی گئی اور فرمائشی معجزہ کی عظمت بھی قائم نہ رہی، دوسرے نے شور مچادیا کہ میری فرمائش پوری نہیں ہوئی تو کچھ بھی نہیں ہوا، تیسرے نے شور مچادیا کہ میری فرمائش پوری نہیں ہوتی تو کچھ بھی نہیں ہوا تو ایسے ضدی لوگ انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں بھی ہوتے تھے جو فرمائشی معجزہ کا مطالبہ کر کے پھر یہ شور مچادیا

کرتے تھے کہ معاذ اللہ اس پیغمبر علیہ السلام کے ہاتھ پر تو کوئی معجزہ ظاہر ہوا ہی نہیں، اس طرح وہ دنیا میں بھی لوگوں کو اپنے اوپر جگ ہنسائی کا موقع دیتے رہے اور اپنی آخرت بھی برباد کی مگر ضد نہ چھوڑی اس پر پکے رہے۔

پاک و ہند میں اس طریق کار کا پہلا تجربہ :۔

پاک و ہند میں فقہ حنفی والی اسلامی حکومت ختم ہوئی اور انگریز کا دور آیا تو جہاد کو حرام قرار دینے کے لئے مرزا قادیانی کو مسیح موعود کا دعویٰ کرنا پڑا اور مسیح کی کرسی خالی کرانے کیلئے اصل مسیح علیہ السلام کی حیات کا انکار کر دیا۔ علمائے اسلام نے قرآن پاک کی کئی ایک آیات اور احادیث مشہورہ سے حیات مسیح کو ثابت کر دیا جس کا جواب مرزا قادیانی کے پاس کوئی نہیں تھا، اب اسے فکر ہوئی کہ یہ آیات اور احادیث پڑھ کر لوگ میرے عقیدہ سے برگشتہ بھی ہو جائیں گے اور مجھے قرآن اور احادیث کا منکر بھی کہیں گے اس کے بعد عام مسلمان میری بات بھی نہیں سنیں گے اس نے سوچا کہ جس حربے میں پہلے کفار نے معجزات کی عظمت کو کم کیا تھا اور فرمائشی معجزہ نہ دکھائے جانے پر شور مچادیا تھا کہ کوئی معجزہ ہوا ہی نہیں میں بھی کوئی فرمائشی دلیل مانگ لوں اور فرمائش پوری نہ ہونے پر یہی شور مچادوں گا کہ قرآن حدیث میں سرے سے حیات مسیح علیہ السلام پر کوئی دلیل ہے ہی نہیں چنانچہ اس نے ایک عبارت خود بنائی کہ اگر کوئی شخص قرآن یا ایک ہی حدیث صحیح میں یہ الفاظ دکھادے کہ عیسیٰ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اس میں آسمان کا لفظ ہو تو میں ہزار روپیہ انعام دوں گا وغیرہ۔ یہ چیلنج شائع ہوتا تھا کہ مرزائیوں نے آسمان سر پر اٹھالیا کہ مسلمانوں کے پاس قرآن و حدیث کی کوئی دلیل نہیں، مسلمان دلائل بیان کرنے لگتے تو شور مچاتے کہ یہ الفاظ جن کا مطالبہ مرزا صاحب نے کیا ہے دکھادو اور ایک ہزار روپیہ انعام لے لو، اس دھوکے میں کتنے مرزائی مبتلا ہو گئے۔ مرزا قادیانی نے جن آیات اور احادیث متواترہ کا انکار کیا تھا وہ بات بھی دبادی کہ بس اور آیتوں حدیثوں کی ضرورت نہیں، بس یہ

الفاظ جن کا مطالبہ مرزا نے کیا ہے دکھاؤ وبلکہ الٹا مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کیا کہ ان کے پاس قرآن وحدیث کی کوئی دلیل ہے ہی نہیں۔

دیکھئے مرزا قادیانی نے اس چیلنج کی آڑ میں قرآن اور احادیث مشہورہ کو ماننے سے بھی اپنی جان چھائی اور الٹا مسلمانوں کے بارے میں شور مچادیا کہ ان کے پاس قرآن و حدیث کی دلیل ہے ہی نہیں میں تو ہر وقت تیار ہوں یہ صرف ایک آیت یا ایک حدیث دکھادیں جس میں میرا فرمائشی مطالبہ ہو اور وہی الفاظ ہوں، اب مرزائی بھی شور مچاتے ہیں کہ مرزا تو قرآن وحدیث کا عاشق تھا لیکن عرب و عجم کے علمائے اسلام اس کو قرآن و حدیث سے اس کے مطالبہ والے الفاظ دکھا ہی نہیں سکے۔

پاک وہند میں اس طریق کار کا دوسرا تجربہ :۔

ملکہ وکٹوریہ کی نظر کرم سے پاک وہند میں فرقہ غیر مقلدین کا ظہور ہوا، انہوں نے تقریر و تحریر کے ذریعہ عوام میں یہ پروپیگنڈہ شروع کیا کہ ہمارا ہر ہر مسئلہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور حنفیوں کے مسائل قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ جب میدان مناظرہ میں اترے تو معاملہ بالکل برعکس نظر آیا کہ اہل سنت و الجماعت احناف تو قرآن و حدیث سے دلائل پیش کرتے اور غیر مقلدوں کا دامن خالی ہوتا مثلاً اہل سنت قرآن و حدیث سے فقہ کی عظمت ثابت کرتے یہ فقہ کی مذمت میں نہ قرآن سناتے نہ حدیث مسلمان اجماع کا حجت ہونا قرآن وحدیث سے ثابت کرتے یہ ایک آیت یا ایک حدیث بھی پیش نہ کر سکتے کہ امت کا اجماع گمراہی پر ہو سکتا ہے۔ اہل سنت قرآن وحدیث سے اجتہاد کا جواز ثابت کرتے، یہ ایک آیت یا حدیث بھی پیش نہ کر سکتے کہ اجتہاد کرنا شیطان کا کام ہے۔ اہل سنت فقیہ اور مجتہد کی طرف رجوع (تقلید) کا ثبوت قرآن وحدیث سے پیش کرتے یہ اجتہادی مسائل میں مجتہد کی تقلید کا شرک اور حرام ہونا نہ کسی آیت سے ثابت کر سکتے نہ کسی حدیث سے،

اہل سنت احادیث صحیحہ سے ثابت کرتے کہ مجتہد اپنے ہر اجتہاد میں ماجور ہوتا ہے لیکن یہ مجتہدین کے خلاف بدگمانی پھیلانے اور بدزبانی کرنے کا جواز نہ کسی آیت سے دکھا سکتے ہیں نہ حدیث سے۔ ان کا دعویٰ جب بالکل جھوٹا ثابت ہو گیا تو انہوں نے سوچا کہ قرآن و حدیث کے جو دلائل اہل سنت پیش کرتے ہیں ان کا انکار ایسے طریقے سے کیا جائے کہ ہم وہ دلائل بھی نہ مانیں اور کسی کو پتہ بھی نہ چلے کہ یہ قرآن وحدیث کے دلائل نہیں مانتے بلکہ شور یہ مچاؤ کہ اہل سنت کے پاس قرآن وحدیث کے دلائل ہیں ہی نہیں چنانچہ انہوں نے بھی اس سلسلہ میں سابقہ کفار اور مرزا قادیانی کے تجربہ سے استفادہ کیا اور یہی طریقہ پوری جماعت نے دل و جان سے قبول کر لیا، چند غیر مقلدین علماء اور طلباء نے مولوی محمد حسین لاہوری (ثم بٹالوی) کی سرکردگی میں اس مہم کا آغاز کر دیا اور ۱۲۹۰ھ ، ۱۸۷۲ء میں جب اہل سنت ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی سزا میں کالے پانی، یا ملک کی جیلوں میں قید تھے مقدمات چل رہے تھے پھانسیوں کے حکم سنائے جا رہے تھے اور مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد کی سخت ضرورت تھی ایک انعامی چیلنج کا اشتہار نہ انگریزوں کے خلاف نہ ہندوؤں کے خلاف نہ سکھوں کے خلاف بلکہ صرف حنفیوں کے خلاف شائع کیا۔ مرزا قادیانی کی طرح کچھ عبارتیں خود بنائی گئیں ان کے ساتھ کچھ شرطیں اپنی طرف سے ایسی لگائی گئیں جن کا قرآن وحدیث سے دور کا بھی تعلق نہ تھا، نہ مدعی اور سائل کا تعین نہ کسی دعویٰ کی تنقیح اور دس سوالات کا انعامی چیلنج پورے ملک میں پھیلایا، ہر گھر اور ہر مسجد میں لڑائی شروع کرادی۔ اب اگر علماء اہل سنت اپنے مسائل کے دلائل پر قرآن و احادیث سناتے تو ان کو بالکل نہ مانتے کہ ان آیات و احادیث میں ہمارے الفاظ نہیں، یہ تو خدا اور رسول کے الفاظ ہیں، ہمارے الفاظ دکھاؤ۔ اللہ تعالیٰ اور رسول خدا ﷺ نے ان آیات و احادیث میں نہ الفاظ ہماری فرمائش والے استعمال فرمائے نہ ہماری شرطوں کا خیال رکھا۔ پس یہ الفاظ ان شرائط

سے دکھاؤورنہ ہمیں یقین ہے کہ تمہارے پاس قرآن وحدیث کی کوئی دلیل نہیں۔ اگر اہل سنت ان سے کہتے کہ اچھاتم اپنے مسائل کے دلائل قرآن وحدیث سے دکھاؤ تاکہ ہمیں پتہ چلے کہ اپنی فرمائشی شرائط تم خود بھی پوری کر سکتے ہو یا نہیں تو وہی چیلنج رکھ کر شور مچاتے ہوئے بھاگ جاتے اور دلائل سنانے سے جان چھڑا کر یہی شور مچاتے جاتے کہ حنفیوں کے پاس کوئی دلیل نہیں ملی۔

عبارت انعامی چیلنج :۔

میں مولوی عبد العزیز و مولوی محمد صاحب و مولوی اسماعیل صاحب ساکنان طبیہ والی اور جو ان کے ساتھ طالب علم ہیں جیسے میاں غلام محمد صاحب ہوشیار پوری و میاں نظام الدین صاحب و میاں عبد الرحمن صاحب وغیرہ جملہ حنفیاں پنجاب وہندوستان کو بطور اشتہار وعدہ دیتا ہوں کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی صاحب مسائل ذیل میں کوئی آیت قرآنی یا حدیث صحیح جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو اور وہ اس مسئلہ میں جس کے لئے پیش کی جاوے نص صریح قطعی الدلالت ہو پیش کریں تو فی آیت اور فی حدیث یعنی ہر آیت اور حدیث کے بدلے دس روپے بطور انعام دوں گا۔ ان مسائل کی احادیث تلاش کرنے کے لئے ان صاحبوں کو اس قدر مہلت دیتا ہوں جس قدر یہ چاہیں زیادہ مہلت میں ان کو بھی گنجائش ہے کہ یہ اپنے مذہبی بھائیوں سے بھی مدد لیں۔ المشتہر ابو سعید محمد حسین لاہوری ۱۲۹۰ھ۔

جواب...... اس مطالبہ میں جو شرط لگائی گئی کفار مکہ اور مرزا قادیانی کی فرمائشوں کی طرح اس شرط کا قرآن وحدیث کے ساتھ کوئی دور کا بھی تعلق نہیں، ہم کہتے ہیں کہ اپنی اس شرط کے مطابق وہ کوئی آیت یا حدیث جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو اور وہ اس بات میں نص صریح قطعی الدلالت بھی ہو کہ دلیل شرعی صرف اور صرف آیت اور حدیث متفق علیہ نص صریح قطعی الدلالت میں ہی منحصر ہے تو ہم فی آیت و حدیث گیارہ روپے انعام دیں گے اور میرے رسالہ

"غیر مقلدین کی غیر مستند نماز" میں جس قدر سوالات ہیں ان کے جواب میں اپنی شرط کے مطابق آیت یا حدیث صحیح متفق علیہ نص صریح قطعی الدلالت پیش کریں تو میں اور میرے طالب علم مل کر فی آیت و فی حدیث گیارہ روپے گیارہ پیسے انعام دیں گے، بے شک سارے پاکستان اور دنیا کے غیر مقلد مولوی اکٹھے ہو کر جواب دیں بعد میں انعام کی رقم آپس میں بانٹ لیں۔

اس اشتہار کے جواب میں حضرت شیخ الہندؒ نے ایک رسالہ ادلہ کاملہ کے نام سے شائع فرمایا، اب یہ انعام کا وعدہ دینے والوں میں سے ایک نے بھی اس کا جواب نہ لکھا، پورے ملک میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ ادلہ کاملہ کے پڑھتے ہی یا تو یہ لوگ مر گئے ہیں یا صم بکم عمی میں شامل ہو گئے ہیں، باطل ایسے ہی ذلیل ہوتا ہے۔ ایک محمد احسن امروہی جو چیلنج دینے والوں میں نہیں تھا مان نہ مان میں تیرا مہمان اس نے ادلہ کاملہ کے جواب میں ایک رسالہ مصباح الدولہ کے نام سے لکھا جس میں حضرت شیخ الہندؒ کے ایک سوال کا جواب بھی موافق اپنی شرط کے نہ دے سکا، رسالے کا پیٹ قرآن و حدیث کی جائے گالی گلوچ سے بھر دیا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے وہ رسالہ دیکھا تو فرمایا: کہ ان لوگوں کا دعویٰ تو یہ ہوتا ہے کہ ہم ائمہ مجتہدین سے زیادہ قرآن کو سمجھتے ہیں مگر یہ تو میرے اردو رسالے کو سمجھنے کی بھی قابلیت نہیں رکھتے، چنانچہ حضرتؒ نے اپنے رسالہ کی خود شرح لکھی، ایضاح الادلہ اور ثابت کیا کہ مولوی محمد احسن نے بے سمجھے بوجھے گالیاں دی ہیں۔

چنانچہ ایضاح الادلہ پہلی مرتبہ ۱۲۹۹ء میں شائع ہوئی، محمد احسن امروہی تو قادیانی بن گیا اور دولت ایمان ہی کھو بیٹھا نعوذ باللہ من الحور بعد الکور ہم زیادتی کے بعد نقصان سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اب ۱۴۱۲ھ جو ختم ہو رہی ہے تقریباً ۱۱۳ سال ہو چکے غیر مقلدین پر سکوت مرگ طاری ہے اس کے جواب سے وہ اپنی شکست تسلیم کر چکے ہیں، ایسی ذلت آمیز شکست تسلیم کرنے کی مثال شاید ہی

کسی اور فرقے میں ملے۔

ایسی ذلت آمیز شکست کے بعد چاہئے تو یہ تھا کہ یہ صاحبان نچلے بیٹھتے : پھر کسی کو منہ نہ دکھاتے مگر انہوں نے یہ سمجھ کر کہ بات پرانی ہو گئی ہے پاکستان میں پھر مناظروں کے چیلنج شروع کر دیئے ، جس کے نتیجہ میں حافظ عبد القادر روپڑی ، پروفیسر عبد اللہ بہاولپوری ، ماسٹر محمد یونس اوکاڑوی کو پنجاب میں پیر بدیع الدین شاہ پیر آف جھنڈا کو سندھ میں اور عبد العزیز نورستانی کو سرحد میں ایسی ذلت آمیز شکستوں کا سامنا ہوا کہ اب ان حضرات نے مناظروں سے ایسی توبۃ النصوح کی کہ وہ زہر کا پیالہ پی کر مر سکتے ہیں لیکن راقم الحروف (محمد امین صفدر) سے مناظرہ نہیں کرتے ، جب دیکھا کہ قرآن و حدیث کے دلائل ہمارے پاس نہیں تو پھر پرانا نسخہ انعامی چیلنج والا آزمانا شروع کیا۔

ایک لاکھ ستر ہزار روپے کا انعامی چیلنج :۔

راولپنڈی سے بہادر بیگ نے بیس ہزار روپے کا ایک انعامی چیلنج شائع کیا ، فیصل آباد سے مولوی اشرف سلیم نے پچاس ہزار روپے کا چیلنج دیا کہ فیصل آباد کی عدالت فیصلہ کر دے کہ حدیث سے ثابت ہو گیا ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھی جائے تو نماز ہو جاتی ہے تو میں پچاس ہزار روپیہ انعام دوں گا اور سرحد سفید ڈھیری پشاور مرکز نورستانی سے ایک لاکھ روپے چیلنج کا اشتہار دیا۔

عدالت کا فیصلہ :۔

عدالت سول جج سید طاہر حسین کاظمی فیصل آباد مقدمہ نمبر ۲۸/۱ ۱۹۸۴ء اشتہار چیلنج کے بارے میں فاضل جج نے یہ رائے دی کہ اشتہار کا اجراء کر کے مسلمانوں کے مختلف طبقۂ خیال کے ایمان کو زخمی کیا ہے کسی شخص کو یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ دوسرے مسلمانوں کے ایمان کو مجروح کرے اور نقصان

پہنچائے۔ مدعاعلیہ نے ماسوائے مذہبی یگانگت اور اتحاد اور بھائی چارہ کا درس دینے کی بجائے مسلمانوں کے اعتقاد کو ضرب پہنچائی ہے اور اس طریقہ کار سے مدعاعلیہ نے مسلمانوں کی صحیح ترجمانی نہیں کی۔ مسلمانوں کے درمیان اختلافات کی حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہئے، اہل سنت کی طرف سے آیت و اذا قرئ القرآن پیش کی گئی اور حدیث مسلم و اذا قرأ فانصتوا اور ثابت کیا کہ امام کی قرأت (فاتحہ و سورت) کے وقت مقتدی خاموش رہیں، فاضل جج نے فرمایا کہ اس میں میری رائے میں مدعی کا موقف صحیح ہے اور اس کے بعد فرمایا کہ مدعاعلیہ کا موقف "کہ مقتدی جب نماز ادا کریں تو سورۃ فاتحہ کی تلاوت کریں ورنہ مقتدی کی نماز باطل سمجھی جائے گی میں اس موقف سے متفق نہیں ہوں کیونکہ یہ موقف قرآن اور حدیث سے مطابقت نہیں رکھتا۔" (فیصلہ نمبر ۲)

انعامی چیلنج کے بارے میں چونکہ اشتہار کوئی قانونی حیثیت نہیں رکھتا، یہ وعدہ سرکاری اشٹام پر ہو تو عدالت ذمہ دار ہوتی ہے ورنہ نہیں اب بہادر بیگ، مولوی اشرف سلیم اور عبدالعزیز نورستانی کا قرآن کی ان آیات اور نبی کی ان احادیث پر ایمان ہے جن میں وعدہ پورا کرنے کی تاکید ہے بلکہ بعض احادیث میں وعدہ خلافی کو منافق کی علامت قرار دیا ہے تو وہ اپنا وعدہ پورا کرتے اور اس فیصلہ کے بعد انعام دے دیتے، یہ قرض سر پر لے کر مریں گے تو ان کا جنازہ بھی جائز نہ ہوگا، لیکن نہ ان کو اپنے وعدہ کی پرواہ نہ ہی پوری جماعت غیر مقلدین میں کوئی رجل رشید جو ان کو انعام دینے پر مجبور کرے یا خود ان کی طرف سے انعام دے کر اپنی جماعت کی لاج رکھ لے۔

معاف کروالو :۔

میں نے بارہا تقریروں میں بات کہی کہ جو شرط تم نے اشتہار میں لکھی ہے اس شرط کے موافق آپ اپنی مکمل نماز کا ہر مسئلہ ثابت کر دیں تو ہم آپ کو یہ قرضہ

معاف کر دیں گے لیکن وہ اس شرط پر قیامت تک اپنی نماز کی مکمل ترکیب ثابت نہیں کر سکتے اور نہ ہی قرضہ معاف کروا سکتے ہیں۔

الٹی مت :۔

ہاں اس فیصلے کے بعد ان میں اگر شرافت نام کی کوئی چیز ہوتی تو کم از کم خاموش ہی ہو جاتے، مگر جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ اشتہار میں جتنا چاہو انعامی چیلنج دے دو عدالت اس کی ذمہ داری نہیں لیتی، اس عدالت سے اس طرح بے خوف ہو گئے اور قیامت کی عدالت پر تو ان کا ایمان ہی نہیں تو اب مولوی اشرف سلیم نے تین لاکھ روپے کا چیلنج شائع کرا دیا اور پہلے لکھا تھا کہ فیصل آباد کی عدالت فیصلہ کرے گی تو انعام دوں گا اب فیصل آباد کی بجائے لاہور کی عدالت کا نام لکھ دیا۔

ذمہ دار یا غیر ذمہ دار لوگ :۔

البتہ مناظروں میں پے در پے شکست اور عدالت میں اس شدید ناکامی کے بعد ان کے بعض ذمہ دار لوگ سوچنے پر مجبور ہو گئے، امام احمدؒ نے فرمایا تھا کہ ہم نے اہل اسلام میں سے کسی کو نہیں سنا جو یہ کہتا ہو کہ جب امام جہر سے قرأت کرتا ہے اور مقتدی اس کے پیچھے قرأت نہ کرے تو مقتدی کی نماز باطل اور فاسد ہو جاتی ہے اور فرمایا کہ یہ آنحضرت ﷺ ہیں اور یہ آپ ﷺ کے صحابہؓ اور تابعینؒ ہیں اور یہ امام مالکؒ ہیں اہل حجاز میں اور یہ امام ثوریؒ ہیں اہل عراق میں اور یہ امام اوزاعیؒ ہیں اہل شام میں اور یہ امام لیث بن سعدؒ ہیں اہل مصر میں ان میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کا امام جہر سے قرأت کرے اور مقتدی خود قرأت نہ کرے تو اس کی نماز باطل اور فاسد ہے (مغنی ابن قدامہ ص ۶۰۶ / ج ۱) اب یہ فرقہ بھی ان ذلت آمیز شکستوں کے بعد اس پر آ گیا چنانچہ ان کے محدث اعظم مولوی محمد گوندلوی اور ان کے ذمہ دار شاگرد مولوی ارشاد

الحق اثری لکھتے ہیں ''امام بخاریؒ سے لے کر تمام محققین علمائے اہل حدیث میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ جو فاتحہ نہ پڑھے وہ بے نماز ہے کافر ہے (توضیح الکلام ص ۵۱۷/ج ۱)

اثری صاحب مزید لکھتے ہیں : امام بخاریؒ سے لے کر دور قریب کے محققین اہل حدیث تک کسی تصنیف میں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز باطل ہے اور وہ بے نماز ہے، آج بعض حضرات نے جو قدم اٹھایا ہے جماعت کے نامور اور ذمہ دار حضرات میں بھی ان کا شمار نہیں ہوتا۔ (توضیح الکلام ص ۴۳/ج ۱) پھر لکھتے ہیں فاتحہ نہ پڑھنے والے پر تکفیر کا فتویٰ یا اس کے بے نماز ہونے کا فتویٰ امام شافعیؒ سے لے کر کسی محقق ذمہ دار عالم نے نہیں دیا۔ (توضیح الکلام ج ۱/ ص ۹۹) پھر دونوں محقق استاد اور شاگرد لکھتے ہیں : ''جو یہ سمجھتے ہیں کہ فاتحہ خلف الامام فرض نہیں اور نماز خواہ جہری ہو یا سری اس میں فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز باطل نہیں (خیر الکلام ص ۳۳، توضیح الکلام ص ۴۵/ج ۱)۔

برادران اسلام ! جب اس جماعت کے محقق اور ذمہ دار حضرات نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں تو ان کے غیر محقق اور غیر ذمہ دار حضرات کو بھی اب یہ اشتعال انگیز کام ختم کر دینا چاہئے تھا۔ مگر مولوی اشرف سلیم نے اب چیلنج پانچ لاکھ روپے کا شائع کر دیا ہے وہ اشتہار ان کی ہر مسجد، ہر گھر اور ہر دکان پر چسپاں ہے اور لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اس فرقہ کے سو فی صد افراد غیر محقق اور غیر ذمہ دار ہیں۔ اگر کوئی سارے ملک میں ایک آدھ آدمی محقق اور ذمہ دار ہے بھی النادر کا المعدوم تو بھی خاموشی سے ان غیر ذمہ داروں کی ہی پشت پناہی کر رہا ہے۔

ہم یہ چیلنج منظور کرتے ہیں :۔

مولوی اشرف سلیم صاحب مبلغ پانچ لاکھ روپیہ عدالت عالیہ لاہور میں

جمع کرا کے اشتہار کے بارے میں درج ذیل تنقیحات پر بات کرنے کی ذمہ داری عدالت کو دے۔

(۱)......ان کی شرط یہ ہے کہ حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح ہو وہ عدالت میں پہلے اس شرط کا ثبوت اسی شرط پر پیش کرے گا یعنی ایک ہی حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح ایسی پیش کرے گا کہ دلیل شرعی صرف حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح میں ہی منحصر ہے۔

(۲)...... پھر حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح کی جامع مانع تعریف بھی حدیث صحیح صریح مرفوع غیر منحصر سے عدالت کو لکھوائے گا۔

(۳)...... پھر اپنا مکمل مسئلہ کہ امام کے پیچھے قرآن پاک میں سے ۱۱۳ سورتیں پڑھنا حرام اور سخت منع ہیں جب کہ قرآن میں سے سورۃ فاتحہ ہر مقتدی کو از خود پڑھنا فرض ہے اس کے بغیر مقتدی کی نماز باطل اور بیکار ہے، پہلے یہ دعویٰ اس آیت کریمہ سے ثابت کرے گا جو اس نے اشتہار پر لکھی ہے۔ فاقرؤا ماتیسر من القرآن۔

(۴)...... پھر اشتہار میں پیش کردہ حدیث بہتی لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب خلف الامام کو حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح ثابت کر کے اس سے یہ ثابت کرے گا کہ امام کے پیچھے ۱۱۳ سورتیں پڑھنا حرام اور فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور یہ بھی ثابت کرے گا کہ یہ حدیث آیت: و اذا قرئ القرآن کے بعد کی ہے۔

(۵)...... جو اہل السنۃ والجماعت کی کتابوں سے ۲۲ حوالے اشتہار میں لکھے ہیں ان کتابوں سے پہلے وہ اپنا مکمل دعویٰ دکھائے گا کہ امام کے پیچھے قرآن پاک کی ۱۱۳ سورتیں پڑھنا حرام ہیں اور فاتحہ فرض ہے اس کے بغیر مقتدی کی نماز باطل اور بیکار ہے اور یہ بھی ثابت کرے گا کہ یہ بائیس (۲۲) اقوال مفتی بہا ہیں کیونکہ غیر مفتی بہ پر حکم اور فتویٰ باطل ہے۔ (در مختار)

(۶)...... پھر عدالت میں تحریری طور پر اس کی وجہ داخل کرے گا کہ فیصل آباد کی

عدالت کے فیصلے کو ماننے سے اس نے کن وجوہ کی بنا پر انحراف کیا ہے، اگر وہ یہ چھ نکات ثابت نہ کر سکے تو وہ عدالت میں اپنی تحریری شکست لکھیں گے۔

ازاں بعد ہم اپنا دعویٰ کہ قرأت کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور نماز باجماعت میں امام کی قرأت سب مقتدیوں کی طرف سے ہو جاتی ہے، اس لئے مقتدی کو خاموش رہنا چاہئے جس طرح خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا مگر خطیب کا خطبہ سب حاضرین کی طرف سے ہو جاتا ہے خواہ کسی کو خطیب کی آواز سنائی دے یا نہ دے بلکہ وہ خطبہ کے بعد جماعت میں ہی آکر ملا ہو۔ اس کی طرف سے بھی خطبہ ہو گیا وہ کبھی یہ نہیں کہتا کہ میں بغیر خطبہ والا جمعہ پڑھ کے آیا ہوں۔ اسی طرح کوئی سنی مقتدی نہیں کہتا کہ میں بغیر قرأت کے نماز پڑھ کر آیا ہوں، ہم اپنا یہ مسلک قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کے بعد مبلغ پانچ لاکھ روپیہ مع خرچہ وصول کریں گے اور اگر آج کی تاریخ ۵ اذیقعدہ ۱۴۱۲ھ سے تین ماہ تک اشرف سلیم نے پانچ لاکھ روپیہ عدالت میں جمع کرا کر اور مندرجہ تنقیحات عدالت میں پیش کر کے بذریعہ عدالت ہم سے فیصلہ نہ کرایا تو یہ جماعت غیر مقلدین کی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شکست ہو گی اور ہمارا پانچ لاکھ روپیہ مع خرچہ مولوی اشرف سلیم کے ذمہ قرض ہو گا جس کو ہم کسی بھی جائز طریقہ سے وصول کرنے کے حق دار ہوں گے۔ اس فرقہ کے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ مولوی اشرف سلیم کو اب اس فیصلہ کے لئے تیار کرے۔ فقط

محمد امین صفدر

۱۵ ذوالقعدہ ۱۴۱۲ھ

کیا نیت کرنا بدعت ہے ؟

بسم الله الرحمن الرحیم

(۱)...... محدث البانی نے نیت کے بارے میں لکھا ہے کہ : **والنية هى القصد ليحضر المصلى فى ذهنه ذات الصلوٰة وما يجب التعرض له من صفاتها كالظهرية و الفرضية وغيرها۔** (ص ۶۷) محدث البانی نے جو یہ نیت لکھی ہے اس پر کوئی حدیث پیش نہیں کر سکا بلکہ نیت پوری بھی نہیں لکھی، نماز کی بہت سی صفات کو وغیرها میں چھپا گیا ہے، اس لئے یہ مکمل نیت کسی حدیث میں دکھائی جائے کہ دل میں نماز کی ذات کے ساتھ ساتھ فلاں فلاں صفات کی نیت کی جائے۔

(۲)...... کیا وجہ ہے کہ اصحاب صحاح ستہ میں سے کسی نے بھی نماز کے ابواب میں نیت کا باب نہیں باندھا، کیا اس وقت تک سب لوگ بغیر نیت کے نماز پڑھتے تھے، اب بھی کوئی بغیر نیت کے نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہو گی یا باطل ؟

(۳)...... نمازی کو دل میں نماز کی نیت کرنا فرض ہے یا واجب یا سنت ؟ مہاجر ام قیس پر جو ہجرت فرض تھی، اس کا یہ فرض بغیر نیت کے ادا ہو گیا تھا یا آنحضرت ﷺ نے اسے واپس بھیجا تھا کہ دوبارہ نیت کر کے ہجرت کرو۔

(۴)...... نماز میں امام کو امامت کی اور مقتدی کو اقتداء کی نیت دل میں کرنا فرض ہے یا حرام ؟ جواب حدیث سے دیں۔

(۵)...... نمازی کا دل میں یہ نیت کرنا کہ میں فرض پڑھ رہا ہوں یا سنت یا نفل ؟ فرض ہے یا واجب ہے یا حرام ؟ جواب حدیث سے دیں۔

(۶)...... نمازی کا دل میں یہ نیت کرنا کہ میں ظہر پڑھ رہا ہوں یا عصر، مغرب یا عشاء فرض ہے یا واجب یا حرام ؟ حدیث سے جواب دیں۔

(۷)...... نمازی کا دل میں یہ نیت کرنا کہ میں وقتی نماز ادا کر رہا ہوں یا قضا یہ فرض ہے یا واجب یا حرام؟ حدیث سے جواب دیں۔

(۸) کیا حج کی نیت میں دل کی نیت کے ساتھ زبان سے نیت کرنا فرض ہے یا واجب ہے یا حرام؟

(۹)...... کیا نماز میں دل کی نیت کی تقویت کے لئے زبان سے نیت کرنا کسی آیت یا حدیث میں منع آیا ہے؟

(۱۰)...... حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی حنبلیؒ غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں کہ وضو اور نماز میں زبان کی نیت بھی دل کی نیت کے ساتھ کرنا احسن اور افضل ہے، اس کے خلاف البانی کہتا ہے کہ بدعت ضلالہ ہے، کتاب و سنت کا منکر کون ہے؟

(۱۱)...... کسی عبادت کی تقویت یا اعانت کے لئے کسی نئے طریقے کا اختیار کرنا بدعت حسنہ ہے یا سیئہ مثلاً حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں مسجد پکی تھی، نہ کوئی غسل خانہ، نہ استنجاء خانہ، نہ وضو خانہ، نہ قالین، نہ پنکھا، نہ میناراب جو غیر مقلدین کی مساجد میں یہ سب کچھ ہے تو بدعت ضلالہ ہے، ایسی مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۱۲)...... قرآن پاک میں اعراب لگانا، او قاف لگانا، تیس پارے، منزلوں اور رکوعوں کی تقسیم دور نبویؐ میں تھی یا بدعت ہے؟ اور ایسے قرآن میں تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(۱۳)...... آنحضرت ﷺ نے اپنی مسجد کا نام مسجد اہل حدیث رکھا تھا یا مسجد مبارک یا مسجد قدس یا مسجد مزمل یا مسجد صدیق اکبر، یہ نام کسی حدیث سے ثابت کریں، اگر بدعت ہیں تو ان مسجدوں میں نماز جائز ہے یا نہیں۔

متفق علیہ احادیث پر عمل کیوں نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس میں شک نہیں کہ ایمان کے بعد نماز سب سے اہم فرض ہے اور قیامت کے دن اعمال میں سب سے پہلے نماز کا ہی حساب ہوگا۔ احناف کی نماز امام صاحبؒ نے مرتب کروائی جو امام محمدؒ (۱۸۹ھ) کی کتابوں میں محفوظ ہے جب کہ غیر مقلدین کی نماز کی کوئی مکمل کتاب عربی زبان میں ۱۳۷۰ھ سے پہلے دنیا میں موجود نہیں تھی، چنانچہ غیر مقلد محدث البانی اپنی کتاب "صفۃ صلاۃ النبی" کی تالیف کا سبب یہی لکھتا ہے: **ولما کنت لم اقف علیٰ کتاب جامع فی ھذا الموضوع** یعنی میں نماز نبویؐ ﷺ کے موضوع پر کسی کتاب سے واقف نہیں، پھر البانی نے ۱۶۲ مصادر اور مراجع سے نماز نبوی کو کشید کیا، وہ بھی ہر گز مکمل نہیں۔

(۱)...... محدث البانی نے استقبال قبلہ اور قیام کے ذکر کے بعد لکھا ہے **الصلاۃ فی النعال والا مر بھا** اور فرمایا ہے کہ جوتے پہن کر نماز ادا فرمانے کی حدیث متواتر ہے۔ (ص ۷۰) جو غیر مقتدی اس امر نبویؐ اور حدیث متواتر کے خلاف جوتے اتار کر نماز پڑھتے ہیں کیا آیت کریمہ: **فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم۔** کے ماتحت کس درجہ کے گناہگار ہیں؟

(۲)...... اور حدیث متواتر جو **کان یصلی فی نعلیہ** کے الفاظ میں ماضی استمراری کے ساتھ آتی ہے، اس کا یہی معنی ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ جوتے پہن کر ہی نماز پڑھتے تھے، بخاری مسلم کی ایک بھی متفق علیہ حدیث نہیں جس میں صراحۃً جوتے اتار کر نماز پڑھنے کا حکم ہو اور جوتے پہن کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہو تو اس متفق علیہ بلکہ متواتر حدیث کے خلاف نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوگی یا باطل، حدیث سے

جواب دیں؟

(۳)......اہل قرآن کا کہنا ہے کہ متواتر حدیث پر بھی عمل ضروری نہیں اس لئے آج کے اہل حدیث اس متواتر حدیث پر عمل نہیں کرتے بلکہ خود حضور ﷺ حدیث پر عمل ضروری نہیں سمجھتے تھے اس لئے جوتے اتار کر نماز پڑھنے والے کو فرمایا کہ جوتے نہ اپنے دائیں طرف رکھو نہ اپنے بائیں طرف کیونکہ وہ دوسرے نمازی کا دایاں ہو گا اس لئے جوتوں کو اپنے دونوں پاؤں کے درمیان رکھ کر نماز پڑھنے کا حکم دیا، مگر اہل حدیث اس امر نبوی ﷺ کے خلاف مسجد سے باہر جوتے اتارتے ہیں کیا جو مسجد سے باہر جوتے اتار کر نماز پڑھے، اس کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ صاف صریح صحیح حدیث سے جواب دیں۔

(۴)......حدیث پاک میں ہے کہ اگر جوتوں کو گندگی (پاخانہ پیشاب وغیرہ) لگا ہو تو پونچھ کر نماز پڑھ لو، گویا دونوں جوتوں کے پورے نجس ہونے کے ساتھ بھی نماز جائز ہے مگر آج کے اہل حدیث اہل قرآن سے ڈر کر اس حدیث پر عمل نہیں کرتے۔

(۵)......اہل قرآن کا کہنا ہے کہ بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ (کان یصلی) بچی کو اٹھا کر نماز پڑھتے تھے اور بخاری اور مسلم کی کسی حدیث میں اس سے منع نہیں کیا گیا بلکہ محدث نوویؒ (۶۷۶ھ) تو لکھتے ہیں:

ففیہ دلیل لصحۃ صلوٰۃ من حمل آدمیا او حیوانا طاھراً من طیر وشاۃ وغیرھما۔ (ج ۱/ص ۲۰۵) اور غیر مقلد محدث میر نور الحسن خان لکھتے ہیں:

پس دعویٰ نجس عین بودن سگ و خنزیر و پلید بودن خمر و دم مسفوح و حیوان مردار نا تمام است۔ (عرف الجادی ص ۱۰) اس پر نواب صدیق حسن خان کی بھی تصدیق ہے۔ اہل قرآن کا کہنا ہے کہ اہل حدیث متفق علیہ احادیث پر بھی عمل ضروری نہیں سمجھتے ورنہ اس حدیث پر عمل کرنے کے لئے نماز میں کسی نے بیوی کو کندھے پر بٹھایا ہو، کسی نے خنزیر کو بغل میں دبایا ہو، کسی نے کتے کو اٹھایا ہو، کسی نے خمر کا ڈرم سر پر

رکھا ہو، کسی نے خون کا گمڑا، کسی نے مردار کو سینے سے چپکایا ہو مگر غیر مقلدین صرف اہل قرآن سے ڈرتے اس متفق علیہ حدیث پر عمل نہیں کرتے ۔ کیا آنحضرت ﷺ کے ہمیشہ بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنے کے خلاف نماز پڑھنے والے کی نماز ہو جائے گی۔

(۶)......اہل قرآن کا کہنا ہے کہ بخاری، مسلم کی متفق علیہ بلکہ متواتر حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ (کان یصلی) ایک کپڑے میں نماز پڑھا کرتے تھے اور کسی ایک بھی متفق علیہ متواتر حدیث میں اس سے منع نہیں کیا گیا لیکن سب اہل حدیث مرد اور عورتیں اس متفق علیہ اور متواتر حدیث کے خلاف نماز پڑھتے ہیں، رومال بھی ایک کپڑا ہے، جانگیا بھی ایک کپڑا ہے، جراب بھی ایک کپڑا ہے، کیا اس متواتر حدیث کے خلاف نماز پڑھنے والوں کی نماز : صلوا کما رأیتمونی اصلی کے امر کے خلاف باطل ہے یا نہیں ؟ جواب حدیث متفق علیہ متواتر سے دیں۔

(۷)......بخاری شریف میں حضرت انسؓ کی حدیث میں ہے کہ ران کا پردہ نہیں اور امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند زیادہ صحیح ہے ، ہاں جرہد (بخاری ص ۵۳ ج ۱) کی حدیث میں ہے کہ ران کا پردہ ہے، امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس پر عمل کرنے میں احتیاط ہے، عام طور پر غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ جو حدیث زیادہ صحیح ہو اس پر عمل کرنا چاہئے، مگر اس حدیث پر عمل کرنے سے سب غیر مقلد مرد اور عورتیں محروم ہیں۔ کیا اگر کوئی غیر مقلد مرد یا عورت ران کو چھپائے بغیر نماز پڑھے تو اس کو مردہ سنت زندہ کرنے پر سو شہید کا ثواب ملے گا یا نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

کھلا خط بنام طالب الرحمٰن
لیکچرار بارانی کالج راولپنڈی

السلام علیٰ من اتبع الھدی : ایک دوست نے آپ کی ایک کتاب التحقیق فی مسئلۃ رفع الیدین دکھائی اور بتایا کہ آنجناب آنجہانی پروفیسر حافظ عبد اللہ بہاولپوری کے تلمیذ رشید ہیں، کتاب کے تعارف میں بھی یہ بات مل گئی، حافظ صاحب آنجہانی سے جس کی ایک مرتبہ بھی بات ہو چکی ہو اس کو یہ حق الیقین نصیب ہو جاتا تھا کہ تحقیق اور حافظ صاحب دو متضاد چیزیں ہیں، اسلئے دل یہ بات ماننے کو تیار نہیں تھا کہ آنجہانی کا کوئی شاگرد تحقیق کر سکے۔ جب کتاب کا سرسری مطالعہ کیا اس میں تحقیق نامی کوئی چیز تو نظر نہ آئی البتہ یہ یقین ہو گیا کہ مؤلف یقیناً حافظ صاحب آنجہانی کا شاگرد ہو گا بلکہ اس مضمون کو اگر خود حافظ جی کا ہی مضمون کہا جائے تو یہ کوئی مبالغہ نہ ہو گا کیونکہ آنجہانی کے علمی انوار سے اہل علم خوب واقف ہیں۔

نور اول :۔

سب حضرات گنتی کر سکتے ہیں کہ غیر مقلدین چار رکعت نماز میں ہمیشہ دس جگہ رفع یدین کرتے ہیں اور چار رکعت میں اٹھارہ جگہ کبھی رفع یدین نہیں کرتے یہی ان کا متواتر عمل ہے۔ زیر نظر کتاب ۲۶۹ صفحات پر مشتمل ہے مگر اتنی بڑی کتاب میں آپ ان کے دعویٰ و عمل کی ایک دلیل بھی نہ دکھا سکیں گے، آپ تلاش کریں کیا اس میں ایک بھی ایسی حدیث ہے :

(۱) ..... کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ دس جگہ رفع یدین کا حکم دیا ہو اور ہمیشہ اٹھارہ جگہ رفع یدین سے منع فرمایا ہو۔

(۲)...... آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ جو شخص دس جگہ ہمیشہ رفع یدین نہیں کرے گا اور اٹھارہ جگہ کرے گا اس کی نماز نہیں ہوگی۔

(۳)...... خود آنحضرت ﷺ کا ہمیشہ دس جگہ رفع یدین کرنا اور ہمیشہ اٹھارہ جگہ رفع یدین چھوڑنا مذکور ہو۔

حافظ صاحب آنجہانی ساری عمر یہ ایک بات بھی نہیں جان سکے کہ دعویٰ اور دلیل میں مطابقت ضروری ہے اور یہی کم علمی ان کے تلمیذ رشید میں ہے، طابق النعل بالنعل والا معاملہ ہے ان کی تحقیق یہی ہوتی تھی کہ اصل موضوع کی طرف نہ آؤنہ آنے دو۔

انوار ہی انوار :۔

ایک شعر کہیں پڑھا تھا:

لطف پر لطف ہے املا میں میرے دوست کے اے یار
حائے حطی سے گدھا لکھتا ہے ہنوز سے ھمار

آپ بھی حافظ ابن ھمامؒ کو ابن حمام لکھتے ہیں (ص ۴۱) امام سفیانؒ کو امام سفوان، ردالمحتار کو ردالحتار اور محرمات ابدیہ کو محرکات ابدیہ (ص ۱۸۱) بجیر کو کبیر، زبیر کو دبیر (ص ۱۸۹) ھمام کو ہمامہ، محمد بن بجادہ کو ھمام بن حجادہ (ص ۲۱۳) محمد بن نصر المروزی کو نصر المروزی (ص ۲۲۲)، حضرت امام ابو بکر الجصاص کو ابو بکر الجساس (ص ۲۳۲) او جز المسالک کو اوجز السالک (ص ۲۳۵) وغیرہ۔ اس کے علاوہ علاعدانی کوئی نئے محدث آپ نے دریافت فرمائے جن سے ہم واقف نہیں (ص ۲۴۳)۔

(۳)...... فن مناظرہ والوں کا اجماع ہے کہ مدعی کو اپنے دعویٰ کا حکم ضرور بیان کرنا چاہئے مؤلف نے نو جگہ رفع یدین کرنے کے مختلف احکام بیان کئے ہیں (۱) فرض ہے (۲) سنت ہے، (۳) واجب ہے (ص ۹۰)، (۴) زینت نماز ہے (۵) اس پر

دس نیکیاں ملتی ہیں (ص ۹۲)، (۶) اس کے بغیر نماز ناقص ہے، (۷) فاسد ہے، (۸) مکروہ ہے (ص ۹۸، ۱۰۰)، (۹) ایسی نماز بلا رفع یدین پڑھنے والا لعنتی ہے (ص ۱۶۴) لیکن ان ۹ احکام میں سے ایک حکم بھی قرآن یا حدیث صحیح سے ثابت نہیں، نہ حافظ جی آنجہانی ان ۹ احکام کو قرآن و حدیث سے ثابت کر سکے نہ آنجناب کا تلمیذ رشید۔

(۴)..... جن ۱۸ جگہوں میں یہ رفع یدین نہیں کرتے وہاں رفع یدین کرنا مکروہ ہے یا حرام، یہ حکم پوری کتاب میں نہ بتایا نہ ثابت کیا یہی حافظ جی آنجہانی کی عادت تھی۔

(۵)..... مؤلف نے رفع یدین (۱۰ جگہ کرنے اور ۱۸ جگہ نہ کرنے) کی حدیث روایت کرنے والے صحابہؓ کی تعداد کا ذکر فرمایا کہ امام بخاریؒ کو ۱۷ نام ملے (بے سند۔)، بیہقی کو ۲۱ نام (بے سند)۔ ابن الجوزی کو ۲۴ نام (بے سند)، ابن قیم کو ۳۰ نام (بے سند) (ص ۱۰۳، ۱۰۴)۔ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث میں امام بخاریؒ کا پایا بیہقیؒ، ابن الجوزیؒ اور ابن قیمؒ سے بہت کم ہے جب کہ صحیح بخاری میں صرف دو صحابہؓ کی احادیث ہیں ایک ابن عمرؓ کی، ایک مالک بن الحویرثؓ کی۔ ان میں سے مؤلف کے موافق ایک بھی نہیں کیونکہ کسی ایک روایت میں بھی نہ دس جگہ رفع یدین کا دوام ہے نہ اٹھارہ جگہ کا دائمی ترک۔ پروفیسر صاحب آنجہانی اور ان کے شاگرد کو قرآن و حدیث تو کیا آتے پہلی جماعت کی گنتی بھی نہیں آتی۔ اب بھی مؤلف گنتی یاد کر لے اور دس جگہ کا ہمیشہ دائمی عمل اور اٹھارہ جگہ کا دائمی ترک صرف کسی ایک حدیث میں دکھادے؟

(۶)..... مؤلف نے (ص ۱۰۴) پر جو ابن قیمؒ سے لکھا ہے کہ تیس (۳۰) صحابہؓ سے روایت ہے جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں، وہ ان عشرہ مبشرہ کی روایات بالترتیب اسانید صحیحہ سے دکھادے لیکن چونکہ گنتی نہ اس کے استاد کو آتی تھی نہ اسے اس لئے رفع یدین کے ۱۰ جگہ ہمیشہ کرنے اور ۱۸ جگہ ہمیشہ ترک کی گنتی کروادے، کوئی پہلی جماعت کا بچہ گن کر بتادے کہ ۱۰ جگہ کا اثبات اور ۱۸ جگہ کی نفی میں نے گن

لی ہے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے تو کجا خود عشرہ مبشرہ میں سے کسی ایک سے بھی کسی ایک دن کی کسی ایک نماز کی چار رکعت میں بھی ۱۰ جگہ رفع یدین کرنے اور ۱۸ جگہ نہ کرنے کی کوئی صراحت نہیں۔

(۷)......آنجہانی اور آنجناب کے نزدیک دلیل شرعی صرف خدا یا رسول کا قول ہے تو آپ کا فرض ہے کہ آپ ہر حدیث کا صحیح یا ضعیف ہونا دلیل شرعی سے ثابت کریں گے کہ فلاں حدیث کو خدا یا رسول نے صحیح یا ضعیف کہا ہے، کسی امتی کی رائے سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہیں گے تو آنجناب بھی آنجہانی کی طرح اہل حدیث نہیں رہیں گے۔

فقط خیر اندیش

کھلا خط (۱) بنام عبدالرحمٰن شاہین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی! السلام علیکم! مزاج گرامی احوال آنکہ آپ نے مسائل کی تحقیق کے بارے میں فرمایا، اگر واقعتاً اصول کے پابند رہ کر تحقیق کی جائے تو واقعی بہت مفید ہے اسلئے آپ اس تحریر پر اپنے اور اپنے محقق مناظر صاحب کے دستخط ہمارے دو گواہوں کے سامنے کروا کر بھیج دیں تاکہ آپ حضرات کی تحقیق سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

(۱)..... اہل حدیث صرف اور صرف قرآن و حدیث کے ترجمہ سے اپنی نماز کی مکمل ترتیب و احکام دکھائیں گے، اگر قرآن و حدیث کے ترجمے سے باہر کوئی بات کی تو بات ختم کر دی جائے گی اور یہ اہل حدیث کی شکست ہوگی کیونکہ تم خود ہی اہل حدیث نہ رہے تو دوسروں کو خاک اہل حدیث کرو گے۔

(۲)..... نماز میں کل مؤکدہ سنتیں کتنی ہیں؟ یہ آپ قرآن و حدیث کے ترجمے سے دکھائیں گے۔

(۳)..... سنت مؤکدہ کی جامع مانع تعریف کیا ہے؟ اور اس کے تارک یا منکر کا حکم کیا ہے یعنی اگر ایک سنت مؤکدہ نماز میں ترک کر دی تو نماز ٹوٹ جائے گی یا ہو جائے گی؟ اور اس کے سنت ہونے کا انکار کرنے والا کافر ہوگا یا مسلمان؟ یہ آپ قرآن پاک اور صحاح ستہ کے ترجمہ سے دکھائیں گے۔

(۴)..... حدیث کی جامع مانع تعریف کیا ہے؟ یہ آپ قرآن پاک اور صحاح ستہ کے ترجمہ سے دکھائیں گے۔

(۵)..... صحیح حدیث کی جامع مانع تعریف کیا ہے؟ یہ آپ قرآن پاک اور صحاح ستہ کے ترجمہ سے دکھائیں گے؟

(۶)...... ضعیف حدیث کی جامع مانع تعریف کیا ہے ؟ یہ آپ قرآن پاک اور صحاح ستہ کے ترجمہ سے دکھائیں گے۔

(۷)...... شروع نماز میں کندھوں تک ہاتھ اٹھا کر صرف حالت قیام میں دایاں ہاتھ بائیں کہنی پر باندھنا سنت مؤکدہ ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے سے نماز نہیں ہوتی یہ ترجمہ قرآن وصحاح ستہ میں دکھائیں گے۔

(۸)...... ہر اکیلے نمازی کے لئے سورۃ فاتحہ کے بعد آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت مؤکدہ ہے اگر بلند آواز سے کہے تو نماز نہیں ہوگی یہ قرآن اور صحاح ستہ کے ترجمہ سے دکھائیں گے ؟

(۹)...... مقتدی کے لئے گیارہ رکعتوں میں جن میں امام آہستہ قرآن پڑھتا ہے، آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت مؤکدہ ہے جہر سے نماز باطل ہوگی یہ قرآن اور صحاح ستہ کے ترجمہ سے دکھائیں گے۔

(۱۰) مقتدیوں کو صرف چھ رکعتوں میں قرأت آہستہ کر کے کے آمین اتنی بلند آواز سے کہنا کہ کھجور کے پتوں کا چھپر گونج جائے سنت مؤکدہ ہے ورنہ نماز نہ ہوگی یہ قرآن وصحاح ستہ کے ترجمہ میں دکھانا ہوگا ؟

(۱۱)...... جو مقتدی جہری نماز میں امام کی آمین کے بعد ملے اسے آمین آہستہ کہنا سنت مؤکدہ ہے ؟

(۱۲)...... جس جہری رکعت کو مقتدی امام کے سلام کے بعد پورا کرے اس میں بھی آہستہ آمین کہنا سنت مؤکدہ ہے ؟

(۱۳)...... چار رکعت والی نماز میں پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں دونوں ہاتھ ہمیشہ کندھوں تک اٹھانا سنت مؤکدہ ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی البتہ دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں کندھوں تک رفع یدین منع اور حرام ہے، یہ آپ قرآن پاک اور صحاح ستہ کے ترجمہ سے دکھائیں گے۔

(۱۴)...... ہر رکعت میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد کندھوں تک ہمیشہ رفع یدین کرنا سنت مؤکدہ متواترہ غیر منسوخہ ہے اور اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور سجدوں سے پہلے، سجدوں کے بعد، سجدوں میں اور سجدوں کے درمیان رفع یدین کندھوں تک منع اور منسوخ ہے جو اس پر عمل کرے یا اس کو سنت کہے وہ گمراہ ہے، یہ آپ قرآن پاک اور صحاح ستہ کے ترجمہ سے دکھائیں گے۔

(۱۵)...... یہ بات کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام برحق نبی ہیں بالکل سچی ہے، مگر یہ بات کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں بالکل جھوٹ ہے، اسی طرح یہ کہنا کہ دس جگہ رفع یدین آخر تک رہی بالکل جھوٹ ہے۔

جس طرح ہمارا دعویٰ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ آخری نبی ہیں اور ہم یہ بات قرآن اور صحاح ستہ کے ترجمہ سے دکھا سکتے ہیں، آپ بھی قرآن اور صحاح ستہ کے ترجمہ میں دکھائیں گے کہ آنحضرت ﷺ نے جو آخری نماز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے پڑھی آپ ﷺ نے مقتدی بن کر اس آخری نماز میں فاتحہ بھی پڑھی، اونچی آمین بھی کہی اور دس جگہ رفع یدین بھی کی۔ فقط

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کھلا خط (۲) بنام عبد الرحمٰن شاہین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱)...... چند ماہ سے یہ بات چل رہی ہے کہ آپ جو نماز پانچ وقت پڑھتے ہیں اس کی مکمل ترتیب، مکمل احکام، شرائط ارکان، واجبات، سنن، مستحبات، آداب، مکروہات، مباحات، مفسدات اور احکام سہو اگر آپ صرف قرآن کی صریح آیات اور احادیث صحیحہ صریحہ غیر متعارضہ سے ثابت کر دیں تو ہم کامل اور سچے اہل حدیث بن جائیں گے مگر چند ماہ کے تال مٹول سے ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ آپ کا نہ دین کامل ہے نہ نماز، نہ آپ خود کامل اہل حدیث ہیں نہ کسی کو کامل اہل حدیث بنا سکتے ہیں۔ اس بات کا بھی عملی اعتراف کر کے آپ نے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی ایک حدیث لکھ بھیجی ہے۔

(۲)...... مگر یہ دیکھ کر وہ محاورہ پورا ہو گیا کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور، نہ ہی قرآن آپ کو یاد آیا نہ ہی صحاح ستہ۔ آپ نے بیہقی کا حوالہ دیا جس سے یہ یقین ہو گیا کہ آپ قرآن پاک اور صحاح ستہ سے یہ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے کہ نماز کے قیام میں آنحضرت ﷺ ہمیشہ دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھا کر پھر دائیں ہتھیلی سے بائیں کہنی پکڑ کر سینے پر ہاتھ باندھا کرتے تھے اور نہ ہی یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ صحاح ستہ والے نماز کے قیام میں ہمیشہ اس طرح سینے پر ہاتھ باندھا کرتے تھے۔

(۳)...... ہماری عرض داشت یہ تھی کہ حدیث ایسی کتاب سے ہو جس کا لکھنے والا نہ مقلد ہو نہ مجتہد بلکہ غیر مقلد ہو۔ اس لئے دوبارہ توجہ فرمائیں اور مضبوط اور صحیح دلیل سے ثابت فرمائیں کہ امام بیہقی نہ اجتہاد کی اہلیت رکھتے تھے نہ تقلید کرتے تھے بلکہ اجتہاد کو شریعت سازی اور تقلید کو شرک کہتے تھے اور اپنے آپ کو غیر مقلد لکھتے اور کہلاتے تھے، شکریہ۔

(۴)...... **ڈھول کا پول** : محدثین نے اسناد کے ساتھ احادیث جمع فرمائیں بلکہ بعض محدثین تو یہاں تک فرماتے تھے کہ جس حدیث کی دو سو سندیں میرے پاس نہ ہوں میں اس میں یتیم ہوں اور مقدمہ مسلم میں لکھا ہے :الا سناد من الدین ، مگر جناب سے جب ایک ہی سند کا مطالبہ کیا گیا تو آپ نے سند لکھنے سے منہ موڑ لیا، پہلے ہی قدم پر دین سے روٹھ جانا کوئی نیک فال نہیں۔

(۵)...... اہل قرآن ، قرآن پاک کی سب آیتوں کو سچا مانتے ہیں ، ایک آیت کو بھی ضعیف نہیں کہتے ، اہل سنت سب سنتوں کو سچا مانتے ہیں وہ کسی سنت کو جھوٹا نہیں کہتے مگر اہل حدیث کا باوا آدم ہی نرالا ہے یہ کسی حدیث کو سچا اور کسی کو جھوٹا کہتے ہیں جب حدیثوں میں یہ تقسیم ہے تو یقیناً اہل حدیثوں میں بھی یہ تقسیم ہونی چاہئے : کوئی صحیح اہل حدیث ، کوئی حسن اہل حدیث ، کسی وقت غریب اہل حدیث ، کسی وقت ضعیف اہل حدیث ، کسی وقت منکر اہل حدیث ، کسی وقت مضطرب اہل حدیث ، کسی وقت جھوٹا اہل حدیث ، اس لئے آپ ان اقسام کا بیان دلیل سے کریں اور دلیل آپ کے ہاں صرف اللہ و رسولؐ کا فرمان ہے تو آپ کا فرض ہے کہ کسی حدیث کا صحیح ، حسن ، ضعیف یا موضوع وغیرہ ہونا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے ثابت کریں اور آپ نے اسی حدیث کا صحیح ہونا نہ اللہ تعالیٰ سے ثابت فرمایا نہ رسول اقدس ﷺ سے ، اپنی رائے سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنا اہل حدیث سے خارج ہو کر اہل الرائے بننا ہے اور کسی امتی کی رائے سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنا تقلید ہے جو آپ کے ہاں شرک ہے۔

(۶)...... بیہقی کی جس روایت کی سند جناب نے بتانے سے انکار فرمایا ہے اس کی سند یہ ہے :**اخبرنا ابو سعید احمد بن محمد الصوفی قال انبأنا ابواحمد بن عدی الحافظ انبأنا ابن صاعد ثنا ابراهیم بن سعید ثنا محمد بن حجر الحضر می حدثنی سعید بن عبد الجبار بن وائل عن ابیه عن امه وائل**

ابن حجر قال حضرت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اوحين نهض الى المسجد فدخل المحراب ثم رفع يديه بالتكبير ثم وضع يمينه علىٰ يساره علىٰ صدره ۔ (بیہقی)

اس کا پہلا راوی بیہقی ہے جس نے حیات انبیاء علیہم السلام پر مستقل کتاب لکھی ہے اور وہ درود پاک کے سماع کا بھی قائل ہے، آپ کے نزدیک وہ مشرک ہے تو کوئی آیت یا حدیث پیش فرمائیں کہ مشرک کی روایت احکام میں مقبول ہے؟

(۷)...... دوسرے راوی ایک صوفی صاحب ہیں جب کہ آپ کے ہاں تصوف شرک ہے تو جناب نے صوفی کی تقلید کیسے کر لی، سچ ہے۔

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج
احتیاج ست احتیاج ست احتیاج

کیا جناب اپنے کو مشرک اہل حدیث یا صوفی اہل حدیث کہلاتے ہیں؟

(۸)...... تیسرا راوی ابن عدیؒ ہے جس کے تعصب کا یہ حال ہے کہ اباء جعفر خیری کا گناہ امام ابو حنیفہؒ پر ڈال دیا ہے اور اپنے امام شافعیؒ کے استاد ابراہیم محمد جو بالاتفاق ضعیف ہے لکھتا ہے: لم اجد له حديثا منكرا، تو آپ کے نزدیک وہ مشرک اور ہمارے نزدیک متعصب، اور حدیث میں صراحۃً ذی غمر کی شہادت کو مردود قرار دیا گیا ہے، آپ کا مذہب بھی کتنا یتیم ہے جس کی دلیل یہ ہے۔

(۹)...... چوتھا راوی ابن صاعد ہے، ابو بکر فقیہ ابہری کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ابن صاعد کے ہاں بیٹھا تھا، ایک عورت آئی اور پوچھنے لگی: کنوئیں میں مرغی گر کر مر گئی ہے، پانی پلید ہو گیا ہے یا پاک؟ فرمانے لگے: بڑا افسوس ہے مرغی کیسے گری تم نے کنوئیں کو ڈھانپ کر نہیں رکھا تھا؟ (تذکرہ) جو صاحب ایک عورت کو پاکی ناپاکی کا مسئلہ نہ بتا سکے جس طرح آپ مکمل نماز کے مسائل نہیں بتا سکتے۔ ہائے! کیسے کیسے لوگوں کی آپ کو تقلید کرنا پڑتی ہے۔

میرے دل سے گیا پالا ستم گر سے پڑا
مل گئی او غیرے تجھے کفران نعمت کی سزا

(۱۰)......پانچواں راوی ابراہیم بن سعد ہے، عبداللہ بن جعفر کہتے ہیں کہ ابراہیم بن سعد نے اپنی لونڈی سے کہا: جاابو بکر صدیقؓ کی احادیث کا ۲۳واں جزء لا، میں نے کہا: صدیقؓ سے تو بیس صحیح احادیث بھی نہیں ہیں یہ تئیس جز کہاں سے آگئے؟ کہنے لگا: **کل حدیث لم یکن عندی من ماۃ وجه فانا فیه یتیم**۔ (میزان) اور اس اعتبار سے یہ حدیث تو سوگنا یتیم ہوئی اور پیش کرنے والا بھی یتیم اہل حدیث ہوا۔

(۱۱)......چھٹا راوی محمد بن حجر ہے، ذہبی کہتے ہیں: **له مناکیر** اور بخاریؒ کہتے ہیں: **فیه بعض النظر** (میزان) اور پھر یہ راوی کوفی بھی ہے، صوفی اور کوفی دونوں سے آپ کو ضد ہے مگر آج تو ضرورت سے آپ ان کے درمیان کھڑے ہیں۔

(۱۲)...... ساتواں راوی سعید بن عبدالجبار ہے، امام نسائیؒ فرماتے ہیں: **لیس بالقوی** (میزان) ابن حجرؒ کہتے ہیں ضعیف۔ (تقریب) آپ کا مذہب کیسا مسکین ہے۔

(۱۳)......آٹھواں راوی عبدالجبار ہے، یہ بھی کوفی ہے، جس کوفہ کو آپ رات دن کوستے ہیں آپ کا تو خیمہ ہی کوفہ میں لگا ہے، واہ رے کوفی اہل حدیث۔

(۱۴)...... نویں راویہ ام عبدالجبار ہے بیہقی کے حاشیہ پر ابن ترکمانی فرماتے ہیں: **هی ام یحییٰ لم اعرف ما لها ولا اسمها** اور یہ ہیں بھی کوفیہ۔

(۱۵) دسویں راوی حضرت وائلؓ یہ بھی کوفہ میں ہی آخر تک آباد رہے اور اہل کوفہ کے ساتھ نماز کے کسی بھی مسئلہ میں ان کا اختلاف ثابت نہیں۔

(۱۶)...... امام ترمذیؒ نے ۱۳ رجب ۲۷۹ھ کو وصال فرمایا، وہ اپنی حدیث کی کتاب میں اختلاف بیان فرماتے ہیں، اس مسئلہ میں انہوں نے صرف یہ اختلاف بیان کیا ہے کہ بعض لوگ ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں اور بعض ناف کے اوپر، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی تین صدیوں تک سینے پر ہاتھ باندھنا کسی کا مذہب نہ تھا اور نہ

امام ترمذیؒ اس کو بھی بیان فرماتے اذا لیس فلیس ۔
(۱۷)......اس حدیث کی سند کے نصف سے زائد راوی کوفی ہیں، ان کے بارے میں بلکہ سند کے کسی ایک بھی راوی کے بارے میں یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ وہ قیام نماز میں سینے پر ہاتھ باندھ کر ہمیشہ نماز پڑھا کرتا تھا۔
(۱۸)......آپ کی جماعت کے محقق جناب مولوی عبدالرؤف صاحب نے بھی حاشیہ صلوٰۃ الرسول میں بیہقی کی اس سند کو ضعیف کہا ہے۔
(۱۹)......کیا آپ کسی ایک بھی خلیفۂ راشد، ایک ہی عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہی مہاجر یا ایک ہی انصاری سے ثابت کر سکتے ہیں کہ اس نے سینے پر ہاتھ باندھنے کو سنت کہا ہو اور ہمیشہ قیام میں سینے پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتا ہو۔
(۲۰)...... فتاویٰ علمائے حدیث اور صلوٰۃ الرسول (سیالکوٹی) نے جو سینہ پر ہاتھ باندھنے کو سنت کہا ہے یہ حکم قرآن، حدیث میں ہے یا یہ اہل حدیث محض اپنی رائے سے اس کو سنت کہتے ہیں؟ اس کو سنت کہنے والے اہل الرائے ہوئے یا اہل حدیث؟
(۲۱)...... سنت کی کتنی قسمیں ہیں؟ ہر قسم کی تعریف اور اس کے عامل اور تارک کا حکم حدیث سے بیان فرمائیں؟
(۲۲)......دو رکعت نماز کے کل کتنے افعال واذکار سنت مؤکدہ ہیں اور کتنے سنت غیر مؤکدہ، صحیح حدیث پیش فرمائیں؟
(۲۳)......نواب وحید الزمان نے ہدیۃ المہدی میں لکھا ہے کہ جو ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھے اس پر انکار جائز نہیں، اس کی کیا دلیل ہے؟
(۲۴)...... کیا امام ابن القیمؒ نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے سے حدیث میں منع کیا گیا ہے؟ اس کا کیا جواب ہے؟
(۲۵) صحاح ستہ کی ہر کتاب میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا، آپ جوتے پہن کر نماز پڑھا کرتے تھے، آپ بچی کو اٹھا کر نماز پڑھا کرتے تھے،

ان کاموں کو آپ سنت مؤکدہ کیوں نہیں مانتے اور یہ حدیث جس کا صحاح ستہ میں نشان تک نہیں اس کو سنت مؤکدہ کہتے ہو یہ فرق حدیث رسول میں ہے یا آپ کی حدیث نفس میں؟

(۲۶)...... جناب نے غالباً اس حدیث کی سند اسی لئے نہیں لکھی کہ آپ لوگوں کو مغالطہ دیتے رہتے ہیں کہ ہمارا دین مکے مدینے کا ہے اور اہل سنت کا کوفے کا، جب کہ اس سند کا ایک راوی بھی نہ مکے کا رہنے والا ہے نہ مدینے کا، کوئی صوفی ہے اکثر کوفی ہیں۔

(۲۷)...... جس طرح جناب نے سنت مؤکدہ کی تعریف نہیں لکھی کیونکہ آپ کو آتی ہی نہیں، اسی طرح جناب نے صحیح حدیث کی تعریف بھی تحریر نہیں فرمائی، مہربانی ہو گی اگر جناب اللہ و رسولؐ سے صحیح حدیث کی تعریف نقل فرما دیں، کسی امتی کا قول پیش کر کے مشرک نہ بنیں۔

(۲۸)...... آپ کی طرف سے ایک رسالہ "اثبات رفع یدین" ایک نوجوان کو دیا گیا تھا جس میں حضرت وائل بن حجرؓ سے ایک رفع یدین کی حدیث لکھی ہے، یہ رسالہ آپ کی جماعت کے مناظر نور حسین گھر جاکھی کا ہے، اس نے اس حدیث میں علیٰ صدرہ کے الفاظ لکھے ہیں کہ آپ ﷺ سینے پر ہاتھ باندھتے تھے اور حوالہ میں مسلم ج ۱ / ص ۱۷۳، ابن ماجہ ص ۶۲، دارمی ص ۱۰۷، دار قطنی ص ۱۱۸، ابو داؤد ج ۱ / ص ۱۹۳، مسند احمد ج ۳ / ص ۱۴۷، بیہقی ج ۲ / ص ۲۷، جزء سبکی ص ۱۳، مشکوٰۃ، جزء بخاری ص ۱۴ کا ذکر ہے حالانکہ ان دس کتابوں میں سے کسی ایک کتاب میں بھی اس حدیث میں علی صدرہ کے الفاظ نہیں ہیں، چنانچہ آپ اس کو نہ دکھا سکے نہ قیامت تک دکھا سکیں گے۔ کیا جب سے دنیا آباد ہوئی ہے اس سے پہلے کوئی مثال ملتی ہے کہ کسی بڑے سے بڑے جھوٹے نے ایک ہی سانس میں حدیث کی دس کتابوں پر جھوٹ بول دیا ہو، جھوٹ کا یہ ریکارڈ جناب ہی کے فرقہ نے قائم کیا ہے اور

جناب ہی اس کو ترقی دے سکتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد الیاس صاحب کی موجودگی میں جب سید آصف شاہ بخاری صاحب نے آپ کی مسجد کے حجرہ میں آپ سے مناظرہ کیا تو آپ نے ایک حدیث جو ۱۶ کتابوں کے حوالے سے آپ کے رسالہ "ہم رفع یدین کیوں کرتے ہیں" میں لکھی ہوئی تھی مگر آپ ان میں سے کسی ایک کتاب سے بھی ان الفاظ میں وہ حدیث نہیں دکھا سکے تھے، واقعی اس فن میں آپ کی ترقی آپ کے فرقہ کے لئے باعث فخر ہے، بہر حال یہ دونوں قرض آپ پر باقی ہیں جن کا چکانا جناب کا فرض ہے سنا ہے مقروض کا جنازہ بھی جائز نہیں ہوتا۔

(۲۹)...... مولانا! آپ جانتے ہیں کہ پہلا نمبر قرآن کا ہے، اس لئے فتاویٰ ثنائیہ اور فتاویٰ علمائے حدیث میں قرآن کی آیت فصل لربك و انحر کا مطلب سینے پر ہاتھ باندھنا لکھا ہے، اس آیت کی تفسیر حضور ﷺ نے کیا فرمائی ہے اور یہ تفسیر کس حدیث سے ثابت ہے؟

(۳۰)...... فتاویٰ ثنائیہ اور فتاویٰ علمائے حدیث میں لکھا ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایات بخاری و مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں، کیا بخاری مسلم میں علیٰ صدرہ ہے؟ یا یہ بخاری و مسلم پر ایسا ہی جھوٹ ہے جیسے مرزا قادیانی نے لکھ دیا تھا کہ مسیح موعود کا چودھویں صدی کے سر پر آنا قرآن پاک، احادیث اور کشوف اولیاء سے ثابت ہے۔

(۳۱)......آپ کے مولوی محمد یوسف جے پوری حقیقۃ الفقہ میں لکھتے ہیں کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث قوی ہے۔ (ہدایہ ج ا ص ۲۵۰، شرح وقایہ ص ۹۳) ہمیں نہ ہدایہ میں یہ بات ملی ہے نہ شرح وقایہ میں۔ آپ متن ہدایہ و شرح وقایہ کی اصل عربی عبارت لکھیں تاکہ جھوٹ کا کالک صاف ہو سکے۔

(۳۲)...... مولوی صاحب موصوف یہ بھی لکھتے ہیں کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث ضعیف ہے۔ (ہدایہ ج ا ص ۲۵۰) یہ بات بھی ہمیں ہدایہ میں نہیں ملی۔

آپ ہدایہ کے متن کی اصل عربی عبارت لکھیں جس کا ترجمہ یہ ہو۔

(۳۳)...... حقیقۃ الفقہ میں ہے : حضرت مرزا مظہر جان جاناں مجددی حنفی سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو بہ سبب قوی ہونے کی ترجیح دیتے تھے اور سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔ (ہدایہ ج ۱/ ص ۲۵۱) یہ ہدایہ میں ہمیں نہیں ملا اور ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ صاحب ہدایہ کی وفات چھٹی صدی میں ہے اور مرزا صاحب کی پیدائش بارہویں صدی میں۔

(۳۴)...... حقیقۃ الفقہ میں ہے کہ ابن المنذر نے امام مالک سے ہاتھ باندھنا حکایت کیا ہے (ہدایہ ج ۱/ ص ۳۵۰) یہ بات بھی ہدایہ میں ہمیں نہیں ملی، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا فرقہ جھوٹ کو بطور چورن استعمال کرتا ہے کہ جھوٹ کے بغیر ان کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔

(۳۵)...... مولانا! شافعی حضرات جو ناف کے اوپر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں ان کی نماز باطل ہے یا مکروہ ؟ جواب حدیث سے دیں۔

(۳۶)...... جو لوگ ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں ان کی نماز باطل ہے یا مکروہ ؟ جواب حدیث سے دیں۔

(۳۷)...... مولوی داؤد راز غیر مقلد نے کتاب الصلوٰۃ بخاری کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سینے پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی، اس کی سند اور صحت ثابت فرمائیں بڑی مہربانی ہوگی۔

(۳۸)...... اگر یہ روایت صحیح ہے تو گویا سینے پر ہاتھ باندھنا پہلی شریعت کا مسئلہ ہوا جیسے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا وغیرہ، تو اس کا بقا کس آیت یا حدیث میں ہے۔

(۳۹) ...... مشہور غیر مقلد مناظر محمد حنیف فرید کوئی جھنگوی نے اپنے اخلاق کا یوں مظاہرہ کیا ہے :'' حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ یہ آلہ تناسل پر ہاتھ باندھتے ہیں۔

(قول حق ص ۲۱) کیا آپ کاآلہٗ تناسل ناف کے ساتھ لنک رہا ہوتا ہے؟

(۴۰)...... مشہور غیر مقلد مناظر فیض عالم صدیقی نے لکھا ہے کہ نماز پڑھتے ہوئے ہارون الرشید کا ازار بند کھل گیا تھا، اسی لئے قاضی ابو یوسف نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا فتویٰ دے دیا۔ (اختلاف امت کاالیہ ص ۶۲) اس کے لئے کسی مستند حنفی کتاب کا حوالہ درکار ہے۔

امید ہے کہ آپ ان چالیس باتوں کا جواب ترتیب وار مرحمت فرمائیں گے، قرآن اور حدیث کے علاوہ اگر کچھ آپ نے تحریر فرمایا تو وہ قابل قبول نہ ہوگا بلکہ اس کا ایک ایک نقطہ آپ کے اس نعرہ کی تردید کرے گا کہ ''اہل حدیث کے دو اصول :اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول'' جواب اہل حدیث بن کر لکھیں نہ کہ اہل الرائے بن کر، جواب کا شدید انتظار رہے گا لیکن یقین ہے کہ یہ انتظار صبح قیامت تک بھی ختم نہ ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

نماز کے متعلق چند سوالات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)..... کیا نماز کی پہلی تکبیر کو رسول اقدس ﷺ نے تکبیر تحریمہ فرمایا ہے؟

(۲)..... تکبیر تحریمہ کو امام بخاریؒ نے واجب فرمایا ہے، یہ نص سے فرمایا ہے یا رائے اور قیاس سے؟ اور امام نسائیؒ نے اس تکبیر کو فرض فرمایا ہے، یہ نص سے ہے یا رائے اور قیاس سے؟ اگر نص سے ہے تو فرض اور واجب کا لفظ حدیث میں دکھائیں اور اگر قیاس سے کہا ہے تو لکھ دیں کہ بخاری او. نسائی اہل حدیث نہیں تھے بلکہ اہل قیاس تھے اور یہ قیاس اول من قاس ابلیس لی مد میں شامل ہے۔

(۳)..... فرض کی جامع مانع تعریف قرآن و حدیث سے بیان کریں اور بتائیں کہ دو رکعت نماز میں کل کتنے فرائض ہیں؟

(۴)..... واجب کی جامع مانع تعریف قرآن و حدیث سے دکھائیں اور کل واجبات دو رکعت میں کتنے ہیں؟ حدیث لائیں۔

(۵) تکبیر تحریمہ منفرد کے لئے آہستہ کہنا فرض ہے یا سنت؟ یہ حکم کس آیت یا حدیث میں ہے؟

(۶) آہستہ کہنے کی کیا تعریف ہے؟ اگر اکیلے نمازی نے صرف دل میں اللہ اکبر کہا زبان سے نہیں کہا تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر اکیلے نمازی نے اللہ اکبر کہا، تین ساتھیوں نے سن لیا تو نماز صحیح ہوگی یا باطل؟ حدیث سے بتائیں۔

(۷) سنت مؤکدہ کی جامع مانع تعریف قرآن و حدیث سے بتائیں اور دو رکعت میں کل کتنے افعال واذکار سنت مؤکدہ ہیں؟

(۸) امام کے لئے تکبیر تحریمہ بلند آواز سے کہنا فرض ہے یا سنت اور جہر کی جامع

مانع تعریف قرآن وحدیث میں کیا ہے ؟

(۹)...... مقتدی پر امام کی تابعداری میں بلند آواز سے تکبیر تحریمہ کہنا فرض ہے یا امام کے مخالفت کر کے آہستہ کہنا فرض ہے ؟

(۱۰)...... ایک شخص نے قرآن پاک میں ربك فکبر پڑھا، اس نے ربی اکبر کہہ کر نماز شروع کی وہ قرآن پر عمل کرنے کی وجہ سے کتنا گناہ گار ہوگا ؟ اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

(۱۱)...... ایک شخص نے قرآن پاک میں یہ آیت کریمہ پڑھی : وذکر اسم ربه فصلی اور وہ ربی الله کہہ کر نماز شروع کرتا ہے، اس کی نماز درست ہے یا قرآن پر عمل کر کے گناہ گار ہوگا ؟

(۱۲)...... ایک نمازی جس نے آہستہ الله اکبر کہنا تھا اس نے بلند آواز سے کہہ دیا، دوسرا جس نے بلند آواز سے کہنا تھا اس نے آہستہ کہہ لیا تو کیا نماز صحیح ہوگی یا باطل ؟ جواب صحیح، صریح مرفوع، غیر معارض حدیث سے دیں۔

(۱۳)...... ایک نمازی کے منہ سے تکبیر تحریمہ کے وقت الله اکبر کی جائے الله اجل یا الحمد لله نکل گیا اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟

(۱۴)...... اگر کسی نے عربی زبان کی بجائے فارسی یا انگریزی میں تکبیر تحریمہ کا ترجمہ کہہ لیا تو حدیث میں اس کا کیا حکم ہے ؟

(۱۵)...... تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کرنا فرض ہے یا سنت یا مستحب حکم حدیث شریف سے دکھائیں ؟

(۱۶)...... یہ رفع یدین تکبیر سے پہلے سنت ہے یا تکبیر کے ساتھ یا تکبیر کے بعد ؟ احادیث میں اختلاف کیوں ہے ؟

(۱۷)...... امام نوویؒ ۶۷۶ھ لکھتے ہیں : اجتمعت الأمة علیٰ استحباب رفع الیدین عند تکبیرۃ الاحرام اور نیز یہ بھی لکھتے ہیں : اجمعوا انه لا یجب

شیء من الرفع (ج ۱ / ص ۱۶۸) میاں نذیر حسین صاحب لکھتے ہیں کہ ایسا اجماع جس کی کوئی سند کتاب و سنت سے نہ پائی جاوے، باوجود اس کے ایسے اجماع کو من جملہ، ادلہ شرعیہ جاننا اور حکم اجماع شرعی میں شمار کرنا سراسر کم فہمی اور نادانی ہے بلکہ ایسا اجماع حکم میں ما وجدنا علیہ اٰباء نا کے شامل ہوگا۔ (معیار الحق) کیا آپ کے پاس اس استحباب کی سند کتاب و سنت سے ہے یا یہ دونوں اجماع مثل غوغائے کفار ہیں۔

(۱۸)...... مستحب کی جامع مانع تعریف قرآن و حدیث میں کیا ہے اور دو رکعت نماز میں کل کتنے مستحبات ہیں؟

(۱۹)...... ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں؟ جب بخاری شریف میں آگیا کہ آپ ﷺ ہمیشہ (کان یرفع) کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے تو کانوں تک ہاتھ اٹھانے والی احادیث کیا غلط نہ ہوں گی؟

(۲۰) اگر کوئی یہ اجماعی رفع یدین نہ کرے تو اس کی نماز مکروہ ہوگی یا فاسد؟

(۲۱)...... ہاتھ اٹھاتے وقت ہتھیلیاں قبلہ رخ رکھنا سنت ہے یا سر کی طرف رکھنا سنت ہے؟

(۲۲)...... ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیاں کشادہ رکھیں یا ملائیں؟

(۲۳)...... کیا ضعیف حدیث قیاس پر مقدم ہے یا نہیں؟ یہ قیاس کہ مرد عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں، حدیث کے مقابلہ میں ہے یا نہیں۔

(۲۴)...... حکیم صادق نے حدیث لکھی ہے کہ ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیاں قبلہ کی طرف ہوں، اس پر حوالہ مجمع الزوائد کا دیا ہے (ص ۱۶۱) مگر مجمع الزوائد (ج ۲ / ص ۱۰۲) پر اس کے ساتھ لکھا ہے: **فیہ عمیر بن عمران وھو ضعیف۔** اس کو بیان نہیں کیا۔ یہ خیانت بمص حدیث منافق کی علامت ہے یا اہل حدیث کی؟

(۲۵)...... حکیم صادق نے ترمذی کے حوالہ سے حدیث لکھی ہے کہ انگلیاں کھلی اور

کشادہ رکھیں مگر یہ حدیث باطل ہے۔ (کتاب العلل ابن ابی حاتم ج ۲ / ص ۱۶۲) اس پر عمل کرنے والے بھی باطل اہل حدیث ہی ہوں گے۔

(۲۶)...... حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اذا صليت فاجعل يديك حذاء اذنيك والمرأة تجعل يديها حذاء ثدييها۔ (معجم طبرانی کبیر ج ۲۲ / ص ۱۸) اے وائل! جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھ پستانوں تک اٹھائے، غیر مقلدین ہمیشہ اس حدیث کی مخالفت کر کے زنانہ نماز ہی پڑھتے ہیں۔ قیاس بھی اسی حدیث کی تائید کرتا ہے کہ یہ عورت کے ستر کے زیادہ مناسب ہے، یہ بچارے نہ اہل حدیث ہی رہے نہ ہی اہل قیاس۔

(۲۷)...... حالت قیام میں ہاتھ باندھنا فرض ہے یا واجب یا سنت؟ نواب وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں کہ جو ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھے اس پر انکار جائز نہیں۔ (ہدیۃ المہدی ج ۱ / ص ۱۱۸) یہ کس آیت یا حدیث سے ثابت ہے؟

(۲۸)...... دایاں ہاتھ بائیں پر باندھنا فرض ہے یا سنت؟ جو بایاں ہاتھ دائیں پر باندھے اس کی نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں؟

(۲۹)...... دائیں ہتھیلی بائیں ہتھیلی پر رکھنا سنت ہے یا دائیں ہتھیلی سے بائیں کلائی پکڑنی سنت ہے یا دائیں ہتھیلی سے بائیں کہنی پکڑنا سنت ہے یا دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا سنت ہے؟

(۳۰)...... ہاتھوں کو کہاں رکھنا سنت ہے؟ پستانوں سے اوپر یا پستانوں پر یا ناف کے اوپر یا ناف کے نیچے؟

(۳۱)...... کیا آپ صرف ایک حدیث مکمل سند اور متن کے ساتھ مع ترجمہ و حوالہ از کتب صحاح ستہ پیش کر سکتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیشہ کندھوں تک ہاتھ اٹھا کر دائیں ہتھیلی بائیں کہنی پر مار کر حالت قیام میں سینہ پر باندھا کرتے تھے، جو اس طرح نہ

کرے اس کی نماز باطل اور بیکار ہے اور اس حدیث کو اللہ یا رسول ﷺ نے صحیح کہا ہو۔

(۳۲)...... کیا یہ عجیب بات نہیں کہ جس مسئلہ کی ضرورت ہر نماز کی رکعت میں ہے اس کی حدیث نہ مدینہ کی کتاب مؤطا میں نہ عجم کی صحاح ستہ میں۔

(۳۳)...... امام ابن القیمؒ ۷۵۲ھ فرماتے ہیں کہ سنت صحیحہ یہی ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں اس بارے میں حضرت علیؓ کی حدیث صحیح ہے اور سینے پر ہاتھ باندھنے سے سنت منع کرتی ہے کیونکہ تکفیر منع ہے۔(بدائع الفوائد ج ۳ / ص ۹۱)

(۳۴)...... امام ترمذیؒ نے اس مسئلہ میں صرف دو مذہب نقل کئے ہیں فوق السرہ اور تحت السرہ کیا اس وقت سینے پر ہاتھ باندھ کر کوئی نماز نہ پڑھتا تھا؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اہل السنۃ والجماعۃ حنفی وغیر مقلدین کے درمیان شرائط بحث (۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)...... مناظرہ کی چیلنج بازی چونکہ غیر مقلدین کی طرف سے ہے اس لئے وہ اپنے جماعتی پیڈ پر باقاعدہ مناظرہ کا چیلنج دیں جس پر ان کے ذمہ داران کے دستخط ہوں اور ساتھ شناختی کارڈ کی فوٹو سٹیٹ بھی ہو۔

(۲)...... اپنے مناظر کا نام اس ذمہ داری کے ساتھ دیں کہ اگر وہ اپنی مکمل نماز کی ترتیب اور احکام صرف قرآن و حدیث سے ثابت نہ کر سکا تو ہم مسلک اہل حدیث سے تائب ہو جائیں گے۔

(۳)...... کھلے میدان میں مناظرہ کی حکومت سے منظوری اور امن و امان کی ذمہ داری سرکاری کاغذ پر حاصل کر کے دیں۔

(۴)...... غیر جانبدار جگہ کا انتخاب فریقین مل کر کریں گے۔

(۵)...... وقت مناظرہ صبح سات سے گیارہ تک ہو گا تاکہ درمیان میں کسی نماز کا وقت نہ ہو۔

(۶)...... سامعین کی تعداد اسی نسبت سے ہو گی جتنے فیصد فریقین کی آبادی ہے۔

(۷)...... پہلی اور آخری تقریر مدعی کی ہو گی لیکن آخری تقریر میں مدعی کوئی نئی دلیل بیان نہ کرے گا صرف اپنے دلائل کا حساب بیان کرے گا۔

(۸)...... پہلی تقریر ہر دو کی پندرہ منٹ کی ہو گی بعد کی دس دس منٹ کی۔

۱۵-۱۵،۱۰-۱۰،۱۰-۱۰،۱۰-۱۰،۱۰-۱۰،۱۰

مدعی کی چھ مسائل کی پانچ تقریریں ہوں گی، ہر تقریر کے بعد پانچ منٹ

حوالے دیکھنے کے ہوں گے، دونوں طرف کے دو دو علماء حوالے دیکھیں گے، مدعی نے کتنے دلائل دیئے۔

کتنے دلائل غیر ثابت نکلے اور منع کی نذر ہو گئے۔ اور کتنے دلائل دلالت کو واضح نہ کر سکے اور نقض کی نذر ہو گئے۔ اور کتنے دلائل معارضہ میں آکر ساقط ہو گئے۔ اور کتنے دلائل منع، نقض اور معارضہ سے سالم بچے اور تقریب تام ہونے کی وجہ سے دعویٰ کو ثابت کرتے ہیں۔

نوٹ ضروری (۱) مندرجہ بالا شرائط میں سے جس شرط کو غیر مقلد مناظر قرآن و حدیث سے غلط ثابت کر دے گا اس شرط کو حذف کر دیا جائے گا۔

نوٹ ضروری (۲) غیر مقلد مناظر نے اگر ایک دفعہ بھی قرآن و حدیث کے علاوہ کسی امتی کی رائے پیش کی تو پہلی دفعہ اسے تحریری معافی مانگ کر نئے سرے سے اہل حدیث ہونے کا اعلان کرنا پڑے گا اور دوسری دفعہ اگر امتی کی رائے پیش کی تو اپنی شکست کی تحریر دینا ہو گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اہل السنۃ والجماعۃ حنفی وغیر مقلدین کے درمیان شرائط بحث (۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)...... (الف) اہل السنۃ والجماعۃ حنفی وہ ہیں جو سیدنا امام اعظم ابو حنیفہؒ کی رہنمائی میں نبی اقدس ﷺ کی سنتوں اور صحابہ کرامؓ کے طریقوں پر چلتے ہیں۔

(ب) غیر مقلدین وہ ہیں جو اپنی خود رائی اور ناقص فہم کے ساتھ قرآن و حدیث پر عمل کا دعویٰ کرتے ہیں۔

(۲) (الف) اہل السنۃ والجماعت بالترتیب چار دلائل شرعیہ کو مانتے ہیں: کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اجماع، قیاس۔

(ب) غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ وہ صرف قرآن و حدیث کو مانتے ہیں امت کے نہ اجماع کو مانتے ہیں نہ امتی کے قیاس کو، اس لئے وہ فقہ کے بھی منکر ہیں۔

(۳)...... مناظرہ میں فریقین کے مناظر پر اپنی اپنی دلیل کی پابندی لازم ہوگی، اہل السنۃ والجماعۃ مناظر ادلہ اربعہ سے اپنا مسلک ثابت کرے گا، اگر ادلہ اربعہ سے باہر نکلا تو اس کی شکست ہوگی اور غیر مقلد مناظر صرف قرآن و حدیث سے دلیل دے گا، اگر اس نے اپنا یا کسی اور امتی کا قول پیش کیا تو اس کی شکست ہوگی۔

(۴)...... مناظرہ میں اپنے فرقے کا وہ نام لیا جائے گا جو اس فرقے کے مسلمہ دلائل سے ثابت ہوگا، ہمارا نام اہل السنۃ والجماعۃ حدیث سے ثابت ہے (الدر المنثور ج ۲/ص ۶۳) اور حنفی اجماع سے جب کہ اجماع، قیاس اور فقہ کے منکر کا نام اللہ یا رسول نے اہلحدیث ہرگز نہیں رکھا۔ تو یہ خود ساختہ ہی نہ قرآن سے ثابت نہ حدیث سے۔ اسلئے یہ خود ساختہ نام مناظرہ میں استعمال نہیں کیا جائے گا۔ چونکہ

غیر مقلدین مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کے پابند نہیں۔ ایسے شخص کو کتب فقہ میں لامذہب کہتے ہیں، اس لئے حنفی مناظر ان کو لامذہب کے نام سے خطاب کرے گا۔

(۵)...... اہل السنۃ والجماعۃ مناظر ان کتابوں سے دلائل پیش کرے گا جن کا لکھنے والا اہل السنۃ والجماعۃ مجتہد یا مقلد ہو گا جب کہ غیر مقلد ان کتابوں سے دلائل دے گا جس کے بارے میں قوی تاریخی شہادت سے ثابت ہو کہ یہ نہ خود اجتہاد کی اہلیت رکھتا تھا نہ فقہ، اجماع اور قیاس کو مانتا تھا، اس لئے اپنے کو غیر مقلد کہتا تھا۔

(۶)...... اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے کسی ایک حدیث کو بھی نہ صحیح فرمایا نہ ضعیف نہ ہی اصول حدیث کی کتابوں میں بیان کردہ حدیث کی مختلف اقسام اور ان کی تعریفات بیان کیں اس لئے غیر مقلد کسی حدیث کو نہ صحیح کہہ سکے گا نہ ضعیف اور نہ اصول حدیث کا کوئی قاعدہ بیان کر سکے گا۔

اہل السنۃ والجماعۃ مناظر کا عقیدہ ہے کہ جو بات اللہ و رسول ﷺ سے صراحۃً نہ ملے پھر اس کا حل اجماع اور مجتہد کے قیاس سے لیا جاتا ہے اس لئے حدیث کے جس مفہوم کو ائمہ اربعہ نے بالاتفاق قبول کر لیا وہ مناظر دلیل اجماع سے اس کو صحیح کہے گا اور جہاں اختلاف ہو تو جس حدیث کے موافق امام صاحبؒ کا اجتہاد ہو گا اس کو صحیح کہے گا کیونکہ مجتہد کا استدلال حدیث کی صحت کی دلیل ہے، اس لئے امام صاحبؒ صاحبینؒ، امام طحاویؒ وغیرہ نے جن احادیث سے استدلال فرمایا وہ صحیح ہیں۔

ہاں اگر کوئی اللہ و رسول ﷺ سے ان احادیث کا ضعیف ہونا ثابت کر دے تو ہم اپنے امام کا قول چھوڑ دیں گے، ہاں ان ائمہ کے خلاف ہم اور کسی امتی کا قول نہیں مانتے، یہی ہمارا مسلک ہے۔

(۷)...... مناظرہ میں مکمل مسئلہ پر بحث ہو گی، اس مسئلہ کا شرعی حکم فرض، واجب، سنت مؤکدہ، مستحب، مباح، مکروہ، حرام وغیرہ وغیرہ اللہ و رسول ﷺ کے حکم سے دکھائے گا۔ ان کی تعریفات بھی اللہ و رسول ﷺ سے دکھائے گا اگر نہ دکھا سکا تو

اہل سنت مناظر اجماع یا فقہ حنفی کے مفتی بہا قول سے دکھائے گا۔

(۸)...... دوران بحث کوئی اصول خواہ اصول مناظرہ ہو، اصول حدیث ہو، اصول تفسیر ہو، اصول فقہ ہو وغیرہ، وہ غیر مقلد مناظر صرف اللہ و رسول ﷺ سے دکھائے گا۔ اہل سنت مناظر اہل فن کے اجماع سے یا فقہ حنفی کے مفتیٰ بہا قول سے دکھائے گا۔

(۹)...... الزامی جواب مناظرہ کا حصہ نہیں ہو تا مجادلہ کہلاتا ہے، غیر مقلد مناظر صرف قرآن و حدیث سے دلائل دے گا، ہاں الزامی جواب دینا چاہے تو صرف فقہ حنفی کا مفتی بہ اور معمول بہ قول پیش کرے گا، شاذ داور متروک اقوال کو امام صاحب رحمہ اللہ کی طرف ہی منسوب ہوں اس کو پیش نہ کرے گا کیونکہ وہ دلیل نہیں جیسے شاذ و متروک احادیث خواہ حضور ﷺ کی طرف ہی منسوب ہوں مگر بطور دلیل پیش نہیں کی جا سکتیں اگر غیر مقلد نے الزامی جوابات کا سلسلہ شروع کیا تو اہل سنت مناظر کو بھی حق ہو گا کہ وہ غیر مقلد کا قول اس کے مقابلہ میں پیش کرے، خواہ وہ غیر مقلد قادیانی ہو یا نیچری، مسعودی ہو یا وحیدی وغیرہ وغیرہ۔

(۱۰)...... اہل سنت مناظر حنفی کتابوں کے علاوہ غیر حنفی کتابوں سے اپنی تائید دکھانے کا حق رکھتا ہے کیونکہ مخالف کی تائید کو ہر قانون میں غیر جانبدار اور وقیع سمجھا جاتا ہے لیکن غیر حنفی کتابوں سے احناف کے خلاف کوئی بات پیش نہ کی جا سکے گی کیونکہ مخالف کے بے دلیل الزامات کو سب لوگ حسد اور تعصب کا ثمرہ سمجھتے ہیں۔ دیکھئے روافض کی کتابوں سے صحابہ کرامؓ کی تائید کے اقوال تو لئے جاتے ہیں لیکن ان کتابوں میں صحابہ کرامؓ کے خلاف جو کچھ ہے اس کو تعصب اور ضد پر مبنی سمجھ کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

(۱۱)...... ہر غیر مقلد اپنی بات کو عین اللہ و رسول ﷺ کی بات سمجھتا ہے، اس لئے جو اس کی بات نہ مانے وہ اس کو خدا اور رسول ﷺ کا منکر کہتا ہے، اس لئے ہر ہر غیر

مقلد کی ہر ہر بات اس کے مقابلہ میں پیش کی جا سکے گی مگر اہل السنۃ والجماعۃ صرف قرآن پاک کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں : ذلك الكتاب لا ريب فيه ۔ اور باقی ہر کتاب جو انسان نے لکھی ہے اس میں غلطی کا احتمال مانتے ہیں لیکن ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ایک سے غلطی ہوئی تو دوسروں نے اس کو چلنے نہیں دیا، جو غلطی چل نہ سکی وہ مذہب کی غلطی شمار نہ ہوگی ہاں جو چل گئی اس کو غلطی کہا جائے گا، جیسے نماز میں امام قرأت میں غلطی کرتا ہے مگر لقمہ دینے والا اس غلطی کو چلنے نہیں دیتا اس لئے اس نماز کو غلط نہیں کہا جاتا تو اگر کسی سے غلطی ہوئی مگر دوسروں نے اس کی تردید کر دی تو اس کی غلطی نہ سمجھا جائے گا۔

(۱۲) ہم احادیث میں متواتر، مشہور، احاد کی درجہ بندی کے تو قائل ہیں کہ یہ اجماع سے ثابت ہے، کتابوں میں کسی درجہ بندی کے قائل نہیں کیونکہ وہ دلیل شرعی سے ثابت نہیں۔

(۱۳) ... ہر وہ خبر واحد جو کتاب اللہ، سنت نبوی ﷺ و تعامل خلفائے راشدین کے خلاف ہو وہ قابل قبول نہ ہوگی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

اہل السنۃ والجماعۃ کی طرف سے مناظرہ کیلئے تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)... اہل السنۃ والجماعۃ مناظر چار دلیلوں کی پابندی کرے گا : (۱) کتاب اللہ، (۲) سنت رسول ﷺ (۳) اجماع، (۴) قیاس اور وہ جانتا ہے کہ ان چاروں دلیلوں کے مسائل کو نہایت آسان اور عام فہم ترتیب کے ساتھ فقہ کی کتابوں میں مرتب کر دیا گیا ہے، ان کتابوں میں جو مسائل مفتی بہا اور معمول بہا ہیں وہی مذہب حنفی ہیں۔

(۲)... اہل السنۃ والجماعۃ مناظر جب کوئی حدیث پڑھے گا تو صاف صاف اقرار کرے گا کہ اس حدیث کو اللہ تعالیٰ یا اللہ کے رسول ﷺ نے نہ صحیح فرمایا ہے نہ ضعیف، اب اگر اس حدیث پر چاروں اماموں کا عمل ہے تو یہ دلیل اجماع یہ صحیح ہے اور اگر چاروں میں سے کسی ایک کا بھی اس پر عمل نہیں تو وہ حدیث اجماعاً متروک ہے۔

(۳)...... اختلافی احادیث میں اہل سنت مناظر صاف صاف بتائے گا کہ اس حدیث کو اللہ یا رسول ﷺ یا اجماع نے نہ صحیح کہا ہے نہ ضعیف، البتہ ہمارے خیر القرون کے امام اور ان کے لاکھوں مقلدین کا عمل اسی کے مطابق ہے اس لئے ہمارے نزدیک یہ صحیح بھی ہے اور راجح بھی اور اس کے مقابل والی حدیث مرجوح ہے، ہم مرجوح کے مقابلہ میں راجح پر عمل کریں گے۔ ہاں جس حدیث کے مطابق ہمارے امام کا عمل ہے اگر کوئی شخص اللہ یا رسول ﷺ سے اس کا ضعیف یا مرجوح ہونا اور اسکے مقابل حدیث کا صحیح اور راجح ہونا ثابت کر دے تو ہم اپنے امام کے قول یا عمل کو چھوڑ کر فوراً اللہ و رسول ﷺ کی بات مان لیں گے۔ لیکن خیر القرون کے امام کے مقابلہ میں ہم مابعد خیر القرون کے کسی شخص کی بات نہیں مانیں گے، اپنے امام کے

خلاف تو ہم کسی حنفی کا قول بھی نہیں مانتے تو پھر کسی مالکی ، شافعی یا حنبلی کے قول کو ہم کب ماننے لگے۔

(۴)...... اہل سنت مناظر ان کتابوں سے احادیث پیش کرے گا جن کا مجتہد یا مقلد ہونا کتب طبقات سے ثابت ہو۔

طریق کار :۔

مثلاً اہل سنت مناظر تعلیم الاسلام سے نماز کی شرائط پڑھ کر سنائے گا او. غیر مقلد مناظر سے مطالبہ کرے گا کہ ان شرائط کا غلط ہونا قرآن پاک کی صریح آیت یا حدیث صحیح ، صریح ، مرفوع ، غیر متعارض سے ثابت کر دے ، اگر مخالف مناظر نے قرآن پاک کے ترجمہ اور حدیث کے ترجمہ سے دکھادیا کہ یہ شرائط غلط ہیں اور حدیث کو دلیل سے صحیح ثابت کر دیا تو اہل سنت مناظر تحریری طور پر تسلیم کرے گا کہ فقہ میں مذکور شرائط نماز قرآن حدیث کے خلاف ہیں ، اس لئے میں ان شرائط کو نہیں مانتا۔ ہاں میں نے ان شرائط کے چھوڑنے کا اقرار کیا نماز کے چھوڑنے کا انکار نہیں کیا، اب مجھے نماز پڑھنے کے لئے نماز کی صحیح شرائط اسی طرح آسان اور عام فہم ترتیب سے قرآن پاک کے ترجمہ یا حدیث کی کتاب کے ترجمہ میں دکھائی جائیں اور اس کو دلیل سے صحیح ثابت کیا جائے ، شرائط کے بعد ارکان ، واجبات ، سنن ، مستحبات ، مباحات ، مکروہات ، مفسدات جو کتب فقہ میں مذکور ہیں ان کو پہلے قرآن و حدیث کے ترجمہ سے غلط ثابت کیا جائے گا ، پھر قرآن و حدیث کے ترجمہ سے صحیح ارکان وغیرہ دکھائے جائیں ، پھر نماز کی مکمل ترکیب کا ایک ایک مسئلہ ترتیب وار فقہ سے سنایا جائے گا۔ غیر مقلد مناظر پہلے ترتیب وار فقہ کے ہر مسئلہ کو قرآن یا حدیث کے ترجمے سے غلط ثابت کرے گا ، پھر اس غلط مسئلے کی جگہ قرآن و حدیث کے ترجمہ سے صحیح مسئلہ دکھائے گا۔ اس طرح جب مکمل نماز کی تحقیق مکمل ہو جائے گی تو اہل سنت نماز کی حد تک تحریری اور زبانی طور پر

اہل حدیث ہونے کا اعلان کریں گے۔ فقط

دستخط مناظر اہل سنت	دستخط مناظر اہل حدیث
دستخط صدر اہل سنت	دستخط صدر اہل حدیث
دستخط معین مناظر اہل سنت	دستخط معین مناظر اہل حدیث
دستخط بانی مناظرہ منجانب اہل سنت	دستخط بانی مناظرہ منجانب اہل حدیث

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مناظرے کا چیلنج قبول کرنے کیلئے تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)... اہل حدیث کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم صرف اور صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں، دیواروں پر یہ لکھ دیتے ہیں: "اہل حدیث کے دو اصول: اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول، صرف اور صرف وحی کی تابعداری کرتے ہیں اس لئے اہل حدیث مناظر قرآن اور حدیث کے علاوہ کوئی چیز بیان نہیں کرے گا۔ جس وقت بھی اس نے امتی کا قول پیش کیا وہ اہل حدیث نہیں رہے گا بلکہ مشرک ہو جائے گا اور یہ تحریر دے کر مناظرہ سے اپنی شکست لکھ دے گا کہ میں اب اہل حدیث نہیں رہا مشرک ہو گیا ہوں، اس لئے اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں۔

(۲)... اہل حدیث مناظر کسی ایسی کتاب سے حدیث پیش نہیں کرے گا جس کا جمع کرنے والا مجتہد ہو یا مقلد کیونکہ مجتہد قیاس کرنے کی وجہ سے اس کی نزدیک شیطان ہے اور مقلد تقلید کی وجہ سے مشرک، وہ ایسی کتاب سے حدیث پیش کرے گا جس میں دکھائے گا کہ اس میں قیاس مجتہد کو شیطان کا قیاس اور تقلید مجتہد کو شرک کہا گیا ہے۔ اور دلیل شرعی سے ثابت کرے گا کہ اس کتاب کا مصنف نہ مجتہد ہے نہ مقلد بلکہ غیر مقلد ہے۔

(۳)... اہل حدیث مناظر جس حدیث کو صحیح یا حسن یا ضعیف یا موضوع وغیرہ کہے [illegible] دلیل شرعی سے ثابت کرے گا اور یہ نہ بھولے گا کہ اس کے ہاں دلیل شرعی [illegible] اور صرف اللہ تعالیٰ کا فرمان اور نبی ﷺ کا فرمان ہے اور اگر یہ مان لے کہ اللہ [illegible] ﷺ نے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف وغیرہ نہیں کہا تو اسے بھی کسی حدیث کو [illegible]، ضعیف کہنے کا حق نہ ہوگا۔

(۴) اگر کسی حدیث کے معنی میں اختلاف ہوگا یا کسی کتاب یا حدیث کو ترجیح دینے میں اختلاف ہوگا تو اہل حدیث مناظر فردوہ الی اللہ والرسول کے مطابق اپنا بیان کردہ معنی یا ترجیح اللہ یا رسول سے ثابت کرے گا۔

دستخط صدر اہل حدیث	دستخط صدر اہل السنۃ والجماعۃ
دستخط مناظر اہل حدیث	دستخط مناظر اہل السنۃ والجماعۃ
دستخط معین مناظر اہل حدیث	دستخط معین مناظر اہل السنۃ والجماعۃ
دستخط بانی مناظرہ منجانب اہل حدیث	دستخط بانی مناظرہ منجانب اہل السنۃ والجماعۃ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

غیر مقلدین سے مکمل نماز سیکھنے کی درخواست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم اہل السنۃ والجماعۃ بالترتیب چار دلائل مانتے ہیں : (۱) کتاب اللہ ، (۲) سنت رسول اللہ ، (۳) اجماع امت ، (۴) قیاس آپ ان میں سے صرف دو دلائل مانتے ہیں ، قرآن و حدیث اور اجماع و قیاس و فقہ کا انکار کرتے ہیں ، ہم آپ کو یہ نہیں کہتے کہ فقہ چھوڑ دو ، آپ ہمیں کہتے ہیں کہ فقہ کو چھوڑ کر صرف قرآن و حدیث کو مان کر اہل حدیث ہو جاؤ۔ ہمارے ہاں بھی پہلے دونوں دلائل کتاب و سنت ہی ہیں ، ہم اجماع و قیاس کی طرف اس وقت جاتے ہیں جب مسئلہ صراحۃً کتاب و سنت سے نہ ملے۔ آپ ہمیں نماز کی مکمل ترتیب اور مکمل احکام صرف قرآن و حدیث کے ترجمہ سے دکھادیں ہم اہل حدیث ہو جائیں گے ، اس لئے آپ ہمیں مطمئن فرمادیں کہ آپ قرآن اور صحاح ستہ کا صرف ترجمہ دکھا کر اپنی مکمل نماز ثابت کریں گے۔

(۱)...... آپ قرآن یا صحاح ستہ کے ترجمہ کے علاوہ کوئی بات نہ کریں گے اگر کوئی بات کی تو آپ خود اہل حدیث نہ رہیں گے۔

(۲)...... سب سے پہلے مسئلہ قرآن کے ترجمہ سے دکھائیں گے ، اگر قرآن سے نہ ملا تو تحریر فرمائیں گے کہ یہ مسئلہ قرآن میں نہیں ، پھر بخاری کے ترجمہ سے ، پھر مسلم ، پھر نسائی ، پھر ترمذی ، پھر ابو داؤد ، پھر ابن ماجہ سے ، طریق کار یوں ہوگا کہ سوال کے بعد ان کتابوں کا نام ہوگا۔

(۳)...... کیا اللہ یا رسول ﷺ نے فرمایا کہ فقہ کے منکر کو اہل حدیث کہنا ؟ قرآن ، بخاری ، مسلم ، نسائی ، ترمذی ، ابو داؤد ، ابن ماجہ۔

(۴)...... کیا اللہ یا رسول ﷺ نے فرمایا کہ فلاں فلاں کتاب کو صحاح ستہ کہنا ؟ قرآن ،بخاری، مسلم ، نسائی، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ۔

(۵)...... دو رکعت نماز میں کل کتنے فرائض ہیں ؟ قرآن ، بخاری ، مسلم ، نسائی ، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ۔

(۶)...... فرض کی جامع مانع تعریف کیا ہے ؟ قرآن، بخاری، مسلم ، نسائی، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ۔

(۷)...... فرض کے منکر کا کیا حکم ہے اور تارک کا کیا؟ قرآن، بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ۔

(۸)...... حدیث کی جامع مانع تعریف اللہ یا رسول ﷺ نے کیا فرمائی ؟ قرآن ، بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ۔

(۹)...... صحیح حدیث کی جامع مانع تعریف اللہ یا رسول ﷺ نے کیا فرمائی ؟ قرآن ، بخاری، مسلم ، نسائی، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ۔

(۱۰)...... ضعیف حدیث کی جامع مانع تعریف اللہ یا رسول ﷺ نے کیا فرمائی ؟ قرآن، بخاری مسلم ، نسائی، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ۔

(۱۱)...... اللہ یا رسول ﷺ نے دو رکعت نماز میں کتنی مؤکدہ سنتیں بیان فرمائیں ؟ قرآن، بخاری، مسلم ، نسائی، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ

(۱۲)...... سنت مؤکدہ کی جامع مانع تعریف اللہ یا رسول ﷺ نے کیا بیان فرمائی ؟ قرآن، بخاری، مسلم ، نسائی، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ۔

(۱۳)...... سنت مؤکدہ کے منکر اور تارک کا اللہ یا رسول ﷺ نے کیا حکم بیان فرمایا؟ قرآن، بخاری، مسلم ، نسائی، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ۔

(۱۴)...... سنن غیر مؤکدہ اللہ یا رسول ﷺ نے کتنی بیان فرمائیں ؟ قرآن، بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ۔

(۱۵)...... اللہ یا رسول ﷺ نے سنت غیر مؤکدہ کی جامع مانع تعریف کیا بیان فرمائی ؟ قرآن، بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ۔

(۱۶)...... سنت غیر مؤکدہ کے منکر اور تارک کا حکم اللہ یا رسول ﷺ نے کیا بتایا؟ قرآن، بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ۔

(۱۷)...... نماز میں مباحات اللہ یا رسول ﷺ نے کتنے بیان فرمائے ؟ قرآن، بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ۔

(۱۸)...... مباح کی جامع مانع تعریف اللہ یا رسول ﷺ نے کیا بیان فرمائی ؟ قرآن، بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ۔

(۱۹)...... مباح کے منکر اور تارک کا کیا حکم اللہ یا رسول ﷺ نے بتایا ؟ قرآن بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ۔

(۲۰)...... نماز کتنی باتوں سے باطل ہوتی ہے، اللہ یا رسول ﷺ کا فرمان کیا ہے ؟ قرآن، بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ۔

(۲۱)...... فساد نماز کے لئے اللہ یا رسول ﷺ نے صرف جزئیات بیان فرمائیں یا کوئی قاعدہ ؟ قرآن، بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ۔

(۲۲)...... اگر قاعدہ بیان فرمایا ہو تو نقل فرمائیں ؟ قرآن، بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ۔

(۲۳)...... ان فرائض، واجبات، سنن، مستحبات، مباحات، مفسدات کی ترتیب اللہ یا رسول ﷺ نے کیا رکھی ؟ قرآن، بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ۔

ان سوالات کے جوابات میں جو آیت تحریر فرمائیں، سورۃ کا نام آیت کا نمبر اور ترجمہ تحریر فرمائیں اور جو حدیث لکھیں، کتاب کا باب اور صفحہ اور حدیث کی مکمل سند و متن اور ترجمہ لکھیں، رواۃ کے حالات بھی اگر مسئلہ قرآن میں نہ ہو تو قرآن لکھ کر اوپر نشان (×) لگادیں بخاری میں نہ ہو تو بخاری لکھ کر اوپر نشان (×) لگادیں تاکہ

ایک ہی نظر میں پتہ چل جائے کہ مسئلہ کس کتاب میں ہے، یہ بات پھر یاد رکھیں کہ صرف اللہ یا رسول ﷺ کی بات مع ترجمہ لکھیں، اقوال الرجال سے مکمل پرہیز رکھیں، اپنی یا کسی بھی امتی کی رائے کا ذکر نہ کریں کیونکہ آپ نے ہمیں اہل حدیث بنانا ہے نہ کہ اہل الرائے، جواب وہ صاحب دیں جس کے جواب کو کم از کم اس ضلع کے اہل حدیث اس کے ذمہ دار ہونے کی شہادت دیں۔ اپنا نام، مکمل پتہ اور دستخط جو شناختی کارڈ پر ہیں وہ ضرور کریں۔ اگر آپ نے ان سوالات کا جواب قرآن یا صحاح ستہ کے تراجم سے دے دیا تو ہم ان مسائل میں اہل حدیث ہو جائیں گے امید ہے کہ جس محبت سے ہم نے سوالات لکھے ہیں، آپ بھی جوابات میں اسی محبت کا انداز رکھیں گے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مکمل نماز کے موضوع پر تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل حدیث کا دعویٰ ہے کہ جو نماز وہ روزانہ پڑھتے ہیں اس کی شرائط، ارکان، سنن، مستحبات، مباحات، مکروہات اور مفسدات کی مکمل ترتیب اور احکام اور بھول اور ترک کے احکام صرف اور صرف قرآن پاک کی صریح آیات سے اور احادیث صحیحہ، صریحہ، مرفوعہ، غیر معارضہ سے ثابت ہیں۔ اہل سنت ان کے اس دعویٰ کو بالکل غلط سمجھتے ہیں تاہم اگر اہل حدیث مندرجہ بالا طریقہ نماز، ترتیب اور سب احکام صرف قرآن و حدیث سے ثابت کر دیں تو وہ اہل حدیث مسلک اختیار کر لیں گے۔

طریقہ کار:۔

طریقہ کار یہ ہوگا کہ ایک ترجمہ والا قرآن جس پر کوئی حاشیہ نہ ہو اور اردو ترجمہ والی کتب حدیث جن کا مؤلف نہ مجتہد ہو نہ مقلد بلکہ غیر مقلد ہوگا وہ رکھ لی جائیں گی اور دس پڑھے لکھے آدمی بیٹھ جائیں گے پہلا نمبر قرآن پاک کا ہوگا اہل حدیث مناظر شرائط، ارکان، سنن، مستحبات، مباحات، مکروہات و مفسدات کی تعریفات اور تعداد اور ترتیب نماز جس قدر قرآن کے ترجمہ سے دکھا سکے وہ دکھا دے گا اور باقی لکھ دے گا کہ بس اتنی نماز قرآن سے ثابت ہے۔

پھر کتب حدیث کو ایک ایک کر کے ترتیب وار لے گا اور اس سے جتنا حصہ نماز کا ثابت کر سکا کرے گا اور وہاں موجود اہل حدیث حلفیہ بیان دیں گے کہ واقعی ہم نے اتنی نماز براہ راست قرآن سے سیکھی تھی اتنی اس کتاب سے۔

نمونہ :۔

مثلاً ہم ہر ہر فعل یا ذکر پر تین سوالات کریں گے ، وہ جواب قرآن یا حدیث کے ترجمہ سے دکھائیں گے اور دلیل سے اس کی صحت بھی ثابت کریں گے اور مخالف حدیث کا ضعف بھی :

(۱)...... تکبیر تحریمہ فرض ہے یا واجب، سنت ہے یا مستحب ؟

(۲)......اکیلے نمازی کے لئے تکبیر تحریمہ آہستہ کہنا سنت ہے ؟

(۳)...... مقتدی کے لئے تکبیر تحریمہ آہستہ کہنا سنت ہے ؟

(۴)...... فرض اور سنت کی جامع مانع تعریف قرآن وحدیث سے دکھائیں ؟

(۵)......امام کے لئے تکبیر تحریمہ بلند آواز سے کہنا سنت ہے ؟

(۶)...... کسی نے اللہ اکبر کی جائے اللہ اجل یا اللہ اعظم کہا تو بھول کر ایسا کرنے سے نماز کا کیا حکم ہے اور جان بوجھ کر ایسا کرنے کا کیا حکم ہے ؟(ش ا، ۲۳۸)

(۷)...... تکبیر تحریمہ رفع یدین سے پہلے ہو گی یا ساتھ یا بعد میں ، اس طرح تمام اذکار اور اقوال کے بارے میں اس طرح روز مرہ پیش آنے والے سوالات پوچھے جائیں گے ، جب تک ایک سوال کا فیصلہ نہ ہو جائے یا ترجمہ قرآن و ترجمہ حدیث صحیح سے وہ مسئلہ دکھادیں یا تحریر دے دیں کہ اس مسئلہ میں قرآن و حدیث سے کوئی دلیل نہیں پھر دوسرا سوال کیا جائے گا۔ اس طرح اگر مکمل نماز کی ترتیب اور مکمل احکام صرف قرآن و حدیث کے تراجم سے دکھادیں تو ہم اہل حدیث ہو جائیں گے نماز کی حد تک ، اور اگر نہ دکھا سکے اور قیامت تک نہیں دکھا سکیں گے تو انہیں تحریر دینا ہو گی کہ ہم بالکل جھوٹے اہل حدیث ہیں کہ اپنی مکمل نماز بھی صرف قرآن و حدیث سے شرائط کے مطابق ثابت نہیں کر سکے۔

دستخط حضرات اہل سنت دستخط حضرات اہل حدیث

اہل السنۃ والجماعۃ کی طرف سے
مسئلہ قرأت خلف الامام پر تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مندرجہ ذیل باتوں کا صرف قرآن و حدیث سے موافق شرائط جواب عنایت فرمائیں۔

(۱)......ایک خطبہ تمام شرکائے جمعہ کیلئے کافی ہے؟ خواہ خطبہ سنائی دے یا نہ دے بلکہ جو خطبہ کے بعد ہی آکر نماز جمعہ میں شریک ہوا ہو سب کی طرف سے خطبہ ادا ہو گیا۔

(۲)......ایک اذان سارے محلے کی نماز کے لئے کافی ہے؟ خواہ کسی نے اذان سنی ہو یا نہ، نماز سری ہو یا جہری۔

(۳)......ایک اقامت سب شرکاء جماعت کے لئے کافی ہے؟ خواہ نماز سری ہو یا جہری، خواہ اقامت سنی ہو یا نہ۔

(۴)......امام کا ایک سترہ ہی ساری جماعت کے لئے کافی ہے نماز سری ہو یا جہری؟

(۵)...... قیام نماز میں قرأت سورۃ فاتحہ سے ہی شروع ہوتی ہے اس کے بعد والی سورۃ بھی قرأت ہے؟

(۶)...... گیارہ سری رکعتوں میں امام کی قرأت مقتدیوں کے لئے کافی نہیں، نہ فاتحہ، نہ سورۃ اس لئے ان سری رکعتوں میں مقتدی پر فاتحہ پڑھنا فرض اور سورۃ پڑھنا مستحب ہے۔۵۰-۶-۷-۴-۴۹۴-۵۰۱-۵۲۲

(۷)...... چھ جہری رکعتوں میں فاتحہ کے بعد والی سورۃ ایک ہی امام کی پڑھی ہوئی سب مقتدیوں کے لئے کافی ہے، اس لئے مقتدی کو خود یہ سورۃ پڑھنا منع اور حرام ہے۔ ہاں امام کی پڑھی ہوئی فاتحہ مقتدیوں کی طرف سے ادا نہیں ہوئی، اس لئے

مقتدی کو خود سکتات میں پڑھنا فرض ہے ورنہ مقتدی کی نماز باطل اور بے کار ہے۔

(۸)......امام پر فرض ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد اتنی دیر سکتہ کرے کہ مقتدیوں کی پہلی شفٹ فاتحہ پڑھ لے، پھر امام فاتحہ اور سورۃ پڑھ کر رکوع سے پہلے اتنا لمبا سکتہ کرے کہ مقتدیوں کی دوسری شفٹ فاتحہ پڑھ لے۔ اسی طرح ہر رکعت میں اتنے لمبے لمبے دو دو سکتے کرے۔

(۹)......ائمہ اربعہ اور جماعت غرباء اہل حدیث کہتے ہیں کہ رکوع میں ملنے والے مقتدی کی رکعت مکمل شمار ہوگی اگر چہ اس نے نہ اپنی فاتحہ پڑھی نہ امام کی سنی۔

(۱۰)......جو شخص چار رکعت والی نماز میں دوسری رکعت کے قومے میں جماعت میں شریک ہوا وہ اپنی باقی نماز کس طرح پوری کرے۔

(۱۱)......التحیات کے آخر میں مقتدی کو قرآنی دعائیں پڑھنا جائز ہیں یا نہیں؟

(۱۲)......حافظ محمد محدث گوندلوی اور مولانا ارشاد الحق اثری فرماتے ہیں: ''ہمارا مسلک تو یہ ہے کہ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ فروعی اختلافی ہونے کی بنا پر اجتہادی ہے، پس جو شخص حتی الامکان تحقیق کرے اور یہ سمجھے کہ فاتحہ فرض نہیں خواہ نماز جہری ہو یا سری، اپنی تحقیق پر عمل کرلے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔

(۱۳)......امام بخاریؒ سے لے کر تمام محققین علمائے اہل حدیث میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ جو فاتحہ نہ پڑھے بے نماز ہے۔

(۱۴)......امام بخاریؒ سے لے کر دور قریب کے محققین علمائے اہل حدیث تک کسی کی تصنیف میں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز باطل ہے، وہ بے نماز ہے وغیرہ۔

(۱۵)...... فاتحہ نہ پڑھنے والے پر تکفیر کا فتویٰ یا اس کے بے نماز ہونے کا فتویٰ امام شافعیؒ سے لے کر مؤلف خیر الکلام تک کسی محقق ذمہ دار عالم نے نہیں دیا۔ (توضیح الکلام)، امام شافعیؒ کی وفات ۲۰۴ھ ہے جب کہ مولانا گوندلوی کی

وفات ــــہ میں ہے۔

دستخط صدر اہل حدیث — دستخط صدر اہل السنۃ والجماعۃ

دستخط مناظر اہل حدیث — دستخط مناظر اہل السنۃ والجماعۃ

دستخط معین مناظر اہل حدیث — دستخط معین مناظر اہل السنۃ والجماعۃ

دستخط بانی مناظرہ منجانب اہل حدیث — دستخط بانی مناظرہ منجانب اہل السنۃ والجماعۃ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اہل السنۃ والجماعۃ کی طرف سے مسئلہ آمین پر تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)......آمین کا معنی کیا ہے اور کیا آمین دعاء ہے ؟ کیا دعاء میں اصل اخفاء ہے ؟

(۲)......آپ کے ہاں بھی اکیلے نمازی کے لئے ہر نماز کی ہر رکعت میں آہستہ آمین کہنا سنت مؤکدہ ہے ؟

(۳)...... مقتدیوں کیلئے گیارہ سری رکعتوں میں آہستہ آمین کہنا سنت مؤکدہ ہے ؟

(۴)...... کیا نماز میں سورۃ فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا سنت مؤکدہ ہے ؟

(۵)...... سنت مؤکدہ کی جامع مانع تعریف کیا ہے ؟ صرف قرآن اور حدیث سے جواب دیں۔

(۶)...... کیا نماز باجماعت میں فرشتے شریک ہو کر آمین جہری کہتے ہیں یا آہستہ آواز سے ؟

(۷)...... امام کے لئے بھی گیارہ سری رکعتوں میں آہستہ آواز سے آمین کہنا سنت مؤکدہ ہے ؟

(۸)...... کیا آنحضرت ﷺ نے مقتدیوں کو حکم دیا کہ چھ جہری رکعتوں میں اونچی آمین کہا کرو ؟

(۹)...... کیا آنحضرت ﷺ کے پیچھے صحابہ کرامؓ صرف چھ رکعتوں میں بلند آواز سے آمین سنت مؤکدہ سمجھ کر کہتے تھے ؟

(۱۰)...... کیا تیس سالہ دور خلافت راشدہ میں کسی ایک خلیفہ راشد کے کسی ایک ہی مقتدی سے ان کے پیچھے اونچی آواز سے آمین کہنا ثابت ہے ؟

(۱۱)...... کیا رسول ﷺ امام بن کر ہمیشہ چھ رکعتوں میں بلند آواز سے آمین کہا کرتے تھے ؟

(۱۲)...... کیا آنحضرت ﷺ امام بن کر ہمیشہ گیارہ رکعتوں میں آہستہ آمین کہا کرتے تھے؟

(۱۳)...... غیر مقلد مقتدی جو اس وقت امام کے ساتھ ملا کہ امام فاتحہ ختم کر رہا تھا اس مقتدی نے بھی امام کے ساتھ اونچی آواز سے آمین کہہ لی، پھر اس مقتدی نے خود فاتحہ پڑھ کر آہستہ آواز سے آمین کہی ایک رکعت میں ان دو آمینوں کا ثبوت کیا ہے؟ کہ ایک بلند آواز سے ہو دوسری آہستہ۔

(۱۴)...... کیا کسی آیت یا حدیث میں ہے کہ جو چھ رکعتوں میں اونچی آمین نہ کہے اس کی نماز نہیں ہوتی؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اہل السنۃ والجماعۃ کی طرف سے
مسئلہ رفع یدین پر تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)...... رفع یدین کا لغوی معنی کیا ہے ؟ اور شرعی رفع یدین وہ ہے جس کے ساتھ تکبیر ہو یا ذکر سے خالی رفع یدین بھی شرعی رفع یدین ہے ؟

(۲)...... رفع یدین نماز میں کہاں تک ہاتھ اٹھانے کو کہتے ہیں ؟ کیا اس بارہ میں آپ ﷺ کا طرز عمل ساری عمر ایک ہی رہا یا احادیث مختلف ہیں ؟ اگر مختلف ہیں تو رفع اختلاف کر کے حضرت محمد ﷺ نے کس کو سنت فرمایا تھا ؟

(۳)...... رفع یدین کب کی جائے تکبیر سے پہلے یا تکبیر کے ساتھ یا تکبیر کے بعد ؟ کیا اس بارے میں احادیث میں اختلاف ہے ؟ اگر ہے تو اس اختلاف کا حل حدیث میں کیا ہے ؟

(۴)...... رفع یدین فرض ہے یا واجب، سنت مؤکدہ ہے یا مستحب ، ان سب کی تعریف قرآن وحدیث میں کیا ہے ؟

(۵)...... اگر نماز میں ایک سنت چھوڑ دی جائے تو نماز خلاف سنت ہو گی یا موافق سنت ؟

(۶)...... ایک اور صرف ایک ہی حدیث پیش فرمائیں کہ آنحضرت ﷺ نے چار رکعت والی نماز میں : (۱) ۱۸ جگہ رفع یدین یعنی کندھوں تک ہاتھ اٹھانے سے منع فرمایا ہو اور ان جگہوں میں کبھی کندھوں تک ہاتھ نہ اٹھائے ہوں (۲) اور ۱۰ جگہ کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا حکم دیا ہو (۳) اور خود بھی اپنی زندگی کی آخری نماز تک ہمیشہ ۱۰ جگہ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے رہے ہوں (۴) اور جو شخص ۱۸ جگہ رفع یدین کرے یا ۱۰ جگہ نہ کرے آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ اس کی نماز نہیں ہوتی (۵) اور اس

مکمل حدیث کو اللہ تعالیٰ یا رسول ﷺ نے صحیح فرمایا ہو کیونکہ امت پرستی شرک ہے۔

(۷)...... یہ پانچوں باتیں مکمل طور پر کسی ایک ہی خلیفہ راشد سے ثابت کر دیں؟

(۸)...... یہ پانچوں باتیں عشرہ مبشرہ میں سے کسی ایک سے ثابت کر دیں؟

(۹)...... یہ پانچوں باتیں کسی ایک مہاجر صحابی یا کسی ایک انصاری صحابی سے ثابت کر دیں؟

(۱۰)...... یہ پانچوں باتیں کسی ایک ہی صحابی سے ثابت کر دیں؟

(۱۱)...... یہ پانچوں باتیں کسی ایک ہی تابعی سے ثابت کر دیں؟

(۱۲)...... یہ پانچوں باتیں کسی ایک ہی تبع تابعی سے ثابت کر دیں؟

دستخط صدر اہل حدیث	دستخط صدر اہل السنۃ والجماعۃ
دستخط مناظر اہل حدیث	دستخط مناظر اہل السنۃ والجماعۃ
دستخط بانی مناظرہ اہل حدیث	دستخط بانی مناظرہ اہل السنۃ والجماعۃ

☆☆☆☆☆☆☆

مسئلہ رفع یدین پر اہل السنۃ والجماعۃ کا مناظر دوسرے مناظر سے کیا لکھوائے گا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غیر مقلدین پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں ہمیشہ کندھوں تک رفع یدین کرتے ہیں اور اس کو سنت مؤکدہ واجبہ متواترہ غیر منسوخہ کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے آخری نماز تک یہ رفع یدین کی اور دوسری اور چوتھی رکعت میں دو سجدوں کے بعد اٹھ کر کبھی رفع یدین کندھوں تک نہیں کرتے اور ان احادیث کا انکار کرتے ہیں بلکہ عمل سے منع کرتے ہیں کہ یہی طریق نبوی ﷺ ہے۔

اسی طرح ہر رکعت میں رکوع سے پہلے بلا تکبیر اور رکوع سے اٹھ کر بلا ذکر ہمیشہ رفع یدین کرتے ہیں (کندھوں تک) مگر دونوں سجدوں سے پہلے، دونوں سجدوں سے اٹھ کر، دونوں میں اور دونوں سجدوں کے درمیان کبھی کندھوں تک رفع یدین نہیں کرتے، اس سے منع کرتے ہیں۔ اس طرح جو نماز نہ پڑھے اس کی نماز کو باطل قرار دیتے ہیں، اس کو حضور ﷺ کا ساری عمر کا عمل اور سنت مؤکدہ واجبہ متواترہ غیر منسوخہ کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چار سو احادیث اس بارے میں صحابہ کرامؓ نے روایت کی ہیں اور تمام صحابہ کرامؓ کا بلا استثناء یہی قول و فعل تھا۔ اس لئے:

(۱) ..... وہ پہلے سنت مؤکدہ واجبہ متواترہ غیر منسوخہ کی جامع مانع تعریف قرآن و صحاح ستہ سے لکھوائیں گے۔

(۲) ..... صحیح حدیث کی جامع مانع تعریف اور ضعیف حدیث کی جامع مانع تعریف قرآن و صحاح ستہ سے لکھوائیں گے۔

(۳) ..... پھر ان چار سو صحابہ کرامؓ کے اسمائے گرامی جنہوں نے یہ عمل قول و فعل

روایت کیا صحاح ستہ سے لکھوائیں گے۔

(۴)...... پھر بالترتیب خلفائے راشدین سے اس مکمل قول و فعل کی چار احادیث صحیحہ اور ان کا اپنا عمل صحاح ستہ سے لکھوائیں گے۔

(۵)...... پھر عشرہ مبشرہ سے مرفوعاً اور موقوفاً اس مکمل قول و فعل کی احادیث صحیحہ متواترہ غیر معارضہ صحاح ستہ سے لکھوائیں گے۔

(۶)...... پھر مہاجرین صحابہ کرامؓ سے مرفوعاً اور موقوفاً اس دوامی قول و فعل کی احادیث مثل بالا صحاح ستہ سے لکھوائیں گے۔

(۷)...... پھر انصار صحابہ کرامؓ سے مرفوعاً اور موقوفاً اس دوامی قول و فعل کی احادیث مثل بالا صحاح ستہ سے لکھوائیں گے۔

جس نمبر کا ثبوت نہ ہو تو وہ لکھ دیں گے کہ اس کا ثبوت ہم قرآن اور صحاح ستہ سے نہیں لکھوا سکے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اہل السنۃ والجماعۃ کی طرف سے مسئلہ تراویح پر تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)......آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ بیس (۲۰) رکعت تراویح قرآن و سنت کے خلاف ہیں، تو یہ آپ ہمیں قرآن و سنت سے دکھائیں گے ؟

(۲)...... یہ بھی دکھائیں گے کہ کیا اللہ ورسول اللہ ﷺ نے کسی نماز کا نام تراویح رکھا ہے ؟

(۳)......تراویح کی جامع مانع تعریف کیا ہے ؟

(۴)......تراویح کی نماز سارا سال پڑھی جاتی ہے یا صرف رمضان میں ؟

(۵)...... کیا حضور ﷺ ہر رمضان میں پورا مہینہ عشاء کے فوراً بعد مسجد میں با جماعت تراویح پڑھاتے تھے ؟

(۶)...... شیخ عطیہ سالم نے جو رسالہ لکھا ہے کہ مسجد نبوی میں ہر صدی میں ۲۰ ہی تراویح پڑھی جاتی رہیں یہ سب لوگ بدعتی اور گمراہ تھے تو کس درجہ کے ؟ قرآن و سنت کے مخالف کو فاسق کہتے ہو یا کافر ؟

مسئلہ قیام :۔

آپ نے دعویٰ کیا ہے کہ نماز میں ٹخنوں کا قریب ہونا قرآن و سنت کے خلاف ہے آپ اس پر پہلے قرآن کی آیت پیش کریں گے اگر نہ کر سکے تو لکھ دیں گے کہ ہم نے قرآن پر جھوٹ بولا تھا، پھر سنت نبوی سے دکھائیں گے ورنہ لکھ دیں گے کہ یہ ہم نے جھوٹ بولا تھا؟

نوٹ (۱)......آپ جو چار رکعت میں ۱۸ جگہ رفع یدین نہیں کرتے آپ اس کا قرآن وسنت کے موافق ہونا دکھائیں گے اور باقی ۹ جگہ جو ہم نہیں کرتے اس کا قرآن وسنت کے خلاف ہونا دکھائیں گے۔

نوٹ (۲) ...... ہم اہل السنۃ والجماعۃ بالترتیب چار دلائل مانتے ہیں : کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اجماع اور قیاس۔آپ قرآن وسنت سے قیاس کا نہ ماننا ثابت کریں گے ؟

اس ملک میں قرآن، قاری عاصم کوفی کی قرأت والا پڑھا جاتا ہے، کتب احادیث میں ہم ان کتابوں کو جو خیر القرون میں لکھی گئیں حدیث خیر القرون کے مطابق راجح قرار دیں گے، خیر القرون کے بعد والی کتابوں کو اس شرط پر مانیں گے کہ خیر القرون والی حدیث سے ٹکراؤ نہ ہو۔آپ بھی حدیث ایسی کتاب سے دکھائیں گے جو خیر القرون میں لکھی گئی ہو اور اس کے لکھنے والے کا اقرار ہو کہ میں نہ مجتہد ہوں نہ مقلد بلکہ غیر مقلد ہوں۔اس تحریر پر دو حنفی گواہوں کے سامنے مناظر کے دستخط ہونے چاہئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

تاریخ طلاق ثلاثہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ۔ اَمَّابعد :

خالق کل کائنات نے رنگا رنگ مخلوق پیدا فرمائی۔ ع اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے۔ ان میں انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ اور اس میں دو قسم کی شہوت رکھ دی۔ ایک شہوت بطن، دوسری شہوت شرم گاہ۔ شہوت بطن بقاء اصل کے لئے ہے۔ تاکہ انسان کو بھوک لگے۔ وہ کھائے پیئے اور اس مشینری کے چلنے کے لئے خون کا پٹرول پیدا ہوتا رہے۔ اور شہوت شرمگاہ بقائے نسل کے لئے ہے۔ جس طرح پہلی شہوت میں انسان کو بالکل آزاد نہیں چھوڑا گیا کہ جانوروں کی طرح جو چاہے کھاتا پھرے، بلکہ اس میں حلال اور حرام کی تقسیم فرمادی۔ حلال طریقے سے اس شہوت کی تسکین کرنے والا خدا کا فرمانبردار کہلاتا ہے۔ اور جو آدمی اس خواہش کو حرام طریقے سے پورا کرے، شراب پیئے، سود کھائے، کسی ناجائز طریقہ سے کسی کا حق ہڑپ کر جائے وہ خداوند قدوس کا نافرمان کہلائے گا۔ اور اگر کوئی شخص اس خواہش کو حلال طریقے سے بھی پورا نہ کرے اور بھوکا مرجائے حالانکہ حلال چیز اس کے پاس موجود تھی وہ بھی خالق کائنات کا نافرمان کہلائے گا۔

اسی طرح دوسری خواہش کی تسکین کے لئے بھی قادر مطلق نے حلال،

حرام کی تقسیم فرمادی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: والذین ھم لفروجھم حافظون○ الا علٰی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین○ فمن ابتغٰی وراء ذالك فاولٰئك ھم العادون (۲۳:۵-۷) (کامیاب ہو گئے وہ لوگ) جو اپنی شہوت کی جگہ کو تھامتے ہیں۔ مگر اپنی عورتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال باندیوں پر۔ سو ان پر نہیں کچھ الزام۔ پھر جو کوئی ڈھونڈے اس کے سوا' سو وہی ہے حد سے بڑھنے والا۔

یعنی اپنی منکوحہ عورت اور باندی کے سوا کوئی اور راستہ قضائے شہوت کا ڈھونڈے' وہ حلال کی حد سے آگے نکل جانے والا ہے۔ اس میں زنا' لواطت' استمناء بالید اور متعہ سب کی حرمت ثابت ہوگئی۔ اور دوسری جگہ فرمایا: فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنٰی وثلٰث وربٰع۔ فان خفتم الا تعدلوا فواحدةً او ما ملکت ایمانکم ذالك ادنٰی ان لا تعولوا (۴:۳) تو نکاح کرلو جو اور عورتیں تم کو خوش آویں۔ دو دو۔ تین تین۔ چار چار۔ پھر اگر ڈرو کہ ان میں انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی نکاح کرو یا لونڈی جو اپنا مال ہے۔ اس میں امید ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو گے۔

اور نکاح کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا: ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین (۴:۲۴) طلب کرو ان (عورتوں) کو اپنے مال کے بدلے قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو۔ یعنی جن کی حرمت بیان ہو چکی ان کے سوا سب حلال ہیں چار شرطوں کے ساتھ۔ اول یہ کہ طلب کرو یعنی زبان سے ایجاب و قبول دونوں کی طرف سے ہو جائے۔ دوسری یہ کہ مال یعنی مہر دینا قبول کرو۔ تیسری یہ کہ ان عورتوں کو اپنے قبضہ میں رکھنا مقصود ہو۔ محض وقتی طور پر مستی نکال کے ان کو چلتا کر دینا مقصود نہ ہو۔ جیسا کہ زنا اور متعہ میں ہوتا ہے۔

یعنی وہ ہمیشہ کے لئے اس کی بیوی بن جائے۔ چھوڑے بغیر کبھی نہ چھوٹے۔ چوتھی شرط جو دوسری جگہ مذکور ہے کہ ان میں چھپی یاری نہ ہو' بلکہ کم سے کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اس معاملہ کی گواہ ہوں۔ ورنہ نکاح نہ ہوگا۔ زنا سمجھا جائے گا۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا: ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجًا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودةً ورحمة۔ ان فی ذٰلک لآیٰت لقوم یتفکرون ○ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے یہ کہ بنا دیئے تمہارے واسطے تمہاری قسم سے جوڑے کہ چین پکڑو ان کے پاس اور رکھا تمہارے بیچ میں پیار اور مہربانی۔ البتہ اس میں بہت پتے کی باتیں ہیں ان کے لئے جو دھیان کرتے ہیں (۳۰:۲۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی میں ایک عجیب محبت و پیار کی کیفیت رکھ دی۔ اسی بنا پر گھر بھی آباد ہوتا ہے اور اولاد کی تربیت بھی صحیح طریقے پر ہوتی ہے۔ اے ایمان والو! ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے۔ اور اسی سے پیدا کیا اس کا جوڑا اور پھیلائے ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں۔ (۴:۱) اسی بات کو شیخ سعدیؒ نے بیان فرمایا ہے :

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند
کہ در آفرینش ز یک جوہر اند
چوں عضوے بدرد آورد روزگار
دگر عضوہا را نماند قرار

اور ارشاد فرمایا: "تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں۔ سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو (۲ : ۲۲۳) یعنی مقصود اولاد ہے۔ اس لئے اولاد پیدا ہونے کی جگہ آؤ جس طرح چاہو۔

الغرض نکاح ہی پر اس دنیا کی آبادی کا سارا دارومدار ہے۔ یہ نکاح ہی انسان کی عزت اور نسب اور نسل کا محافظ ہے۔ اس لئے اس کی تاکید بھی ہے اور ترغیب بھی۔ فرمایا رحمتہ للعالمین ﷺ نے جب بندہ نکاح کرتا ہے تو اس نے اپنا نصف ایمان مکمل کرلیا۔ اب باقی نصف میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے (احمد) فرمایا میاں بیوی جب آپس میں ہنسی مذاق کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ثواب عطا فرماتے ہیں۔ اور ان دونوں کے لئے رزق حلال کا انتظام فرماتے ہیں۔ (ابن لال) فرمایا جس کو مقدور ہو وہ نکاح کرے جس سے نظر نیچی رہتی ہے۔ اور شرم گاہ کی حفاظت ہوتی ہے۔ (ن) فرمایا نکاح میری سنت ہے۔ جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔ اور نکاح کرو تاکہ میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کرسکوں (ھ) فرمایا اللہ کے خوف کے ساتھ ساتھ اس دنیا کا سب سے قیمتی سرمایہ نیک بیوی ہے۔ مگر خاوند اس کی طرف دیکھے تو اس کو مسرور کردے۔ اگر خاوند کوئی حکم دے تو اس کی اطاعت کرے۔ اگر خاوند کوئی قسم کھالے تو اس کو پورا کرے۔ اور اگر خاوند پردیس میں ہو تو اس کے مال اور عزت کی محافظ بنے (ھ) بلکہ ایک روایت میں تو ارشاد فرمایا کہ تیرا مسجد کی طرف جانا، اور مسجد سے اپنے گھروالوں کی طرف واپس آنا ثواب میں برابر ہے۔ فرمایا اولاد جنت کی خوشبو ہے۔ فرمایا قیامت کے روز نیکیوں کے پلڑے میں سب سے پہلے جو نیکی رکھی جائے گی وہ خرچہ ہوگا جو اس نے اپنے اہل و عیال پر کیا تھا۔ فرمایا جب جوان شادی کرتا ہے تو شیطان چیخ چیخ کر روتا ہے کہ ہائے ہائے اس نے اپنا دین مجھ سے محفوظ کرلیا۔ اور فرمایا شادی شدہ کا دو نفل پڑھنا غیر شادی شدہ کے ستر نفلوں سے افضل ہے۔ اور ایک روایت میں بیاسی نفلوں سے افضل فرمایا۔ اور بعض احادیث میں تو بے نکاحوں کو شرار تک فرمادیا۔ فرمایا نکاح کے بعد دنیا میں اللہ تعالیٰ اولاد اور رزق

کی برکت عطا فرماتے ہیں۔ قبر میں اولاد کی دعا سے فائدہ پہنچے گا۔ اور چھوٹے بچے میدان قیامت میں والدین کو پانی پلائیں گے اور ان کی سفارش بھی کریں گے۔ یہ تمام احادیث کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال سے لی گئی ہیں۔ جب نکاح اتنے اہم ترین دینی اور دنیوی فوائد رکھتا ہے تو اس بندھن کو توڑنا جس کو طلاق کہتے ہیں' وہ ان سب دینی اور دنیوی فوائد سے محروم ہو جانے کا ذریعہ ہے۔ وہ کتنی ناپسندیدہ چیز ہو گی۔ اس لئے رحمت کائنات نے فرمایا خداوند قدوس طلاق کو ناپسند اور غلام آزاد کرنے کو بہت پسند فرماتے ہیں۔ اور فرمایا خالق کائنات کے ہاں تمام حلال چیزوں میں سے طلاق سب سے زیادہ ناپسند ہے۔ فرمایا شیطان اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے اور اپنے شیطو نگڑوں کو فتنے برپا کرنے بھیجتا ہے۔ پھر سب سے ان کی کارروائی سنتا ہے۔ جس نے میاں بیوی کے درمیان فتنہ ڈالا ہو اس کو اپنے سب سے زیادہ قریب کرتا ہے۔ اور شاباش دیتا ہے کہ تو ہی ہے تو ہی (کنزالعمال ص۲۸۵-۲۸۶ ج۹) ان خرابیوں کی وجہ سے تو ضروری معلوم ہوتا تھا کہ عیسائیوں کی طرح طلاق سے بالکل منع کردیا جاتا۔ لیکن اسلام چونکہ دین فطرت ہے' اس لئے وہ خالق کائنات بندوں کی نفسیات سے پورا پورا آگاہ ہے کہ نکاح میں اگرچہ بہت سے فوائد ہیں' لیکن بعض اوقات میاں بیوی کی آپس میں ناراضگی اور عدم مناسبت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اب ان کا ایک ہی بندھن میں بندھے رہنا ان کے لئے' اولاد کے لئے اور دونوں خاندانوں کے لئے طلاق کی برائیوں سے بھی زیادہ برائیوں کو جنم دیتا ہے۔ اس لئے ان بڑی برائیوں سے بچنے کے لئے اس ناپسندیدہ چیز کو حلال کردیا گیا۔ اور اس نفع نقصان کے فیصلے کا حق بھی اسی جوڑے پر موقوف کردیا گیا۔

تورات اور طلاق :

تورات میں ہے : "اگر کوئی مرد کسی عورت سے بیاہ کرے۔ اور پیچھے اس میں کوئی ایسی بیہودہ بات پائے جس سے اس عورت کی طرف التفات نہ رہے تو وہ اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے حوالے کرے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے۔ اور جب وہ اس کے گھر سے نکل جائے تو وہ دوسرے مرد کی ہو سکتی ہے۔ پھر اگر دوسرا شوہر بھی اس سے ناخوش رہے اور اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے حوالے کرے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے یا وہ دوسرا شوہر جس نے اس سے بیاہ کیا ہو مرجائے تو اس کا پہلا شوہر جس نے اسے نکال دیا تھا' اس عورت کے ناپاک ہو جانے کے بعد پھر اس سے نکاح نہ کرنے پائے۔ کیونکہ ایسا کام خداوند کے ہاں مکروہ ہے۔ (استثناء ۲۴:۱-۴) دیکھئے یہاں نہ طلاق کی تعداد معین ہے اور نہ ہی طلاق کی کوئی عدت ہے جس میں دونوں کو سوچ بچار کا موقع ہو۔ یا برادری و احباب ان کو سمجھا سکیں۔ بلکہ تورات میں تو ہے کہ خدا بھی طلاق دیتا ہے۔ لکھا ہے: "خداوند یوں فرماتا ہے تیری ماں کا طلاق نامہ جسے میں نے لکھ کر اسے چھوڑ دیا کہاں ہے؟ دیکھو تمہاری خطاؤں کے سبب تمہاری ماں کو طلاق دی گئی (یسعیاہ' ۵۰:۱) اور دوسری جگہ لکھا ہے: "پھر میں نے دیکھا کہ جب برگشتہ اسرائیل کی زناکاری کے سبب سے میں نے اس کو طلاق دے دی اور اسے طلاق نامہ لکھ دیا تو بھی اس کی بے وفا بہن یہوداہ نہ ڈری (یرمیاہ ۳:۸) اور کاہنوں کو حکم دیا کہ وہ طلاق والی عورت سے نکاح نہ کریں۔" وہ (کاہن) کسی فاحشہ یا ناپاک عورت سے نکاح نہ کریں۔ اور نہ اس عورت سے بیاہ کریں جسے اس کے شوہر نے طلاق دی ہو (احبار ۲۱:۷) یہ طلاق کے احکام تورات میں ہیں۔

انجیل اور طلاق :

اور فریسیوں نے پاس آکر اسے آزمانے کے لئے اس سے پوچھا کیا یہ روا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو چھوڑ دے؟ اس نے ان سے جواب میں کہا کہ موسیٰ نے تم کو حکم دیا ہے؟ انہوں نے کہا موسیٰ نے تو اجازت دی ہے کہ طلاق نامہ لکھ کر چھوڑ دیں۔ مگر یسوع نے ان سے کہا کہ اس نے تمہاری سخت دلی کے سبب سے تمہارے لئے یہ حکم لکھا تھا۔ لیکن خلقت کے شروع سے اس نے انہیں مرد اور عورت بنایا۔ اس لئے مرد اپنے باپ سے اور ماں سے جدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہے گا۔ اور وہ اور اس کی بیوی دونوں ایک جسم ہوں گے۔ پس وہ دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں۔ اس لئے جسے خدا نے جوڑا ہے اسے آدمی جدا نہ کرے۔ اور گھر میں شاگردوں نے اس سے اس کی بابت پھر پوچھا۔ اس نے ان سے کہا جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ اس پہلی کے برخلاف زنا کرتا ہے۔ اور اگر عورت اپنے خاوند کو چھوڑ دے اور دوسرے سے بیاہ کرے تو زنا کرتی ہے۔" (مرقس ۱۰:۲-۱۲) جناب یسوع نے طلاق کا جواز ہی ختم کر دیا۔

اسلام اور طلاق :

یہود کے ہاں طلاق پر کوئی پابندی نہیں اور عیسائیوں کے ہاں طلاق جائز ہی نہ تھی۔ اسلام نے طلاق کو نہایت ناپسندیدہ تو فرمایا' بوقت ضرورت اس کو حلال بھی فرمایا۔ مگر یہ پابندی لگا دی کہ مرد کو زیادہ سے زیادہ تین طلاق کا حق ہے۔ جب اس نے تین کی گنتی پوری کر دی تو اب اسے رجوع کا تو حق کیا ہوتا اس عورت سے نکاح کا بھی حق نہیں ہے۔ جب تک وہ عورت کسی اور سے نکاح نہ

کرے عدت گزارنے کے بعد۔ اور پھر دوسرا خاوند فوت ہو جائے یا اسے طلاق دے دے تو اب عدت گزارنے کے بعد پہلا خاوند اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ الحمد للہ تمام اہل اسلام نے اس اسلامی حکم کے سامنے سر جھکا دیا۔ مگر ایک رافضی فرقہ جن کا نسب دینی ابن سبا یہودی سے ملتا ہے' اس نے اسلام کی بجائے یہودی طریقہ کو ہی پسند کیا۔ چنانچہ شیخ المشائخ حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "شعبیؒ (جنہوں نے پانصد صحابہ کرام کی زیارت کی) رحمتہ اللہ کہتے ہیں کہ رافضیوں کی محبت یہودیوں کی محبت ہے۔ کیونکہ یہودیوں کا قول ہے کہ داؤد علیہ السلام کی اولاد کے سوا اور کوئی شخص امامت کے لائق نہیں۔ اور رافضی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی اولاد کے سوا دوسرا کوئی بھی امامت کے لائق نہیں۔ یہودی کہتے ہیں کہ جب تک کانے دجال کا خروج نہ ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر کر زمین پر نہ آجائیں تب تک روا نہیں کہ کوئی آدمی خدا کی راہ میں جہاد کرے۔ یہودی مغرب کی نماز کو دیر کر کے پڑھتے ہیں کہ ستاروں کی روشنی آجاتی ہے۔ اسی طرح رافضی بھی مغرب کی نماز دیر کر کے پڑھتے ہیں۔ یہودی جب نماز پڑھتے ہیں تو ادھر ادھر ہلتے ہیں' اور رافضی بھی اسی طرح کرتے ہیں...... تین طلاقوں کے دینے میں یہودیوں کے ہاں کوئی حرج نہیں اور رافضی بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں (غنیۃ الطالبین مترجم اردو ص۱۹۱) یہود میں بھی متعہ کا رواج ہے اور رافضی بھی ان سے پیچھے نہیں۔ بلکہ ان کے ہاں متعہ پر جو ثواب اور درجات ملتے ہیں یہود اس کے تصور سے بھی ناآشنا ہیں۔ افسوس کہ روافض نے جو مسائل یہود سے لئے تھے' ہمارے غیر مقلدین حضرات نے بھی بعض مسائل ان سے لے لئے۔ مثلاً آپ غیر مقلد کو نماز سے پہلے اور نماز کے بعد دیکھیں تو سکون سے بیٹھا یا کھڑا ہو گا۔ مگر جوں ہی نماز میں داخل

ہوا بے چارے کے پورے جسم پر خارش شروع ہو جاتی ہے۔ کھڑا ہوا تو ٹانگیں خوب چوڑی کرلیں۔ سجدے میں گیا تو ٹانگیں اکٹھی کرلیں۔ پھر کھڑا ہوا تو پھر ٹانگوں کو چوڑا کرنا شروع کردیا۔ الغرض وہ پوری نماز میں ہلتا ہی رہتا ہے۔ اسی طرح تین طلاق دینا اس کے ہاں کوئی ہرج نہیں۔ پھر اسی کو یہود کی طرح اور روافض کی تقلید میں گھر رکھ لیتا ہے۔ اور "متعہ کو تو اہل مکہ کا پاک عمل قرار دیتا ہے" (ہدیۃ المہدی ص۸۸' ج۱) اس لئے اس پر حد یا تعزیر تو کجا زبان سے انکار کا بھی روادار نہیں (ہدیۃ المہدی ص۱۱۸' ج۱)

ایک خاص صورت :

ہاں قرآن پاک نے ایک طلاق ایسی بتائی ہے جس کے بعد عورت پر عدت نہیں۔ یاایھاالذین آمنوااذانکحتم المومنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فمالکم علیھن من عدۃ تعتدونھا فمتعوھن وسرحوھن سراحًا جمیلا (۳۳:۴۹) اے ایمان والو! جب تم نکاح میں لاؤ مسلمان عورتوں کو' پھر ان کو چھوڑ دو پہلے اس سے کہ ان کو ہاتھ لگاؤ۔ سو ان پر تم کو حق نہیں عدت میں بٹھلانا کہ گنتی پوری کراؤ۔ سو ان کو دو کچھ فائدہ اور رخصت کرو بھلی طرح سے۔

مرد کو جس طرح تین طلاقیں دینے کا حق ہے' ان میں بھی یہ شرط ہے کہ جس عورت کو طلاق دی جائے وہ عورت نکاح میں ہو خواہ عدت میں ہو۔ مگر یہ اس عورت کا ذکر ہے جس کا نکاح ہوا' مگر رخصتی سے قبل اسے خاوند نے طلاق دے دی۔ تو ایک طلاق کے بعد ہی آزاد ہوگئی۔ اب اس کو اگر خاوند دوبارہ دوسری طلاق دے تو وہ واقع نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ عدت میں نہیں ہے۔ اس لئے ایسی عورت کے بارہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے وضاحت فرمادی کہ ایسی

عورت کو اگر خاوند الگ الگ تین دفعہ طلاق دے کہ تجھے طلاق ہے' طلاق ہے' طلاق ہے اور اس سے تین دفعہ طلاق کی بھی نیت کرے تو اسے ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ کیونکہ ایک طلاق کے بعد اس پر عدت نہیں۔ اس لئے دوسری اور تیسری طلاق کے وقت وہ محل طلاق ہی نہیں تھی۔ ہاں اگر خاوند یکبارگی کہے تجھے تین طلاق۔ تو چونکہ اس وقت وہ محل طلاق تھی' اس لئے تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی (مصنف ابن ابی شیبہ)

دورنبوی صلی اللہ علیہ وسلم :

دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت ابودرداء' حضرت رفاعہ قرظی' حضرت عبادہ کے والد نے ایک ہی دفعہ کی طلاقیں دیں تو آنحضرت ﷺ نے قرآن حکم کے مطابق یہی فرمایا کہ اب تم ان سے نکاح نہیں کر سکتے جب تک وہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کریں۔ ایک بھی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش نہیں کی جاسکتی کہ کسی مدخولہ عورت کو طلاق ہوئی ہو۔ اور اسے تین طلاق کہا گیا ہو اور پھر آنحضرت ﷺ نے اس بیوی کو رکھنے کی اجازت دی ہو جس سے یہود' روافض اور غیر مقلدین کا مسلک ثابت ہوتا ہے۔

دورصدیقی رضی اللہ عنہ :

رسول رحمت کے بعد پیکر صداقت حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ بلا فصل بنے۔ آپ کے زمانہ خلافت میں بھی ایک واقعہ بھی پیش نہیں کیا جا سکتا کہ کسی آدمی نے اپنی بیوی کو کہا ہو تجھے تین طلاق اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا ہو کہ یہ ایک رجعی طلاق ہے تم بیوی کو پھر رکھ لو۔

دور فاروقی رضی اللہ عنہ :

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت کے دوسرے تیسرے سال مسائل شرعیہ کے بارہ میں بھی اعلانات فرمائے۔ آپ ؓ نے حرمت متعہ کے حکم کا تاکیدی اعلان فرمایا۔ اور یہ کہ جس عورت کو کہا جائے تجھے تین طلاق وہ تین ہی شمار ہوں گی۔ اور بیس رکعت تراویح باجماعت پر لوگوں کو جمع فرمایا اور کسی ایک متنفس نے بھی اس کے خلاف آواز نہ اٹھائی۔ کتاب و سنت کے ان احکام پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا اور کسی رافضی کو دم مارنے کا موقع نہ رہا۔

دور عثمانی رضی اللہ عنہ :

سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا کہ میں نے اپنی بیوی کو کہا ہے کہ تجھے سو طلاق۔ فرمایا تین طلاقوں سے وہ حرام ہو گئی اور باقی ۹۷ کا مزید گناہ ہوا (مصنف ابن ابی شیبہ) پورے دور عثمانی ؓ میں کسی نے اس فتویٰ و اعلان خلافت کی مخالفت نہ کی۔ ایک اور صرف ایک نام بھی پیش نہیں کیا جا سکتا کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو کہا تھا تجھے تین طلاق۔ یا تجھے سو طلاق یا تجھے ہزار طلاق اور حضرت عثمان ؓ یا ان کے دور خلافت کے کسی مفتی نے یہ فتویٰ دیا ہو کہ یہ ایک رجعی طلاق ہے تم رجوع کر لو۔ وہاں رافضیت کی دال کب گلتی تھی۔

دور مرتضوی ؓ :

اب اسد اللہ الغالب باب مدینۃ العلم کا دور خلافت آیا۔ آپ نے بھی یہی اعلانات فرمائے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے تجھے ہزار طلاق یا کہے تجھے تین

طلاق، طلاق بتہ، طلاق حرج، خلیہ، بریہ، حرام، اونٹ کے بوجھ کے برابر طلاق۔ تو ان سب کے جواب میں تین طلاقوں کے نافذ اور عورت کو حرام فرمایا کہ اب وہ پہلے خاوند سے نکاح نہیں کر سکتی جب تک وہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرے۔ ان سب کے حوالہ جات میرے مضمون میں ہیں۔ اور دور مرتضوی میں ایک بھی نام نہیں لیا جا سکتا کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق یا سو طلاق وغیرہ کہا ہو اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ یا ان کی خلافت کے کسی مفتی نے یہ فتویٰ دیا ہو کہ یہ ایک رجعی طلاق ہے۔ تم پھر بیوی کو رکھ لو۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ :

سیدنا امام حسنؓ کی چھ ماہ خلافت جس پر خلافت کے تیس سال مکمل ہونے پر خلافت راشدہ کا زمانہ ختم ہو گیا۔ آپ نے خود اپنی بیوی کو غصہ میں فرمایا کہ تجھے تین طلاق۔ پھر آپ اس پر پریشان ہوئے مگر کوئی مفتی نہ تھا جو یہ فتویٰ دیتا کہ جب آپ دونوں مل بیٹھنا چاہتے ہیں تو دوبارہ نکاح کر لیں۔ الغرض پورے دور خلافت راشدہ میں کوئی مفتی نہ تھا جو اس زنا کے کاروبار کا فتویٰ دیتا کہ تین طلاق کے بعد تم رجوع کر لو۔

دور صحابہ کرامؓ :

اس کے بعد بھی صحابہ کرام کے مفتی حضرات کے فتاویٰ میں اپنے مضمون درج کر چکا ہوں کہ وہ تین طلاق کے بعد بیوی کو حرام کہتے تھے۔ اور کسی ایک مفتی کا فتویٰ بھی پیش نہیں کیا جا سکتا جو اس حرام کو جواز کی سند دے۔

دور تابعین :

اب خیرالقرون کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ اس دور میں بھی تمام تابعی

مفتی حضرات کا متفقہ فتویٰ بھی یہی تھا کہ جس کو تین طلاق کہا جائے وہ حرام ہے۔ مگر اس دور میں رافضیوں نے ایک شرارت کی۔ ایک بوڑھے کو کہا کہ تو یہ حدیث لوگوں کو سنایا کر کہ حضرت علیؓ کو رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک ہی دفعہ تین طلاق دے تو اس کو ایک قرار دیا جائے گا۔ وہ بوڑھا خفیہ خفیہ بیس سال تک اس کو بیان کرتا رہا۔ حضرت امام اعمش کو اس کی بھنک لگی تو فوراً اس بوڑھے کے پاس پہنچے تو اس نے اپنی غلط بیانی کا اعتراف کیا۔ اس طرح پہلی صدی میں رافضیت کا ڈنک نہ چل سکا۔ اور کوئی حرام کو حلال نہ کر سکا۔ دور تابعین ۱۷۰ھ تک ہے۔ اسی دور میں ۱۴۵ھ سے ۱۵۰ھ تک مذہب حنفی مدون ہو گیا۔ جو کتاب و سنت کی پہلی جامع اور مکمل تعبیر و تشریح تھی۔ اور یہ مذہب اس دور میں تواتر سے پھیل گیا۔ اور آج تک متواتر ہے۔ اس میں بھی ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ہی قرار دیا گیا۔ اور ایک آواز بھی کسی صحابی یا تابعی کی طرف سے اس کے خلاف نہ اٹھی۔ امام محمدؒ کتاب الآثار میں واشگاف الفاظ میں تحریر فرما رہے ہیں: لا اختلاف فیہ۔ اس مسئلہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ اس زمانہ میں روافض کے حرام کے کاروبار کا تصور بھی محال تھا۔ پورے دور تابعین میں ایک مفتی کا فتویٰ بھی پیش نہیں کیا جا سکتا جس نے ایسی عورت کو پہلے خاوند سے رجوع کا حق دیا ہو۔

دور تبع تابعین :

یہ دور ۲۲۰ھ تک ہے۔ اس دور میں امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے مذاہب مدون ہوئے۔ ان تینوں مذاہب میں بھی بالاتفاق یہی مسئلہ لکھا گیا کہ ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی ہیں۔ وہ عورت اب خاوند پر حرام ہو گئی۔ رجوع کا کوئی حق نہیں۔ بلکہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا، جب تک وہ

دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے۔ ان چاروں مذاہب کی فقہ کے متون معتبرہ امت میں متواتر ہیں۔ کسی ایک مذہب کے متن متواتر سے کوئی یہ دکھادے کہ ایسی عورت سے رجوع کا حق ہے تو ہم فی حوالہ ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ اسی خیرالقرون میں حدیث کی کتابیں مسند امام اعظم' موطا امام مالک' موطا امام محمد' کتاب الآثار لابی یوسف' کتاب الآثار لامام محمد' کتاب الحجۃ علیٰ اہل المدینۃ' المدونۃ الکبریٰ مالکی' مسند الشافعی' ابوداؤد طیالسی' عبدالرزاق مسند الحمیدی' سنن سعید بن منصور' مسند ابی الجعد' مصنف ابن ابی شیبہ مرتب ہو چکی تھیں۔ ان میں سے ایک بھی حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش نہیں کی جاسکتی۔ نہ مرفوع' نہ موقوف' نہ مقطوع جس سے اس عورت سے رجوع کرنا ثابت ہوتا ہو۔

تیسری صدی :

اب مذاہب اربعہ کا چلن عام تھا۔ اگرچہ اکا دکا صاحب اجتہاد بھی ملتا تھا مگر اس کا اجتہاد اس کی اپنی ذات تک محدود تھا۔ ان چاروں متواتر مذاہب کے مقابلہ میں کوئی اہل سنت ان کی تقلید نہیں کرتا تھا۔ اور کسی غیر مقلد کا تو اس زمانہ میں تصور بھی نہ تھا کہ فلاں ملک میں کوئی ایک شخص ہے جو نہ خود اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہے اور نہ ہی مسائل اجتہادیہ میں کسی مجتہد کی تقلید کرتا ہے۔ بلکہ قیاس و اجتہاد کو کار ابلیس اور مجتہد کی تقلید کو شرک کہتا ہے۔ اور اپنے آپ کو غیر مقلد کہتا ہے۔ اگر کوئی صاحب ہمت کر کے تاریخ کے کسی مستند حوالہ سے ایسا آدمی تلاش کر دیں تو ہم فی حوالہ ایک ہزار روپے انعام دیں گے۔ اس دور میں بھی مذاہب اربعہ کا ہی چلن تھا کہ ایسی عورت سے رجوع کا کوئی حق نہیں۔ اسی صدی میں مسند امام احمد' دارمی' بخاری' مسلم' ابن ماجہ' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' کتب حدیث مدون ہوئیں۔ ان میں سے کسی ایک محدث نے بھی مذاہب اربعہ کے خلاف رافضیوں

کی تائید میں کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ اس صدی تک تذکرۃ الحفاظ میں سات سو اکہتر (۷۷۱) جلیل القدر محدثین کا مفصل تذکرہ علامہ ذہبی نے لکھا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی نہ تو کوئی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ وہ نہ مجتہد تھا نہ مقلد تھا بلکہ غیر مقلد تھا۔ اور نہ ہی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ وہ روافض اور غیر مقلدین کی طرح تین طلاق کے مسئلہ میں مذاہب اربعہ کے مخالف فتویٰ دیتا تھا۔

چوتھی صدی ہجری :

اس صدی میں اہل سنت والجماعت میں کوئی مجتہد نہیں ہوا بلکہ سب کے سب اہل سنت مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کی تقلید کرتے تھے۔ جو اس علاقے میں درساً و عملاً متواتر ہوا' خواہ وہ فقیہ ہو یا قاضی' محدث ہو یا مفسر' اس صدی کے تقریباً ۲۰۲ جلیل القدر محدثین کا تذکرہ ذہبی نے لیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک بھی سنی محدث کے بارے میں کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ وہ غیر مقلد تھا۔ اور طلاق ثلاثہ میں مذاہب اربعہ کے خلاف فتویٰ دیتا تھا۔ اس صدی میں حدیث کی کتابیں مسند ابو یعلی' ابن الجارود' الکنی والاسماء الدولابی' طبری' ابن خزیمہ' ابو عوانہ' معانی الآثار طحاوی' مشکل الآثار طحاوی' معاجم ثلاثہ طبرانی' سنن دارقطنی وغیرہ لکھی گئیں۔ کسی نے کوئی ایسا باب نہیں باندھا جو مذاہب اربعہ کے طلاق ثلاثہ کے مسئلہ کو رد کر رہا ہو۔ بلکہ امام طحاوی نے اس مسئلہ پر کتاب وسنت اور اجماع کی روشنی میں نہایت مفصل اور فیصلہ کن بحث فرمائی۔

پانچویں صدی :

اس صدی میں بھی اسلامی دنیا میں مذاہب اربعہ کا ہی چلن رہا اور طلاق ثلاثہ میں مذاہب اربعہ کے فتویٰ پر ہی سب کا عمل رہا۔ اس صدی میں بھی اہل

سنت والجماعت میں بڑے بڑے فقیہ، محدثین، قضاۃ، مفسرین وغیرہ ہوئے مگر نہ تو کسی نے تقلید شخصی سے خروج کیا اور نہ ہی طلاق ثلاثہ کے مسئلہ میں روافض کی حمایت میں کوئی فتویٰ دیا۔ امام محمد بن احمد نسفیؒ، امام احمد قدوریؒ، ابو زید دبوسیؒ، حسین ابن علی صمیریؒ، شیخ محمد اسماعیل لاہوریؒ، شمس الائمہ حلوائی، علی بن حسین سغدی، داتا گنج بخش لاہوری، امام بزدویؒ، محمد عبدالحمید سمرقندیؒ، شمس الائمہ سرخسیؒ، محمد بن عبدالحمیدؒ المعروف بہ خواہرزادہ، ابوسعد المالینی، البرقانی، اللالکائیؒ، احمد بن علی ابوبکر رازیؒ، ابو نعیم الاصبہانیؒ، ابو طاہر الخراسانیؒ، الصوری الساحلی الخلیلی ابو یعلی القرزوینیؒ، ابن عبدالبر امام ابوبکر البیہقی، ابن مندہ الاصبہانی، الزنجانی، الباجی، الحسکانی، ابن ماکولا، ابن خیرون، محمد بن طاہر، البغوی، صاحب شرح السنہ اس صدی کے ممتاز علماء میں سے ہیں۔ سب کے سب مذاہب اربعہ میں سے کسی کے مقلد تھے۔ امام بیہقی نے السنن الکبریٰ جلد ہفتم میں تین طلاق کے مسئلہ پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ لیکن مذاہب اربعہ کے اجماعی مسئلہ طلاق ثلاثہ کے خلاف ایک فقرہ بھی کسی کے زبان و قلم پر نہ آیا۔

چھٹی صدی :

اس صدی میں بھی تمام عالم اسلام کے اہل سنت والجماعت فقہاء اور محدثین مذاہب اربعہ ہی میں سے کسی نہ کسی کے مقلد تھے۔ اس صدی میں کسی غیرمقلد کا وجود کسی مستند تاریخ سے ثابت نہیں۔ جو نہ اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو اور نہ تقلید کرتا ہو۔ فقہاء میں امام علامہ عبدالعزیز بن عثمان المعروف بہ فضلی۔ مفسرین میں علامہ جاراللہ زمخشری، مفتی عبدالرشید صاحب فتاویٰ ولوالجیہ، علامہ مسعود حسین مصنف مختصر مسعودی، امام عمر بن عبدالعزیز صدرالشہیدؒ، علی بن محمد

سمرقندی اسبیجابی، عمر بن محمد مفتی الثقلین، امام عثمان بن علی بیکندی بخاری، احمد بن محمد عتابی، صاحب فتاویٰ عتابیہ، ابوبکر بن مسعود بن کاسانی، ملک العلماء صاحب البدائع والصنائع۔ ابن ندیم کا بیان ہے کہ میں نے امام ضیاء الحق حنفی سے سنا کہ جب ملک العلماء کاسانی کی وفات ہوئی تو میں ۱۰ رجب ۵۸۷ھ کو ان کے پاس تھا۔ آپ سورت ابراہیم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ جب آیت کریمہ یثبت اللّٰہ الذین آمنوا بالقول الثابت پر پہنچے تو دم ہوا ہو گیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ شیخ عبدالکریم بن یوسفؒ صاحب فتاویٰ دیناریؒ، امام حسن بن منصور بن محمود اوزجندی المعروف بہ قاضی خاں صاحب فتاویٰ۔ امام احمد بن محمد بن محمود بن سعد الغزنوی صاحب مقدمہ غزنویہ۔ امام علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل بن خلیل بن ابی بکر فرغانی مرغینانی صاحب ہدایہ، امام موفق الدین احمد خطیب خوارزمی۔ امام احمد بن محمد صاحب فتاویٰ حاوی قدسی۔ امام احمد بن موسیٰ صاحب مجموع النوازل۔ امام محمد بن احمد بن ابی احمد سمرقندی صاحب تحفۃ الفقہاء۔ امام محمود صاحب محیط برہانی۔ یہ حضرات آسمان علم کے آفتاب و ماہتاب تھے اس صدی میں۔ اور محدثین میں امام ابوالفتیان رواسی، امام شجاع بن فارس سہروردی، امام محمد بن طاہر مقدسی، امام ابن مرزوق ہروی، امام موتمن بن علی بغدادی، امام ادیب اعمش ہمدانی، امام ابن مندہ اصفہانی، امام ابن مفوز شاطبی، امام فقیہ مجتہد بغوی شافعی، محدث امام شیرویہ محدث واسط امام حوزی، محدث بغداد امام ابن السمرقندی، مفید اصفہان امام ابن الحداد، امام سمعانی تمیمی مروزی، امام ابن عطیہ غرناطی اندلسی، محدث امام اسحاق دہان ہروی، محدث قرطبہ محقق شنترینی، امام علامہ عبدری اندلسی، امام عبدالغافل نیشاپوری، حافظ کبیر امام طلحی اصفہانی، محدث بغداد حافظ انماطی، امام محدث ابو سعد ابن البغدادی،

امام یونارتی اصفہانی، محدث عراق امام محمد بن ناصر سلامی حنبلی، علامہ امام بطروجی اندلسی، قاضی علامہ ابن العربی اشبیلی، شیخ الاسلام امام سلفی اصفہانی، عالم المغرب قاضی عیاض سبتی، محدث برات امام فاسی، امام ابن دباغ نحمی اندلسی، امام بحی مروزی، امام مفید کوتاہ اصفہانی، تاج الاسلام امام علامہ سمعانی مروزی، شیخ الاسلام امام ابو العلاء حنبلی، فخر الآئمہ حافظ کبیر امام ابن عساکر دمشقی شافعی، شیخ الاسلام امام ابو موسیٰ مدینی، امام زاغولی مروزی، امام ابن بشکوال اندلسی، امام علامہ ابن الجوزی حنبلی بغدادی، امام سہیلی اندلسی، امام عبدالحق اشبیلی، امام ابو العباس قرشی، محدث اسلام امام حافظ عبدالغنی مقدسی حنبلی، امام باقداری بغدادی، امام مفید ابن الحصری حنبلی۔ میں نے اس صدی چند چنیدہ محدثین کے اسماء گرامی لکھے ہیں جو چھٹی صدی کے ہیں۔ ان میں سے ایک بھی تین طلاق کے اجماعی اور اتفاقی مسئلہ کے خلاف نہ تھا۔ حالانکہ یہی لوگ کتاب و سنت کے محافظ ہیں۔ اور انہی فقہاء اور محدثین کی محنتوں سے دین کی دولت ہم تک پہنچی ہے۔ اور دین پر خودرائی اور ناقص مطالعے کی بجائے تقلید سلف کے مطابق عمل کرنے سے ہی انسان وساوس سے بچ سکتا ہے۔

ساتویں صدی :

یہ دور بھی اسلامی ترقی اور عروج کا دور تھا۔ کسی کو خودرائی کی بیماری نہ تھی کہ اپنی ناقص رائے کو قرآن و حدیث کا نام دے کر امت میں انتشار اور افتراق کی آگ بھڑکائی جائے۔ علم و عمل اور اخلاص کا دور دورہ تھا۔ اختلاف، شرارت اور وسوسہ اندازی اسلامی حکومت میں جرم تھا۔ اس صدی میں بھی فقہاء کی گرفت مضبوط تھی۔ امام محمد بن احمد طبری نے فتاویٰ ملخص تصنیف فرمایا۔ امام محمود بن عبیداللہ مروزی نے اسلامی قانون پر عون نامی کتاب تصنیف فرمائی۔

امام محمود بن احمد نے کتاب خلاصۃ الحقائق تصنیف فرمائی۔ جس کی تعریف میں حافظ قاسم بن قطلوبغا رطب اللسان تھے۔ امام عبدالرحمن بن شجاع بغدادی' ناصربن عبدالسید صاحب مغرب امام عبدالمطلب بن فضل البلخی' قاضی عسکر بن الابیض (رکن الدین عبید مصنف الارشاد' سعید کندی صاحب شمس المعارف فی الفقہ' صدر الافاضل خوارزمی' محدث عمربن زید موصلی' صاحب مغنی محمد بن احمد بخاری صاحب فتاویٰ ظہیریہ بدیع قزینی' عیسیٰ بن ملک العادل الخطیب امام محمد بن یوسف خوارزمی سکاکی امام یحییٰ زوادی صاحب منظومہ الفیہ و فصول' امام محمد بن عثمان سمرقندی' صاحب فتاویٰ کامل' امام عبیداللہ بن ابراہیم عبادی صاحب شرح جامع صغیر و کتاب الفروق' امام محمد بن محمود استروشنی صاحب کتاب جامع احکام صغار' امام طریقت قطب الاقطاب خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ' امام یوسف بن احمد خاصی صاحب کتاب مختصر فصول۔ امام فاضل فقیہ تبحر محدث کامل محمود بن احمد بخاری حصیری' فقیہ اجل خلف ابن سلیمان قرشی خوارزمیؒ' جامع معقول و منقول شرف الدین داؤد ارسلان' عمادالدین احمد بن یوسف حلبی' شمس الآئمہ محمد بن عبدالستار کردری' فقیہ کامل حسام الدین اخسیکثی۔ آپ نے امام غزالیؒ کی طرف منسوب کتاب منخول کا قاہر رد تحریر فرمایا۔ امام کامل مرجع انام علاء الدین محمد بن محمود ترجمانی۔ امام و فقیہ نجم الدین حسین بن محمد رباعی' علامہ شیخ محی الدین محمد اسدی حلبی' امام اجل فقیہ کامل علم الدین قیصربن ابی القاسم' ابوالفضائل رضی الدین حسن بن محمد صغانی' آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں سے حدیث میں "مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ عرصہ تک شامل نصاب رہی۔ علامۃ العصربدرالدین محمد بن محمود المعروف بہ خواہر زادہ' امام فاضل فقیہ کامل محدث جید محمد بن احمد بن عباد

خلاطی۔ آپ نے مسند الامام الاعظم کی تلخیص کی۔ فقیہ کبیر عارف بصیر نجم الدین بکیر ترکی ناصری، آپ نے فقہ میں کتاب حاوی تصنیف فرمائی۔ اور عقیدہ طحاوی کی شرح النورالاّمع والبرہان الساطع تحریر فرمائی۔ عالم فاضل فقیہ محدث ابوالمظفر شمس الدین یوسف بن فرغلی بغدادی صاحب مراۃ الزمان، فقیہ فاضل محدث کامل ابوالموید محمد بن محمود خوارزمی، امام کبیر سراج الدین محمد بن احمد، ملک الناصر صلاح الدین داؤد بن ملک معظم عیسیٰ کرک صاحب فتاویٰ خیر مطلوب، عالم فاضل شمس الدین امام احمد بن محمد عقیلی شارح جامع صغیر عالم اجل فقیہ فاضل مختار بن محمود زاہدی صاحب قنیہ، فقیہ و محدث عمر بن احمد حلبی مولف تاریخ حلب، امام محقق، شیخ مدقق محدث ثقہ، فقیہ جید شہاب الدین فضل اللہ بن حسن بن حسین توریشتی صاحب مطلب الناسک فی علم المناسک، عالم متبحر علی ابن السباک، امام کبیر فقیہ و محدث نجم العلماء علی بن محمد بخاری شارح جامع کبیر، امام فاضل جلال الدین محمد عیدی، فقیہ، محدث مفسر محمد بن سلیمان المعروف بابن النقیب، آپ نے قرآن مجید کی ایک تفسیر المسمٰی بالتحریر لاقوال ائمۃ التفسیر فی معانی کلام السمیع البصیر نہایت مفصل تحریر فرمائی۔ فقیہ و محدث محمود بن محمد لولوی بخاری، فقیہ متبحر اصولی مناظر شجاع الدین ہبۃ اللہ طرازی، عالم جلیل القدر فاضل متبحر عمر کاخشتوانی صاحب ضوء السراج شرح سراجیہ۔ امام فاضل شمس الدین عبداللہ ادرعی، عالم فاضل فقیہ محدث عبدالرحمٰن کمال الدین حلبی، فقیہ محدث مفسر محمود رازی، ابوالفضل مجدالدین عبداللہ بن محمود موصلی صاحب "مختار" امام فاضل شیخ محقق عمادالدین داؤد بن یحییٰ قحقازی، جامع معقول و منقول عبدالعزیز خوارزمی، حافظ فنون صدر الصدور تقی الدین احمد دمشقی، امام فاضل مفسر محدث فقیہ اصولی متکلم محمد نسفی صاحب

عقائد متن شرح عقائد تفتازانی' امام جامع علوم عقلیہ و نقلیہ شیخ برہان الدین محمود بلخیؒ ' ابو المعالی فقیہ مفسر احمد بن ناصر حسینی' عالم فاضل جامع فروع و اصول جلال الدین عمر بن محمد بن عمر خبازیؒ ' عالم فاضل فقیہ تبحر معز الدین نعمان بن حسن بن یوسف خطیبیؒ ' ابو الفضل حافظ الدین محمد بن محمد بن نصر بخاریؒ ' عالم ماہر فاضل بارع مجد الدین عبدالوہاب بن احمد بن سحنون الحطیب' ماہر باہر یگانہ زمانہ مظفرالدین احمد بن علی بن ثعلب بعلبکی' عالم دہر فاضل عصر بدرالدین یوسف بن عبداللہ بن محمد اذرعیؒ ' امام فاضل فقیہ اجل نظام الدین احمد بخاری حصیری' امام کامل علامہ فاضل حسام الدین حسن بن احمد رازی' امام عالم مفسر فقیہ محدث ابو صابر بہاء الدین ایوب نحاس حلبیؒ ' عالم فاضل جامع فروع و اصول شمس الدین محمد بن سلیمان دمشقیؒ ' امام محدث محمود بن ابی بکر شمس الدین فرضیؒ جب کسی خوبصورت کو دیکھتے تو فرماتے کہ امام بخاریؒ کی شرط پر صحیح ہے۔ امام کبیر علاء الدین شیخ الاسلام سدید بن محمد حناطیؒ ' امام جلیل القدر مجتہد یگانہ رکن الدین خوارزمی' فقیہ محدث جامع معقولات و منقولات برہان الاسلام زرنوعیؒ ' غواص معانی دقیقہ ابوبکر رکن الدین محمد بن عبدالرشید کرمانیؒ صاحب جواہر الفتاویٰ و حیرۃ الفقہاء' امام فاضل فقیہ تبحر برہان الآئمہ و شمس الدین محمد بن عبدالکریم خوارزمی' عالم فاضل فقیہ کامل ابوالفضل شرف الدین اشرف بن نجیب کاشغری' شیخ فاضل فقیہ کامل فخرالدین محمد مایمرغی' ابوالفتح جلال الدین محمد بن صاحب ہدایہ' نظام الدین عمر بن صاحب ہدایہ شیخ الاسلام عمادالدین بن صاحب ہدایہ' فارس میدان بحث عدیم النظیر محمد بن عبدالعزیز بخاری' صدر جہاں' فاضل یگانہ محمود بن عابد دمشقیؒ ' امام کبیر فقیہ بے نظیر شرف الآئمہ محمود ترجمانی مکی صدر الشریعۃ اکبر احمد بن عبیداللہ محبوبی' صدر القراء رشید الآئمہ یوسف خوارزمی' فرید العصر

وحیدالدہر نظام الدین شاشی صاحب اصول الشاشی، فقیہ ادیب محدث مفسر ابوالقاسم تنوخی، امام فاضل ابوالمعین میمون بن محمد مکولی نسفی، ابوالفتح زین الدین عبدالرحیم صاحب فصول عمادیہ، شیخ فقیہ ظہیرالدین محمد بن عمر نوحا بازی صاحب کشف الایہام لدفع الاوہام، از ائمہ کبار اعیان فقہاء ابوالعباس احمد بن مسعود قونوی فقیہ فاضل ابو عاصم قاضی محمد بن احمد عامری تیس جلدوں میں مبسوط لکھی۔ امام کامل رضی الدین عبداللہ بن مظفر۔ یہ سب حضرات اس صدی میں فقہ کے آفتاب و ماہتاب تھے اور سب کے سب حنفی مقلد تھے۔ اب اس صدی کے محدثین پر بھی نظر ڈالئے۔ محدث بغداد شیخ عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلیؒ، جلیل القدر حافظ حدیث محدث جزیرہ امام عبدالقادر بن عبداللہ رہاوی حنبلی، حافظ حدیث احمد بن ہارون ابن عات نفری شاطبی، شیخ القراء ابو جعفر احمد بن علی دانی اندلسی، محدث مفید ابو اسحاق ابراہیم بن محمد شافعیؒ، امام محدث جوال ابو نزار ربیعہ بن حسن شافعیؒ، مقری محدث ابو شجاع زاہر بن رستم بغدادی شافعیؒ، مسند ہمدان ابوالفضل عبدالرحمٰن بن عبدالرب ہمدانی، امام العربیہ ابوالحسن علی بن محمد اشبیلی، محدث مسند ابوالفرج محمد بن علی حرانی، حافظ حدیث شرف الدین علی بن مفضل مفتی اسکندرانی، مسند اندلس ابوالقاسم احمد بن محمد بن مطرف فرضی، شیخ الحنابلہ ابوبکر محمد بن معالی حلاوی، حافظ حدیث امام ربیعہ بن حسن صفانی، محدث تلسمان امام ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن تجیبی مرسیؒ، تاج الامناء احمد بن محمد بن حسن، شیخ اندلس خطیب قرطبہ ابو جعفر بن یحییٰ حمیری، مسند جلیل ابو غالب بن مندویہ اصفہانی، مسند موصل مہذب الدین علی بن احمد طیب عمر رسیدہ خاتون عین الشمس بنت احمد بن ابوالفرج ثقفیہ اصفہانیہ، مفید محدث اصفہان ابو عبداللہ محمد بن مکی حنبلی، امام مفید ابن القرطبی محدث خطیب

مالقہ' محدث اندلس امام ابن حوط اللہ' نامور محدث عزالدین امام علامہ ابن الاثیر جزری' امام ابن خلفون اندلسی' مفید امام العزابن الحافظ مقدسی' امام ملاحی اندلسی غرناطی' محدث مکین الدین ابو طالب احمد بن عبد اللہ کنانی' مسند ابو سعد ثابت بن مشرف بن ابی سعد ازجی' مقری مسند القراء ابو محمد عبدالصمد بلوی' مسند موصل مقری ابوبکر سمار بن عمر' شیخ الیونسیہ یونس بن سعد شیبانی' مفید الشام امام ابن الانماطی مصری شافعی' محدث شام شیخ السنۃ امام الضیاء المقدسی' امام ابن قطان کتامی فاسی' مسند ابو نصر احمد بن نرسی' مسند ابوالفضل عبدالسلام بن عبداللہ داہری' ابوالرضا محمد بن ابوالفتح مبارک بن عبدالرحمٰن کندی' شیخ العربیہ زین الدین یحییٰ بن عبدالمعطی زرادی' خطیب بدرالدین یونس دمشقی' امام ابو موسیٰ بن حافظ عبدالغنی' مسند شام محدث حلب امام ابن خلیل دمشقی' محدث اسکندریہ مسند ابو محمد عبدالوہاب ازدی' المسند العدل فخرالقضاۃ احمد بن محمد بن عبدالعزیز تمیمی مصری' مسند بغداد محدث ابو محمد ابراہیم بن محمود ازجی حنبلی' مسند القاسم علی بن سالم یعقوبی ضریر' فقیہ مفتی ابو عبداللہ محمد بن ابوبکر دباس حنبلی' مسند ابو منصور مظفر بن عبدالمالک فہری' محدث عالم مجدالدین محمد بن محمد اسفرائنی صوفی' محدث عراق امام ابن نقطہ حنبلی بغدادی' ابوالقاسم احمد بن محمد ابو غالب بغدادی' امام نظامیہ ابوالمعالی احمد بن عمر بن بکرون نہروانی' قاضی شرف الدین اسماعیل بن ابراہیم شیبانی حنفی' امام مسند ابو علی حسن بن مبارک بغدادی حنفی' ابو محمد عبدالصمد بن داؤد بن محمد مصری غفاری' ابو محمد عبدالغفار بن شجاع ترکمانی شروطی' ابو محمد عبداللطیف بن عبدالوہاب طبری بغدادی' علامہ موفق الدین بن عبداللطیف بن یوسف بغدادی' مسند الوقت ابو حفص عمر بن کرم دینوری البغدادی الحنبلی' ابوالقاسم عیسیٰ بن عبدالعزیز نحمی' امام دیبثی واسطی شافعی' قاضی دمشق شمس

الدین ابوالعباس احمد بن خلیل الاصولی الشافعی، رئیس صفی الدین ابوالعلاء احمد بن ابوالیسر شاکر بن عبداللہ تنوخی دمشقی، ابوالبقاء اسماعیل بن محمد بغدادی، مسند شیراز علامہ علاء الدین ابو سعد ثابت بن احمد خجندی اصفہانی، مسند ابو علی حسین بن یوسف منہاجی شاطبی، العدل امین الدین ابوالغنائم، قاضی عبدالحمید بن عبدالرشید ہمدانی، مسند ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن یوسف دمشقی، امام ربوہ ابو محمد عبدالعزیز بن برکات خشوعی، شیخ بغداد مقری امام عبدالعزیز بن دلف بغدادی الناسخ، مفید امام ادیب شمس الدین محمد بن حسن بغدادی، شیخ تقی الدین محمد بن طرخان سلمی دمشقی، زاہد ابو طالب محمد بن عبداللہ سلمی دمشقی، محتسب دمشق رشیدالدین ابوالمفضل محمد بن عبدالکریم قیسی، فخرالدین ابوعبداللہ محمد بن محمد نوتانی، محدث و مورخ امام شرف الدین ابوالبرکات مبارک بن احمد امام کلائی بلنسی محدث اندلس، یمین الدین احمد بن سلطان صلاح الدین ایوبی، ابو محمد اسحاق بن احمد علثی زاہد، محدث مصر وجیہ الدین ابوالیمن برکات بن ظافر انصاری، فقیہ موفق احمد بن احمد بن صدیق حرانی، ابو طاہر خلیل بن احمد جوسقی صرصری، مسند ابو منصور سعید بن محمد لیسین سفار، امام ناصح الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن نجم شیرازی حنبلی، فقیہ حران ناصح الدین عبدالقادر بن عبدالقاہر حنبلی، فقیہ شرف الدین بن عبدالقادر بغدادی مصری شافعی، مسند ابو نزار عبدالواحد بغدادی، مسند ابوالحسن علی بن محمد بغدادی، محدث مورخ مسند عراق ابوالحسن محمد بن احمد قطیعی، مسند ابوالحسن مرتضیٰ بن ابوالجود حاتم حارثی، مسند ابوبکر ہبۃ اللہ عمر حلاج، خاتون ام عبداللہ یاسمین بنت سالم بن علی بن بیطار، حافظ حدیث امام ابن دحیہ کلبی اندلسی، جمال ابوحمزہ احمد بن عمر مقدسی، فقیہ ملک ابوالعباس بن الخطیب محمد بن احمد لخمی، مسندہ ام الحیاء زہرہ بنت محمد بن احمد،

ابو الربیع سلیمان بن احمد شادعی' مقری ابن المغربل' فقیہ وجیہ الدین عبدالخالق تنیسی' مسند شیخ عبدالرحمٰن بن عمرو دمشقی نساج' خطیب زملکا' عبدالکریم بن خلف انصاری' مسند کبیر ابو الحسن علی بن ابوبکر بن روزبہ بغدادی قلانسی' مسند فخرالدین محمد بن ابراہیم اربلی' ابوبکر محمد بن محمد مامونی مقری ضریر' مسند ابو الفتح نصراللہ بن عبدالرحمٰن انصاری دمشقی' قاضی القضاۃ عمادالدین نصر بن عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلی'' محدث شام امام مفید برزالی' شبیلی ابو العباس احمد بن علی بن محمد زاہد قسطانی' ابو المعالی سعد بن مسلم بن مکی قیسی دمشقی' محدث ابو الخیر بدل بن ابو المعمر تبریزی' مسند مقری ابو الفضل جعفر بن علی ہمدانی' شیخ اسکندریہ امام کبیر جمال الدین ابو القاسم عبدالرحمٰن بن عبدالحمید صفراوی مالکی' محدث نصیبین شیخ عسکر بن عبدالرحیم عدوی' مسند ابو الفضل محمد بن محمد بن حسن سباک' شیخ الحنفیہ علامہ جمال الدین محمود بن احمد بخاری ابن الحصری' محدث اندلس امام ابن طیلسان قرطبی' صدر تاج الدین احمد' صدر نجم الدین حسن بن سالم' شیخ حاطب بن عبدالکریم حارثی مزی' محدث مقری ابو القاسم سلیمان بن عبدالکریم انصاری دمشقی' مسند ابو المنصور ظافر بن طاہر' شیخ الشیوخ تاج الدین ابو محمد عبداللہ بن عمر جوینی' قاضی عبدالعزیز بن عبدالواحد جیلی' شیخ قمر بن ہلال قطیفی' نفیس ابو البرکات محمد بن حسین انصاری حموی ضریر۔ صدر جمال الدین ابو الفضل یوسف بن عبدالمعطی مقید عراق امام ابن النجار بغدادی۔

تاریخ اور اسماء الرجال کی بیسیوں کتابوں میں سے میں نے صرف دو کتابوں حدائق الحنفیہ اور تذکرۃ الحفاظ ذہبی سے ساتویں صدی کے ایک چوتھائی سے بھی کم مشاہیر فقہاء اور محدثین کے یہ نام جمع کئے ہیں۔ یہ تمام محدثین اور فقہاء مذاہب اربعہ کے پابند تھے۔ تین طلاق کے مسئلہ میں ان میں

سے کسی نے بھی صحابہ کرام کے اتباع اور ائمہ اربعہ کے اتفاق کی مخالفت نہ کی۔ اسی ساتویں صدی میں ربیع الاول ۶۶۱ھ میں حافظ ابوالعباس احمد ابن تیمیہ حرانی پیدا ہوئے۔ اور ۲۰ ذیقعدہ ۷۲۸ھ کو ان کا وصال ہوا۔ انہوں نے اگرچہ وہ حنبلی کہلاتے تھے مگر کئی مسائل میں اہل سنت والجماعت سے تفرد اختیار فرمایا۔ ان کے شاگرد علامہ ذہبی بھی لکھتے ہیں: "آپ چند فتووں میں منفرد تھے جن کو آپ کی بے حرمتی کا بہانہ بنایا گیا۔ آپ پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے۔ آپ کو پابند سلاسل بناکر جیل میں ڈالا گیا (تذکرۃ الحفاظ ص۱۰۱۹) رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک کی زیارت کی نیت سے سفر کو گناہ قرار دیا۔ وسیلے کا انکار کیا۔ روضہ اقدس پر حاضر ہوکر شفاعت کی درخواست کو ناجائز قرار دیا۔ اور تین طلاق کے مسئلہ میں مذاہب اربعہ کو چھوڑ کر روافض کی اتباع اختیار کی۔ چونکہ اس وقت حکومت اسلامی تھی، وہ اس انتشار کو سخت ناپسند کرتی تھی۔ اس وقت ان پر کیا گزری، یہ مولانا شرف الدین شاگرد میاں نذیر حسین دہلوی اور نواب صدیق حسن خاں غیر مقلدین سے سنئے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے یہ لکھ دیا تھا کہ تین طلاق میں محدثین اور حنفیہ کے مسلک میں اختلاف ہے۔ اس پر مولانا شرف الدین صاحب لکھتے ہیں: "اصل بات یہ ہے کہ مجیب مرحوم نے جو لکھا ہے کہ تین طلاق مجلس واحد کی محدثین کے نزدیک ایک کے حکم میں ہے، یہ مسلک صحابہؓ تابعین و تبع تابعینؒ وغیرہ ائمہ محدثین متقدمین کا نہیں ہے۔ یہ مسلک سات سو سال کے بعد کے محدثین کا ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے فتویٰ کے پابند اور ان کے معتقد ہیں۔ یہ فتویٰ شیخ الاسلام نے ساتویں صدی کے اخیر یا اوائل آٹھویں صدی میں دیا تھا۔ تو اس وقت کے علماء اسلام نے اس کی سخت مخالفت کی تھی۔ نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اتحاف النبلاء میں جہاں شیخ الاسلام

کے متفردات مسائل لکھے ہیں اس فہرست میں طلاق ثلاثہ کا مسئلہ بھی لکھا ہے۔ اور لکھا ہے کہ جب شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے تین طلاق کی ایک مجلس میں ایک طلاق ہونے کا فتویٰ دیا تو بہت شور ہوا۔ شیخ الاسلام اور ان کے شاگرد ابن قیم پر مصائب برپا ہوئے۔ ان کو اونٹ پر سوار کرکے درے مار مار کر شہر میں پھرا کر توہین کی گئی۔ قید کئے گئے۔ اس لئے کہ اس وقت یہ مسئلہ روافض کی علامت تھی۔ ص ۳۱۸ اور سبل السلام شرح بلوغ المرام مطبع فاروقی دہلی ص ۹۸ جلد ۲ اور التاج المکلل مصنفہ نواب صدیق حسن خاں صاحب ص ۲۶۸ میں ہے کہ امام شمس الدین ذہبی باوجود شیخ الاسلام کے شاگرد اور معتقد ہونے کے اس مسئلہ میں سخت مخالف تھے۔ (التاج المکلل ۲۸۸-۲۸۹) .... یہ فتویٰ یا مذہب آٹھویں صدی ہجری میں وجود میں آیا اور ائمہ اربعہ کی تقلید چوتھی صدی ہجری میں رائج ہوئی (اس مسلک کو محدثین کا مسلک قرار دینے) کی مثال ایسی ہے جیسے بریلوی لوگوں نے قبضہ غاصبانہ کرکے اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت مشہور کر رکھا ہے۔ اوروں کو خارج یا جیسے مولوی مودودی کی جماعت نے اپنے آپ کو جماعت اسلامی مشہور کردیا ہے' باوجودیکہ ان کا اسلام بھی خود ساختہ ہے جو چودھویں صدی ہجری میں بنایا گیا ہے۔ ولعل فیہ کفایۃ لمن لہٗ درایۃ واللّٰہ یھدی من یشاء الٰی صراط مستقیم۔ یسئلونك احق ھو قل ای و ربی انه لحق (ابوسعید شرف الدین دہلوی (فتاویٰ ثنائیہ ص ۲۲۰' ج ۲) مولانا شرف الدین نے یہ بات واضح کردی کہ اسلام کی پہلی سات صدیوں میں کوئی صحابی' تابعی' تبع تابعی' مجتہد' فقیہ اور محدث ایک مجلس کی تین طلاق کے بعد رجوع کا فتویٰ نہ دیتا تھا۔ بلکہ سات سو سال تک یہ بات مسلم تھی کہ یہ فتویٰ رافضیوں کا ہے۔ آٹھویں صدی میں دو نام سامنے آتے ہیں۔ ابن تیمیہ اور ابن قیم۔ لیکن

تمام علماء نے اس فتویٰ کو رد کردیا اور اسلامی حکومت نے ان کو سزائیں دیں۔ اب چودھویں صدی کے غیر مقلدین جو ابن تیمیہ کی تقلید میں اس کو محدثین کا مذہب کہتے پھرتے ہیں' یہ ایسا ہی جھوٹ ہے جیسے بریلویوں کا اپنی بدعات کو سنت کہنا' یا جس طرح مودودی کا اپنے خود ساختہ اسلام کو جماعت اسلامی کا نام دینا اور پھر مولانا قسم کھاکر فرماتے میرے رب کی قسم یہی بات حق ہے۔

آٹھویں صدی :

ابن تیمیہ کے اس تفرد میں ان کے کسی شاگرد نے بھی ان کا ساتھ نہ دیا۔ ان کے شاگرد ذہبی نے بھی سخت مخالفت کی۔ اور امام فرید عصر حافظ ذوالفنون شمس الدین احمد بن عبدالہادی نے ان کا قاہر رد لکھا۔ البتہ ابن تیمیہ کے شاگرد ابن قیم نے ان کی حمایت کا دم بھرا اور چار جلدوں میں ایک کتاب اعلام الموقعین لکھ ڈالی۔ لیکن وہ اپنے استاد کی حمایت میں بالکل ناکام رہے۔ ابن تیمیہ اور ابن قیم کو جو سزائیں ملیں اس کی بنیاد وہ محضر نامہ تھا جو علماء کے دستخطوں کے ساتھ ان کے خلاف لکھا گیا۔ عربی میں دستخط کو توقیع کہتے ہیں۔ اس محضر نامہ کے رد میں جو کتاب لکھی اس کا نام اعلام الموقعین رکھا کہ دستخط کرنے والوں کو خبردار کرنا۔ اس میں امام احمد بن حنبلؒ سے یہ تو نقل فرمایا کہ جو چار پانچ لاکھ احادیث کا حافظ نہ ہو اسے اجتہاد کرنے اور فتویٰ دینے کا حق نہیں۔ گویا اس کا راستہ تو تقلید ہی ہے۔ ہاں جو ابن تیمیہ جیسا متبحر فی المذہب ہو' اس کو اپنے امام سے اختلاف کا حق ہے۔ مگر ابن قیم یہاں موضوع سے ہٹ گئے۔ انہیں ثابت تو یہ کرنا تھا کہ کیا ایسا شخص خرق اجماع کا حق رکھتا ہے اور ایسے شخص کو چاروں مذاہب چھوڑ کر روافض کی اتباع جائز ہے۔ اس بات کے ثابت کرنے میں وہ سو فیصد ناکام رہے۔ ابن قیم نے اس کتاب میں اجماع پر بھی ہاتھ صاف

کرنے کی کوشش کی۔ اہل سنت والجماعت کے ہاں سابقہ مجتہدین میں ان مذاہب کو مدار مانا جاتا ہے جن کے مذاہب تواتر اور یقین سے ثابت ہوں۔ اگر کسی مجتہد سے کوئی شاذ قول منقول ہے تو شاذ قراء توں کی طرح وہ تواتر اور اجماع سے ٹکر نہیں لے سکتا۔ ابن قیم نے ایسے شواذ کو بھی جمع کرنے کی کوشش کی مگر وہ اپنی اور روافض کی حمایت میں کسی اہل سنت مجتہد کا کوئی شاذ قول بھی پیش نہ کر سکے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن دقیق العید قشیری (۷۰۲ھ) شیخ الاسلام محی الدین نووی (۶۷۶ھ) وہ اس صدی کے تمام فقہاء اور محدثین صحابہ کرام کے اجماع اور ائمہ اربعہ کے اتفاق پر بڑی مضبوطی سے قائم رہے۔

نویں تا تیرھویں صدی آٹھویں صدی کے ابتداء میں ابن تیمیہ یا ابن قیم نے اجماع صحابہ کرامؓ اور مذاہب اربعہ سے ہٹ کر روافض کی اتباع میں ایک مجلس کی تین طلاق کے رجوع کا فتویٰ دیا۔ لیکن مذاہب اربعہ کے تمام علماء اور اسلامی حکومت نے اس کو مسترد کر دیا اور ان کی توہین و تذلیل کے ساتھ ساتھ قید و بند کی سزا بھی دی۔ چنانچہ نویں' دسویں 'گیارہویں' بارہویں صدی میں ایک مفتی بھی نہیں ملتا جس نے ابن تیمیہ کے اس غلط فتوے کے مطابق فتویٰ دیا ہو۔ اور یہ صدیاں بھی اسلامی عروج کی صدیاں تھیں۔ ایک بھی مستند شخصیت کا نام کسی مستند تاریخ سے پیش نہیں کیا جا سکتا جو غیر مقلد کہلاتا ہو۔ تیرھویں صدی کے وسط میں جب متحدہ ہندوستان ایسٹ میں انڈیا کمپنی اپنے پر پرزے پھیلا رہی تھی تو ایک رافضی عبدالحق بنارسی تقیہ کی چادر اوڑھ کر سینوں میں داخل ہوا۔ وہ یمن سے شوکانی زیدی کی کتاب الدرر البہیہ لایا اور اس نے غیر مقلدیت کی بنیاد رکھی۔ یہاں سب اہل سنت والجماعت حنفی تھے۔ اب امام کی تقلید چھوڑنے کے بعد پہلا مسئلہ یہ تھا کہ پہلے مسائل فقہ حنفی سے لیتے تھے۔ اب کس فقہ کے مطابق

نماز روزہ ادا ہوگا۔ تو زیدی فقہ الدرر البھیہ کا اردو ترجمہ کرکے اس کا نام فقہ محمدیہ رکھ کر شائع کردی گئی۔ اور اپنا نام محمدی رکھ لیا گیا۔ یعنی فقہ محمدیہ پر عمل کرنے والے جو یمن کے زیدی شیعوں کی لکھی ہوئی ہے۔ اب اسلامی حکومت کمزور تھی کہ کسی نئے فتنے کو ابھرنے نہ دے۔ البتہ برطانیہ کی ضرورت تھی کہ اسلاف سے بغاوت کرکے نئے نئے فتنے اٹھیں تاکہ مسلمانوں کی قوت آپس میں لڑ کر تباہ ہو۔ انگریز نے اس نومولود فرقے کی حمایت کی۔ ادھر علماء نے ان کے عقائد و اعمال لکھ کر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علماء سے اس نوزائیدہ فرقہ کے بارہ میں فتویٰ طلب کیا۔ چنانچہ ۱۲۵۴ھ میں حرمین شریفین سے پہلا فتویٰ ان کے خلاف آیا جس میں وہاں کے علماء نے بالاتفاق اس فرقہ کو ایک گمراہ فرقہ قرار دیا۔ پھر دوسرا فتویٰ ۱۲۵۶ھ میں اور تیسرا ۱۲۸۴ھ میں حرمین شریفین سے آئے۔ متحدہ ہندوستان کے علماء نے بھی مفصل فتاویٰ تحریر فرمائے۔ نظام الاسلام' تنبیہہ الضالین وغیرہ یہ فتاویٰ مولانا منیر احمد صاحب مدظلہ کی مرتبہ کتاب شرعی فیصلے میں موجود ہیں۔ لیکن ابھی تک اس فرقہ کا زور آمین' رفع یدین پر ہی تھا۔ حرام کو حلال کرنے کا کاروبار ابھی شروع نہیں کیا تھا۔ کیونکہ ابھی ان کے سرپرست انگریز بھی پورے اقتدار کے مالک نہ تھے۔ اور ہر دارالافتاء کا مدار شامی اور عالمگیری پر تھا۔ شامی شریف میں بھی یہ لکھا تھا کہ اگر تین طلاق کے بعد کوئی قاضی رجوع کرنے کا فیصلہ دے تو وہ قاضی نہیں شیطان ہے۔ اور اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ اور فتاویٰ عالمگیری پانصد علماء کی اجتماعی کوشش سے مرتب ہوا تھا۔ اس میں تو یہاں تک لکھا تھا کہ اگر تین طلاق کا لفظ بیوی نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے اور کسی قاضی نے رجوع کا فیصلہ دے دیا تو عورت ہرگز ہرگز اس کو اپنے قریب نہ آنے دے۔ اگر بالفرض اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں تو عورت اس

زناکاری سے بچنے کے لئے اگر اسے زہر دے دے تو شرعاً گنہگار نہ ہوگی۔ اس لئے تیرہویں صدی میں غیرمقلدین کے بھی کسی فتوے کا ہمیں علم نہیں جس میں اس حرام عورت کو حلال کیا گیا ہو۔

چودہویں صدی :

اس صدی میں جب اسلامی حکومت ختم ہو گئی اور انگریز اقتدار مضبوط ہو گیا تو مولوی عبدالرحمٰن مبارک پوری، مولوی شمس الحق ڈیانوی اور مولوی نذیر حسین دہلوی نے پھر اس حرام کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا۔ اب اسلامی حکومت نہیں تھی کہ ان کے ساتھ وہی سلوک ہوتا جو آٹھویں صدی میں ابن تیمیہ اور ابن قیم کے ساتھ ہوا تھا۔ تاہم اس فتوے کو اہل سنت والجماعت تو کجا خود غیرمقلدین نے بھی قبول نہ کیا۔ اور ابوسعید شرف الدین دہلوی غیرمقلد نے اس کا زبردست رد لکھا جو فتاویٰ ثنائیہ ص۲۱۶ تا ص۲۲۰ جلد دوم پر مذکور ہے۔ اس کا جواب الجواب غیرمقلد نہ لکھ سکے۔ پھر ۳ رجب ۱۳۴۲ھ کو مولوی ثناء اللہ نے اجماع صحابہ اور مذاہب اربعہ کے خلاف فتویٰ دیا۔ اسے بھی غیرمقلدین نے تسلیم نہ کیا۔ چنانچہ مشہور غیرمقلد عالم جناب عبداللہ روپڑی صاحب نے اس کا رد تحریر فرمایا۔ اس کے بعد غیرمقلدین نے سوچا کہ یہ تو حنفی کو غیرمقلد بنانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ چنانچہ غیرمقلدین نے اس پر عمل درآمد شروع کر دیا۔ اور اکثر غیرمقلد اسی وجہ سے بنے ہیں۔ الغرض کسی اسلامی حکومت میں اس فتوے کو کبھی بھی پذیرائی نصیب نہ ہوئی۔ چودھویں صدی کے غیرمقلدین نے اس کاروبار کو وسیع کیا۔ ان کی کوشش تھی کہ حرمین شریفین سے بھی ان کی تائید ہو جائے، مگر رابطہ عالم اسلامی نے پوری تحقیق اور کوشش کے بعد یہی فتویٰ دیا کہ جس نے اپنی بیوی کو ایک لفظ سے تین طلاقیں دیں وہ تین ہی واقع ہوں گی۔ اس کے بعد

رجوع تو کیا نکاح کا حق بھی نہیں رہتا۔ جب تک وہ عورت دوسرے خاوند سے ہمبستر نہ ہو۔ جناب رسول اقدس ﷺ نے تو یہ فرمایا تھا کہ جس نے اپنے دین کی حفاظت کرنی ہے وہ شبہ سے بھی بچے۔ لیکن ہمارے غیر مقلد دوست کھلے کھلے حرام میں رات دن کوشاں ہیں۔ خداوند قدوس ہمیں حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں' آمین۔

تین طلاقیں اور حلالہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

برادران اسلام! اسلام ایک برحق اور فطری دین ہے۔ اس میں اصل اور نقل کا امتیاز نہایت واضح ہے۔ جس طرح اس دنیا میں نور کے مقابلہ میں تاریکی ہے' اسی طرح ایمان کے مقابلہ میں کفر' توحید کے مقابلہ میں شرک' سنت کے مقابلہ میں بدعت' اجتہاد کے مقابلہ میں الحاد' تقلید سلف کے مقابلہ میں ذہنی آوارگی اور نفس پرستی ہے۔ باطل نے حق کا انکار پہلے اس انداز میں کیا کہ حضور اقدس ﷺ کی نبوت کا ہی انکار کیا جائے' لیکن کفر کی تمام طاقتیں مل کر بھی حق کا راستہ نہ روک سکیں اور چار دانگ عالم میں حضرت محمد ﷺ کی رسالت اور نبوت کا ڈنکا بجنے لگا۔ حق غالب آگیا اور باطل دب گیا۔ تاہم باطل نے ہمت نہ ہاری' البتہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر حملہ آور ہوا اور یہ طریقہ اختیار کیا کہ اب رسول اقدس ﷺ پر براہ راست حملہ نہ کیا جائے اور اسلام سے کفر براہ راست بھی نہ ٹکرائے' بلکہ حضور ﷺ کا بظاہر کلمہ پڑھ لیا جائے اور پھر آپ ﷺ کی تعریف' مگر آپ ﷺ کے صحابہ ؓ کی تکذیب کردی جائے' کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی آپ ﷺ کے دعویٰ نبوت کے راوی ہیں۔ ان ہی کی روایات سے دلائل نبوت یعنی معجزات پوری دنیا میں پھیل چکے ہیں اور یہی مقدس لوگ آپ ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات کے راوی اور سنت نبوی ﷺ کے عملی نمونے ہیں۔ اگر ان حضرات کو معاذ اللہ جھوٹے ثابت کردیا جائے تو نہ ہی دنیا

کے سامنے آنحضرت ﷺ کے دعویٰ نبوت کا ثبوت ہو سکے گا اور نہ ہی دلائل نبوت اور تعلیمات نبوت کا۔ اس طرح آپ ﷺ کے کلمہ کو باقی رکھ کر آپ کے پورے دین کو مشکوک کر دیا جائے گا۔ لیکن خلافت راشدہ کے سنہری دور نے اس حیلے کی بھی کمر توڑ کر رکھ دی۔ جب باطل نے دیکھا کہ اس حیلے میں بھی ہمیں خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی اس لئے ان کو "تقیہ" کا لحاف اوڑھنا پڑا۔ تاہم باطل نے ہمت نہ ہاری اور ایک قدم اور پیچھے ہٹالیا۔ اور سوچا کہ صحابہ کرامؓ کی عظمت و محبت سے مسلمانوں کے دل بھرپور ہیں۔ خدا کی کتاب اور نبی ﷺ کی سنت' اس مقدس جماعت کی عظمت اور ان کے بے مثال کارناموں سے پر ہے۔ اس لئے کتاب و سنت کے ماننے والوں کو صحابہ کرامؓ سے بد ظن کرنا بہت مشکل ہے۔ انہوں نے دیکھا آج جو دین مکمل طور پر مدوّن شکل میں مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اور ہر جگہ عملاً متواتر ہے یہ براہ راست صحابہ کرامؓ کا مدون کردہ نہیں' کیونکہ ان کی مقدس زندگیاں اکثر میدان جہاد میں گزر گئیں۔ اس مکمل دین کی تدوین کا سہرا ائمہ اربعہ کے سر پر ہے۔ ان ہی حضرات کے مقدس ہاتھوں سے دین حنیف کی تدوین ہوئی اور اس کو ہر طرح سے عملی تواتر اور غلبہ نصیب ہوا۔ ان میں سے بھی خصوصاً سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تدوین کو جو شہرت عام اور بقائے دوام نصیب ہوئی اس کی مثال نہیں ملتی۔ ان کی فقہ تقریباً بارہ سو سال تک اسلامی دنیا میں بطور قانون نافذ رہی۔ عباسی خلافت میں قاضی القضاۃ یعنی وزیر قانون سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے عظیم شاگرد قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کو بنایا گیا۔ عباسی خلافت میں اکثر قاضی حنفی تھے۔ بعض باقی تین مذاہب کے۔ پھر سلجوقی' خوارزمی اور عثمانی خلافتیں خالص حنفی خلافتیں تھیں۔ تمام فتوحات کا سہرا بھی انہی کے سر رہا اور فقہ حنفی بحیثیت قانون اسلامی نافذ رہی اور یہی خلافتیں خدمت حرمین شریفین کے شرف سے مشرف رہیں۔ فقہ اسلامی جو

عروج اسلام کے دور میں صدیوں تک ہر زمان و مکان کے مسائل کے حل کی مکمل صلاحیت رکھتی تھی اب اس کے بارہ میں یہ آواز اٹھنے لگی کہ عروج اسلام کے دور میں تو یہ کار آمد تھی' لیکن آج مسلمانوں کی پریشانی کے دور میں یہ کام نہیں دے سکتی۔ اس میں سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ اس کا تواتر اور اس کی کاملیت مسلمانوں میں مغربی قوانین کے نفوذ سے مانع اور اس کی سرایت میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ اس لئے باطل نے سوچا کہ مذاہب اربعہ جو کتاب و سنت کی صحیح اور جامع تعبیر ہیں اور مراد وحی کی متواتر تشکیل ہیں خاص طور پر حنفیت جو کتاب و سنت کی سب سے پہلی تعبیر و تفصیل ہے اور اپنی جامعیت اور حقانیت کی وجہ سے خیرالقرون سے آج تک درساً اور عملاً متواتر ہے' ان کا انکار کر دیا جائے تو نہ ہی قرآن پاک کی کوئی متواتر تعبیر دنیا کے سامنے رہ جائے گی' نہ ہی سنت کی کوئی متواتر تفصیل دنیا کے ہاتھ میں رہے گی اور نہ ہی صحابہ کرامؓ کے اعمال کا متواتر نقشہ کسی کے سامنے رہے گا۔ اس طرح متواتر فقہ سے بغاوت کے بعد قرآن و حدیث کو بچوں کا کھلونا بنا دیا جائے گا۔ ہر شخص کو اپنی خواہش نفس کی تعمیل کے لئے قرآن و حدیث کا نام استعمال کرنے کی کھلی چھٹی ہو گی۔ ہر شخص کا مذہب الگ الگ ہو گا۔

اس مقصد کے لئے یہودی لابی نے مستشرقین کی ایک کھیپ تیار کی کہ ان متواتر مذاہب سے خروج و بغاوت کی راہ ہموار کی جائے۔ انہوں نے ان متواتر مذاہب کے خلاف شاذ و مردود اقوال کی تلاش میں دن رات ایک کر دیا۔ متواتر قرآن کے مقابلہ میں شاذ و متروک قراء تیں عوام کے سامنے لاڈالی گئیں۔ قرآن و سنت کی متواتر تعبیرات کے مقابلے میں شاذ تعبیرات کے ڈھیر لگا دیئے گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متواتر کارناموں کو سبوتاژ کرنے کے لئے شاذ اور بے سند قصوں کو تلاش کیا گیا۔ ائمہ اربعہ کے متواتر مذاہب کے

خلاف شاذ اقوال کا جال بُن دیا گیا اور ایسے لوگ پیدا کئے گئے جو خود مجتہد بن کر اکابر کے خلاف استخفاف، بدگمانی، بدزبانی کو ہی دین کی خدمت سمجھتے ہیں۔

حنفیت :

چونکہ اہل اسلام میں سب سے بڑی جماعت اہل سنت والجماعت ہے اور ان کے چار ہی مذہب ہیں۔ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی۔ ان میں بھی سب سے زیادہ تعداد احناف کی ہے۔ الحمدللہ اسلام کے عروج کی تاریخ میں سب سے زیادہ ملک ان ہی نے کافروں سے فتح کر کے اسلامی سلطنت میں شریک کئے۔ ساری اسلامی سلطنت میں اسلامی قانون کو نافذ رکھا۔ سب کافروں سے جزیہ وصول کیا۔ آج بھی مسلمانوں میں یہی ایک موثر طاقت ہے۔ اس لئے یہودی لابی نے سب فرقوں کو اس کے پیچھے لگا دیا ہے، تاکہ ان کو رات دن پریشان رکھا جائے۔ مستشرقین کے مواد کو سمیٹ کر ائمہ متبوعین کے خلاف خروج و بغاوت کے لئے ایسے شاذ اقوال کا سہارا لیا جاتا ہے جو بعض لوگوں سے سہو یا غلطی سے صادر ہوئے اور امت میں ہمیشہ شاذ و متروک رہے۔ ان لوگوں کو آپ سو سمجھائیں کہ "مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ" کی وعید سے خود بچو اور امت رسول ﷺ کو بچاؤ، مگر یہودی لابی کی نوازشات کی وجہ سے یہ اپنے اکابر سے بدظن اور مستشرقین کے تلاش کردہ شاذ اقوال کو قرآن و حدیث کے نام سے پیش کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔

ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ متواتر مذہب کے مٹانے میں سب سے زیادہ کردار حضرات غیرمقلدین ادا کر رہے ہیں۔ عام لوگوں میں یہ تاثر ہے کہ یہ لوگ صرف فقہ حنفی کو نہیں مانتے، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ائمہ اربعہ کے متفقہ مسائل کو بھی مٹاتے ہیں اور ائمہ کے بعد صحابہ کرامؓ کے اجماع تک کی مخالفت کو اپنا دین ایمان سمجھتے ہیں۔ قرآن و سنت کی تشریحات میں ارشادات

صحابہؓ اور تعبیرات ائمہ کرام رحمہم اللہ کی مخالفت کر کے مستشرقین سے برآمد شدہ شاذ مسائل کو پھیلانا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔

مسئلہ طلاق :

ایسے ہی مسائل میں سے ایک مسئلہ طلاق ہے۔ یہود کے ہاں طلاق کی کوئی تحدید نہیں۔ جتنی طلاقیں چاہے خاوند دیتا رہے اور رجوع کرتا رہے' نہ بے چاری کو بسائے نہ آزاد کرے۔ اس کے برعکس عیسائی مذہب کے ہاں طلاق جائز ہی نہیں۔ اسلام میں نہ ہی یہود کی طرح کھلی چھٹی ہے اور نہ ہی عیسائیت کی طرح بالکل ممانعت۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ جو تعلقات خدا کے جوڑے ہوئے ہیں ان کو انسان توڑنے کا حق نہیں رکھتا۔ جیسے باپ بیٹے اور بھائی بہن کا تعلق۔ باپ سو مرتبہ کہے کہ تو میرا بیٹا نہیں' وہ پھر بھی بیٹا ہی رہتا ہے' بھائی سو مرتبہ کہے تو میری بہن نہیں' وہ پھر بھی بہن ہی رہتی ہے۔ لیکن جو تعلقات انسان خود جوڑتا ہے وہ جس مقصد کے لئے جوڑے اگر وہ مقصد حاصل نہ ہو رہا ہو' کوئی پریشانی ہو تو اس کے توڑنے کا بھی انسان کو اختیار ہے۔ مثلاً میاں بیوی کا تعلق انسان نے خود جوڑا ہے تاکہ زندگی کا سکون و چین نصیب ہو' لیکن اگر آپس میں بالکل نہ بنتی ہو تو آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: اَبْغَضُ الْحَلَالِ عِنْدَاللّٰهِ الطَّلَاقِ (ابوداؤد ج ۱'ص ۱۶۶) کہ حلال باتوں میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے ناپسند طلاق ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ (البقرہ ۲۲۹) طلاق دو مرتبہ ہے' پھر یا تو روک لینا ہے معروف طریقے سے یا آزاد کر دینا ہے اچھے طریقے سے۔

گویا دو طلاقوں کے بعد مرد کو دو اختیار دیئے۔ اگر وہ اس کو پھر اپنی بیوی بنانا چاہتا ہے تو معروف طریق سے روک لے۔ مثلاً طلاق رجعی ہے اور عدت باقی ہے تو رجوع کر لے اور اگر طلاق رجعی کی عدت ختم ہو گئی یا طلاق بائن ہے تو

عورت کی رضامندی سے دوبارہ اس سے نکاح کرلے' اور اگر یہ نہ چاہے تو اس کو جانے دے۔ لیکن اگر مرد نے تین طلاقیں دے دیں تو ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ پس اگر تیسری طلاق بھی دے دی تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے۔ اس لئے ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ تین طلاق جس طرح بھی دی جائیں وہ واقع ہو جاتی ہیں۔ اب جب تک دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے پھر وہ طلاق دے تو اس کی عدت گزار کر یہ پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے۔ لیکن حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہودی مذہب میں تین طلاق کے بعد بھی بیوی سے رجوع کا حق ہے۔ یہود سے یہ مسئلہ روافض نے لے لیا (غنیۃ الطالبین) ہمارے غیرمقلدین حضرات نے ایک نئی تقسیم کرلی کہ اگر خاوند تین پاکیوں میں تین طلاقیں دے' پھر تو حلالہ شرعی کے بغیر عورت پہلے خاوند کے پاس نہیں آ سکتی' لیکن اگر تین طلاقیں ایک مجلس میں دے تو وہ ایک طلاق گنی جائے گی۔ خاوند کو رجوع کا حق ہے۔ اس کو مثال سے یوں سمجھیں کہ اہل اسلام کہتے ہیں کہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آ سکتا' مگر مرزائیوں نے ایک تقسیم کرلی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد صاحب شریعت نبی تو نہیں آ سکتا البتہ غیر تشریعی نبی آ سکتا ہے۔ اسی طرح غیرمقلدین نے تین طلاق کے مسئلہ میں تقسیم کرلی کہ بعض قسم کی تین طلاقیں تین ہوتی ہیں اور بعض قسم کی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق ہوتی ہیں۔ اس لئے ان کا فرض ہے کہ اپنے دعویٰ کے دونوں حصوں پر وہ کتاب و سنت سے واضح دلیل دیں۔ وہ پہلے حصے میں ائمہ اربعہ سے متفق ہیں اور دوسرے حصے میں یہود اور روافض سے۔ ہم موضوع کی وضاحت کے لئے ان سے چند سوالات پوچھتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ وہ ہر سوال کا جواب صریح آیت یا صحیح

صریح غیر معارض حدیث سے دیں گے۔

(۱)...... طلاق دینا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے یا ناپسند؟ ناپسند ہونے کے باوجود طلاق ہو جائے گی یا نہیں؟

(۲)...... ایک عورت خدا اور رسول ﷺ کے ساتھ خاوند کی بھی پوری تابعدار ہے، مگر خاوند کی نظر کسی اور طرف لگ گئی ہے۔ اب وہ اس بیوی کو محض بلا قصور طلاق دے دیتا ہے۔ اس مرد کو اس طلاق دینے پر کوئی گناہ ہے یا نہیں؟ اس گناہ پر کیا حد شرعی ہے اور اس گناہ کے باوجود طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

(۳)...... حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس طہر میں صحبت کر چکا ہو اس میں طلاق دینی حرام ہے (دارقطنی ج ۴، ص۵) کیا اس حرام طلاق دینے پر مرد کو گناہ ہوگا یا نہیں؟ اور یہ حرام طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

(۴)...... حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی فرماتے ہیں کہ بیوی کو حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے (دارقطنی ج ۴، ص۵) اب کسی نے حالت حیض میں طلاق دی تو یہ حرام طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

(۵)...... ایک مرد کو تین طلاقوں کا اختیار ہے۔ وہ کس طرح طلاق دے کہ تین ہی واقع ہو جائیں؟

(۶)...... ایک شخص نے تین پاکیوں میں عورت کو تین طلاقیں دیں۔ اب وہ اس عورت سے دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو حلالہ شرعی کے بغیر کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۷)...... وہ عورت غیر مقلدین کا "الدعوۃ" رسالہ پڑھ کر کہتی ہے کہ تین طلاقیں دینا مرد کا قصور ہے۔ میں حلالہ کیوں کراؤں۔ مجھے سزا کیوں؟ دیکھو "الدعوۃ" والا بھی کہتا ہے کہ تیسری طلاق کے بعد اب دونوں میاں بیوی کا معاملہ بالکل ختم ہو گیا۔ اب کبھی ملاپ نہیں ہو سکتا۔ صرف ایک شکل باقی ہے، وہ یہ کہ طلاق یافتہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے، حق زوجیت ادا کرے، اس

کے ساتھ پہلے سے یہ طے نہ ہو کہ ایک رات یا چند راتیں گزار کر یہ نیا خاوند اسے طلاق دے گا۔ ہاں البتہ اتفاق سے ان کی بھی آپس میں نہ بنے اور وہ مرد بھی اسے طلاق دے دے یا وہ خاوند ویسے ہی فوت ہو جائے تو پھر یہ عورت اور پہلا مرد اگر چاہیں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ یہ ہے رہنمائی جو اللہ تعالیٰ قرآن میں کر رہے ہیں۔ خط کشیدہ الفاظ کا ترجمہ ہمیں قرآن میں نہیں ملا۔ ایڈیٹر الدعوۃ نے قرآن پر جھوٹ بولا ہے۔ اسی طرح "یا وہ خاوند ویسے ہی فوت ہو جائے" یہ بھی قرآن پاک کی کسی آیت کا ترجمہ نہیں ہے۔ وہاں تو صرف طلاق دینے کا ذکر ہے۔

قیاس :

ہاں فقہاء اسلام نے قیاس سے یہ کہا ہے کہ اگر وہ دوسرا خاوند فوت ہو جائے یا عورت اس سے نکاح فسخ کرالے یا خلع کرالے تو بھی وہ عدت گزارنے کے بعد پہلے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔

طلاق کا بہتر طریقہ :

طلاق کا بہتر طریقہ تو یہی ہے کہ مرد ایک طلاق رجعی دے دے اس کے بعد رجوع کو دل نہ چاہے تو عدت کے بعد وہ عورت آزاد ہے۔ وہ کسی اور سے نکاح کرنا چاہے تو بھی درست ہے اور ان دونوں میں کوئی صلح کی صورت ہو جائے تو دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں تو یہ گناہ ہے۔ عن محمود بن لبید ؓ قال اخبر رسول اللّٰہ ﷺ عن رجل طلق امراتہ ثلاث تطلیقات جمیعًا فقام غضبانًا ثم قال ایلعب بکتاب اللّٰہ وانا بین اظھر کم حتی قام رجل وقال یا رسول اللّٰہ الا اقتلہ۔ (نسائی ج ۲ ص ۸۲) حضرت محمود بن لبید ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی ہیں۔ آپ ﷺ سخت غصے کی حالت میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میری موجودگی

میں کتاب اللہ سے کھیلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک آدمی نے عرض کیا حضرت! کیا میں اسے قتل نہ کردوں۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ایک دفعہ تین طلاقیں دینا خدا تعالیٰ کی پاک کتاب کے ساتھ کھیلنا اور آنحضرت ﷺ کو سخت ناراض کرنا ہے۔ مگر اس کے برعکس آپ تجربہ کرکے دیکھیں کہ جب غیر مقلدین سنتے ہیں کہ فلاں آدمی نے تین طلاقیں اکٹھی دے دی ہیں تو ان کو عید سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ اس کے آگے پیچھے پھرتے ہیں' اس کا استقبال کیا جاتا ہے :

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

جو فرقہ خدا اور رسول ﷺ کی ناراضگی میں اپنی خوشیاں تلاش کرتا ہو اس کا دین معلوم ہوگیا۔ اس حدیث سے تو پتہ چلا کہ اگر تین طلاقیں ایک ہی ہوتیں تو آپ ﷺ اتنے ناراض کیوں ہوتے۔ آپ نہیں دکھا سکتے کہ حضور ﷺ نے کبھی ایک طلاق پر ناراضگی فرمائی ہو یا اسے استہزاء بکتاب اللہ فرمایا ہو' بلکہ جب آپ کو خبر دی گئی کہ اس نے تین طلاقیں اکٹھی دی ہیں تو آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان کو تین نہ کہو ایک کہو۔ جب آپ ﷺ نے ان کے تین کہنے پر تین کو ہی برقرار رکھا تو اسی لئے امام قرطبی احکام القرآن میں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تین کو ہی نافذ فرمایا۔

غیر مقلدین کا قرآن سے اختلاف :

غیر مقلدین اس بات پر تو آیت پڑھتے ہیں کہ طلاق طہر میں دینی چاہئے۔ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ اور اللہ تعالیٰ نے طلاق کی حد بیان کردی ہے اور وہ یہ کہ ایک طہر میں ایک طلاق دے' دوسرے طہر میں دوسری اور تیسرے میں تیسری۔ ان کی اس بات سے ہمیں بھی اختلاف نہیں۔ اختلاف اس میں ہے کہ اگر کسی نے یہ حد توڑ دی اور ایک ہی مرتبہ تین طلاقیں دے دیں تو تینوں واقع ہوں گی یا

نہیں؟

حدیث :

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی (جو منع اور گناہ تھی) تو آنحضرت ﷺ نے انہیں فرمایا کہ اس طلاق سے رجوع کرلو (کیوں کہ یہ گناہ کے باوجود طلاق نافذ ہو چکی) اور انتظار کر یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو' پھر اس کو دوسرا حیض آئے' پھر پاک ہو تو اس سے جماع کئے بغیر اس کو طلاق دے۔ یہ وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جب کوئی حیض میں طلاق کا مسئلہ پوچھتا تو فرماتے اگر تو نے ایک یا دو طلاقیں دی ہیں تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے رجوع کا حکم دیا تھا۔ اور اگر تو ایک ہی حیض میں تین طلاقیں دے چکا تو تو نے (تین طلاقیں اکٹھی دے کر) خدا کی نافرمانی بھی کی اور تیری بیوی بھی تجھ سے جدا ہو گئی (مسلم ج ۱' ص ۴۷۶)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ غیر شرعی طلاقیں بھی نافذ ہو جاتی ہیں۔ اب آنحضرت ﷺ کی مزید احادیث مطالعہ فرمائیں جن سے بغاوت کرکے ان لوگوں نے حرام کاری کا کاروبار چلایا ہے۔

غیر مقلدین کی قرآن و حدیث سے بغاوت :

امام بخاری رحمہ اللہ نے ج ۲' ص ۷۹۱ پر ایک باب باندھا ہے: باب من اجاز طلاق الثلاث۔ اور اپنی عادت کے موافق اس مسئلہ پر پہلے قرآن سے استدلال فرمایا ہے۔ الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان۔ طلاق دو مرتبہ ہوتی ہے' پھر یا تو روک لینا ہے معروف طریقے سے' یا آزاد کر دینا ہے اچھے طریقے سے۔ یعنی جبکہ دو طلاقوں کا جمع کرنا صحیح ہے جبکہ مرتان کے لفظ کو دو پر محمول کیا جائے' جیسا کہ ارشاد خداوندی: نُؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ میں ہے۔ امام بخاری کی طرح ابن حزم اور کرمانی نے بھی یہی

استدلال کیا ہے کہ جب اس کا معنی مَرَّۃً بَعْدَ مَرَّۃٍ ہے تو جب دو جمع ہو سکتی ہیں تو تین بھی جمع ہو سکتی ہیں۔ کیوں کہ آج تک کوئی شخص نہیں پایا گیا جس نے دو اور تین کے وقوع صحت میں فرق کیا ہو۔ اس کے بعد متصلاً امام بخاری نے حدیث لعان کا ذکر فرمایا ہے۔

۱- حدیث لعان :

حضرت ابو درداء ؓ نے فطلقھا ثلاثًا قبل ان یامرہ رسول اللّٰہ ؐ (بخاری ج ۲ ص ۷۹۱) کہ آپ ﷺ کے حکم سے پہلے ہی اسی ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ صحابہ کرام ؓ دور نبوت میں ایک مجلس میں تین طلاقوں کے وقوع میں شک نہیں رکھتے تھے اور کسی روایت میں نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان پر نکیر فرمائی ہو۔ پس یہ حدیث تین طلاق بیک لفظ واقع ہونے کی واضح دلیل ہے۔ کیوں کہ یہ ممکن نہیں تھا کہ لوگ تین طلاق کا بلفظ واحد واقع ہونا سمجھتے رہیں اور آنحضرت ﷺ ان کی اصلاح نہ فرمائیں۔ اس حدیث سے پوری امت نے یہی سمجھا' امام بخاری اور ابن حزم نے بھی یہی سمجھا ہے۔

۲- حدیث عائشہ ؓ :

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضرت رفاعہ قرظی کی بیوی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ میرے خاوند نے مجھے طلاق بتہ دی ہے' دوسری روایت میں ہے کہ تین طلاقیں دیں (اس سے ظاہر یہی معلوم ہوا کہ جیسا کہ بتہ کا لفظ ایک ہی کلمہ ہے' اس نے ایک ہی کلمے سے تین طلاقیں دی تھیں)۔ اس کے بعد میں نے عبدالرحمٰن بن الزبیر ؓ قرظی سے نکاح کر لیا لیکن وہ ناکارہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا شاید تو دوبارہ رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہے؟ فرمایا ہرگز نہیں۔ جب تک وہ

تیری مٹھاس نہ چکھے اور تو اس کی مٹھاس نہ چکھے (بخاری ج ۲ ص ۷۹۱) اب دیکھئے اس عورت نے دوسرا نکاح کیا ہی اس لئے تھا کہ پھر پہلے خاوند کے پاس جا سکے۔ آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا کہ مٹھاس چکھے بغیر نہیں جا سکتی۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اتفقوا علی ان تغیب الحشفة فی قبلها کاف فی ذالک (حاشیہ بخاری) کہ اس پر اتفاق ہے کہ صرف دخول کافی ہے حلال ہونے کے لئے۔ ان زبان درازوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جو ساری امت کو حلالی مولوی کہہ کر اپنے حرامی ہونے پر مہر لگاتے ہیں۔

۳- حدیث امام حسن بصری رحمہ اللہ :

امام حسن بصری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو ایام ماہواری میں طلاق دے دی تھی۔ بعد ازاں انہوں نے دو طہروں سے دو مزید طلاقیں دینے کا ارادہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ابن عمر! تجھے اللہ تعالیٰ نے اس طرح حکم نہیں دیا، تو نے سنت سے تجاوز کیا۔ سنت یہ ہے کہ تو طہر کا انتظار کرے، پھر ہر طہر سے طلاق دے۔ پس آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں اس سے رجوع کرلوں۔ چنانچہ میں نے رجوع کرلیا۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب وہ پاک ہو جائے تب تمہارا جی چاہے تو طلاق دے دینا اور جی چاہے تو روک رکھنا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ فرمایئے کہ اگر میں نے اسے تین طلاقیں دے دی ہوتیں تو میرے لئے اس سے رجوع کرنا حلال ہوتا؟ فرمایا نہیں، وہ تجھ سے بائنہ ہو جاتی اور گناہ بھی ہوتا (کیوں کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا گناہ ہے) (طبرانی بحوالہ الاشفاق)

نوٹ : یاد رہے طبرانی کی سند میں شعیب نے براہ راست امام حسن بصری رحمہ اللہ سے اس کو روایت کیا ہے نہ کہ بواسطہ عطار، خراسانی۔ کیوں کہ اس

کی دونوں سے ملاقات ہے۔

۴- حضرت عبادہؓ :

حضرت عبادہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس شخص کے بارے میں جس نے ہزار طلاقیں دیں فرمایا کہ تین کا تو اسے حق حاصل ہے اور باقی ۹۹۷ عدوان اور ظلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہیں تو اس پر گرفت فرمائیں چاہیں تو معاف کردیں۔ (طبرانی بحوالہ الاشفاق)

۵- حضرت سوید بن غفلہؓ :

حضرت سوید بن غفلہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن بن علیؓ کی ایک بیوی عائشہ خثعمیہ نامی تھی۔ امام حسن نے اسے فرمایا: اذھبی فانت طالق ثلاثًا۔ جا تجھے تین طلاقیں۔ جب اس کی عدت ختم ہوگئی تو اس کو دس ہزار بھیجے۔ اس نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کردیا: متاع قلیل من حبیب مفارق۔ امام حسن کو جب یہ بات پہنچی تو وہ رو دیئے اور فرمایا: "اگر میں نے حضور ﷺ سے یہ نہ سنا ہوتا کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں' خواہ ہر پاکی میں یا اکٹھی تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں جب تک دوسری جگہ نکاح نہ کرے لَرَاجَعْتُهَا تو میں اس کو واپس کرلیتا (دارقطنی ج ۲'ص ۱۳) امام حسنؓ تو رو رہے ہیں۔ ان کے پاس اس کے رکھنے کا کوئی جواز نہیں۔ اس زمانہ میں نہ غیر مقلدین تھے نہ ان کا دفتر الدعوۃ کہ وہ کسی عورت سے پوچھ کر دہاں حاضری دیتے اور شرعی حرام بیوی کو دوبارہ لے جاتے۔

۶- حدیث حضرت رکانہؓ :

حضرت رکانہؓ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی ہے (چونکہ بتہ میں ایک کی نیت

بھی ہو سکتی ہے اور تین کی بھی اور نیت دل میں پوشیدہ تھی) تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ تیری نیت اس لفظ سے کتنی طلاقوں کی تھی؟ میں نے کہا ایک طلاق کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا خداوند قدوس کی قسم کھا کر یہی کہہ سکتا ہے؟ میں نے خداوند قدوس کی قسم کھا کر یہی کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پس وہی ہے جو تو نے نیت کی (ترمذی ج ۱ ص ۲۲۲۔ ابوداؤد ج ۱ ص ۳۰۰) وقال ابوداود: "هذا اصح من حديث ابن جريج ان ركانة طلق امراته ثلاثا لانهم اهل بيته وهم اعلم به" (دارقطنی ج ۴ ص ۳۲ قال صحیح) اس حدیث پاک سے تو یہ معلوم ہوا کہ اگر طلاق دینے والا زبان پر تین کا لفظ بھی نہ لائے' ایسا لفظ لائے جس کی دل میں تین کی نیت ہو سکتی ہو تو بھی تین کی نیت کرنے سے تین ہی واقع ہو جائیں گی۔ پھر جب زبان و قلم پر تین آ جائیں تو وہ تین کیوں نہ ہوں گی۔

۷- حدیث امام اعمش :

امام اعمش فرماتے ہیں کہ کوفہ میں ایک بوڑھا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ میں نے علیؓ بن ابی طالب سے سنا ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں دے ڈالے تو ان کو ایک کی طرف رد کیا جائے گا۔ لوگوں کی اس کے پاس ڈار لگی ہوئی تھی' آتے تھے اور اس سے یہ حدیث سنتے تھے۔ میں بھی اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تم نے حضرت علیؓ سے سنا ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دے ڈالے تو ان کو ایک کی طرف رد کیا جائے گا؟ میں نے کہا آپ نے یہ بات حضرت علیؓ سے کہاں سے سنی ہے؟ بولا میں تجھے اپنی کتاب نکال کر دکھا دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی کتاب نکالی' اس میں لکھا تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ تحریر ہے جو میں نے حضرت علیؓ سے سنی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں دے ڈالے تو وہ اس سے بائنہ ہو جائے گی اور اس کے لئے حلال نہ رہے گی۔

یہاں تک کہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے۔ میں نے کہا تیرا ناس ہو جائے' تحریر کچھ اور ہے اور تو بیان کچھ اور کرتا ہے۔ بولا صحیح تو یہی ہے لیکن یہ لوگ (شیعہ) مجھ سے یہی چاہتے ہیں (بیہقی)

۸- حدیث حضرت محمود بن لبیدؓ :

حضرت محمود بن لبیدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک شخص کے بارہ میں بتایا گیا کہ اس نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی ہیں' تو آپ سخت غصے کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا میری موجودگی میں کتاب اللہ سے کھیلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک آدمی نے عرض کیا حضرت کیا میں اسے قتل نہ کردوں (نسائی)

حضرات ! قرآن و سنت آپ کے سامنے ہے کہ ایک دفعہ تین طلاقیں دینے والا حدود اللہ سے تجاوز کرنے والا ظالم ہے' آیات اللہ سے استہزاء کرنے والا ہے' اللہ اور رسول ﷺ اس سے سخت ناراض ہیں' اس لئے اللہ اور رسول ﷺ نے اس کے لئے کوئی مخرج نہیں رکھا۔ اس کو دنیا میں یہ سزا دی ہے کہ اس کی بیوی اب جب تک دوسری جگہ نکاح نہ کرے اور حقوق زوجیت ادا نہ کرے یہ اس کو دوبارہ نہیں رکھ سکتا' اور آخرت میں بھی وہ اس گناہ ظلم اور آیت الٰہی سے استہزاء کی سزا کا مستحق ہے۔ مگر ایسے شخص سے غیر مقلد خوش ہے۔ وہ اسے ترغیب دیتا ہے تو نے خدا کی حدیں توڑ دی ہیں' حنفی تجھے پسند نہیں کرتے۔ آ خدا کی حدیں توڑنے والے کی پناہ گاہ ہمارا ہی فرقہ ہے' تجھے خدا نے اپنی کتاب میں ظالم کہا' تجھ سے اللہ کا رسول ناراض ہو گیا' دل نہ چھوڑ' ہمارا فرقہ ہی ظالموں کا ہے' جس سے اللہ کا رسول ناراض ہو جائے اسے ہمارے فرقے کے سوا کون قبول کرے گا۔ تو نے اگر اللہ کی آیات کا استہزاء اڑایا ہے تو کیوں گھبراتا ہے؟ جلدی ہمارے فرقے میں آجا۔ ہمارا تو روزمرہ کا کام ہی اللہ کی آیات سے

استہزاء ہے۔ یہ حنفی اللہ و رسول ﷺ کی باتوں میں آ گئے ہیں۔ ان کے ہاں تیرے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ یہ تجھے وہی سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑ دیں گے جو اللہ اور رسول ﷺ نے تیرے لئے تجویز کی ہے کہ تیری بیوی حرام ہے جب تک دوسری جگہ نکاح نہ کرے لیکن قربان جایئے ہمارے فرقے کے کہ جس کو اللہ اور رسول ﷺ وہ بیوی نہ دیں ہم دیتے ہیں 'کون ہے روکنے والا' اے ظالم جاؤ! خدا بے شک تم سے ناراض رہے 'رسول تم سے ناراض رہے' تم میاں بیوی راضی رہو' ساری عمر حرام کاری کرو اور ہمارے فرقے کے زندہ باد ہونے کے نعرے لگاتے رہو اور بھی کوئی ظالم حدود اللہ کو توڑنے والا' اللہ اور رسول ﷺ کو ناراض کرنے والا ملے فوراً اس کی رہنمائی کرو کہ اس فرقہ میں آجایئے۔ ہاں ایک فقرہ گاتے رہنا کہ مذہب حنفی منزل من اللہ نہیں ہے۔ واہ رے جہالت! تیرا ستیاناس ہو۔ مذہب حنفی کیا ہے؟ اس کی بنیادیں کتاب اللہ ' سنت رسول اللہ ﷺ ' اجماع اور قیاس ہیں۔ کیا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ منزل من اللہ نہیں؟ کیا حنفیت کی ضد نے تجھے کفر میں تو نہیں دھکیل دیا؟ اجماع منزل من اللہ ہی کی یقینی تشریح ہے۔ اجماع کے مخالف کو اللہ اور رسول ﷺ جہنمی فرماتے ہیں۔ ہائے حنفیت سے عناد نے تجھے جہنم رسید کر ہی دیا اور قیاس منزل من اللہ کی ہی ایسی ظنی تشریح ہے جس پر اللہ کے نبی ﷺ خوشی سے الحمدللہ پڑھتے ہیں۔ اس کے صواب پر دو اجر اور خطا پر ایک اجر کا وعدہ دیتے ہیں۔ اس کا مخالف معتزلی' خارجی اور بدعتی ہے۔ اب سوچ کیا تیرا یہ الحاد منزل من اللہ ہے؟ تیرا پوری امت سے شذوذ منزل من اللہ ہے؟ کیا من شذ شذ فی النار کی وعید بھول چکا ہے؟ تیرا یہ جہل مرکب منزل من اللہ' آہ تو نے اپنا دین بھی خراب کیا اور کتنے اور لوگوں کا دین بھی برباد کیا۔ خدا سے ڈر اور توبہ کر۔

غیر مقلدین کی صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ رحمہم اللہ سے بغاوت :

(۱) ...... (سیدنا عمر فاروقؓ) عن انس قال کان عمر اذا اتی برجل قد طلق امراته ثلاثة فی مجلس اوجعه ضربًا وفرق بینهما (ص۱۱) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس جب کوئی ایسا آدمی لایا جاتا جس نے ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوتیں تو آپ اس آدمی کی پٹائی کر دیتے اور ان دونوں میاں بیوی کو الگ الگ کر دیتے۔

(۲) ...... عن زید بن وهب ان رجلا بطالا کان بالمدینة طلق امرته الفا فرجع الٰی عمر فقال انما کنت العب فعلا عمر راسه بالدرة وفرق بینهما (ص ۱۲) زید بن وہب سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک آدمی نے اپنی بیوی سے کہا تجھے ہزار طلاق، پھر حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کہا میں نے تو کھیل کھیل میں ایسا کہا۔ حضرت عمرؓ نے درہ سے اس کا سر اٹھایا اور دونوں میں جدائی کر دی۔

(۳) ...... (سیدنا عثمانؓ) عن معاویة بن ابی یحیٰی قال جاء رجل الٰی عثمان فقال انی طلقت امراتی مائة قال ثلاث تحرمها علیك سَبْعٌ وتسعون عدوان (ص ۱۳) حضرت معاویہ بن ابی یحیٰی سے روایت ہے کہ ایک مرد حضرت عثمانؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاق دی ہیں۔ آپ نے فرمایا تین نے اس کو حرام کر دیا۔ باقی ستانوے عدوان ہیں۔

(۴) ...... (سیدنا علیؓ) عن حبیب قال جاء رجل الٰی علیؓ فقال انی طلقت امراتی الفًا قال بانت منك بثلاث واقسم سائرها بین نسائك (ص ۱۳) حضرت حبیب سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت علیؓ کے

پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاق دی۔ آپ نے فرمایا تین طلاق سے وہ تجھ سے جدا ہو گئی۔ باقی طلاقیں دوسری بیویوں پر تقسیم کر لے۔

(۵)...... عن علی قال اذا طلق البکر واحدة فقد بتها واذا طلقها ثلاثًا لم تحل له حتی تنکح زوجًا غیره۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جب غیر مدخولہ بیوی کو ایک طلاق دے تو وہ بائن ہو گئی اور جب اس کو تین طلاقیں دے (جو صرف ایک لفظ سے ہی دی جا سکتی ہیں کہ تجھے تین طلاق) تو اب وہ اس پر حلال نہیں یہاں تک کہ اس کے غیر سے نکاح کرے۔

(۶)...... حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اگر بیوی کو یہ کہا کہ تجھے طلاق بتہ (یعنی ایک ہی کلمہ سے) تو وہ تین طلاقیں شمار ہوں گی۔ (ج ۵ ص ۶۶)

(۷)...... حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بیوی کو کہا تو حلیة تو ایک کلمہ سے تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔ (ص ۶۹)

(۸)...... حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بیوی سے کہا تو البریة۔ تو اس ایک کلمہ سے تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔ (ص ۶۹)

(۹)...... حضرت علیؓ فرماتے ہیں کسی نے اپنی بیوی کو کہا: اَنْتِ عَلَیَّ حَرَجٌ۔ تو اس ایک کلمہ سے تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔ (ص ۷۲)

(۱۰)..... حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب اپنی بیوی کو کہا تو مجھ پر حرام ہے تو اس ایک کلمہ سے تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔ (ص ۷۲)

(۱۱)..... حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نے اپنی بیوی کو کہا تجھے اتنی طلاق جو اونٹ کے بوجھ کے برابر ہو تو اس کلمہ سے تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔ (ص ۷۸)

(۱۲)..... حضرت عمران ابن حصینؓ صحابی رسول ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دیں۔ فرمایا اس نے اپنے رب کا بھی گناہ کیا اور اس کی عورت اس پر حرام ہو گئی۔ (ایضاً)

(۱۳) ..... حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جس نے رخصتی سے پہلے بیوی کو تین طلاقیں دیں (جو ایک ہی کلمہ سے تین طلاق سے دی جا سکتی ہیں) تو وہ عورت اس مرد پر حرام ہے جب تک کہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔ (ایضاً)

(۱۴) ..... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کو کہا کہ تجھے ننانوے طلاق۔ اب سب کہتے ہیں کہ بیوی تجھ پر حرام ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا نہ بیوی تو تین سے ہی حرام ہو گئی اور باقی ساری گناہ ہی گناہ رہیں۔ (ص ۱۲)

(۱۵) ..... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جس آدمی نے اپنی بیوی کو رخصتی سے پہلے ہی (ایک ہی کلمہ سے) تین طلاق دیں فلا تحل له حتی تنکح زوجاً غیرہ۔ اب وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں جب تک کسی دوسرے سے نکاح نہ کرے۔ (ص ۲۲)

(۱۶) ..... حضرت عبداللہ فرماتے ہیں اگر بیوی کو اپنے اوپر تین طلاق ڈالنے کا اختیار دے دیا اور اس نے اپنے نفس کے لئے تین اختیار کر لیں تو تین ہی طلاقیں واقع ہوئیں۔ (ص ۶۴)

نوٹ : یہ تمام حوالہ جات جو لکھے ہیں یہ "مصنف ابن ابی شیبہ" جلد پنجم کے ہیں۔

(۱۷) ..... حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں وہ اپنے رب کا بھی نافرمان ہوا کیونکہ اکٹھی تین طلاقیں دینا گناہ ہے اور اس کی بیوی بھی اس سے جدا ہو گئی۔

(۱۸) ..... حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو کہا ہے تجھے سو طلاق۔ فرمایا تین طلاقوں سے وہ تجھ سے جدا ہو گئی (یہ تو دنیا

کی سزا ملی) اور باقی ۹۷ کا حساب تجھ سے اللہ تعالیٰ قیامت کو لیں گے۔ (ص ۱۴)

(۱۹)..... حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں جس نے بیوی کو کہا انت البریۃ۔ اس ایک کلمے سے تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔ اب وہ کسی اور سے نکاح کے بغیر حلال نہیں۔

(۲۰)..... حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا جس نے بیوی کو کہا کہ تجھے کاٹ دینے والی طلاق۔ تو ایک کلمہ سے تین طلاقیں واقع ہو گئیں (ص ۶۶)

(۲۱)..... حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں جس نے بیوی کو بائن کہا۔ اس ایک لفظ سے تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔ اب وہ حلال نہیں جب تک دوسرے سے نکاح نہ کرے۔ (ص ۱۷)

(۲۲)..... حضرت مغیرہؓ سے پوچھا گیا کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو کہا تجھے سو طلاق، فرمایا تین سے وہ حرام ہو گئی، باقی ۹۷ زائد رہیں۔ (ص ۱۳)

(۲۳)..... حضرت محمد بن ایاس بن بکیر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو رخصتی سے پہلے ہی تین طلاقیں دیں۔ پھر اس کا دل چاہا کہ اسی عورت سے نکاح کرلے۔ اب وہ فتویٰ لینے گیا اور میں بھی ساتھ تھا۔ اس نے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا۔ دونوں نے کہا اب تیرے لئے حلال نہیں جب تک کسی اور سے نکاح نہ کرے۔ اس نے کہا میں نے تو ایک ہی دفعہ طلاقیں دی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اب تیرے لئے کچھ نہیں بچا۔ حضرت امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم اس فتویٰ کو لیتے ہیں اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے اور ہمارے عام فقہاء یہی کہتے ہیں، کیونکہ اس نے تین طلاقیں اکٹھی دیں اور اس پر اکٹھی ہی واقع ہو گئیں اور اگر وہ الگ الگ دیتا تو ایسی عورت جس کی ابھی رخصتی نہیں ہوئی وہ ایک پہلی طلاق سے ہی الگ ہو جاتی اور دوسری تیسری طلاق اس پر واقع نہ ہوتی۔ کیوں کہ

ایسی عورت پر کوئی عدت نہیں تو طلاق کا محل ہی نہ رہی۔ (موطا محمد ص ۲۵۹)

(۲۴)..... حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں۔ فرمایا تم میں سے ایک آدمی جاتا ہے اور اپنے آپ کو گندگی سے بھرلیتا ہے (کیوں کہ تین طلاقیں گناہ ہیں) پھر ہمارے پاس آتا ہے۔ چلا جا کہ تو نے اپنے رب کی بھی نافرمانی کی (جس کی سزا تجھے آخرت میں ملے گی اور دنیا میں اس گناہ کی سزا یہ ہے کہ) تیری بیوی بھی تجھ پر حرام ہو گئی۔ اب وہ تیرے لئے ہرگز ہرگز حلال نہیں جب تک وہ کسی اور سے نکاح نہ کرے۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم اسی کو لیتے ہیں، یہی قول امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے اور اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔

(کتاب الاثار)

(۲۵)..... حضرت مالک بن الحویرث فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آیا کہ بے شک میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ فرمایا بے شک تیرے چچا نے (اکٹھی تین طلاقیں دے کر) خدا کی نافرمانی کی (جس کی سزا آخرت میں ملے گی اور دنیا میں بھی) اس پر ایسی ندامت ڈال دی جس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔

(۲۶)..... امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاق دی ہے۔ اب میرے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا تین طلاق سے وہ حرام ہو گئی (یہ دنیا کی سزا ہے اور اکٹھی طلاقیں دے کر) ۹۷ بار مزید تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات سے استہزاء کیا۔ اس لئے آخرت میں اللہ ہی تجھ سے نپٹے گا۔ (موطا مالک ص ۵۱۰)

(۲۷)..... حضرت عنترہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہی مرتبہ کہا کہ تجھے سو طلاق۔ اب وہ

تین طلاق کی وجہ سے مجھ پر حرام ہوگئی ہے یا اس کو ایک طلاق سمجھا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا وہ تین طلاق کی وجہ سے تم سے جدا ہوگئی (یہ دنیا کی سزا ہے) اور باقی ستانوے گناہوں کا بوجھ تم پر باقی رہا (جس کا عذاب آخرت میں ہوگا)۔ (ابن ابی شیبہ ص ۱۳)

(۲۸) ..... حضرت سعید بن جبیر ؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے پاس آیا اور کہا میں نے اپنی بیوی کو کہا کہ گیارہ سو طلاق۔ فرمایا ان میں سے تین کی وجہ سے وہ تجھ پر حرام ہوگئی (یہ دنیا کی سزا ہے) اور باقی سب کا گناہ اور آیات اللہ سے جو استہزاء کیا' اس کا عذاب آخرت میں ہوگا۔ (ص ۱۳)

(۲۹) ..... حضرت عمرو فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے اس آدمی کے بارہ میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو کہا تجھے ستاروں کی تعداد کے مطابق طلاق۔ تو آپ نے فرمایا اس بارہ میں راْس الجوزا کافی ہے (اس ستارے کے تین سینگ ہیں) (عبدالرزاق)

(۳۰) ..... امام حکم روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ دونوں نے اس شخص کے بارہ میں فرمایا جس نے اپنی بیوی کو رخصتی سے قبل ہی (ایک کلمہ سے) تین طلاقیں دی تھیں کہ وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں جب تک دوسرے سے نکاح نہ کرے۔ (ص ۲۲)

(۳۱) ..... حضرت معاویہ انصاری فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ ' حضرت ابو ہریرہ ؓ اور حضرت عائشہ ؓ نے بھی اس شخص کے بارہ میں یہی فرمایا (جس نے قبل رخصتی اپنی بیوی کو ایک کلمہ سے تین طلاقیں دی تھیں) کہ وہ عورت اس مرد کے لئے حلال نہیں جب تک دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔ (ص ۱۱)

(۳۲) ..... حضرت عطاءؒ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر

کسی مرد نے اپنی ایسی بیوی کو جس کی رخصتی نہیں ہوئی تین اکٹھی طلاقیں دیں' اب وہ عورت اس مرد کے لئے حلال نہیں جب تک دوسری جگہ نکاح نہ کرے اور اگر بیوی کو رخصتی سے قبل الگ الگ الفاظ سے کہا تجھے طلاق' طلاق' طلاق۔ تو وہ پہلی طلاق سے ہی بائن ہو گئی (اس پر اب عدت بھی نہیں' اس لئے باقی دو لغو ہو گئیں کہ محل طلاق ہی نہ تھی) (ص ۲۵)

(۳۳)..... حضرت محمد بن ایاس روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس نے اپنی بیوی کو رخصتی سے قبل (ایک ہی کلمہ سے) تین طلاقیں دیں کہ وہ عورت ہرگز اس کے لئے حلال نہیں جب تک دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے۔ (ص ۲۳)

(۳۴)..... حضرت منصور سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس آدمی کے بارہ میں فرمایا جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں طلاق کا اختیار تجھے دیتا ہوں۔ اس بیوی نے فوراً کہا تین طلاق۔ فرمایا عورت چوک گئی۔ اگر وہ کہتی مجھے تین طلاق تو تین ہی واقع ہو جاتیں۔ (ص ۵۸)

(۳۵)..... حضرت نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے ایک عزیز کو عاصم بن عمر اور عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس لائے کہ میرے اس عزیز نے اپنی بیوی کو رخصتی سے قبل ہی طلاق بتہ دے دی ہے۔ آپ دونوں اس بارہ میں کیا کہتے ہیں؟ کیا آپ کے نزدیک اس کے لئے اسے رکھنے کا کوئی طریقہ ہے۔ دونوں نے کہا نہیں۔ لیکن ہم ابھی حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کو حضرت عائشہؓ کے پاس چھوڑ کر آئے ہیں۔ ان سے پوچھ لو اور واپسی پر ہمیں بھی بتا دینا۔ پس وہ ان کے پاس آئے اور حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا اب یہ عورت اس کے لئے حلال نہیں جب تک کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ

کرے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ نے بھی اسی کی تائید فرمائی۔ (ج۵'ص۶۵)

(۳۶)..... حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس تھا کہ ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں (اکٹھی) دی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ خاموش رہے۔ میں سمجھا کہ شاید اس کو رجوع کی اجازت دیں گے' لیکن آپ نے فرمایا کہ تم حماقت پر سوار ہو کر (اکٹھی تین طلاقیں دے لیتے ہو' پھر آکر) کہتے ہو اے ابن عباس! اے ابن عباس! بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی رہائی کی صورت نکال دیتے ہیں۔ بے شک تو اللہ سے بالکل نہیں ڈرا۔ اس لئے میں تیرے لئے (اس بیوی کو رکھنے کی) کوئی صورت نہیں پاتا۔ تو نے (اکٹھی تین طلاقیں دے کر اپنے خدا کی نافرمانی کرکے (آخرت برباد کرلی) اور بیوی بھی تجھ پر حرام ہوگئی (جس سے دنیا میں برباد ہوکر تو پورا خسر الدنیا والاخرۃ کا مصداق بن گیا) (ابوداؤد ج۱'ص۲۹۹' طحاوی ج۲'ص۳۵' بیہقی ج۷'ص۳۳۷)

(۳۷)..... حضرت ابو سلمہ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ دونوں نے اس آدمی کے بارہ میں فرمایا جس نے اپنی بیوی کو رخصتی سے پہلے ہی تین طلاقیں (ایک کلمہ سے) دے دیں' اب وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں جب تک دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے (طحاوی ج۲'ص۳۴)

(۳۸)..... حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں۔ فرمایا تین ہوگئیں اور ۹۷ زیادتی ہیں۔ (بیہقی ج۷'ص۳۳۷)

(۳۹)..... حضرت مقسم فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے پاس ایک آدمی نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو کہا کہ جب رمضان کا مہینہ آئے تو تجھے تین طلاق۔ اب میں بہت شرمسار ہوں۔ رمضان آنے میں چھ مہینے باقی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا تم اب اس کو ایک طلاق دے دو تاکہ رمضان سے پہلے اس کی عدت بھی ختم ہو جائے' اس کے بعد رمضان گزرنے کے بعد اسی سے نکاح کرلینا (بیہقی ج ۷' ص ۳۱۷)

(۴۰)..... حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں۔ ابن عباس ؓ کہتے ہیں میں نے کہا تیرے چچا نے (اکٹھی تین طلاقیں دے کر) خدا کی نافرمانی کی ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو نادم کیا ہے۔ اس نے شیطان کی اطاعت کی ہے۔ اس کے لئے اس بیوی کو رکھنے کی کوئی صورت نہیں۔ (بیہقی ج ۷' ص ۳۳۷)

(۴۱)..... حضرت نافع سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں تین طلاقیں دیں۔ پھر اس نے حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا (اکٹھی تین طلاقیں دے کر) تو خدا کا بھی نافرمان ہوا' عورت بھی جدا ہوگئی۔ اب وہ تیرے لئے حلال نہیں جب تک دوسرے سے نکاح نہ کرے۔ (عبدالرزاق ج ۶' ص ۳۱۱)

(۴۲)..... حضرت ابووائل سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے اس عورت کے بارہ میں فرمایا جس کو رخصتی سے پہلے (ایک ہی کلمہ سے) تین طلاقیں دی گئیں۔ اب پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں جب تک دوسرے سے نکاح نہ کرے۔ (ایضاً)

(۴۳)..... امام حکم روایت کرتے ہیں بے شک حضرت علی ؓ' حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ اور حضرت زید بن ثابت ؓ تینوں نے فرمایا کہ بیوی کو رخصتی سے پہلے اگر

اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں، اب وہ اس کے لئے حلال نہیں، یہاں تک کہ دوسرے سے نکاح کرے، الگ الگ طلاق، طلاق، طلاق کہے تو وہ پہلی طلاق سے بائن ہو گئی، باقی دو بے محل رہ گئیں۔ (عبدالرزاق ج۶،ص۳۳۶)

(۴۴)...... سیدہ عائشہ ؓ اس آدمی کے بارے میں فرماتی ہیں کہ جس نے بیوی کو کہا تجھے ایک طلاق ہزار جیسی، تو اب وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں، جب تک وہ عورت دوسری جگہ نکاح نہ کرے۔ (ابن ابی شیبہ ص۷۹۰)

(۴۵)...... ام المومنین سیدہ ام سلمہ ؓ سے اس عورت کے بارہ میں پوچھا گیا جس کو خاوند نے قبل رخصتی (ایک ہی کلمہ سے) تین طلاقیں دے دیں۔ انہوں نے فرمایا اب وہ اس خاوند کے لئے حلال نہیں جب تک اور جگہ نکاح نہ کرے۔ (ابن ابی شیبہ ج۵،ص۲۲)

○ برادران اسلام! یہ فقہاء صحابہ کرام ؓ کے فتاویٰ آپ کے سامنے ہیں، جس میں بالاتفاق ایک کلمہ کی تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیا گیا ہے اور دوسرے خاوند سے شادی کئے بغیر کسی نے بھی رجوع یا نکاح کا فتویٰ نہیں دیا۔ کسی ایک صحابی سے بھی اس کے خلاف ثابت نہیں، اسی پر سب صحابہ کرام ؓ کا اجماع ہے۔ ایک طرف صحابہ کرام ؓ کا اجماع دیکھئے، دوسری طرف غیرمقلدین کے "الدعوۃ" کا جھوٹ کہ یہ صرف فقہ حنفی کا مسئلہ ہے اور اس کا یہ فتویٰ بھی پڑھیں "غصے میں آکر ہزار طلاق دے دے، اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ فعل غلط ہے مگر وہ طلاق ایک ہی ہے۔". خوف خدا کا ان کے ہاں کوئی گزر نہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ان اجماعی فتاویٰ کے ماننے والوں کو حلالی مولویوں کی پھبتی کس کر اپنے آپ کو حرامی مولویوں میں شامل کر رہے ہیں۔ اب تو بعض احباب کی یہ غلط فہمی دور ہونی چاہئے کہ یہ فرقہ صرف ائمہ کرام رحمہم اللہ کا مخالف نہیں اصل میں صحابہ کرام ؓ کا دشمن ہے اور ائمہ کی مخالفت کی وجہ

بھی یہی ہے کہ انہوں نے صحابہ کرامؓ کے دین کو محفوظ کیوں کرلیا۔ صحابہ کرامؓ کے اتنے فتاویٰ کے خلاف ایک آواز بھی نہ اٹھائی گئی۔ آج جو غیر مقلدین یہ آواز اٹھا رہے ہیں یہ کوئی دین اسلام کی خدمت نہیں بلکہ یہودی لابی کی اس خواہش کی تکمیل کے لئے کوشاں ہیں کہ اسلامی عدالتوں میں اسلام کے قانون کا جو تھوڑا سا بچا کھچا حصہ ہے اس کو بھی ختم کردیا جائے۔

محقق علی الاطلاق شیخ الاسلام والمسلمین علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فتح القدیر میں فرماتے ہیں کہ فقہاء صحابہؓ میں سے ہم اکثر کی نقل صریح پیش کرچکے ہیں کہ وہ تین طلاق کے وقوع کے قائل ہیں اور ان کا مخالف کوئی ظاہر نہیں ہوا۔ اب حق کے بعد باطل کے سوا کیا رہ جاتا ہے؟ اسی بناء پر ہم نے کہا کہ اگر کوئی حاکم یہ فیصلہ دے کہ تین طلاق بلفظ واحد ایک ہوگی تو اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں' لہٰذا یہ مخالفت ہے اختلاف نہیں۔ اسی طرح حافظ ابن رجب تحریر فرماتے ہیں: "جاننا چاہئے کہ صحابہ' تابعین اور ائمہ سلف سے جن کا قول حلال و حرام کے فتویٰ میں لائق اعتبار ہے کوئی صریح چیز ثابت نہیں کہ تین طلاقیں دخول کے بعد ایک شمار ہوں گی۔ جب کہ ایک لفظ سے دی گئی ہوں۔"

اس مختصر مضمون میں زیادہ کی گنجائش نہیں ورنہ امام زہری' امام حسن بصری' امام ابن سیرین' امام ابراہیم نخعی' علامۃ التابعین' امام شعبی' امام طاؤس' امام عطاء' امام قتادہ اور سب فقہاء تابعینؒ رحمہم اللہ کے فتاویٰ مصنف ابن ابی شیبہ جلد پنجم میں موجود ہیں کہ ایک دفعہ کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں اور فقہائے تابعین میں سے کسی ایک نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی' جس سے ثابت ہوگیا کہ تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کا بھی اسی پر اجماع تھا اور امام نووی رحمہ اللہ نے صراحت فرمائی ہے کہ حضرات ائمہ اربعہ کا بھی اسی

پر اجماع ہے۔

غیر مقلدین کا پہلا فراڈ :

ایک شاذ روایت احمد سعد بن ابراہیم عن ابیہ محمد بن اسحاق، داؤد بن الحصین عکرمہ کی سند سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دیں۔ اس کے بعد ان کو سخت غم لگا تو رسول ﷺ نے پوچھا: تو نے کیسے طلاق دی تھی؟ اس نے کہا ایک مجلس میں طلاق، طلاق، طلاق کہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب ایک ہے تو اس سے رجوع کرلے۔ چنانچہ رکانہ نے رجوع کرلیا۔ (مسند احمد ج۱،ص۲۶۵، بیہقی ج۷،ص۳۳۹)

یہ وہ شاذ روایت ہے جس پر الدعوۃ والے کو بڑا ناز ہے۔ یہ ایسا ناز ہے جیسے قادیانی قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدی پر ناز کرتے ہیں یا جیسے روافض وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فی ولایۃ علی کے آخری شاذ جملے پر ناز کرتے ہیں، لیکن پیتل کا ناز سونے کے مقابلہ میں کیا؟ انجام منہ کالا ہے۔

۱---- اس کے پہلے راوی امام احمد ہیں۔ کاش اس غیر مقلد میں ذرہ بھر بھی خدا کا خوف ہوتا تو بتاتا کہ امام احمد اس مسئلے کو ہرگز نہیں مانتے۔ چنانچہ انہوں نے جو خط مسدد بن مسرہد کو لکھا اس میں تحریر فرماتے ہیں: "اور جس نے تین طلاقیں ایک لفظ میں دیں اس نے جہالت کا کام کیا اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی اور وہ اس کے لئے کبھی حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ دوسری جگہ نکاح کرے۔" (الاشفاق) اگر یہ بیوی خدا کے ہاں حلال تھی اور امام احمد نے حرام کردی تو کیا آپ ان کو احبار رہبان میں شامل کریں گے؟

۲---- "الدعوۃ" والے نے اس شاذ روایت پر بیہقی کا حوالہ بھی دیا ہے، لیکن

خدا کا خوف اس کے قریب بھی نہیں پھٹکا۔ امام بیہقی رحمہ اللہ اس کے بعد فرماتے ہیں: یہ سند ہرگز حجت نہیں 'کیوں کہ آٹھ ثقہ راویوں نے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے اس کے خلاف روایت کیا ہے (ثقات کے مخالف اگر کوئی ثقہ راوی ہو تو بھی روایت شاذ و مردود ہوتی ہے اور جب ثقات کے مخالف کذاب اور بدعتی کوئی شاذ قراءت بیان کرے' جیسے: یٰأیها الرسول بلغ ما انزل الیك فی ولایة علی والائمة (درمنثور) کا آخری فقرہ' ایسی شاذ روایت کوئی کذاب اور اہل بدعت ہی قبول کر سکتا ہے) پھر امام بیہقی فرماتے ہیں اس روایت کے شاذ و مردود ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ "اولاد رکانہ ؓ نے اس کے خلاف روایت کیا ہے کہ رکانہ ؓ نے ایک طلاق دی تھی۔" لیجئے ساری بنیاد ہی ختم ہو گئی۔

۳ ---- امام ابوداؤد نے بھی یہی فرمایا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ رکانہ ؓ نے ایک طلاق دی تھی۔ رکانہ ؓ کے خاندان والے یہی بتاتے ہیں اور ایسے حالات خاندان والوں کو ہی صحیح یاد ہوتے ہیں' لیکن الدعوۃ والا شاید کہہ دے کہ رکانہ ؓ کا خاندان منزل من اللہ نہیں ہے۔

۴ ---- دوسرا راوی سعد بن ابراہیم ہے۔ یہ گانا گانے والا تھا۔ حتیٰ کہ حدیث سنانے سے پہلے گانا گاتا اور ساز کے ساتھ۔ دیکھئے الدعوۃ والے بھی ہر درس حدیث گانے بجانے سے شروع کرتے ہیں یا نہیں۔ میزان الاعتدال کے ایک نسخہ میں تو ہے: کان یجید الغناء بہت اچھا گاتا تھا' ایک نسخہ میں ہے: یجیز الغناء دوسروں کے لئے بھی گانا جائز جانتا تھا۔

۵ ---- اس سند کا اگلا راوی محمد بن اسحاق ہے جسے امام مالک رحمہ اللہ نے دجال کہا' عروہ نے کذاب کہا' یہ تقدیر کا منکر تھا۔ اس پر اس کو سزا بھی ملی' تشیع کی طرف بھی مائل تھا' تدلیس بھی کرتا تھا۔ کسی حرام' حلال کے مسئلے میں تو کوئی

محدث اس کی حدیث قبول نہیں کرتا۔ اگر یہ منفرد ہو اس کی حدیث بالاتفاق مردود ہے۔ یہاں یہ منفرد ہی نہیں، دوسری صحیح حدیث کے مخالف اور عبداللہ بن عباس ؓ کے متواتر فتویٰ کے خلاف روایت کر رہا ہے۔ اس لئے اس کی روایت قطعاً منکر ہے۔ ہاں "الدعوۃ" والوں کے ہاں منزل من اللہ ہے۔

۶ ---- اس کا استاد داؤد بن الحصین ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں عکرمہ سے منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ یہ مذہبًا خارجی بھی تھا۔ عجیب اتفاق ہے کہ یہ حدیث بھی عکرمہ سے ہی ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس کو مناکیر میں ہی ذکر کیا ہے۔ (میزان الاعتدال)

۷ ---- اس کا استاد عکرمہ ہے۔ یہ بھی خارجی تھا۔ اس کو عبداللہ بن عباس ؓ کے صاحبزادہ ٹٹی خانہ کے پاس باندھ دیتے اور فرماتے یہ کذاب خبیث میرے باپ پر جھوٹ بولتا ہے۔ (عجیب بات ہے کہ یہ بھی اس نے ابن عباس ؓ پر ہی جھوٹ بولا ہے) امام سعید بن المسیب، امام عطاء، امام ابن سیرین رحمہم اللہ سب اس کو جھوٹا کہتے ہیں۔ یہ خارجی مذہب کا تھا۔ کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں متشابہات نازل کر کے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ حاکم مدینہ نے اس کی طلبی کا حکم دیا تو یہ اپنے خارجی شاگرد داؤد بن الحصین کے پاس روپوش ہو گیا اور وہیں مر گیا۔ لوگوں نے اس کا جنازہ بھی نہ پڑھا۔ (میزان الاعتدال ج ۳، ص ۹۶)

۸ ---- آخر میں یہ عبداللہ بن عباس ؓ کی طرف منسوب ہے جن سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ تین طلاقیں واقع ہونے کا فتویٰ دیتے تھے۔ اس شاذ بلکہ منکر روایت کو منزل من اللہ سمجھ کر کتاب و سنت اور اجماع سے بغاوت کرنا کہاں کا دین ہے۔

۹ ---- جب حضرت رکانہ ؓ کی دوسری صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ کی قسم! میری نیت ایک طلاق کی تھی تو اس کو بھی اس کے موافق کیوں نہ کر لیا جائے۔ ان دو

فقروں میں غور فرمایئے۔ ایک آدمی کہتا ہے تین سانپ۔ وہ کبھی یہ قسم نہیں کھا سکتا کہ میری مراد ایک سانپ تھا۔ ہاں دوسری جگہ دوسرا آدمی شور مچا رہا ہے سانپ' سانپ' سانپ' تو اس سے پوچھا جا سکتا ہے کہ بھئی کتنے سانپ ہیں؟ وہ کہہ سکتا ہے کہ ایک سانپ ہے۔ باقی تو میں تاکید کے لئے بول رہا ہوں۔ اب کوئی یہ نہیں کہے گا کہ اس نے تین سانپوں کو ایک [illegible] بلکہ یہی کہا جائے گا کہ اس نے ایک ہی سانپ کے بارے میں تاکید کے لئے بار بار کہہ دیا۔ اسی طرح حضرت رکانہ ؓ اگر کہتے تجھے تین طلاق تو وہ کبھی قسم نہ کھاتے کہ ایک طلاق مراد ہے۔ ہاں انہوں نے اتنا کہا کہ طلاق' طلاق' طلاق۔ اب ان سے پوچھا جا سکتا ہے کہ مراد کتنی طلاق ہے؟ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ ایک مراد ہے تو آنحضرت ﷺ نے تین کو ایک قرار نہ دیا بلکہ ایک کو ہی ایک قرار دیا۔ اس شاذ و منکر روایت کو لے کر تین طلاقوں کو ایک کرنا اور حرام کو حلال کرنا اور ساری عمر کے لئے ان کو حرام کاری کی چھٹی دینا واقعی کسی حلالی کا کام نہیں ہو سکتا۔

غیر مقلدین کا دوسرا فراڈ :

حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں حضرت ابوبکر ؓ کے زمانے میں اور حضرت عمر ؓ کی خلافت کے پہلے دو سالوں میں تین طلاقیں ایک ہوتی تھیں۔ پس حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ لوگوں نے ایک ایسے معاملہ میں جلد بازی سے کام لیا ہے جس میں ان کے لئے سوچ بچار کی گنجائش تھی۔ پس اگر ہم ان تین طلاقوں کو ان پر نافذ کر دیں تو انہوں نے تین طلاق کو نافذ قرار دیا۔ (صحیح مسلم ج ۱' ص ۴۷۸)

۱---- اس قول میں تین طلاق سے کیا مراد ہے؟ اگر ہر قسم کی تین طلاقیں مراد ہوں تو پھر تو جس نے تین طہر میں تین طلاقیں دیں وہ بھی ایک شمار ہوں گی۔ اس کو غیر مقلد بھی نہیں مانتے۔ اس لئے غیر مقلدوں سے ہمارا یہی سوال ہے کہ ایک

شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں تین طہروں میں دیں' اس کے بعد پھر اپنی بیوی کو بغیر حلالہ شرعی کے رکھ لیا اور اسی قول کو وہ پیش کرتا ہے تو اس کو آپ کیا جواب دیں گے؟

۲---- الدعوۃ والوں نے اکٹھی تین طلاقیں جو ترجمہ کیا ہے یہ کس لفظ کا ہے؟ نہ ہی اس میں ایک مجلس کا لفظ ہے نہ جمیعًا کا۔

۳---- اکٹھی تین طلاقیں دینا اللہ تعالیٰ کی آیات سے استہزاء ہے اور اللہ کے رسول ﷺ کی ناراضگی ہے۔ کیا صحابہ کرامؓ بلا روک ٹوک دور نبوت' دور صدیقی اور دور فاروقی کے ابتدائی دو سالوں میں یہ گناہ کرتے رہے اور بدعی طلاق دے کر بدعتی بنتے رہے؟ صحابہ کرامؓ کے بارہ میں یہ نظریہ رفض کا تو ہے' کیا غیر مقلدین کا بھی ہے؟

۴---- زید کو ایک مفتی نے یہ سنایا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں تین طلاقیں ایک ہوتی تھیں۔ اس نے اپنی بیوی کو کہہ دیا تھا تجھے ۹ طلاق۔ اب زید اور مفتی صاحب میں جھگڑا ہے۔ زید کہتا ہے کہ یہ تین ہیں' مفتی صاحب کو حساب نہیں آتا۔ مفتی کہتا ہے ایک ہے۔ زید کہتا ہے کہ ۹ کے ایک ہونے کی حدیث دکھاؤ۔ آپ وہ حدیث دکھائیں۔

۵---- زید کو غیر مقلد مفتی نے یہ حدیث سنائی کہ اکٹھی تین طلاقیں ایک شمار ہوتی ہیں۔ زید نے ایک طلاق صبح' ایک دوپہر اور ایک شام کو دے دی۔ غیر مقلد مفتی کہتا ہے کہ یہ ایک ہے۔ زید کہتا ہے کہ صریح حدیث سناؤ کہ تین الگ الگ مجالس میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں۔ آپ وہ حدیث پیش کریں۔

۶---- زید نے ایک طلاق پیر کو' دوسری منگل کو اور تیسری بدھ کو دی۔ کوئی ایسی حدیث پیش فرمائیں کہ تین دن میں الگ الگ دی گئی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں۔

۷---- زید نے ایک طلاق پہلے ہفتے' دوسری دوسرے ہفتے اور تیسری تیسرے

ہفتے دی۔ وہ کہتا ہے کہ ایسی حدیث دکھاؤ کہ تین ہفتوں میں الگ الگ دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں۔

۸ ---- زید نے اپنی بیوی کو ایک طلاق اس پاکی میں دی جس میں وہ دو مرتبہ صحبت کر چکا تھا اور طلاق دینا حرام تھا۔ بیوی کو گھر سے نکال دیا۔ وہ اپنے ماموں کے ہاں چلی گئی۔ ایک ماہ بعد زید نے اس کو دوسری طلاق بھیجی۔ وہ اس وقت حائضہ تھی۔ اس کے بعد جب تیسری طلاق بھیجی تو اس وقت بھی وہ حائضہ تھی۔ اس کے بعد دو سال گزر گئے۔ وہ ایک مفتی صاحب کے پاس گیا۔ اس نے کہا کہ تینوں طلاقیں حرام تھیں' ایک بھی واقع نہیں ہوئی۔ اب وہ دونوں میاں بیوی کی طرح رہ رہے ہیں۔ اگر یہ فتویٰ درست ہے تو بھی صریح حدیث پیش فرمائیں اور غلط ہے تو بھی صریح حدیث سے جواب ارشاد فرمائیں۔

۹ ---- صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ' حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دور خلافت کے ابتدائی دور میں متعہ کر لیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ہمیں اس سے منع فرما دیا۔ اہل حدیث عالم کہتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ میں جواز متعہ پر سب صحابہؓ کا اجماع تھا۔ حضرت عمرؓ کا روکنا ایک سیاسی حکم تھا' کوئی شرعی حکم نہیں تھا۔ اس لئے ابن عباسؓ وغیرہ نے ان سے اختلاف کیا اور پہلے اجماع پر قائم رہے۔ اس لئے جواز متعہ پر صحابہؓ کا اجماع ہے اور یہی اصل حکم شرعی ہے۔ تو اس عالم کا یہ فتویٰ درست ہے یا نہیں؟ تو کیوں؟

۱۰ ---- غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اکٹھی تین طلاق کے بعد خدا اور رسول ﷺ کے نزدیک بیوی خاوند کے لئے حلال تھی۔ حضرت عمرؓ نے خدا اور رسول ﷺ کے حلال کو حرام قرار دے دیا۔ خدا کے حلال کو حرام قرار دینے والے احبار رہبان یہود کو قرآن نے "اربابًا من دون اللّٰہ" کہا ہے یا خلفائے راشدینؓ۔ جواب

قرآن و حدیث سے دیں، قیاس سے نہ دیں۔

۱۱ ---- کیا صدر مملکت کو حق ہے کہ سیاسی ضرورت کے ماتحت خدا کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کردے؟

۱۲ ---- جب حضرت عمرؓ نے یہ اعلان فرمایا تو کتنے صحابہ کرامؓ اللہ اور رسول ﷺ کے حکم پر قائم رہے اور کتنوں نے اللہ اور رسول ﷺ کو چھوڑ کر عمرؓ کی شریعت کو مان لیا؟ جواب صحیح سندوں سے دیں۔

۱۳ ---- حضرت عمرؓ کے بعد دور عثمانی میں کتنے صحابہ کرامؓ اللہ اور رسول ﷺ کے ارشاد پر فتویٰ دیتے تھے اور کتنے حضرت عمرؓ کے قول پر؟ خود حضرت عثمانؓ کس کے ساتھ تھے؟

۱۴ ---- حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں ان کا اپنا فتویٰ اور ان کے مفتیوں کا فتویٰ اللہ اور رسول ﷺ کی شریعت پر رہا یا عمرؓ کی؟

۱۵ ---- اہل سنت والجماعت کے چاروں امام اللہ اور رسول ﷺ کی شریعت پر فتویٰ دیتے رہے یا اس مسئلہ میں عمرؓ کی شریعت پر؟ ہمیں یقین ہے کہ الدعوۃ والے ہرگز ہرگز ان سوالات کا جواب صرف قرآن و حدیث سے نہیں دے سکیں گے۔ کیونکہ اس شاذ قول کا جو مطلب غیر مقلدین لیتے ہیں اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے بارہ میں وہی ذہن بنتا ہے جو روافض کا ہے۔ خود ابن عباسؓ کا متواتر فتویٰ بھی اس شاذ قول کے خلاف ہے۔ الغرض روافض اور غیر مقلدین نے تو اس شاذ قول کا ایسا مطلب بیان کیا ہے جس سے ائمہ تو ائمہ صحابہ کرامؓ بلکہ خلفائے راشدینؓ تک پر حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے کے اعتراضات اور سیاسی اغراض کے لئے احکام شرعیہ سے خروج ثابت ہوتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

ہاں اہل سنت والجماعت جو خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کو معیار

حق مانتے ہیں قرآن پاک، احادیث متواترہ اور اجماع قطعی کی وجہ سے صحابہ کرام ؓ کی عظمتوں کا نقش ان کے دلوں میں ثبت ہے۔ وہ ایسے شاذ اقوال کی یا تو تاویل کرتے ہیں یا رد کرتے ہیں۔

(۱)..... اس شاذ قول کا مدار طاؤس پر ہے۔ امام الحسین بن علی الکرابیسی اپنی کتاب "ادب القضاء" میں فرماتے ہیں: اخبرنا علی بن عبداللہ المدنی عن عبدالرزاق عن معمر عن ابن طاوس عن طاوس انہ قال من حدثك عن طاوس انہ کان یروی طلاق الثلاث واحدۃ کذبہ (الاشفاق) یعنی طاؤس نے خود فرمایا کہ جو یہ کہے کہ طاؤس ایسی روایت کرتا ہے کہ تین طلاقیں ایک ہیں اس کو جھوٹا جان۔ جب طاؤس نے خود ہی اس شاذ قول کو جھٹلا دیا تو اس کو الدعوۃ والوں کے سوا کون قبول کر سکتا ہے جن کی فطرت ہی جھوٹ پسند ہے۔

(۲)..... اس شاذ قول کا دوسرا کردار ابوالصہبا ہے۔ یہ اگر مولیٰ بن عباس ہے تو ضعیف ہے، جیسا کہ نسائی نے کہا۔ اگر دوسرا ہے تو مجہول۔ آخر حرام کاری کے بیوپاریوں کے پاس کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع صحابہ ؓ اور ابن عباس ؓ کے متواتر فتویٰ کے خلاف ضعیف اور مجہول راویوں کے شاذ قول کے سوا ہو بھی کیا سکتا ہے؟ ان بے چاروں کا اوڑھنا بچھونا ہی شاذ اقوال کے سہارے ہے، کتاب و سنت اور صحابہ کرام ؓ سے بغاوت ہے۔

(۳)..... ابوالصہبا کے ان الفاظ پر بھی غور فرمالیں۔ ابن عباس ؓ سے کہتے ہیں: ھات من ہناتك۔ یعنی اپنی قابل نفرت اور بری باتوں سے کچھ سنائیے تو ابن عباس ؓ یہ قول سنا دیتے ہیں جو ان کے نزدیک قبیح مردود اور قابل نفرت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن عباس ؓ فتویٰ ہمیشہ اس کے خلاف ہی دیتے رہے جو قول ابن عباس ؓ بلکہ سب صحابہ ؓ کے ہاں قبیح اور قابل نفرت ہو۔ اس کو اگر غیر مقلد قبول

نہ کریں تو اور کون کرے گا؟ ان بے چاروں کے دسترخوان پر یہی کچھ ملتا ہے۔ ایسے شاذ اور قابل نفرت اقوال کے سہارے صحابہ کرامؓ کو شریعت کا مخالف قرار دینا ایسی ہی شاذ پسند طبیعتوں کا کام ہے جو "من شذ شذ فی النار" سے نہیں ڈرتے۔

(۴) ..... امام بخاری اور امام مسلم کے استاد امام ابوبکر بن ابی شیبہ، پھر امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے اس قول میں یہ بھی روایت کیا ہے کہ یہ اس عورت کے بارہ میں ہے جس کی رخصتی نہیں ہوئی۔ امام نسائی نے بھی اس پر یہی باب باندھا ہے اور ایسی عورت کے بارہ میں خود حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی وضاحت ابن ابی شیبہ ج۵، ص۲۵ پر موجود ہے کہ اگر اس کو یوں کہا جائے تجھے طلاق، طلاق، طلاق تو اس کو ایک ہی طلاق پڑتی ہے (اس صورت میں دوبارہ نکاح بغیر حلالہ شرعی کے جائز ہے اور سوچ بچار کی گنجائش ہے) اور اگر یوں اس کو تین طلاقیں دی جائیں کہ تجھے تین طلاق تو اس سے تین طلاقیں ہی واقع ہو جاتی ہیں۔ اب بغیر حلالہ شرعی کے اس سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ جلد بازی ہے جس میں سوچ بچار کا کوئی موقع نہیں رہتا۔

اب اس شاذ قول کا مطلب یہ بنا کہ رسول پاک ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں اگر رخصتی سے پہلے کوئی طلاق دیتا تو وہ یوں کہتا طلاق، طلاق، طلاق۔ اس سے اس کو ایک ہی طلاق واقع ہوتی۔ بعد میں سوچ بچار کر کے نکاح کر سکتے تھے۔ اس کا حکم آج تک یہی ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں کثرت فتوحات سے بہت سے نو مسلم ہوئے، بہت سی لونڈیاں آئیں۔ نکاح طلاق کی کثرت ہو گئی تو بعض ناواقف لوگوں نے رخصتی سے قبل طلاق بازی میں جلدی سے کام لینا شروع کر دیا اور ان کو یوں طلاق دینے لگے تجھے تین طلاق، اب تینوں طلاقیں پڑ گئیں اور وہ عورت حرام ہو گئی، بغیر حلالہ شرعی کے اب نکاح نہ

کر سکتی تھی۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے اعلان فرمادیا کہ جلد بازی کا طریقہ جو ہے اس کا حکم یہی ہے کہ تین طلاق نافذ ہو جاتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا کسی بھی صحابی یا تابعی نے کوئی حکم شرعی نہیں بدلا۔ صرف طلاق دینے والوں نے طلاق کا طریقہ بدلا۔ جو پہلا طریقہ تھا اس کا آج بھی وہی حکم ہے جو بعد والا طریقہ ہے اس کا پہلے بھی وہی حکم تھا۔ اب نہ کسی خلیفہ راشد پر اعتراض اور نہ ہی کسی صحابی پر۔

ہاں یہ بات ثابت ہوگئی کہ غیر مقلد نے یقیناً حکم شرعی بدل ڈالا اور حرام کو حلال کیا' یہی کام یہود کے احبار رہبان کرتے تھے۔ اور یہود ان کے کہنے سے خدا کے حرام کردہ احکام کو حلال سمجھ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ یہود ان کو اربابًا من دون اللہ مانتے ہیں۔ اب بھی غیر مقلدین کی ہر مسجد اور ہر رسالے کے دفتر میں غیر مقلدین کے رب بیٹھے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال کرتے ہیں۔ ان کو جھوٹ کہہ کہہ کر کہ تین طلاقیں واقع نہیں ہوئیں سماعون للکذب کا کردار ادا کرتے ہیں اور ان سے حرام کاری کی دلالی کی فیس وصول کرکے اکالون للسحت سے اپنے پیٹ کا جہنم بھرتے ہیں۔ آہ! ان لوگوں نے کتنی عصمتوں کو تار تار کرایا' کتنے ایسے جوڑے ہیں جو ساری عمر حرام کاری کرکے اپنی اور ان کی قبروں کو جہنم کے گڑھے بنا رہے ہیں۔ حرام کاری کا ایک دلال مجھے کہنے لگا اصل بات تو یہی ہے کہ وہ عورت حرام ہے۔ لیکن اگر فتویٰ نہ بھی دیں تو بھی لوگ اسی طرح اکٹھے رہتے ہیں۔ ہم فتویٰ دے کر کچھ فیس لے لیتے ہیں۔ میں نے کہا اگر تم حکم شرعی بدل کر فتویٰ نہ دیتے وہ پھر اکٹھے رہتے تو یقیناً گنہگار ہوتے اور اپنے کو گنہگار سمجھ کر ہی گناہ کرتے۔ گناہ کو گناہ سمجھ کر کرنا گناہ ہی ہے مگر آپ کے فتویٰ کے بعد وہ اس ساری عمر کے گناہ کو حلال سمجھ کر کر رہے ہیں۔ جس سے ایمان ہی رخصت ہو جاتا ہے۔ مگر غیر مقلدین کو ایمان کی کیا

پرواہ؟ الحاصل تین طلاق کے مسئلہ میں نہ ان کے پاس قرآن ہے بلکہ ان کا مسئلہ قرآن کے بالکل خلاف ہے۔

"الطلاق مرتان" میں قرآن دو طلاقوں کو دو ہی کہتا ہے۔ جب دو دو ہیں تو تین تین ہی ہیں۔ مگر انہوں نے الطلاق مرتان کا مطلب یہ نکالا ہے کہ دو طلاقیں ایک ہیں' یہ بالکل جھوٹ ہے۔ قرآن کا انکار ہے۔ ان کے پاس صرف قیاس ہے کہ جب اس نے غلط طریقے سے طلاقیں دیں تو واقع نہ ہوئیں مگر ان کا قیاس قرآن کے بھی خلاف ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی فرمایا کہ جس نے حدود اللہ سے تجاوز کیا اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ وہ خدا سے نہ ڈرا۔ اب اس کے لئے کوئی صورت اس ندامت سے نکلنے کی نہیں یہ جب ہوگا کہ تینوں کو نافذ مانا جائے۔ غیر مقلدین کا یہ قیاس قرآن کے بھی خلاف ہوا اور وہ احادیث جو اوپر درج ہو چکیں اور اجماع صحابہ ؓ کے بھی خلاف ہوا اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے ثابت کر دیا کہ ان کا یہ قیاس بھی غلط ہے' کیوں کہ روافض کہتے ہیں جس طرح نکاح غلط طریقے سے نہیں ہو سکتا مثلاً عورت کسی کی عدت میں اور نکاح کرے تو نکاح نہ ہوگا' اسی طرح طلاق بھی غلط طریقے سے نافذ نہ ہوگی۔ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ قیاس نصوص کے بھی خلاف ہے۔ حیض میں طلاق دینا گناہ ہے مگر طلاق نافذ ہو جاتی ہے۔ ایسی پاکی میں طلاق دینا جس میں حقوق زوجیت ادا کر چکا ہو حرام ہے مگر نافذ ہو جاتی ہے۔ جس طرح تمہارا قیاس نصوص کے خلاف ہے اسی طرح خود بھی غلط ہے۔ دیکھو نماز میں داخل ہونے کے لئے صحیح طریقہ سے داخل ہونا ضروری ہے کہ نماز کی شرائط مکمل ہوں' پھر نماز میں تحریمہ کہہ کر داخل ہو' لیکن نماز سے نکلنے کے لئے اگر صحیح طریقے سے نکلے کا سلام پھیر کر تو یقیناً نماز سے نکل گیا اور کوئی گناہ نہ ہوا لیکن اگر سلام کی بجائے بول چال شروع کر دی' اٹھ کر بھاگ کھڑا ہوا' کچھ کھانا پینا شروع کر دیا تو بھی یہ یقیناً نماز سے نکل

گیا۔ ہاں ساتھ گناہ بھی ہوا۔ اسی طرح اگر طلاق صحیح طریق سے دی تو ایسا ہے جیسے شرعی طریقہ سے نماز سے نکل گیا اور اگر طلاق غیر شرعی طریقے سے دی تو بھی طلاق ہو گئی' مگر ساتھ گناہ بھی ہوا' جیسے غیر شرعی طریقے سے نماز سے نکلنے والے کو گناہ ضرور ہوا' مگر نماز سے نکل گیا۔ بہرحال غیر مقلدین کا یہ مسئلہ کہ شرعی طلاق ایک نافذ ہوتی ہے اور باقی دو نافذ نہیں ہوتیں نہ قرآن میں ہے' نہ حدیث میں' نہ کسی صحابی کا مسلک' نہ مجتہد کا۔ یہود کے احبار رہبان کی طرح خدا اور رسول ﷺ سے بغاوت کر کے ان لوگوں نے شریعت کے حرام کو حلال کر رکھا ہے۔

نوٹ : ان شاذ اقوال کے سارے کے لئے ایک اور جھوٹی کہانی گھڑی گئی کہ حضرت عمرؓ کو اس پر ندامت ہوئی تھی۔ اس کا گھڑنے والا خالد بن یزید ہے۔ امام ابن معین فرماتے ہیں کہ وہ اپنے باپ پر ہی جھوٹ نہ بولتا بلکہ صحابہ کرامؓ پر بھی جھوٹ بولتا تھا (میزان الاعتدال ج ۱' ص ۶۴۵) آخر حرام کاروں کو حرام کاری کے لئے ایسے کذابوں کے سارے ہی ملیں گے۔

حلالہ شرعی :

قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ شوہر اگر اپنی بیوی کو تیسری طلاق دے دے تو وہ اس کے لئے حلال نہیں رہتی' یہاں تک کہ وہ عورت (عدت کے بعد) دوسرے شوہر سے نکاح (صحیح) کرے (اور نکاح کے بعد دوسرا شوہر اس سے صحبت کرے' پھر مرجائے یا از خود طلاق دے دے اور اس کی عدت گزر جائے تب یہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی اور وہ اس سے دوبارہ نکاح کر سکے گا) یہ حلالہ شرعی ہے۔

تین طلاق کے بعد عورت کا کسی سے اس شرط پر نکاح کر دینا کہ وہ صحبت کے بعد طلاق دے دے گا یہ شرط باطل ہے اور حدیث میں ایسا حلالہ کرنے اور کرانے والے پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ تاہم ملعون ہونے کے باوجود اگر دوسرا

شوہر صحبت کے بعد طلاق دے دے تو عدت کے بعد عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے گی اور اگر دوسرے مرد سے نکاح کرتے وقت یہ نہیں کہا گیا کہ وہ صحبت کے بعد طلاق دے دے گا لیکن اس شخص کا اپنا خیال یہ ہو کہ وہ عورت کو صحبت کے بعد فارغ کر دے گا تو یہ صورت موجب لعنت نہیں۔ اسی طرح اگر عورت کی نیت ہو کہ وہ دوسرے شوہر سے طلاق حاصل کر کے پہلے شوہر کے گھر میں آباد ہونے کے لائق ہو جائے گی تب بھی گناہ نہیں۔ ہاں بغیر دوسرے خاوند سے نکاح کئے وہ عورت پہلے مرد پر قطعاً حرام ہے۔

غیر مقلدین نے اس حرام کاری کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ وہ تین طلاق کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کئے بغیر پہلے مرد کے سپرد کر دیتے ہیں جو قرآن و سنت اور اجماع امت کے مطابق بالکل حرام ہے۔ آج اکثر جو لوگ غیر مقلد بن رہے ہیں وہ اسی لئے کہ مذاہب اربعہ میں حرام کاری کی کوئی گنجائش نہیں اور ان غیر مقلدین کے ہاں یہ ساری عمر کی حرام کاری پیشے کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ حرام کاری کے یہ دلال حلالہ کے خلاف خوب زور لگا رہے ہیں تاکہ ہمارے کاروبار حرام کاری پر پردہ پڑا رہے۔ انہیں اگر باشرط حلالہ سے انکار ہے تو اس شرط کو احناف بھی ناجائز اور موجب لعنت کہتے ہیں۔ فقہ حنفی کو گالیاں دینے والے کیا اس کا جواز فقہ حنفی سے نکال سکتے ہیں' اور اگر وہ اس شرط والے حلالہ کے مخالف ہیں تو کیا وہ بلا شرط حلالہ کرواتے ہیں' اس کے کتنے سنٹر انہوں نے کھولے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے باوجود لعنت کرنے کے ان کو حلال کرنے والا فرمایا' حرام کرنے والا نہیں فرمایا اور جس کے لئے حلال کی گئی فرمایا' جس کے لئے حرام کی گئی نہیں فرمایا۔ غیر مقلدو! کتاب و سنت سے بغاوت کر کے کب تک شریف گھرانوں کو ساری عمر کی حرام کاری پر لگائے رکھو گے۔ الدعوۃ میں بھی یہ تو مانا ہے البتہ یہ طے کئے بغیر اگر وہ خاوند اپنی مرضی سے طلاق دے تب پہلے خاوند

سے نکاح ہو سکتا ہے اور یہی طریقہ قرآن میں جائز ہے۔ تم نے کہاں اس طریقے پر عمل کرایا۔ تم تو قرآن کے اس جائز طریقے کو توڑ کر ساری عمر کی حرام کاری پر لگا رہے ہو۔

اس مسئلہ میں یہ بغاوت تو قرآن و سنت، صحابہ کرام اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ سے کر رہے ہیں مگر شور مچاتے ہیں کہ اللہ نے کسی متعین فقہ کے ماننے کا حکم نہیں دیا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر کسی متعین فقہ کے ماننے سے منع فرمایا ہو تو وہ آیت یا حدیث ضرور پیش کریں۔ یہ دلائل نہیں آپ کی بوکھلاہٹ کے آثار ہیں۔ آپ کے بڑے بھائی اہل قرآن بھی اس قسم کی بہکی بہکی باتیں کرتے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک عربی قرآن نازل کیا تھا۔ یہ جو صحاح ستہ کے نام سے چھ عجمی قرآن بنا لئے گئے ہیں ان کے ماننے کا کہیں اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا۔ اس فرقے کا حال یہی ہے کہ دلائل سے خالی ہونے کی وجہ سے اپنی پریشانی کو چھپانے کے لئے فقہ کو گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ حلالہ کی شرط باطل ہے اور متعہ بھی حرام ہے، لیکن یہ لوگ جو بغیر دوسرے نکاح کے عورت کو پہلے مرد کے سپرد کر دیتے ہیں یہ ان دونوں سے بڑا گناہ اور حرام ہے۔ ساری عمر کا گناہ اور ناجائز اولاد، اتنے بڑے حرام پر عمل کرنا اور شرط حلالہ کے خلاف شور مچانا ایسا ہی ہے کہ کوئی بدکار عورت بر سر عام زنا میں مشغول ہو اور کسی گھر ستن کو گالیاں دے رہی ہے کہ بڑی بے شرم ہے، دوپٹہ سرک گیا ہے اور اس کا کان غیر محرم کو نظر آ گیا ہے۔ یہی حال ان حضرات کا ہے، کبھی اپنے حرام کاروں کو یہ کہہ کر تسلی دیتے ہیں کہ حلالہ سے بے حیائی اور بے شرمی پھیلے گی۔

یہ ایسے ہی ہے جیسے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر چوروں کے ہاتھ کاٹنے کی حد نافذ ہوگی تو سارا ملک ٹنڈا ہو جائے گا۔ اصل بے شرمی اور بے حیائی کی ذمہ داری تو ان پر ہی ہے جو بغیر دوسرے نکاح کے بیوی واپس کر دیتے ہیں۔ اس سے

لوگوں میں تین طلاقیں دینے کی جرات بڑھی ہے اور حرام کاری عام ہوگئی ہے۔ آپ تجربہ کرکے دیکھ لیں کہ ایک آدمی کو کہیں کہ قرآنی حکم کے مطابق دوسرے نکاح کے بغیر یہ (بیوی) تجھے نہیں مل سکتی اور اس عورت کا دوسرا نکاح ہو جائے تو اس ایک واقعہ کے بعد سالوں تک کوئی تین طلاق کا نام نہ لے گا۔ جس طرح چوروں پر حد نہ لگا کر چوروں کی جرات بڑھائی گئی اسی طرح اس مرد کو یہ سزا معاف کرکے مریض دلوں کو تین طلاقیں دینے کی آپ لوگوں نے جرات دلائی ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کے تمام فتنوں کے شر سے محفوظ فرمائیں، آمین۔